Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

نعمة الباری
فی
شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء الثانی

Marfat.com

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعمۃُ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جِلد دوئم

الاحادیث: ۹۴۱ ــــــ ۳۴۹

کتاب الصلوٰۃ، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، کتاب الاذان، کتاب الجمعۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

Marfat.com

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرا، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

فرید بک سٹال ۳۸۔اُردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : شعبان 1429ھ / اگست 2008ء
الطبع السادس : شعبان 1434ھ / جون 2013ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد، محمد اشتیاق
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : -/710 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد دوئم)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
☆	**خطبة الکتاب**	51
	۸ - کتاب الصلوٰة	53
	باب:1	
1	شب معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت	53
2	اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے	56
3	شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت	57
4	سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی	57
5	''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟	57
6	ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب	58
7	ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا تعارف	58
8	''المستوی'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی	58
9	نمازوں میں تخفیف کی تفصیل	58
10	''السدرة المنتہٰی'' کا معنی	59
11	پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں	59
12	تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ	60
13	انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟	60
14	ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح	60
15	رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ	61
16	آپ کو معراج کرانے کی حکمت	62
17	سدرة کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا	62
18	نبی ﷺ کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا	62
19	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	63
20	علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنا دیئے	64
21	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	64
22	حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا	65
23	سفر میں وجوب قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات	66

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
24	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	68
	باب:۲	
25	کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب	68
26	شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء	68
	باب:۳	
27	نماز میں گدی پر تہبند میں گرہ لگانا	73
28	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	73
29	حدیث مذکور کے مسائل	74
	باب:٤	
30	ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا	74
31	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	75
32	صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	75
33	بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانی ء کا تعارف	77
34	فلان بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین	77
35	حدیث مذکور کے دیگر مسائل	78
36	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب	78
	باب:۵	
37	جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے	79
38	تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ	79
	باب:٦	
39	جب کپڑا تنگ ہو	80
40	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	81
41	حدیث: ٣٦١ کے حدیث: ٣٥٩ سے تعارض کا جواب، نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا اور حکام کے پاس رات کو جانا	81

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۷	
42	جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا	83
43	کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ	83
	باب:۸	
44	نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت	84
45	تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ	85
46	مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق	87
47	اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث	87
48	شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات	88
	باب:۹	
49	قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان	88
	باب:۱۰	
50	جس شرم گاہ کو چھپایا جائے	89
51	صما اور احتباء کا معنی	90
52	بیع لماس کا معنی	90
53	''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی	90
54	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	91
55	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟	91
56	اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر	92
57	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت	92
58	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	93

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۱	
59	بغیر چادر کے نماز پڑھنا	93
	باب: ۱۲	
60	ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں	93
61	تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے	94
62	تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے	94
63	جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرھد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ	95
64	تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا	95
65	علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب	96
66	حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	96
67	خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع	98
68	حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	98
69	آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟	98
70	درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟	98
71	اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟	99
72	حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	99
73	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے	99
74	دورانِ جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق	100
75	رسول اللہ ﷺ کے ولیمہ کی خصوصیت	101

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ۱۳	
76	عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟	101
77	''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب	102
78	نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء	102
79	فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء	103
	باب: ۱۴	
80	جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی، جس میں نقش و نگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی	103
81	''خمیصة'' اور ''انبجانیة'' کا معنی اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	104
82	نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں، تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے	104
83	نقش و نگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز، تاہم اس کا خلافِ اولیٰ ہونا	105
	باب: ۱۵	
84	صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث	106
85	''قرام'' کا معنی	106
86	تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء	106
	باب: ۱۶	
87	جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی، پھر اس کو اتار دیا	108
88	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	109
89	نبی ﷺ کو ریشم کی اُچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟	109
90	متقین کا معنی	109

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
91	ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث	109
	باب:۱۷	
92	سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا	110
93	حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں	110
94	حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا	110
95	فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا	110
96	سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث	111
97	سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	112
	باب:۱۸	
98	چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا	112
99	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	114
100	''اثل الغابة'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام	114
101	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	114
102	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	115
103	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	115
104	امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ	116
105	نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل	116
106	اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں	117
107	چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل	118
108	ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی	118
	باب:۱۹	
109	جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے	118
	باب:۲۰	
110	چٹائی پر نماز پڑھنا	118
111	کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق	119
112	کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	119
113	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق	120
114	حدیث مذکور کے رجال	121
115	حدیث مذکور سے مستنبط مسائل	121
	باب:۲۱	
116	مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھنا	121
	باب:۲۲	
117	بستر پر نماز پڑھنا	122
118	عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق	123
119	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق	123
120	عورت کے جسم کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا	124
121	علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا	124
	باب:۲۳	
122	شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا	125
	باب:۲۴	
123	جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا	126

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
124	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث	126
125	امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے	127
126	حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے	127
127	جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ	128
128	ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے	128
	باب:۲۵	
129	موزے پہن کر نماز پڑھنا	128
	باب:۲۶	
130	جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے	129
131	حدیث مذکور کے رجال	130
132	رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ	130
133	تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا	130
	باب:۲۷	
134	بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے	131
135	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	131
136	ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ	132
137	عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق	132
	باب:۲۸	
138	قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت	132
139	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	133
140	''خفر'' کا معنی	133

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
141	جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے	134
142	جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے	134
143	اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے	134
144	جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ	135
145	لوگوں کے معاملات ظاہر پر محمول ہیں نہ کہ باطن پر	136
146	اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے	136
	باب:۲۹	
147	اہل مدینہ' اہل شام اور مشرق کا قبلہ' اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے	137
148	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت	138
	باب:۳۰	
149	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالو'' (البقرہ:۱۲۵)	138
150	مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین	138
151	عمرہ میں سعی کا واجب ہونا	139
152	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	140
153	حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے	140
154	دو متعارض حدیثوں میں تطبیق	140

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
155	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	141
	باب: ۳۱	
156	قبلہ کی طرف توجہ کی جائے' انسان جہاں کہیں بھی ہو	142
157	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک	143
158	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	143
159	فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار	144
160	چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا عذر ہے	144
161	المحیط کی اصل عبارت	145
162	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	146
163	آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں	146
164	آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق	146
165	اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت	147
	باب: ۳۲	
166	قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے	147
167	سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	147
168	نماز میں نبی ﷺ کی خصوصیات	148
169	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	149
170	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی' جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل نازل ہوئیں	149
171	حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد	150
172	غیرت کا معنی اور جوازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں' ان کا بیان	151
173	اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے	152
174	اس اعتراض کا جواب کہ ازواجِ مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولا	152
175	دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا' نبی ﷺ کی ناراضگی کا موجب ہے' پھر حضرت عمر نے مقامِ ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کی درخواست کیوں کی؟	153
176	ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق	154
177	رسول اللہ ﷺ کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں' پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟	155
178	حدیث مذکور کا حدیث: ۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل	157
	باب: ۳۳	
179	بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا	158
180	قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل	158
181	نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا	159
	باب: ۳۴	
182	کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا	160
	باب: ۳۵	
183	نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے	161
	باب: ۳۶	
184	اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے	162

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۷	
185	مسجد میں تھوکنے کا کفارہ	162
	باب:۳۸	
186	مسجد میں بلغم کو دفن کرنا	163
	باب:۳۹	
187	جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلّو میں رکھ لے	163
188	مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	164
	باب:۴۰	
189	امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا	164
190	دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت	164
191	سربراہ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے	165
192	حدیث مذکور کے رجال	166
	باب:۴۱	
193	آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟	166
194	گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز	166
195	تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء' ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلّل کا بیان	167
196	محلّل کے متعلق حدیث	167
197	محلّل کا شرعی معنی	168
198	اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی	168
199	''الحفیاء'' اور ''ثنیۃ الوداع'' کا معنی	168
200	ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق	168
201	شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح	170
	باب:۴۲	
202	تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا	171
203	نبی ﷺ کی بے نفسی' مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا	172
204	بحرین کا جغرافیائی محل وقوع	173
205	بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار	173
206	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	173
	باب:۴۳	
207	جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا	174
208	کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے	175
	باب:۴۴	
209	مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا	175
210	لعنت کا معنی اور اس کی قسمیں	175
211	لعان کا معنی	175
212	حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام	177
213	لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل	177
214	ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات	177
215	حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں	178
	باب:۴۵	
216	جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے' یا جہاں اسے حکم دیا جائے' اور وہ تجسس نہ کرے	178

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
217	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	179
218	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر کرم فرمانا' مسجدِ بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت	179
	باب:٤٦	
219	گھروں میں مساجد	179
220	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا	181
221	نابینا کو امام بنانے کا جواز' اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز	181
222	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز پڑھوائی' حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے	182
223	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	182
224	شیخ عبد العزیز بن باز کا صالحین کو حصولِ تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ	183
225	حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے	184
226	شیخ عبد العزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصولِ برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ	185
227	شرک کی تعریف	185
228	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر میں احادیث صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول	185
	باب:٤٧	
229	مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا	187
	باب:٤٨	
230	کیا زمانۂ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنا دی جائیں؟	187
231	قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	188
232	حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ	189
233	حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ	189
234	نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا	189
235	قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز	190
236	مدینہ منورہ آنے کی تاریخ	192
237	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنو النجار سے باغ خریدنا	192
238	ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز	192
239	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجز پڑھنا' آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے	192
240	سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ	193
241	شیخ عبد العزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات	193
	باب:٤٩	
242	بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا	194
	باب:٥٠	
243	اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا	194
244	حدیث مذکور کے رجال	195
245	سواری کو سترہ بنانے کا جواز	195
	باب:٥١	
246	جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا	195
247	''کسوف' خسوف'' اور'' افظع'' کا معنی	196
248	سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی ﷺ کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل	196
	باب:۵۲	
249	قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت	197
250	حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا	197
251	قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث	197
	باب:۵۳	
252	جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا	198
253	بابل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت	198
254	عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت	199
255	وادئ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا	199
256	''الحجر'' کا مصداق	200
257	وادئ ثمود اور وادئ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ	200
	باب:۵۴	
258	گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم	201
259	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے	202
260	گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	202
261	فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم	202
	باب:۵۵	203

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
262	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟	203
263	اس اعتراض کا جواب کہ نبی ﷺ نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی	204
264	قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز	205
	باب:۵۶	
265	نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے	206
	باب:۵۷	
266	مسجد میں عورت کا سونا	206
267	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	207
268	''وشاح' سعید' حدیاۃ' خباء' حفش'' اور ''اعاجیب'' کے معانی	208
269	جس کا کوئی مسکن نہ ہو اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم	208
	باب:۵۸	
270	مردوں کا مسجد میں سونا	208
271	مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء	209
272	مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف	210
273	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	210
274	حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	211
275	ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور ''رداء' ازار'' اور	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	''کساء'' کا معنی	211
	باب: ۵۹	
276	سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا	212
277	باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت	212
	باب: ۶۰	
278	جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے	213
279	جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب	213
280	غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب	213
281	غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال	213
	باب: ۶۱	
282	مسجد میں وضوء توڑنا	214
283	نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا	214
284	مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف	215
285	علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ	215
	باب: ۶۲	
286	مسجد کو بنانا	216
287	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	218
288	سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا	218
289	مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش	219
	باب: ۶۳	
290	مسجد کی تعمیر میں تعاون	219
291	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	220
292	حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد	221
293	اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے	222
294	علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ	222
295	حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ	223
296	حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث	224
297	حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ	225
298	حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل	225
	باب: ۶۴	
299	منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (درکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا	226
300	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	227
301	منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب	227
	باب: ۶۵	
302	جس نے مسجد بنائی	227
303	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	228
304	مسجد بنانے کی فضیلت	228
305	مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات	228
306	مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث	229
307	اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے	229
308	حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ	230

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب: ٦٦	
309	جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے	230
310	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عینی سے	231
311	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ ابن بطال سے	231
312	حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عسقلانی سے	231
313	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	232
314	باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث	232
315	مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار ہے	232
316	مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھما کے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے	233
	باب: ٦٧	
317	مسجد میں گزرنا	233
318	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234
	باب: ٦٨	
319	مسجد میں شعر پڑھنا	234
320	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	234
321	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	234
322	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	235
323	مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے	236
324	کسی قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے	236
	باب: ٦٩	
325	مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب	237
326	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	238
327	مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ	238
328	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا' قرآن اور حدیث کے خلاف ہے	239
	باب: ٧٠	
329	مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر کرنا	240
330	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ	241
331	زر کتابت یا بدل کتابت کا معنی	241
332	وَلاء کا معنی	242
333	سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق	242
334	مسجد میں خرید وفروخت کا ناجائز ہونا	242
335	اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت	242
336	جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیارِ عتق کا ثبوت	243
337	اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟	243
338	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	244
	باب: ٧١	
339	مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا	245
340	حدیث مذکور کے رجال کا تعارف	246
341	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت	246
342	مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا' دو فریقوں میں صلح کرانا' تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل	246
343	حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد	247
	باب: ٧٢	
344	مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں' تنکے اور لکڑیاں چننا	247

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
345	حدیث مذکور کے رجال	248
346	مسجد کی صفائی کرنا، صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا	248
347	دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء	248
348	غائبانہ نمازِ جنازہ کا عدم جواز	249
	باب:۷۳	
349	مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا	250
350	حدیث مذکور کے رجال	250
351	مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ	250
352	شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح	251
	باب:۷۴	
353	مسجد کے خادمین	251
	باب:۷۵	
354	قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا	252
355	حدیث مذکور کے رجال	252
356	''عفریت'' اور ''جن'' کا معنی	252
357	آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟	253
358	مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا، ہمارے نبی ﷺ کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت	253
359	جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا	254
360	جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا	255
	باب:۷۶	
361	جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا	256
362	صوبہ نجد کا محل وقوع	256
363	اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء	257
364	کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	258
365	نبی ﷺ کا نورِ نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے، اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا	259
366	علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض	259
367	مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ	260
368	علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت	261
	باب:۷۷	
369	بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا	262
370	حدیث مذکور کے رجال	262
371	مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر رد	262
	باب:۷۸	
372	کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا	263
373	حدیث مذکور کے رجال	264
374	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث	264
375	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل	264
376	سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	265

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
377	باب مذکور کی حدیث کی توجیہ	265
378	حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات	265
	باب:۷۹	266
379	حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے	267
380	حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ	267
381	اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات	267
382	خرقِ عادت کی چھ قسمیں	268
	باب:۸۰	
383	مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ	269
384	حدیث مذکور کے رجال	270
385	تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فہم و فراست والے تھے	270
386	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ پر احسان کا معنی	270
387	''خلیل'' کے متعدد معانی	270
388	حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم	271
389	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث و نظر	271
390	حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث	272
391	حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت	273
392	حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق	273
	باب:۸۱	
393	کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا	275
394	حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ	276
395	مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ، حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ	276
	باب:۸۲	
396	مشرک کا مسجد میں دخول	276
	باب:۸۳	
397	مساجد میں آواز بلند کرنا	277
398	حدیث مذکور کے رجال	277
399	مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ	277
400	مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	278
401	حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے	278
	باب:۸۴	
402	مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا	279
403	اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے	280
404	رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء	280
405	رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے، چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو دو رکعات کا بھی	280
406	رسول اللہ ﷺ سے تین رکعت وتر کا ثبوت	281
407	صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت	282

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
408	فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت	283
409	وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب	283
410	ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت	283
	باب:۸۵	
411	مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا	285
412	اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے	285
413	اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام	286
	باب:۸۶	
414	لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا	287
415	بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل	288
	باب:۸۷	
416	بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا	289
417	علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات	289
418	چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ	291
419	جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات	292
	باب:۸۸	
420	مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا	294
421	حدیث: ۴۸۰۔۴۷۸ کے رجال کا تعارف	294
422	حدیث مذکور کا مکمل متن	295
423	''حثالہ'' کا معنی	295
424	''مرجت عھودھم'' کا معنی	295

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
425	انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء	295
426	مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار	296
427	تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات	297
428	تشبیک کی ممانعت کے اسباب	297
429	حدیث مذکور کے رجال	298
430	تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسر شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے	298
431	حدیث مذکور کے رجال	299
432	''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین	300
433	حضرت ذوالیدین کا تذکرہ	300
434	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب	300
435	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات	301
	باب:۸۹	
436	وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی	302
437	حدیث مذکور کے رجال	303
438	شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث	303
439	حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب	303
440	شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کرنا اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا	304
441	مصنف کی طرف سے شیخ عبد العزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید	304
442	مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت	305
443	صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سیّد احمد رضا بجنوری کی شہادت	306
444	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت	308
445	شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا	308
446	''ذوالحلیفه، سمرة، بطحاء، شفیر، اکمه، خلیج'' اور ''کثب'' کے معانی	309
447	''حیث'' اور ''جنب'' کا معنی، شرف الروحاء کا محل وقوع ''یعلم'' اور ''حافة الطریق'' کا معنی	310
448	''العرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنی	310
449	''سرحة، الرویثة، وجاه'' اور ''بطح'' کا معنی	311
450	''تلعة، العرج، هضبة، رضم، سلمات'' اور ''هاجره'' کے معانی	311
451	''هرشی، غلوة'' اور ''مسیل'' کا معنی	312
452	''مر الظهران'' اور ''صفراوات'' کا معنی	312
453	''ذی طوی'' کا معنی	312
454	''فرضتی الجبل'' کا معنی	313
455	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصولِ برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات	313
	ابواب سترة المصلی	315
	باب: ۹۰	
456	امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے	315
457	حدیث مذکور کے رجال	316
458	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ	316
459	سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق	316
460	امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے، اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار	317
461	سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء	317
462	سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟	318
463	عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث	319
464	عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث	319
465	ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق	320
	باب: ۹۱	
466	نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے	320
467	حدیث مذکور کے رجال	320
468	نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء	321
	باب: ۹۲	
469	چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	321

Marfat.com

نمبرشار	عنوان	صفحہ
	باب:۹۳	
470	نیزہ کی طرف نماز پڑھنا	322
	باب:۹۴	
471	مکہ وغیرھا میں سترہ	322
	باب:۹۵	
472	ستون کی طرف نماز پڑھنا	323
473	المصحف کے ستون کا معنی	324
474	حدیث مذکور کے رجال	324
475	ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ	325
	باب:۹۶	
476	بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز	325
	باب:۹۷	326
	باب:۹۸	
477	سواری، اونٹ، درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا	326
	باب:۹۹	
478	تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا	327
479	علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ ﷺ کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا	327
480	عبارت مذکورہ کی توجیہ کا رد	328
481	عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے متعلق احادیث	328
482	جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کا تصور نہ کرے	330
	باب:۱۰۰	
483	نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے	331
484	نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا	331
485	مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ	331
486	حدیث مذکور کے رجال	333
487	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	333
488	اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے اور اس سے لڑنا منع ہے	333
489	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا	334
490	فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے	334
491	کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز	334
	باب:۱۰۱	
492	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ	335
493	علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا	336
494	علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ	336
495	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث	336
	باب:۱۰۲	
496	کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو	337
497	حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء	337

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
498	لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء	338
	باب:۱۰۳	
499	سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا	339
	باب:۱۰۴	
500	عورت کے پیچھے نفل پڑھنا	339
	باب:۱۰۵	
501	جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی	340
	باب:۱۰۶	
502	جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا	341
503	حدیث مذکور کے رجال	341
504	حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث	341
505	بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف	342
	باب:۱۰۷	
506	جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو	344
	باب:۱۰۸	
507	کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تا کہ وہ سجدہ کرلے؟	345
	باب:۱۰۹	
508	عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے	345
	۹-کتاب مواقیت الصلوٰۃ	348
	باب:۱	
1	نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت	348

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
2	حدیث مذکور کے رجال	349
3	عمر بن عبد العزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین	349
4	حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی ﷺ کو امامت کرانا	349
5	رسول اللہ ﷺ کا مقتدی ہونا' آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں	350
6	نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب	350
7	شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث	351
	باب:۲	
8	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الانعام: ۳۲)	351
	باب:۳	
9	اقامت نماز پر بیعت کرنا	352
	باب:۴	
10	نماز کفارہ ہے	353
11	فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان	354
12	نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے	354
13	حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی' اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا' وہ آج تک جاری ہے	355

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
14	حدیث مذکور کے رجال	356
15	حدیث مذکور کی متعدد روایات	356
16	ھود: ۱۱۴ کی تفسیر	357
17	پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث	357
18	ھود: ۱۱۴ میں ''الحسنات'' سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے	358
	باب: ۵	
19	نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت	358
20	حدیث مذکور کے رجال	359
21	''برّ الوالدین'' اور ''جهاد فی سبیل اللّٰه'' کا معنی	359
22	مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت	359
23	افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب	359
24	نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل	360
25	اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ	360
	باب: ۶	
26	پانچ نمازیں کفارہ ہیں	361
27	حدیث مذکور کے رجال	361
28	حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے' پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟	362
29	علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ	362
30	اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے	363
31	علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب	363
	باب: ۷	
32	نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا	363
33	ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا	364
34	حدیث مذکور کے رجال	364
	باب: ۸	
35	نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے	365
36	اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت	366
	باب: ۹	
37	سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	366
38	حدیث مذکور کے رجال	366
39	نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور ''فیح'' کا معنی	366
40	ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید	367
41	مؤذن کا مصداق اور ''فیئ التلول'' کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے	368
42	جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا	368
43	حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے' اس کی توجیہات	369
	باب: ۱۰	
44	سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا	369
	باب: ۱۱	
45	ظہر کا وقت زوال سے ہے	370
46	ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعۂ زوال کے	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات	371
47	علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب	373
48	حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا	373
49	علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا	374
50	مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا	374
51	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اوران اعتراضات کے جوابات	376
52	حضرت ابو برزہ اسلمی کا تذکرہ	378
53	فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ	378
	باب:۱۲	
54	ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا	379
55	دونمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت	380
56	علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب	380
57	بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب	381
58	دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض	381
59	مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کا جواب	382
	باب:۱۳	
60	عصر کا وقت	382
61	عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ	383
62	عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام	384
63	حدیث مذکور کے رجال	385
64	بنو عمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا	386
65	حدیث مذکور کے رجال	386
66	عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ	386
67	عوالی کا معنی	387
	باب:۱۴	
68	اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہوگئی	387
69	''وتر'' کا معنی، نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت	388
	باب:۱۵	
70	عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ	389
71	حدیث مذکور کے رجال	390
72	عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟	390
	باب:۱۶	
73	نماز عصر کی فضیلت	390
74	حدیث مذکور کے رجال	391
75	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق	391
76	معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	سے استدلال اوران کے جوابات	391
77	اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات	392
78	معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب	392
79	حدیث مذکور کے دیگر فوائد	392
80	فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ	393
81	فرشتوں کا بنوآدم کی عبادت کا اعتراف کرنا	394
	باب:۱۷	
82	جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا	394
83	جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	395
84	فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل	396
85	سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے	396
86	طلوع آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت	397
87	باب مذکور کی حدیث کا محمل	397
88	اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟	398
89	اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟	399
90	رسول اللہ ﷺ کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل	399

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۸	
91	مغرب کا وقت	400
92	حدیث مذکور کے رجال	400
93	مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء	401
94	حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ''غلس'' کا معنی	402
95	نمازوں کے مستحب اوقات	402
	باب:۱۹	
96	جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے	403
	باب:۲۰	
97	العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے	403
	باب:۲۱	
98	عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں	405
	باب:۲۲	
99	عشاء کی فضیلت	406
100	''اعتم'' کا معنیٰ احکامِ اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز اور دیگر فوائد حدیث	407
101	نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ	408
	باب:۲۳	
102	عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے	408
103	عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ	408
	باب:۲۴	
104	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز	409

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
105	حدیث مذکور کے رجال	410
106	جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل	411
	باب:۲۵	
107	عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے	411
108	حدیث مذکور کے رجال	412
	باب:۲۶	
109	فجر کی نماز کی فضیلت	412
110	فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟	413
	باب:۲۷	
111	فجر کا وقت	414
112	حدیث مذکور کے رجال	414
113	حدیث مذکور کے رجال	415
114	حدیث مذکور کے رجال	415
115	فجر کی نماز کا اصل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے	416
	باب:۲۸	
116	جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی	416
	باب:۲۹	
117	جس نے نماز کی ایک رکعت پالی	416
	باب:۳۰	
118	فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے	417
119	عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب	417
120	طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ	418
121	طلوع شمس سے قبل اور غروب شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات	418
122	فقہاء احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات	420
	باب:۳۱	
123	غروب شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے	421
124	حدیث مذکور کے رجال	421
125	حدیث مذکور کے رجال	422
126	حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب	422
	باب:۳۲	
127	جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے	422
	باب:۳۳	
128	عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا	423
129	حدیث مذکور کے رجال	424
130	عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے' اس کا جواب	425
131	شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح	425
	باب:۳۴	
132	اَبر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا	426
	باب:۳۵	
133	وقت گزرنے کے بعد اذان دینا	426
134	حدیث مذکور کے رجال	427
135	روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار	427
136	نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا	427
137	نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے	428

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
138	جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ	428
139	امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض	429
140	حافظ ابن عبدالبر کے اعتراض کا جواب	430
141	اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق	430
142	رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا' نمازِ فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل	430
143	قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا	431
144	قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز	431
145	سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب	431
	باب:۳۶	
146	جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی	432
147	حدیث مذکور کے رجال	432
148	خندق کا معنی اور اس کی تفصیل	432
149	غزوۂ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد	433
150	غزوۂ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق	433
151	قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط	434
	باب:۳۷	
152	جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا	435
153	حدیث مذکور کے رجال	435
154	قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب	435
155	اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے	436
156	جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے	436
157	غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات	436
158	عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل	438
159	عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا	439
160	تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات	440
161	بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک	443
162	بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد	443
163	بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک	443
164	بے نمازی کے متعلق شیخ عبدالعزیز بن باز کا مفصل فتویٰ	444
165	میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے	444
166	تارکِ نماز کے ساتھ سکونت	445
167	نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت	445
	باب:۳۸	
168	نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا' پہلے پہلی نماز' پھر دوسری نماز	446

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۹	
169	عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا	446
	باب:۴۰	
170	عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا	447
171	سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی	448
	باب:۴۱	
172	گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا	449
173	حدیث مذکور کے رجال	450
174	''اصحاب الصفۃ' غنثر ''اور''جدع'' کے معانی اور حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ	450
175	امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ ﷺ کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا	451
176	سربراہِ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا	451
177	اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بد دعا دینا اور دیگر فوائد	452
178	کتاب ''مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام	452
	۱۰ - کتاب الاذان	453
	باب:۱	
1	اذان کی ابتداء	453
2	حدیث مذکور کے رجال	454
3	اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث	454
4	اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے	
5	خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے	455
6	اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ	456
7	علامہ خطابی کی دلیل کا جواب	456
8	اقامت کے کلمات' دو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	457
9	کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا	458
10	اذان کے دیگر مباحث' اور ان میں ترجیع کی بحث	459
11	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ	459
12	ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض	460
13	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل	460
14	اذان کے دیگر مباحث میں ''اشھد ان محمدًا رسول اللہ'' سن کر انگوٹھے چومنا	461
15	اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	462
16	آیا رسول اللہ ﷺ نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟	462
	باب:۲	
17	اذان کے کلمات دو' دو ہیں	463
	باب:۳	
18	اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے	464
	باب:۴	
19	اذان دینے کی فضیلت	464
20	''ضراط'' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات	465

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
21	اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث	466
	باب:۵	
22	بلند آواز سے اذان دینا	467
23	حدیث مذکور کے رجال	468
24	قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم	468
25	لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایام فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز	468
	باب:٦	
26	اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا	469
27	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا	469
	باب:۷	
28	مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے	470
29	ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے	470
30	اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت	471
31	اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	471
32	اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات	472
33	جمہور فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کا معارضہ	473
34	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے	474
35	امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مصنف سے	474
36	علامہ شامی کی تحقیق کا جواب	474
37	حدیث مذکور کے رجال	477
38	احادیث میں اذان کے جواب کی تفصیل	477
	باب:۸	
39	اذان کے بعد دعا	478
40	حدیث مذکور کے رجال	478
41	وسیلہ کا معنی	478
42	دعوت تامہ صلوٰۃ قائمہ اور مقام محمود کے معانی	478
43	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس نیت سے وسیلہ کی دعا کرے	479
44	شفاعت کی اقسام	480
45	اذان کے بعد دعا کے متعلق دیگر احادیث	480
	باب:۹	
46	اذان کے لیے قرعہ اندازی کرنا	480
47	حدیث مذکور کے رجال	481
48	اذان کی فضیلت، حضرت سعد بن ابی وقاص کے قرعہ اندازی کرنے کا واقعہ اور قرعہ اندازی کی شرعی حیثیت	481
49	صف اوّل میں نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ اور دوپہر کو نماز پڑھنے کی فضیلت کی وجہ	482
50	عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت کی وجہ	482
	باب:۱۰	
51	اذان کے درمیان بات کرنا	482
52	حدیث مذکور کے رجال	483
53	اذان کے درمیان کلام کرنے میں مذاہب ائمہ	483
	باب:۱۱	
54	نابینا کو جب کوئی شخص وقت کی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان کا حکم	484
55	نابینا کی اذان کے متعلق مذاہب ائمہ اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد	485
56	حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم کا تعارف	486

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
57	فجر کی اذان وقت سے پہلے دینے میں مذاہب ائمہ	486
	باب:۱۲	
58	فجر کے بعد اذان	486
	باب:۱۳	
59	فجر سے پہلے اذان دینا	488
60	حدیث مذکور کے رجال	488
61	فجر سے پہلے اذان دینے کے وقت میں مختلف اقوال اور فجر کاذب اور فجر صادق کی علامت	488
	باب:۱۴	
62	اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہے اور جو لوگ نماز کی اقامت کا انتظار کریں	489
63	حدیث مذکور کے رجال	489
64	اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کے متعلق حدیث	489
65	اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا جواز	490
66	نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے میں مذاہب فقہاء	490
	باب:۱۵	
67	جو اقامت کا انتظار کریں	491
68	سنت فجر کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹنا اور گھر میں نماز کا انتظار کرنا بھی مسجد میں نماز کے انتظار کی مثل ہے	492
	باب:۱۶	
69	ہر دو اذانوں کے درمیان اس کے لیے نماز ہے' جو پڑھنا چاہے	492
	باب:۱۷	
70	جس نے کہا: سفر میں بھی ایک مؤذن اذان دے	492
71	حدیث مذکور کے رجال	493
72	حضرت ابن عمر کے اثر سے امام بخاری کا اختلاف	493
	باب:۱۸	
73	جب مسافروں کی ایک جماعت ہو تو وہ اذان دیں اور اقامت کہیں	494
74	اور مؤذن کا یہ کہنا کہ سردی کی رات میں' بارش کی رات میں نمازیں گھروں میں پڑھو	494
75	لفظ ''ضجنان'' کی تحقیق	496
76	سفر میں اذان دینے اور اقامت پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	496
	باب:۱۹	
77	کیا مؤذن اپنا منہ ادھر اُدھر کرے اور کیا نماز میں التفات کرے	497
	باب:۲۰	
78	کسی آدمی کا یہ کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہو گئی	498
79	حدیث مذکور کے رجال	499
80	مسبوق کی رہی ہوئی نماز کے اوّل یا آخر میں مذاہب فقہاء	499
	باب:۲۱	
81	نماز کے لیے دوڑتا ہوا نہ آئے' سکون اور وقار کے ساتھ آئے	500
	باب:۲۲	
82	جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں	500
83	نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں مذاہب فقہاء	501
84	نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق احادیث کی تحقیق	501
85	برصغیر کی مساجد میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت میں علماء کا اختلاف	503

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
86	امام اور نمازیوں کا مسجد میں ''حی علی الفلاح'' پر کھڑے ہونا اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی عبارات	503
	باب:۲۳	
87	جلدی میں نماز کی طرف دوڑتا ہوا نہ جائے اور اس کو چاہیے کہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو	504
	باب:۲۴	
88	آیا کسی ضرورت کی وجہ سے (نمازی) مسجد سے نکل سکتا ہے؟	504
89	اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	504
90	حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل	505
	باب:۲۵	
91	جب امام کہے کہ تم اپنی جگہوں پر ٹھہرو حتیٰ کہ میں واپس آؤں تو وہ اس کا انتظار کریں	505
	باب:۲۶	
92	کسی شخص کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی	506
	باب:۲۷	
93	اقامت کے بعد امام کو کوئی ضرورت پیش آئے	506
94	لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا سرگوشیاں کرنا' اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کرنا اور دیگر مسائل	507
	باب:۲۸	
95	اقامت نماز کے وقت کلام کرنا	507
	باب:۲۹	
96	نماز باجماعت کا واجب ہونا	507
97	نماز باجماعت کے وجوب پر دلائل	507
98	''عرفاً'' اور ''مرماتین'' کے معنی	508
99	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء کی آراء	508
100	باجماعت نماز پڑھنے کے وجوب میں احادیث اور آثار	509
101	نماز باجماعت کے واجب یا مسنون ہونے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات	510
102	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی عبارات	512
103	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کی عبارات	512
104	نماز باجماعت کے متعلق فقہاء شافعیہ کی عبارات	513
	باب:۳۰	
105	نماز باجماعت کی فضیلت	513
106	امام بخاری کی تعلیق کے خلاف دیگر احادیث	513
107	جماعت ثانیہ کی تحقیق	514
108	جماعت ثانیہ کے ثبوت میں دیگر احادیث وآثار	514
109	جماعت ثانیہ کے متعلق مذاہب ائمہ	515
110	جماعت ثانیہ کے متعلق ملا علی قاری کا مسلک	515
111	جماعت ثانیہ کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	515
112	جماعت ثانیہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کی وضاحت	517
113	جماعت ثانیہ کے متعلق احادیث' آثار اور فقہاء کی عبارات کا خلاصہ	518
	باب:۳۱	
114	فجر کی نماز کو جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	520
115	حدیث مذکور کے رجال	521
116	زیادہ مشقت اٹھا کر نماز پڑھنے کا زیادہ اجر ہوتا ہے	521
	باب:۳۲	
117	دوپہر کے وقت نماز پڑھنے کی فضیلت	522
118	راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کا اجر	522
119	شہید کا معنیٰ' اس کی وجہ تسمیہ اور اس کا شرعی حکم	523

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
120	حکمی شہداء کی تعداد	524
	باب:۳۳	
121	(مسجد کو جاتے ہوئے) قدموں کا شمار	524
122	بنوسلمہ سے یہ کہنے کی وجہ کہ تمہارے قدموں کے نشان لکھے جائیں گے	524
123	اگر قریب والی مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو تو اس کا حق ہے ورنہ جس مسجد کا امام صحیح العقیدہ ہو' اس میں نماز پڑھے	524
	باب:۳۴	
124	عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کی فضیلت	525
	باب:۳۵	
125	دو یا اس سے زائد افراد کی جماعت	525
	باب:۳۶	
126	جو مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا اور مساجد کی فضیلت	526
127	حدیث مذکور کے رجال	527
128	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	527
129	اللہ کے سائے کی توجیہ	527
130	''عدل'' کا معنی' امام عادل کی تعریف' امام عادل کی فضیلت اور امام غیر عادل کی مذمت میں احادیث	527
131	جوانی میں عبادت کرنے کی فضیلت	528
132	مسجد کے ساتھ دل معلق ہونے کا معنی	529
133	اللہ کی وجہ سے دو محبت کرنے والوں کی فضیلت میں احادیث	529
134	خوفِ خدا کی بناء پر گناہ سے باز رہنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان پر عمل کرنے کا اجر و ثواب	530
135	صدقاتِ نفلیہ کو چھپا کر دینے کی فضیلت اور صدقاتِ واجبہ کو کھلے عام دینے کا جواز	531
136	اللہ کی یاد میں رونے کی اقسام اور خوفِ خدا سے رونے کی فضیلت	532
	باب:۳۷	
137	دن کی ابتداء میں اور دن ڈھلے مسجد میں جانے کی فضیلت	533
138	حدیث مذکور کے رجال	533
139	مسجد میں جانے کی ترغیب	534
	باب:۳۸	
140	جب نماز کی اقامت پڑھی جائے تو صرف فرض نماز پڑھی جائے	534
141	حدیث مذکور کے رجال	535
142	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	535
143	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کی ممانعت میں احادیث اور آثار	536
144	نمازِ فجر کی جماعت کے وقت سنت فجر پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	537
	باب:۳۹	
145	جماعت میں حاضر ہونے کے لیے مریض کی حد	538
146	حدیث مذکور کی شرح کے سابقہ عنوانات	539
147	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو مصر کی عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہ	539
148	ایامِ مرض میں آپ نے مسجد میں جا کر جو نماز پڑھی تھی اس میں آپ امام تھے یا حضرت ابوبکر؟	540
149	ایامِ مرض میں حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نبی ﷺ کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث	540
150	آپ کے قول' فعل اور تقریر سے حضرت ابوبکر کی	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	امامت کا ثبوت	541
151	رخصت کے ہوتے ہوئے شدت پر عمل کرنے کا جواز اور رسول اللہ ﷺ اور دیگر صالحین کا شدتِ مرض میں بھی جماعت سے نماز پڑھنا	541
152	حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد	542
	باب: ۴۰	
153	بارش یا کسی اور سبب سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت	543
	باب: ۴۱	
154	کیا امام بارش میں حاضرین کو نماز پڑھائے اور جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے؟	544
155	حدیث مذکور کے رجال	545
156	حدیث کی عنوان سے مطابقت کے لیے یہ کافی ہے کہ عنوان کے بعض اجزاء کا حدیث میں ذکر ہو	545
157	اساتذہ اور علماء کو کھانے کی دعوت دینا' چٹائی پر نماز پڑھنا اور نوافل کی جماعت کا ثبوت	546
158	جماعت سے نماز نہ پڑھنے کے دس اعذار	546
159	چاشت کی نماز کا مستحب ہونا اور ام المؤمنین کے انکار کا جواب	548
	باب: ۴۲	
160	جب کھانا آجائے اور نماز کی اقامت کہی گئی ہو	548
161	کھانے کو نماز پر مقدم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	549
162	اس حدیث کا جواب جس میں نماز کو مؤخر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے	549
	باب: ۴۳	
163	جب امام کو نماز کی طرف بلایا جائے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جس کو وہ کھا رہا ہو	550
	باب: ۴۴	
164	جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو پھر نماز کی اقامت کہی جائے تو وہ گھر سے نکل جائے	551
165	کام کاج کے کپڑوں میں اور آستینوں کو اڑس کر مالکیہ کے نزدیک نماز پڑھنے کا جواز	551
166	ردی اور معمولی کپڑوں میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے	552
167	آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	552
168	نبی ﷺ کی تواضع' سادگی اور محاسنِ اخلاق	552
	باب: ۴۵	
169	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا ارادہ صرف یہ تھا کہ وہ لوگوں کو نبی ﷺ کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے	553
170	حدیث مذکور کے رجال	553
171	نماز کا طریقہ سکھانے کے لیے لوگوں کو نماز پڑھانا	554
172	جلسہ استراحت میں مذاہب ائمہ	554
	باب: ۴۶	
173	اصحابِ علم و فضل نماز پڑھانے کے زیادہ حق دار ہیں	554
	باب: ۴۷	
174	جو شخص کسی سبب کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو	557
	باب: ۴۸	
175	جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے داخل ہوا' پھر پہلا (اصل) امام آ گیا تب امام پیچھے ہٹے، یا نہ ہٹے نماز جائز ہے	558
176	حدیث مذکور کے رجال	559
177	بنو عمرو بن عوف کا تعارف اور ان کی طرف جانے کا وقت اور جانے کی وجہ	559
178	بنو عمرو بن عوف کی طرف جانے کے متعلق حدیث	560

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
179	نماز میں حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ کیوں بلند کیے تھے؟ اس سلسلہ میں حدیث	560
180	دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا' ایک نماز کو دو اماموں کا پڑھانا اور امام مسجد وقت پر موجود نہ ہو تو دوسرے کا نماز پڑھا دینا	560
181	عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کرنا اور حضرت ابوبکر کا افضل امت ہونا	560
182	نماز میں کسی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ	561
183	بلاضرورت نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی ممانعت اور بہ وقت ضرورت مڑ کر دیکھنے کے متعلق احادیث	561
184	نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانے کے متعلق مذاہب ائمہ	562
185	امام کے لیے صفوں کے درمیان سے گزرنے کا جواز' عمل قلیل کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا اور دینی وجاہت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا	562
186	ادب کا حکم پر مقدم ہونا	562
	باب:۴۹	
187	جب سب قراءت میں برابر ہوں تو جوان میں بڑی عمر کا ہو وہ نماز پڑھائے	563
	باب:۵۰	
188	جب امام کچھ لوگوں کی زیارت کرے پھر ان کو نماز پڑھائے	564
	باب:۵۱	
189	امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے	564
190	نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا سبب	567
191	جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے متعلق مذاہب ائمہ	568
192	مرضِ وفات میں جو نماز نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پڑھی' اس میں آپ کے امام ہونے پر دلائل	568
	باب:۵۲	
193	جو لوگ امام کے پیچھے ہیں وہ کب سجدہ کریں	570
194	حدیث مذکور کے رجال	571
195	متابعت کا معنی	571
	باب:۵۳	
196	اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا	571
197	حدیث مذکور کے رجال	571
198	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق علماء کے اقوال	571
199	اس امت میں مسخ کے وقوع کے متعلق احادیث	572
	باب:۵۴	
200	غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت	572
201	مصحف (قرآن مجید) سے دیکھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق	572
202	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	573
203	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	573
204	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	573
205	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے کے متعلق غیر مقلدین کا نظریہ	573
206	مصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کی ممانعت میں فقہاء تابعین کے آثار	574
207	مصحف سے دیکھ کر پڑھتے ہوئے امامت کرنے	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق احناف کا نظریہ	574
208	غلام کو امام بنانے کے متعلق احادیث	575
209	غلام کی امامت کے متعلق مذاہب فقہاء	575
210	غلام کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات	576
211	طوائف کے بیٹے کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات	576
212	دیہاتی کی امامت کے متعلق فقہاء تابعین اور ائمہ مذاہب کے نظریات	577
213	نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق احادیث اور آثار	577
214	نابالغ لڑکے کی امامت کے متعلق مذاہب ائمہ	578
215	حدیث مذکور کے رجال	579
216	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اور حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کا تعارف	579
217	حدیث مذکور کے رجال	580
218	غلام کے حاکم بننے کی توجیہ اور جو اپنی طاقت سے اقتدار پر قبضہ کرے' اس کی اطاعت کا وجوب	580
	باب:۵۵	
219	جب امام کی نماز مکمل نہ ہو اور مقتدی کی نماز مکمل ہو جائے	580
220	حدیث مذکور کے رجال	581
221	باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث	581
222	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے پہلے لوگ گھروں میں وقت پر اپنی نماز پڑھیں	582
223	تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کی اقتداء میں لوگ نماز پڑھیں اور گھروں میں اپنی نماز نہ پڑھیں	582
224	امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز صحت اور فساد میں امام کی نماز کے تابع ہے اور امام شافعی	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے نزدیک نہیں	583
	باب:۵۶	
225	"المفتون" اور "المبتدع" کی امامت	583
226	بدعت کا لغوی اور اصطلاحی معنی	583
227	نواب صدیق حسن بھوپالی کا اقسامِ بدعت کا انکار کرنا اور مصنف کا ان پر ردّ	585
228	نواب صدیق حسن خان کے ممدوح ابن تیمیہ اور شوکانی کا بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم کرنا	585
229	بدعت کی تقسیم کے متعلق علماء غیر مقلدین کی تصریحات	586
230	حدیث مذکور کے رجال	587
231	حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں امام فتنہ کا مصداق کون تھا؟	587
232	آیا حضرت عثمان نے باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی یا نہیں!	588
233	متغلب فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک نہ کرنا خواہ جمعہ عادل پڑھائے یا ظالم	588
234	حضرت عثمان کے ایامِ فتنہ میں نماز پڑھانے والے	589
235	فساق' فجار اور باغیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	590
236	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مؤقف	590
237	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مؤقف	590
238	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مؤقف	591
239	فساق اور اہل بدعت کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	591

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
240	شیخ تھانوی کی صحیح بخاری اور مشکوٰۃ کی معروف حدیث سے بے خبری	592
	باب:٥٧	
241	جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو	592
	باب:٥٨	
242	جب نمازی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی	593
	باب:٥٩	
243	جب امام نمازیوں کی امامت کی نیت نہ کرے پھر نمازی آئیں تو ان کی نیت کرے	593
	باب:٦٠	
244	جب امام لمبی نماز پڑھائے اور نمازی کو کوئی کام ہو تو وہ اقتداء چھوڑ کر نماز پڑھے	594
245	اوساطِ مفصل کی دو سورتوں کا بیان	594
246	جماعت سے نماز شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنے میں مذاہب فقہاء	595
247	عذر کی حالت میں جماعت سے نکلنے کا جواز اور بغیر عذر کے جماعت سے نکلنے کا عدم جواز	595
248	حضرت معاذ کی نماز سے نکلنے والے صحابی کے نام کے متعلق دو روایتیں	596
249	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے کے جواز میں مذاہب ائمہ	597
250	نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز کا عدم جواز	597
251	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب	598
252	خلاصہ بحث	599
253	حضرت معاذ کی حدیث سے فقہاء شافعیہ کے مؤقف کا رد	600
	باب:٦١	
254	قیام رکوع اور سجود پورا کرنے میں امام کا تخفیف کرنا	600
	باب:٦٢	
255	جب کوئی شخص اپنی نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھے	601
	باب:٦٣	
256	جس شخص نے اپنے امام کی لمبی نماز پڑھانے کی شکایت کی	601
	باب:٦٤	
257	نماز میں اختصار اور اس کو مکمل کرنا	603
	باب:٦٥	
258	جس نے بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کی	603
259	حدیث مذکور کے رجال	604
260	آنے والے نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے رکوع کو لمبا کرنے میں مذاہب فقہاء	604
261	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	604
	باب:٦٦	
262	جب کسی شخص نے نماز پڑھی، پھر اپنی قوم کو نماز پڑھائی	606
	باب:٦٧	
263	جس نے نمازیوں کو امام کی تکبیر سنائی	606
	باب:٦٨	
264	ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور نمازی مقتدی کی اقتداء کریں	607

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۶۹	
265	جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟	609
	باب:۷۰	
266	جب امام نماز میں روئے	610
	باب:۷۱	
267	اقامت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا	611
268	صفوں کو برابر کرنے کے متعلق مزید احادیث اور اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء	612
269	صفوں کو برابر رکھنے اور چہروں کے درمیان مخالفت کرنے کا معنی	612
270	نبی ﷺ کے پس پشت دیکھنے کی تحقیق	613
271	''میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے'' اس حدیث کی تحقیق	616
	باب:۷۲	
272	صفیں برابر کرتے ہوئے امام کا نمازیوں کی طرف متوجہ ہونا	617
	باب:۷۳	
273	صفِ اوّل (کی فضیلت)	617
	باب:۷۴	
274	صف کو قائم کرنا نماز کے اہتمام سے ہے	618
	باب:۷۵	
275	جو صفوں کو قائم نہ رکھیں' ان کا گناہ	619
276	نمازوں کی صفوں کو برابر رکھنے کا وجوب	619
	باب:۷۶	
277	صف میں کندھے کو کندھے کے ساتھ ملانا اور قدم کو قدم سے	620
278	صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق دیگر احادیث	620
279	جماعت میں اپنا ٹخنہ دوسرے کے ٹخنے سے ملانا چاہیے	620
280	جماعت کی صف میں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کی تحقیق	621
	باب:۷۷	
281	جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو دائیں جانب کر دے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی	623
	باب:۷۸	
282	تنہا ایک عورت کی بھی صف ہوتی ہے	623
	باب:۷۹	
283	مسجد اور امام کی دائیں جانب	624
	باب:۸۰	
284	جب امام اور نمازیوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو	624
285	حدیث مذکور کے رجال	625
286	نوافل کو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھنا افضل ہے	625
287	اگر امام اور نمازیوں کے درمیان راستہ یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے دلائل	625
288	فقہاء احناف کے نزدیک اگر امام اور مقتدی کے درمیان اونچی دیوار' شارع عام یا دریا حائل ہو تو اقتداء جائز نہیں	626
289	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول ہیں	627
290	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اگر امام اور نمازیوں کے درمیان شارع عام یا دریا حائل ہو تو نماز کے جواز میں دو قول	627

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
291	مسلمانوں پر رات کی نماز فرض کی جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل	627	306	رکوع کے ساتھ ثبوتِ رفع یدین کی روایات کے جوابات اور ترکِ رفع یدین کی قیاس سے تائید	638
	باب:۸۱			**باب:۸۴**	
292	رات کی نماز	628	307	(نمازی) جب اللہ اکبر کہے، جب رکوع کرے اور رکوع سے سر اٹھائے تو رفع یدین کرے	639
293	نوافل کو گھر میں پڑھنے کی فضیلت میں احادیث	629		**باب:۸۵**	
294	مسجد نبوی اور مسجد حرام کی بھی بہ نسبت گھر میں نوافل پڑھنے کی فضیلت	630	308	کہاں تک ہاتھوں کو بلند کرے؟	640
295	صحیح البخاری کی ''کتاب الاذان'' کا اختتام	630		**باب:۸٦**	
	ابواب صفة الصلوٰة	631	309	جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع الیدین کرنا	641
	باب:۸۲		310	فقہاء مالکیہ کے نزدیک دو رکعت کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا شرعی حکم	641
296	تکبیر پڑھنے کا وجوب اور نماز کا افتتاح	631	311	مسئلہ مذکور میں فقہاء شافعیہ کی تحقیق	641
297	نماز میں اللہ اکبر سے نماز کے افتتاح میں مذاہب فقہاء	631	312	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء حنبلیہ کی تحقیق	642
298	مرض یا کمزوری کی وہ حد، جس میں نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے	632	313	مسئلہ مذکورہ میں فقہاء احناف کی تحقیق	642
				باب:۸۷	
299	کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم	633	314	نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا	642
300	امام صرف ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے اور مقتدی صرف ''ربنا لك الحمد'' کہے	634	315	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور فریقین کے دلائل	643
301	''ربنا لك الحمد'' کی جگہ ''اللهم ربنا ولك الحمد'' کہنا افضل ہے	635	316	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	644
	باب:۸۳		317	ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے متعلق آثار	645
302	تکبیرہ اولیٰ میں افتتاحِ نماز کے ساتھ رفع یدین کرنا	635	318	سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار	645
			319	سینہ پر اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کون سا طریقہ افضل ہے؟	645
303	رفع یدین کے وقت کانوں یا کندھوں تک ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب فقہاء	636		**باب:۸۸**	
304	رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنے میں مذاہب فقہاء	636	320	نماز میں خشوع کا بیان	645
				باب:۸۹	
305	ترک رفع یدین کے متعلق احادیث اور آثار	637	321	نمازی تکبیر کے بعد کیا کہے	646

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
322	نماز میں بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھنے کی دلیل	646
323	حدیث مذکور کے رجال	647
324	خطاء کا معنی اور خطاؤں سے پاک کرنے کی دعا سے کیا مراد ہے	647
325	حدیث میں مذکور افتتاحِ نماز کی دعا بعض اوقات پر محمول ہے	648
326	نماز کے افتتاح کی وہ دعا جس پر آپ نے دوام کیا	648
	باب: ۹۰	649
327	حدیث مذکور کے رجال	650
328	حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مناسبت	650
329	سورج گہن کی نماز کے راویوں کی تعداد	651
330	صلوٰۃ کسوف کا معنی	651
331	سورج گہن کی نماز کے ثبوت میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل	651
332	سورج گہن کی نماز میں مذاہب ائمہ	651
333	فقہاء احناف کے مسلک کے موافق احادیث	652
334	سورج گہن کی نماز میں ایک رکعت میں ایک سے زائد رکوع کی روایات مضطرب ہیں	653
335	سورج گہن کی نماز کے مسائل	654
	باب: ۹۱	
336	نماز میں امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا	654
337	حدیث مذکور کے رجال	654
338	نماز میں نمازی کی طرف دیکھنے میں مذاہب ائمہ	655
339	ظہر اور عصر کی نمازوں میں قراءت کرنے کے متعلق احادیث	655
340	نبی ﷺ نے اصل جنت کو دیکھا تھا یا اس کی مثال کو؟	657
341	نبی ﷺ نے جنت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا‘ اس سے مراد جنت کا علم نہیں ہے	657
342	نبی ﷺ نے جنت اور دوزخ کو متعدد بار دیکھا تھا	658
343	جنت کے خوشوں کو توڑنے کا ارادہ بدلنے کی وجوہ	658
	باب: ۹۲	
344	نماز میں نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا	659
345	نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کا مکروہ ہونا	659
346	خارج از نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم اور آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنے کا حکم	660
	باب: ۹۳	
347	نماز میں التفات کرنا	660
348	حدیث مذکور کے رجال	660
349	نماز کے حصہ کو شیطان کے اچکنے کا معنی	661
350	نماز میں اِدھر اُدھر التفات کرنے کا حکم	661
351	نماز میں التفات کے متعلق احادیث	661
	باب: ۹۴	
352	کیا کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے نماز میں مڑ کر دیکھے؟ کسی چیز یا قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھے (تو کیا کرے)	662
353	نماز میں عمل قلیل کا جواز	663
	باب: ۹۵	
354	امام اور مقتدیوں کے لیے تمام نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے کا وجوب خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں اور کن نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے گا اور کن نمازوں میں آہستہ آواز سے	664
355	حدیث مذکور کے رجال	665
356	حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو اپنے مخالف کے لیے دعا ضرر کی‘ اس کی تفصیل	666

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
357	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ کا اپنے مؤقف پر استدلال	666
358	نماز کی پہلی دو رکعت میں قراءت کے وجوب اور دوسری دو رکعت میں قراءت کے استحباب کے متعلق آثار	667
359	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کی توجیہ اور ظالم کے خلاف دعا کرنے کا جواز	667
360	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کی توجیہ	668
361	انبیاء علیہم السلام کی دعاء ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز	668
362	حدیث مذکور کے رجال	669
363	حدیث مذکور کا باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونا	669
364	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے میں مذاہب ائمہ	669
365	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر ہمارا قرآن مجید سے استدلال اور فقہاء ثلاثہ کے اعتراضات کے جوابات	670
366	علامہ عینی کا امام ابوحنیفہ کے دفاع میں امام دارقطنی پر رد کرنا	671
367	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا نماز میں پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھنا	672
368	امام کے پیچھے قراءت ترک کرنے کے متعلق احادیث آثار اور فتاویٰ تابعین	672
369	حدیث مذکور کے رجال	675
370	سلام کا جواب دینے کی اہمیت اور اعرابی کو نماز دہرانے کے حکم کی توجیہ	675
371	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے کی دلیل اور رکوع اور سجود میں طمانیت کے وجوب کی دلیل	676
372	آخری دو رکعت میں قرآن پڑھنے کے وجوب پر علامہ خطابی کا استدلال	676
373	فرض کی آخری دو رکعت میں قرآن مجید پڑھنے کا واجب نہ ہونا	677
374	اعرابی کی حدیث میں دیگر واجبات کو ذکر نہ کرنے کی توجیہ	677
	باب:۹۶	
375	ظہر کی نماز میں قرآن پڑھنا	678
376	آخری دو رکعت میں قرآن مجید نہ پڑھنے کے متعلق مزید آثار	678
377	حدیث مذکور کے رجال	679
378	نماز کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نصف قراءت پڑھنے کے متعلق احادیث	679
379	نماز کی آخری دو رکعتوں میں قرآن نہ پڑھنے کے متعلق احادیث	680
380	اس کا خلاصہ کہ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیا پڑھا جائے	680
	باب:۹۷	
381	عصر کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
	باب:۹۸	
382	مغرب کی نماز میں قرآن پڑھنا	681
383	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پڑھی ہوئی آخری نماز کا مصداق	682
384	حدیث مذکور کے رجال	682
385	مفصل کا معنی اور اس کی اقسام	683
386	مغرب کے کم وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سورۃ الاعراف پڑھ لینا	683
	باب:۹۹	
387	مغرب کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	683

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰۰	
388	عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا	684
389	سورۃ الانشقاق کے سجدہ کی تفصیل	684
390	فجر'ظہر'عصر اور عشاء کی نمازوں میں قراءت کی مقدار اور سفر میں قراءت کم کرنا	685
	باب:۱۰۱	
391	عشاء کی نماز میں آیت سجدہ کو پڑھنا	685
	باب:۱۰۲	
392	عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا	686
	باب:۱۰۳	
393	پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھے اور آخری دو رکعتوں میں قرآن پڑھنے کو ترک کردے	686
	باب:۱۰۴	
394	نمازِ فجر میں قرآن پڑھنا	686
395	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت	688
396	ان نمازوں کی تفصیل جن میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے اور جن میں آہستہ قرآن پڑھا جائے اور اس میں مذاہب فقہاء	688
397	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے متعلق احادیث	688
	باب:۱۰۵	
398	نمازِ فجر میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا	689
399	حدیث مذکور کے رجال	690
400	عکاظ کا لغوی اور عرفی معنی اور اس کا محل وقوع	690
401	اس اعتراض کا جواب کہ فجر کی نماز تو معراج میں فرض ہوئی تھی اور یہ قصہ معراج سے پہلے کا ہے	691
402	شیاطین اور جنات کے معانی اور محامل	691
403	''شہاب ثاقب'' کا معنی	691
404	رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات کے وفد کے آنے کی تاریخ	692
405	جنات کی پیدائش'ان کی موت اور ان کی جزاء اور سزا کا بیان	692
406	رسول اللہ ﷺ' جنات اور انسانوں کے رسول ہیں	693
407	حدیث مذکور کے رجال	694
408	اس حدیث میں مریم:۶۴'اور الاحزاب:۲۱ کو ذکر کرنے کی توجیہ	694
	باب:۱۰۶	
409	نماز کی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا'اور سورت کی آخری آیات کو پڑھنا اور ایک سورت سے پہلی سورت کو پڑھنا اور سورت کے اوّل حصہ کو پڑھنا	695
410	مثانی کی تعریفات	696
411	حدیث مذکور کے رجال	697
412	مسجد قبا کے امام مذکور کے تعارف	697
413	ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	698
414	نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے فرض نہ ہونے پر دلائل	698
415	جب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کے کرنے پر جنت کی بشارت ہے تو صاحب قرآن کی محبت کی وجہ سے کسی عمل کا خیر ہونا زیادہ لائق ہے	699
416	ان دو سورتوں کی نظائر جن کو رسول اللہ ﷺ ایک رکعت میں جمع کرتے تھے	700
417	مفصل کی دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا آپ کا معمول تھا اور بعض اوقات آپ سورہ بقرہ اور دوسری لمبی سورتوں کو بھی جمع کرتے تھے	700

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۰۷	
418	آخری دو رکعتوں میں فاتحۃ الکتاب کو پڑھا جائے	701
	باب:۱۰۸	
419	جس نے ظہر اور عصر میں آہستہ قرآن پڑھا	701
	باب:۱۰۹	
420	جب امام آیت کو سنائے	701
	باب:۱۱۰	
421	پہلی رکعت کو لمبا کرے	702
	باب:۱۱۱	
422	بلند آواز سے آمین کہنا	702
423	آمین کے معنی کی تحقیق	702
424	آمین کہنے والے فرشتوں کے مصداق میں متعدد اقوال	704
425	امام کے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704
426	بلند آواز سے آمین کہنے میں مذاہب فقہاء	704
427	آہستہ آمین کہنے کے متعلق احادیث اور آثار	705
	باب:۱۱۲	
428	آمین کہنے کی فضیلت	706
429	فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کی فضیلت	706
	باب:۱۱۳	
430	مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا	706
431	حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت اور آہستہ آمین کہنے کی دلیل	707
432	آمین کہنے میں بہ ظاہر دو حدیثوں کے تعارض میں تطبیق	707
433	حدیث مذکور کو عنوان کے مطابق کرنے کی علامہ ابن بطال کی سعی لاحاصل	707
434	آمین بالجہر اور آمین بالسر کی دونوں حدیثیں صحیح اور معمول بہ ہیں	708
435	سورہ فاتحہ کو بلند آواز سے پڑھنے اور نبی ﷺ کے بلند آواز سے آمین پڑھنے کے تعارض کا جواب	708
	باب:۱۱۴	
436	جب کسی شخص نے صف میں واصل ہونے سے پہلے رکوع کرلیا	708
437	حدیث مذکور کے رجال	709
438	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کا جواز	709
439	ایک آدمی کی صف کے پیچھے نماز کے متعلق اختلافِ فقہاء	710
	باب:۱۱۵	
440	رکوع میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	710
441	حدیث مذکور کے رجال	711
442	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	711
443	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے دائماً تکبیرات پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار	712
444	نماز میں جھکتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے تکبیرات نہ پڑھنے کے متعلق آثار	712
445	سب سے پہلے تکبیرات کو ترک کرنے والے کا مصداق	713
446	تکبیراتِ انتقال کو ترک کرنے کی توجیہ	713
447	تکبیراتِ انتقال کے حکم شرعی میں مذاہب فقہاء	713
	باب:۱۱۶	
448	سجدہ میں تکبیر کو مکمل پڑھنا	714
	باب:۱۱۷	
449	سجدہ سے اٹھ کر تکبیر پڑھنا	715

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۱۸	
450	رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا	716
451	حدیث مذکور کے رجال	716
452	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے میں مذاہب فقہاء	717
453	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے متعلق احادیث	717
	باب:۱۱۹	
454	جب کوئی نمازی پورا رکوع نہ کرے	718
	باب:۱۲۰	
455	رکوع میں پشت کو سیدھا رکھنا	718
	باب:۱۲۱	
456	رکوع پورا کرنے کی حد اور رکوع میں اعتدال اور طمانیت	718
457	حدیث مذکور کے رجال	719
458	رکوع اور سجود کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مقدار اور رکوع میں اعتدال	719
459	رکوع میں اعتدال اور پشت کو سیدھا رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	719
	باب:۱۲۲	
460	جس نے رکوع صحیح نہیں کیا، اس کو نبی ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم دیا	720
461	تعدیل ارکان کی فرضیت میں اختلاف فقہاء	721
	باب:۱۲۳	
462	رکوع میں دعا کرنا	721
463	حدیث مذکور کے رجال	722
464	رکوع اور سجود میں دعائیں اور تسبیحات پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء	722
465	رکوع اور سجود میں نبی ﷺ کی دعائیں	722

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۴	
466	امام اور مقتدی جب رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا کہیں؟	723
	باب:۱۲۵	
467	"اللهم ربنا ولك الحمد" کی فضیلت	723
	باب:۱۲۶	724
468	حدیث مذکور کے رجال	724
469	رکوع کے بعد دعا پڑھنے میں مذاہب فقہاء	724
470	دعاء قنوت کو رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد پڑھنے میں مذاہب فقہاء	725
471	حدیث مذکور کے رجال	725
472	فجر اور مغرب کی نمازوں میں دعاء قنوت کا منسوخ ہونا اور علامہ خطابی کے اعتراض کا جواب	726
473	فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کے متعلق آثار	726
474	حدیث مذکور کے رجال	727
475	حمد مذکور کے دیگر کلمات	727
476	حدیث مذکور کے مسائل	727
	باب:۱۲۷	
477	رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان سے کھڑے ہونا	728
478	قومہ میں آپ کا طویل قیام	728
	باب:۱۲۸	
479	سجدہ کے وقت اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکنا	729
480	سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے یا اپنے گھٹنوں کو؟	729
481	پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنے کے متعلق احادیث اور آثار	730
482	جن مسلمانوں کے حق میں آپ نے دعائے خیر کی	731
483	جن لوگوں کے لیے آپ نے دعاء ضرر کی	732

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲۹	
484	سجدہ کی فضیلت	732
485	''طواغیت'' کا معنی اور اس کی تفصیل	735
486	اللہ تعالیٰ کس صفت میں آئے گا جو مسلمان اس کو نہیں پہچانیں گے اور اس سلسلہ میں بحث ونظر	735
487	''یوبق'' اور ''یخردل'' کا معنی اور مرجۂ معتزلہ اور خوارج کا ردّ	736
488	آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر اہل سنت کے دلائل اور معتزلہ کی دلیل کے جوابات	736
489	سجدہ کی فضیلت میں دیگر احادیث	737
	باب:۱۳۰	
490	سجدہ میں بازوؤں کو کشادہ رکھے اور (پیٹ سے) دور رکھے	737
	باب:۱۳۱	
491	انگلیوں کی اطراف کا منہ قبلہ کی طرف رکھے	738
	باب:۱۳۲	
492	جب نمازی پورا سجدہ نہ کرے	738
	باب:۱۳۳	
493	سجدہ سات ہڈیوں پر ہے	738
494	حدیث مذکور کے رجال	739
495	جن اعضاء پر سجدہ کرنا فرض ہے ان میں مذاہب فقہاء	739
496	چہرے کے علاوہ باقی چھ اعضاء پر سجدہ فرض نہ ہونے کے دلائل	739
497	امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب	740
498	ناک پر سجدہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	740
499	بالوں یا کپڑوں کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے	741
	باب:۱۳۴	
500	ناک پر سجدہ کرنا	743
	باب:۱۳۵	
501	مٹی یا کیچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا	743
502	پیشانی اور ناک پر سجدہ کرنے کی دلیل	744
503	زیادہ کیچڑ میں نماز پڑھنے کا عدم جواز	744
	باب:۱۳۶	
504	جب شرم گاہ کھل جانے کا خطرہ ہو تو کپڑے کو گرہ لگانا اور باندھنا	745
	باب:۱۳۷	
505	نمازی بال نہ موڑے	745
	باب:۱۳۸	
506	نمازی نماز میں اپنے کپڑے کو نہ موڑے	745
	باب:۱۳۹	
507	سجدہ میں تسبیح پڑھنا اور دعا کرنا	746
	باب:۱۴۰	
508	دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا	746
	باب:۱۴۱	
509	نمازی سجدہ میں اپنی کلائیاں نہ بچھائے	747
	باب:۱۴۲	
510	جو نمازی نماز کی طاق رکعت میں بیٹھ کر پھر کھڑا ہوا	749
511	جلسہ استراحت میں مذاہب فقہاء	749
512	جلسہ استراحت کے ترک پر جمہور فقہاء کے دلائل	749
513	نمازی طاق رکعت میں دو سجدوں کے بعد بیٹھے بغیر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	750
514	جلسہ استراحت کے مسنون نہ ہونے پر مزید دلائل	751
	باب:۱۴۳	
515	نمازی زمین پر کس طرح ٹیک لگائے جب کسی رکعت کے لیے کھڑا ہو	751

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۴۴	
516	نمازی دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر پڑھے	752
517	حدیث مذکور کے رجال	752
	باب:۱۴۵	
518	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ	753
519	نماز میں عورت کے بیٹھنے کے طریقہ میں مذاہب فقہاء	753
520	عورت کے نماز میں بیٹھنے اور سجدہ کرنے کے طریقہ میں فقہاء احناف کی تصریحات	754
521	عورتوں کی نماز کے طریقہ کے متعلق احادیث اور آثار	755
522	نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ	755
523	ائمہ مذاہب کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ	756
524	حدیث مذکور کے رجال	757
525	دونوں تشہدوں میں بیٹھنے کا ایک طریقہ ہونے کا ثبوت	758
	باب:۱۴۶	
526	جن فقہاء کے نزدیک تشہد اوّل واجب نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے رجوع نہیں کیا	759
527	حدیث مذکور کے رجال	760
528	تشہد اوّل کے فرض ہونے کی نفی اور نماز میں سجدۂ سہو کرنے کا محل	760
	باب:۱۴۷	
529	پہلے قعدہ میں تشہد پڑھنا	760
	باب:۱۴۸	
530	آخری قعدہ میں تشہد پڑھنا	760

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
531	تشہد کے الفاظ کے معانی	761
	باب:۱۴۹	
532	سلام سے پہلے دعا کرنا	763
533	فتنہ کا معنی اور حضرت مسیح ابن مریم اور مسیح الدجال کا معنوی فرق	764
534	قرض لینے کے جواز اور عدم جواز کے محامل	764
535	نماز کی دعا کا طریقہ	765
	باب:۱۵۰	
536	تشہد سے فراغت کے بعد نمازی کون سی دعا کو اختیار کرے اور یہ واجب نہیں ہے	766
	باب:۱۵۱	
537	جس نے اپنی پیشانی اور ناک سے مٹی پونچھی حتیٰ کہ نماز پڑھی	766
	باب:۱۵۲	
538	نماز کا سلام پھیرنا	767
539	لفظ "سلام" سے نماز ختم کرنے میں مذاہب ائمہ اور ان کی دلیل پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب	767
540	حدیث مذکور کے رجال	769
541	نماز ختم ہونے کے بعد امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا رہے	769
	باب:۱۵۳	
542	نمازی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے	770
	باب:۱۵۴	
543	جو نمازی نماز کے سلام پر اکتفاء کر کے امام کو الگ سے سلام نہ کرے	770
	باب:۱۵۵	
544	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا	771

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
545	حدیث مذکور کے رجال	771
546	نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار	771
547	نماز کے بعد ذکر کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	772
548	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	772
549	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	773
550	نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	773
551	حدیث مذکور کے رجال	775
552	فقیر صابر اور غنی شاکر میں کون افضل ہے؟	775
553	حدیث مذکور کے رجال	776
554	نماز کے بعد اذکار پڑھنے کا مستحب ہونا	776
	باب:۱۵۶	
555	امام جب سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے	777
556	نماز کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرنے کی حکمت	777
557	محکمہ موسمیات کا بارش کی پیشگی اطلاع دینے کا حکم	778
	باب:۱۵۷	
558	امام کا سلام پھیرنے کے بعد اپنے مصلی پر ٹھہرنا	779
559	سلام پھیرنے کے بعد امام کا اپنی جگہ بیٹھے رہنے میں فقہاء کا اختلاف	779
	باب:۱۵۸	
560	جس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر اسے کوئی کام یاد آیا تو وہ لوگوں کو پھلانگتا ہوا چلا گیا	781
561	حدیث مذکور کے رجال	782
562	رسول اللہ ﷺ کی مالِ دنیا سے بے رغبتی	782
	باب:۱۵۹	
563	نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف اور بائیں طرف مڑ کر بیٹھنا	782
564	سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں جانب مڑ کر بیٹھنے کے متعلق احادیث اور آثار	783
565	حدیث مذکور کے رجال	784
566	ایک تعارض کا جواب اور احکامِ شرعیہ میں ترمیم کرنے کی مذمت	784
	باب:۱۶۰	
567	کچے لہسن' پیاز اور گندنا کے متعلق جو احادیث وارد ہیں' اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ جس نے بھوک یا بغیر بھوک کے لہسن یا پیاز کھایا' وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے	784
568	بدبو کی وجہ سے لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت اور اس سلسلہ میں دیگر مسائل	786
	باب:۱۶۱	
569	بچوں کا وضوء کرنا اور ان پر غسل اور وضوء اور جماعت اور عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہوتا ہے اور ان کی صفوں کا بیان	788
570	حدیث مذکور کے رجال	789
571	دفن کیے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی مدت اور اس میں مذاہب فقہاء	789
572	حدیث مذکور کے رجال	790
573	آیا جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے	790
	باب:۱۶۲	
574	رات کو اور اندھیرے میں خواتین کا مساجد کی طرف جانا	793
575	نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے	

Marfat.com

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	793
576	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	794
577	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	794
578	نماز کے لیے خواتین کے مسجد میں جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	795
579	حدیث مذکور کے رجال	795
580	عورتوں کے مسجد میں جانے کی اجازت کے متعلق احادیث اور آثار	796
581	عورتوں کے مسجد میں جانے کی کراہت کے متعلق احادیث اور آثار	796
	باب:۱۶۳	
582	نمازیوں کا امام عالم کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا	797
583	عورتوں کے نت نئے فیشن کی وجہ سے حضرت عائشہ کا ان کو مسجد میں جانے سے منع کرنا	798
	باب:۱۶۴	
584	عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو	798
	باب:۱۶۵	
585	صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی مڑنا اور مسجد میں کم ٹھہرنا	799
	باب:۱۶۶	
586	عورت کا اپنے خاوند سے مسجد کی طرف جانے کی اجازت طلب کرنا	799
	۱۱- کتاب الجمعة	801
	باب:۱	
1	جمعہ کی نماز کی فرضیت	801
2	یہود اور نصاریٰ کا ہفتہ اور اتوار کو معظم دن قرار دینا	

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
	اور مسلمانوں کا جمعہ کو مقدس دن قرار دینا	802
	باب:۲	
3	جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت اور آیا بچوں اور عورتوں پر بھی جمعہ کے دن حاضر ہونا واجب ہے؟	803
4	حدیث مذکور کے رجال	804
5	کھڑے ہو کر خطبہ دینا' سربراہِ ملک کا عوام کی عبادات کی تفتیش کرنا' جمعہ کے دن کے غسل کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل	804
	باب:۳	
6	جمعہ کے دن خوشبو لگانا	805
	باب:۴	
7	جمعہ کی فضیلت	806
8	حدیث مذکور کے مسائل	806
	باب:۵	806
	باب:۶	
9	جمعہ کے دن تیل لگانا	807
10	حدیث مذکور کے رجال	807
11	جمعہ کے دن تیل لگانے اور خوشبو لگانے کا استحباب	808
12	خطبہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت میں اختلاف فقہاء اور معصیت کے وقوع سے پہلے اس کی مغفرت کی تحقیق	808
13	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پر ایک اعتراض کا جواب	809
	باب:۷	
14	جمعہ کے دن سب سے اچھا دستیاب لباس پہنے	809
15	جمعہ کے دن نبی ﷺ کا عمدہ لباس پہننا	810
16	کفار کا احکام فرعیہ کا مخاطب نہ ہونا' اور جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننے کے متعلق احادیث	810

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۸	
17	جمعہ کے دن مسواک کرنا	811
18	حدیث مذکور کے رجال	812
19	مسواک کے متعلق احکام	812
	باب:۹	
20	جس شخص نے دوسرے کی مسواک کو استعمال کیا	813
21	حدیث مذکور کے رجال	814
	باب:۱۰	
22	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کس سورت کو پڑھا جائے	814
23	سجدہ والی سورت کو نماز میں پڑھنا	814
24	جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور سورۃ الدھر کو پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا مؤقف	815
	باب:۱۱	
25	بستیوں اور شہروں میں جمعہ کی نماز	815
26	حدیث مذکور کے رجال	816
27	''بحرین'' اور ''جُوَاثی'' کے معانی اور مصادیق	816
28	گاؤں اور دیہات میں جمعہ قائم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء	816
29	فقہاء احناف کے نزدیک شہر کی تعریفات	817
30	گاؤں اور دیہات میں جمعہ نہ ہونے کے متعلق احادیث اور آثار	821
31	حدیث مذکور کے رجال	822
32	''ایلہ'' کا معنی اور مصداق	822
33	ہر شخص کی نگہبانی کا دائرہ کار	822
34	عامل اور والی خواہ سلطان کا مقرر کیا ہوا ہو یا عوام نے مقرر کیا ہو وہ جمعہ پڑھ سکتا ہے	823

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۱۲	
35	عورتیں اور بچے جن پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے آیا ان پر غسل ہے یا نہیں؟	824
	باب:۱۳	826
	باب:۱۴	
36	بارش میں جمعہ نہ پڑھنے کی رخصت	827
	باب:۱۵	
37	کہاں سے جمعہ پڑھنے کے لیے آنا چاہیے اور کس پر جمعہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جب جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو۔ (الجمعہ:۹)	827
38	حدیث مذکور کے رجال	828
39	''العوالی'' کا معنی	828
40	گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء	828
	باب:۱۶	
41	زوالِ شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے	829
42	حدیث مذکور کے رجال	830
43	نمازِ جمعہ کے وقت میں مذاہب ائمہ	831
44	زوال کے وقت جمعہ پڑھنے کے متعلق مزید احادیث اور آثار	831
	باب:۱۷	
45	جب جمعہ کے دن سخت گرمی ہو	832
46	زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کا عدم جواز	832
	باب:۱۸	
47	جمعہ کی طرف چل کر جانا' اور اللہ عزوجل کا ارشاد: پس دوڑو اللہ کے ذکر کی طرف۔ (الجمعہ:۹)	833
48	الجمعہ:۹ میں سعی کے معنی کی تحقیق	833

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
49	باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث	834
	باب:۱۹	
50	جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان تفرقہ نہ کرے	835
	باب:۲۰	
51	جمعہ کے دن کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے	835
52	کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھنے کی خرابیاں	836
	باب:۲۱	
53	جمعہ کے دن کی اذان کا حکم	836
54	حضرت عثمان کا مقام الزوراء پر تیسری اذان کا اضافہ کرنا	837
55	مصنف کے نزدیک کون سی اذان پر سعی واجب ہوتی ہے	837
	باب:۲۲	
56	جمعہ کے دن مؤذن واحد ہوگا	837
	باب:۲۳	
57	جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے	838
	باب:۲۴	
58	اذان کے وقت (خطیب کا) منبر پر بیٹھنا	838
	باب:۲۵	
59	خطبہ کے وقت اذان دینا	839
	باب:۲۶	
60	منبر پر خطبہ دینا	839
	باب:۲۷	
61	کھڑے ہو کر خطبہ دینا	841
62	حدیث مذکور کے رجال	841
63	سنت یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر دیا جائے	841
64	عذر کی صورت میں منبر پر بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینے کا جواز	842
	باب:۲۸	
65	امام جب خطبہ دے تو نمازیوں کی طرف منہ کرے اور نمازی امام کی طرف منہ کریں' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا	843
66	جمعہ کے دن دورانِ خطبہ امام کی طرف منہ کرنے کی حکمت	844
	باب:۲۹	
67	جس نے خطبہ میں حمد وثناء کے بعد اما بعد (یعنی حمد وثناء کے بعد) کہا	844
68	حدیث مذکور کے رجال	846
69	حدیث مذکور کے رجال	848
70	مشکل الفاظ کے معانی اور حدیث مذکور کے مسائل	848
71	''امابعد'' کا معنی اور سب سے پہلے ''امابعد'' کا استعمال کس نے کیا اور خطبہ جمعہ میں کس قدر کلام لانا چاہیے	849
	باب:۳۰	
72	جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا	849
73	جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھنے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے متعلق احادیث	849
74	جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے حکم میں مذاہب فقہاء	850
	باب:۳۱	
75	خطبہ کو بہ غور سننا	850
76	حدیث مذکور کے رجال	851
77	خطبہ سننے کے حکم میں مذاہب فقہاء	851
78	دورانِ خطبہ کلام کرنے یا سلام کا اور چھینک کا	

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	جواب دینے میں مذاہب فقہاء	852
	باب:۳۲	
79	جب امام خطبہ دینے کے دوران یہ دیکھے کہ ایک شخص آیا ہے تو اسے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دے	852
80	خطبہ جمعہ کے دوران نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور امام مالک کے مؤقف پر دلائل اور باب مذکور کی حدیث کا جواب	853
81	خطبہ جمعہ کے دوران نماز نہ پڑھنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل	854
	باب:۳۳	
82	جو شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا' جب امام خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا تو وہ دو خفیف رکعت پڑھ لے	856
	باب:۳۴	
83	خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ بلند کرنا	856
	باب:۳۵	
84	جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے نزول کی دعا کرنا	856
85	امام مالک کا خطبہ میں ہاتھ بلند کرنے کا انکار کرنا	857
86	دعا میں ہاتھ بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور بارش کی دعا کے لیے نماز استسقاء کے پڑھنے کا لازم نہ ہونا	858
	باب:۳۶	
87	جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو خاموش رہنا اور جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ کرو تو اس نے لغو کام کیا	858
88	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار	859
89	خطبہ جمعہ کے درمیان باتیں کرنے کی ممانعت اور رخصت کے محامل	860

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	باب:۳۷	
90	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت	861
91	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	861
92	جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی ساعت کے متعلق احادیث اور آثار	862
93	جمعہ کے دن جس ساعت میں دعا قبول ہوتی ہے' اس کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	863
	باب:۳۸	
94	جب جمعہ کی نماز میں بعض لوگ امام کو چھوڑ کر چلے جائیں اور بعض امام کے ساتھ باقی رہیں تو امام اور باقی ماندہ لوگوں کی نماز جائز ہے	864
95	حدیث مذکور کے رجال	865
96	جمعہ کی صحت کے لیے نماز کی کتنی مقدار میں امام کے ساتھ مقتدیوں کی مشارکت ضروری ہے' اس میں مذاہب فقہاء	865
97	جمعہ کے دن نبی ﷺ کو چھوڑ کر نہ جانے والے صحابہ کے اسماء	866
98	خطبہ چھوڑ کر چلے جانے والے صحابہ کی طرف سے توجیہ	866
99	انعقادِ جمعہ کے لیے کم از کم مقتدیوں کی تعداد میں مذاہب ائمہ	866
	باب:۳۹	
100	جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی نماز کی مقدار	867
101	جمعہ کی سنتوں کی تفصیل	867
	باب:۴۰	
102	اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پس جب نماز ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ' اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ (الجمعہ:۱۰)	867

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
103	نمازِ جمعہ پڑھنے کے بعد کاروبار کرنا واجب نہیں' مباح ہے	868			
104	اللہ کا فضل طلب کرنے کے محامل	868			
105	حدیث مذکور کے رجال	869			
106	بڑی عمر کی اجنبی عورت سے سلام اور کلام کرنے اور اس کی دعوت کھانے کا جواز	869			
	باب: ٤١				
107	جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا	870			
108	اختتامی کلمات	870			
☆	نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد ثانی کی ڈائری	871			
☆	ماخذ ومراجع	873			

Marfat.com

خطبة الكتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین' الّذی جعلنا من المسلمین' ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین' وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وهدانا به الی الصراط المستقیم. والصلٰوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین' الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم' وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین' وانقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین. وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم' وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین' وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاه القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰہ وفضله العمیم. ولا یکون تحریره وتقریره وتکمیله الا نعمته العظمٰی. فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری.(تقبله اللّٰہ بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لا شریك له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰہ من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یهده اللّٰہ فلا مضل له ومن یضلل' فلاهادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنیف هذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین. اللهم اجعله خالصا لوجهك الکریم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحیم واجعله شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ .

Marfat.com

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواج مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قوٰی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکناف عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۸- كِتَابُ الصَّلٰوةِ

نماز کا بیان

یہ کتاب نماز کے احکام کے بیان میں ہے، طہارت نماز کی شرط ہے اور نماز مشروط ہے، امام بخاری جب شرط کے متعلق احادیث روایت کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے مشروط کے متعلق احادیث کی روایت کا آغاز کیا۔

''صلوٰۃ'' کا غالب معنی لغت میں دعا ہے، قرآن مجید میں ہے:

صَلِّ عَلَيْهِمْ. (التوبہ: ۱۰۳) آپ ان کے حق میں دعا کیجئے۔

اور ''صلوٰۃ'' کا معنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت طلب کرنا ہے یعنی آپ پر درود پڑھنا' قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ. (الاحزاب: ۵۶) اے ایمان والو! نبی پر درود پڑھو۔

دعا اور درود نماز کے اجزاء میں سے ہیں، سو کل کا نام اشرف اجزاء پر رکھ دیا گیا۔ عرب کا مقولہ ہے:

صلیت العود علی النار. میں نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنے کے لیے آگ پر رکھا۔

جس طرح ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت سے سیدھا کیا جاتا ہے، اسی طرح نماز میں خوفِ الٰہی کی حرارت سے نفس کی کجی کو سیدھا کیا جاتا ہے۔

۱- بَابُ كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ فِي الْإِسْرَاءِ
شبِ معراج میں نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شبِ معراج میں نمازوں کو کس کیفیت سے فرض کیا گیا۔

جمہور سلف صالحین اس پر متفق ہیں کہ آپ کو آپ کے بدن اور آپ کی روح کے ساتھ معراج ہوئی ہے، مکہ سے بیت المقدس تک معراج نص قرآن سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک اور پہلے آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، معراج کب ہوئی، اس میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی، سُدی سے روایت ہے کہ ہجرت سے سولہ ماہ پہلے معراج ہوئی، سدی کے قول کے مطابق ذوالقعدۃ میں معراج ہوئی اور زہری کے قول کے مطابق ربیع الاول میں معراج ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ رجب کی ستائیسویں شب میں معراج ہوئی، حافظ عبد الغنی بن سرور المقدسی کا یہی مختار ہے۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۵۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری فرماتے ہیں:

وقال ابن عباس حدثني ابو سفيان في حديث هرقل فقال يأمرنا يعني النبي صلى الله عليه وسلم. بالصلوة والصدق والعفاف.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہرقل کی حدیث میں بیان کیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۷ کی مفصل روایت ہے' امام بخاری نے اس تعلیق کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نمازوں کو فرض کیے جانے کی کیفیت کی معرفت سے پہلے نفسِ نماز کی معرفت ہو جائے۔

۳۴۹- **حدثنا** يحيى بن بكير قال حدثنا الليث، عن يونس، عن ابن شهاب، عن انس بن مالك قال كان ابو ذر يحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فرج عن سقف بيتي وانا بمكة، فنزل جبريل، ففرج صدري، ثم غسله بماء زمزم، ثم جاء بطست من ذهب ممتلىء حكمة وايمانا، فافرغه في صدري، ثم اطبقه، ثم اخذ بيدي فعرج بي الى السماء الدنيا، فلما جئت الى السماء الدنيا، قال جبريل لخازن السماء افتح، قال من هذا؟ قال جبريل، قال هل معك احد؟ قال نعم، معي محمد صلى الله عليه وسلم، فقال أأرسل اليه؟ قال نعم، فلما فتح علونا السماء الدنيا، فاذا رجل قاعد، على يمينه اسودة، وعلى يساره اسودة، اذا نظر قبل يمينه ضحك، واذا نظر قبل يساره بكى، فقال مرحبا بالنبي الصالح والابن الصالح، قلت لجبريل من هذا؟ قال هذا ادم، وهذه الاسودة عن يمينه و شماله نسم بنيه، فاهل اليمين منهم اهل الجنة، والاسودة التي عن شماله اهل النار، فاذا نظر عن يمينه ضحك، واذا نظر قبل شماله بكى، حتى عرج بي الى السماء الثانية، فقال لخازنها افتح، فقال له خازنها مثل ما قال الاول، ففتح. قال انس فذكر انه وجد في السموات ادم، وادريس،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پھر حضرت جبریل نازل ہوئے' پس میرے سینہ کو شق کیا' پھر انہوں نے اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر اس کو بند کر دیا' پھر مجھے آسمان دنیا کی طرف چڑھایا' پس جب میں آسمانِ دنیا کی طرف آیا تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: کھولو! اس نے کہا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' اس نے کہا: کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میرے ساتھ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اس نے کہا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس جب اس نے آسمان کو کھولا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر گئے' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا' اس کی دائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے اور بائیں طرف بھی کچھ لوگ تھے' جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو ہنستے اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے حضرت جبریل سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدم (علیہ السلام) ہیں' اور یہ لوگ جو ان کی دائیں طرف اور بائیں طرف ہیں' یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' سو ان میں سے جو دائیں طرف والے ہیں وہ اہل جنت ہیں اور جو لوگ بائیں طرف والے ہیں وہ

Marfat.com

وَمُوْسٰى، وَعِيْسٰى، وَاِبْرَاهِيْمَ، صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ، غَيْرَ اَنَّهٗ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا، وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِيْسَ، قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ. فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ، ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا مُوْسٰى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا عِيْسٰى، ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ. قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً، فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ، حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ؟ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً، قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعَنِيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى، قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا، فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ، فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا، فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ، فَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ، فَرَاجَعْتُهٗ، فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ، وَهِيَ خَمْسُوْنَ، لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ، فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّيْ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ حَتّٰى انْتَهٰى بِيْ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِيْ مَا

اہل دوزخ ہیں' پس جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں' حتیٰ کہ حضرت جبریل نے مجھے دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا' پھر اس کے محافظ سے کہا: کھولو' اس کے محافظ نے ان سے اسی طرح کلام کیا' جس طرح پہلے آسمان کے محافظ نے کلام کیا تھا' پھر اس نے (آسمان کا دروازہ) کھول دیا' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہم سے ملاقات کی' اور یہ نہیں بیان کیا کہ وہ کن آسمانوں میں تھے' البتہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ آپ نے آسمان دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان میں ملاقات کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو' میں نے کہا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ابن شہاب الزہری نے کہا: مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابوحبہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اور اوپر چڑھایا گیا' حتیٰ کہ میں مقام استویٰ پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی' ابن حزم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں' میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا' حتیٰ کہ میں حضرت

Marfat.com

هِيَ، ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ. [اطراف الحدیث: ۱۶۳۶-۳۳۴۲]

(صحیح مسلم: ۱۶۳، الرقم المسلسل: ۴۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۴، سنن نسائی: ۴۴۸-۱۳۹۹، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۸۵، مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ)

موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' انہوں نے کہا: آپ کے لیے آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ نے کیا فرض کیا؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں' انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی' انہوں نے مجھے واپس کر دیا' پس اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں' میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا اور میں نے کہا: اللہ نے آدھی نمازیں کم کر دیں' انہوں نے پھر کہا: آپ اپنے رب کے پاس جائیں' کیونکہ آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی' میں پھر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (فرض) پانچ نمازیں ہیں اور (اجر میں) پچاس ہیں' میرا قول میرے نزدیک تبدیل نہیں کیا جاتا' میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا' انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جایئے' میں نے کہا: (اب) مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے' پھر حضرت جبریل مجھے لے گئے' حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور اس کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا' میں ازخود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں' پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا' اچانک میں نے جنت میں موتی کی لڑیاں دیکھیں اور جنت کی مٹی مشک تھی۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں نماز فرض کیے جانے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

اس حدیث کے چھ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے کیا جا چکا ہے۔

اس کی توجیہ کہ آپ نے حضرت ام ھانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا اور اس کی حکمت کہ فرشتے دروازہ سے آنے کے بجائے چھت میں شگاف کر کے آئے

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ شب معراج' آپ حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر تھے' تو آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے بھی اپنی طرف اضافت کر دی جاتی ہے' حضرت ام ھانی آپ کی چچازاد بہن تھیں' اس لیے آپ نے ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا' پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ اس رات حطیم کعبہ میں تھے تو اس سے مطابقت کس طرح ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمزم سے سینہ دھونے کے بعد آپ حضرت ام ھانی کے گھر چلے گئے تھے' پھر وہاں سے آپ کو معراج کرائی گئی' فرشتے گھر کے دروازہ سے نہیں آئے' بلکہ چھت میں شگاف کر کے چھت کے وسط سے آئے' اس میں یہ حکمت تھی کہ فرشتوں نے آنے کے لیے معمول کے خلاف راستہ اختیار کیا' تاکہ یہ اس پر دلیل ہو کہ واقعہ معراج خلاف معمول اور خلاف عادت اُمور پر مشتمل ہے' نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس سفر میں بالآخر اوپر کی طرف جانا ہے۔

Marfat.com

شق صدر کی تعداد اور اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے سینہ کو شق کیا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسند احمد میں روایت ہے کہ آپ کا سینہ اس وقت چاک کیا گیا تھا' جب آپ بچپن میں بنو سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا سینہ دو بار چاک کیا گیا' اور شق صدر میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ سے خون کا وہ لوتھڑا نکال دیا جائے' جس کے متعلق فرشتوں نے کہا تھا: یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا' اور دوسری بار شق صدر اس لیے کیا گیا کہ شب معراج میں جن حقائق کو آپ نے دیکھنا تھا' ان کی صلاحیت آپ کے سینہ میں رکھ دی جائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک بار اور آپ کا شق صدر ہوا تھا' جب غارِ حراء میں حضرت جبریل آپ کے پاس وحی لے کر آئے تھے' اور اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے سینہ میں وحی قبول کرنے کی صلاحیت رکھ دی جائے۔

سونے کے طشت کی توجیہ اور حکمت کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر انہوں نے اس قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا طشت لے کر آئے' جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔

زمزم کے پانی سے دھونے کی حکمت یہ ہے کہ زمزم کو آپ کے قلب کے ساتھ مس ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اور طشت کا معنی تھال ہے' سونے کے طشت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' پھر آپ کے قلب کو سونے کے طشت میں کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتنوں کا استعمال کرنا ہم پر حرام ہے' فرشتوں پر حرام نہیں ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت سے پہلے کا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے' اور ان کے استعمال کی ممانعت مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوئی تھی اور یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور سونے کے طشت کی حکمت یہ ہے کہ سونے کے برتن جنت میں ہوں گے اور سونا سب سے قیمتی دھات ہے اور سونے کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس کو آگ نہیں کھاتی' نہ اس کو مٹی کھاتی ہے' نہ اس کو مٹی متغیر کرتی ہے اور سونا ہر دھات سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' حکمت کا معنی علم ہے' اس کی تعریف ہے: وہ علم جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت اور احکام شرعیہ کے ساتھ ہو اور اس کا حامل خواہش نفس کی اتباع سے مجتنب ہو' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کا شرح صدر لیلۃ المعراج میں ہوا تھا' تا کہ اس رات آپ کو جو عظیم نشانیاں دکھائی جانی تھیں' آپ کے دل میں ان کی طمانیت حاصل ہو۔

''نسم'' کا معنی اور اس اعتراض کا جواب کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے' پھر حضرت آدم نے اپنی بائیں جانب کفار کی روحوں کو کیسے دیکھا؟

اس حدیث میں ''نسم بنیه'' کے الفاظ ہیں۔ ''النسم''، ''نسمة'' کی جمع ہے' ''نسمة'' کا معنی روح ہے اور اس سے مراد اولادِ آدم کی ارواح ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل نار کی روحیں بھی آسمان میں ہیں اور احادیث میں یہ وارد ہے کہ کفار کی روحیں سجین میں ہیں اور مؤمنین کی روحیں جنت کی نعمتوں میں ہیں' پھر آسمان میں یہ روحیں کیسے جمع ہو گئیں' پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ روحیں بعض اوقات حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں' سو جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہونا تھا' اس وقت بھی روحیں حضرت آدم کے سامنے پیش کی گئیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے' پھر حضرت

Marfat.com

آدم علیہ السلام کی بائیں جانب کفار کی روحیں کیسے آ گئیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے جنت حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب ہو اور دوزخ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہو اور جنت میں مؤمنین کی روحوں اور دوزخ میں کفار کی روحوں کو آپ کے لیے منکشف کر دیا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں' جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں اور روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی ہیں اور جن روحوں نے اجسام میں داخل ہونے کے بعد ایمان سے متصف ہونا تھا' وہ حضرت آدم کی دائیں طرف رکھی گئی ہوں اور جن روحوں نے کفر کے ساتھ متصف ہونا تھا' ان کو حضرت آدم کی بائیں طرف رکھا گیا ہو۔

ایک روایت میں ہے: حضرت ابراہیم چھٹے آسمان پر تھے' دوسری روایت میں ہے: وہ ساتویں آسمان پر تھے' اس تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں دیکھا اور دوسری روایت میں ہے: آپ نے حضرت ابراہیم کو ساتویں آسمان میں دیکھا' اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم چھٹے آسمان میں تھے' بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر ساتویں آسمان پر گئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ ساتویں آسمان پر چلے گئے۔

ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا تعارف

اس حدیث میں ابن شہاب' ابن حزم اور ابوحبہ کا ذکر ہے' ابن شہاب سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہیں اور ابن حزم' ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری البخاری المدنی ہیں' ان کے والد کا نام محمد تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے' وہ فقیہ اور فاضل تھے' ان کو یوم حرہ میں قتل کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تریپن سال تھی' وہ تابعی تھے' لیکن علامہ ابن الاثیر نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے' الزہری نے ان سے سماع نہیں کیا کیونکہ وہ ان سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔

ابوحبہ کے نام میں اختلاف ہے' ابوزرعہ نے کہا: ان کا نام عامر ہے' ایک قول ہے کہ عمر ہے' دوسرا قول ہے: ثابت ہے' الواقدی نے کہا: مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۶۱)

''المستویٰ'' اور ''صریف الاقلام'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مستویٰ پر چڑھا' جہاں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔

''مستویٰ'' کا معنی ہے: چڑھنے کی جگہ' عزت والی جگہ۔

''صریف الاقلام'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی وحی کو فرشتے قلموں سے جو لکھتے ہیں اس کی آواز اور لوح محفوظ سے دیکھ کر جو لکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے' اس کو لکھنے کی آواز اور وہ جو احکام نافذ کرتا ہے اور مخلوق کی جو تدبیر کرتا ہے' فرشتے اس کو لکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ کسی چیز کو لکھنے یا لکھانے سے مستغنی ہے' اس نے اپنی کسی حکمت سے فرشتوں کے لکھنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔

نمازوں میں تخفیف کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اللہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے ان میں سے آدھی کم کر دیں اور مالک بن صعصعہ کی روایت میں ہے: ان میں سے دس کم کر دیں اور ثابت کی روایت میں ہے: پانچ کم کر دیں' اس باب کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے' پہلی مرتبہ آدھی نمازیں کم کیں' دوسری مرتبہ تیرہ

Marfat.com

نمازیں کم کیں، تیسری مرتبہ سات نمازیں کم کیں اور چوتھی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں اور ان کا اجر پچاس نمازیں کر دیا۔

''السدرۃ المنتھٰی'' کا معنی

''السدرۃ'' کا معنی ہے: بیر کا درخت، یہ درخت ساتویں آسمان پر ہے اور اس کا سایا ساتوں آسمانوں پر ہے، ایک روایت میں ہے: یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا تنا ساتویں آسمان میں ہے۔ اس کو منتھیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ ہر مقرب فرشتے اور ہر نبی مرسل کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ درخت عرش کے نیچے ہے، کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا، نہ کوئی نبی اس سے تجاوز کر سکتا ہے، زمین سے جو چیزیں اوپر چڑھتی ہیں، اس درخت پر ان کی انتہا ہو جاتی ہے، ایک قول ہے: شہداء کی روحوں کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے، ایک قول ہے: مومن کی روح کی اس پر انتہا ہو جاتی ہے اور ملائکہ مقربین اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اس سے پہلے کتنی نمازیں فرض تھیں

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں شبِ معراج میں فرض کی گئیں ہیں، امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے وادی کی ایک جانب میں ایڑی ماری تو وہاں پر پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، پھر حضرت جبریل نے اس چشمہ سے وضوء کیا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں آئے اور آپ نے اس چشمہ سے اسی طرح وضوء کیا، جس طرح حضرت جبریل نے وضوء کیا تھا، پھر آپ نے اور حضرت خدیجہ نے دو رکعت نماز پڑھی، جس طرح حضرت جبریل نے دو رکعت نماز پڑھی تھی، ایک جماعت نے کہا ہے: اس سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، سوا اس کے کہ آپ کو رات میں قیام کا حکم دیا گیا تھا، جس میں رکعات کی کوئی تحدید نہیں تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے دو تہائی حصہ میں یا ایک تہائی حصہ میں قیام فرماتے تھے، آپ کے ساتھ صحابہ بھی قیام کرتے تھے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل مکہ میں نماز کے ساتھ جبریل علیہ السلام کی تعلیم سے فرض ہوئے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وضوء کے نہیں پڑھی۔

علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آیت وضوء مدنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے بھی نماز پڑھتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی، اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی یا نہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں فرض تھیں، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. (طٰہٰ: ۱۳۰)

اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، طلوع آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔

(درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰، داراحیاء التراث العربی بیروت)

اور سورۃ المزمل سے ثابت ہے کہ رات کی نماز بھی فرض تھی۔

Marfat.com

تمام نبیوں میں سے صرف حضرت موسیٰ نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کی وجہ

ایک سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام نبیوں میں سے صرف سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی' اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ آپ کی امت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مکرم ہے اور آپ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے سیدنا محمد ﷺ کی امت میں سے بنا دے۔ (کتاب السنہ ج ۱ ص ۲۰۵' تاریخ دمشق ج ۶۴ ص ۹۰' درمنثور ج ۳ ص ۴۸۸) اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی امت کے لیے نمازوں میں تخفیف کی سفارش کی اور چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہ دعا منقول نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ سفارش نہیں کی۔

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

ایک سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر کیسے دیکھا' جب کہ انبیاء علیہم السلام زمین پر اپنی اپنی قبر میں آرام فرما ہیں' علامہ ابن عقیل اور علامہ ابن التین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو ان کے جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا تھا اور انہوں نے کہا: حشر کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا' اس دن ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹائی جائیں گی' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ وہ زندہ ہیں' اور وہ زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ہمارے نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو حقیقۃً دیکھا ہے اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور پھر آپ نے حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں بھی دیکھا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسم مثالی کے ساتھ آسمانوں پر گئے ہوں۔

ہمارے نبی ﷺ نے آسمانوں پر جن نبیوں سے ملاقات کی' ان کی وجہ ترجیح

ہمارے نبی ﷺ نے جن انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھا' ان کی آپ کے ساتھ خاص مناسبت تھی' حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح حضرت آدم کا دشمن ابلیس تھا اور اس کی دشمنی کی وجہ سے ان کو جنت چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کا دشمن ابوجہل تھا اور دیگر صنادید قریش تھے' جن کی وجہ سے آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ مناسبت یہ تھی کہ وہ پہلے نبی ہیں' جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھا' پھر قلم سے لکھنے کا طریقہ تمام دنیا میں رائج ہو گیا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے دنیا کے اہم بادشاہوں کی طرف تبلیغی مکاتیب بھیجے' جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمارے نبی ﷺ نے اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے البیت المعمور کی طرف اپنی کمر کی ٹیک لگائی ہوئی تھی' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ نے آخری عمر میں بیت اللہ کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ظالم اور جابر بادشاہ کے قہر کی وجہ سے اپنی سرزمین چھوڑ کر مدین جانا پڑا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی۔

رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہود نے ان کو قتل کرنے کا قصد کیا تھا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بھی یہود نے قتل کرنے کا قصد کیا تھا' جب انہوں نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہود کے بہت مظالم برداشت کیے' حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ذبح کر دیا' اسی طرح ہمارے نبی ﷺ

Marfat.com

نے قریش سے بہت صدمات اٹھائے' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا۔

رہے حضرت یوسف علیہ السلام تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے کیے ہوئے مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ. (یوسف:۹۲) — میں آج تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔

اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن قریش کے تمام مظالم کو معاف فرما دیا اور فرمایا: میں تمہیں ملامت نہیں کرتا۔

رہے حضرت ہارون علیہ السلام تو وہ بنی اسرائیل کے نزدیک محبوب تھے' حتیٰ کہ وہ ان کو حضرت موسیٰ پر ترجیح دیتے تھے' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے نزدیک محبوب ہیں حتیٰ کہ وہ آپ کو اپنی جان' اپنے والدین' اپنی اولاد اور اپنے مال پر ترجیح دیتے ہیں۔

رات کے وقت میں معراج کرانے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج رات میں کرائی گئی ہے نہ کہ دن میں' جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے' اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) رات کے وقت میں خلوت ہوتی ہے اور یہ وقت بادشاہوں کے ساتھ مجالست کا اور ان سے مناجات کا ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت میں کرامات سے نوازا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا. (الانعام:۷۶) — جب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ. (ھود:۸۱) — آپ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے ایک حصہ میں نکل جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. (طٰہٰ:۱۰) — جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ. (الاعراف:۱۴۲) — اور جب ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس راتوں کا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کے ذکر کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ. (بنی اسرائیل:۱۲) — اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا۔

وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰس:۴۰) — اور نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے۔

(۴) رات اصل ہے اور چاند کی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

(۵) ہر رات کے ساتھ دن ہوتا ہے اور کبھی صرف دن ہوگا اور رات نہیں ہوگی جیسے قیامت کا دن۔

(۶) رات کے وقت میں دعا قبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور عطا کا نزول ہوتا ہے۔

(۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر رات میں سفر کرتے تھے۔

(۸) رات کا وقت عبادت میں کوشش کرنے کا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اتنا زیادہ قیام کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج جاتے

Marfat.com

تھے۔

(۹) آپ رات میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے' اللہ عزوجل نے خود اس میں کمی کرنے کا حکم دیا' فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا○ اے چادر اوڑھنے والے!○ رات کو قیام کیجئے مگر تھوڑا○

(المزمل: ۲-۱)

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ. (بنی اسرائیل: ۷۹) رات کے ایک حصہ میں آپ تہجد پڑھیے۔

سو جب آپ کی زیادہ عبادت رات میں ہوتی تھی تو آپ کو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

(۱۰) جب معراج رات میں ہوئی تو یہ واقعہ لوگوں کی نظر سے غائب تھا' پھر جنہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی' ان کا اجر بہت زیادہ ہو گیا۔

آپ کو معراج کرانے کی حکمت

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لیے معراج کرائی گئی' اسی وجہ سے یہ معراج اچانک کرائی گئی اور یہ بہت عظیم اور دل میں جاگزین ہونے والی ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہم کلامی کا وعدہ کیا گیا تھا' پھر آپ کو شرف کلام سے نوازا اور دونوں میں بہت فرق ہے' وہ چالیس راتوں تک اس کا انتظار کرتے رہے اور آپ کو بغیر انتظار کی مشقت میں ڈالے بلالیا گیا' اور ان دونوں کے مقام میں بہت فرق ہے' ایک کو پہاڑ طور پر بلایا گیا اور دوسرے کو البیت المعمور کے اوپر بلایا گیا' حضرت سلیمان کی ایک ماہ کی مسافت کے لیے ہوا کو مسخر کیا گیا اور آپ کو ایک ساعت میں فرش سے عرش پر لے جایا گیا اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آپ کو اپنے رب کا دیدار کرایا گیا' سب نبیوں نے اللہ کی بن دیکھے گواہی دی' تنہا آپ نے اللہ کو دیکھ کر اس کے واحد ہونے کی گواہی دی۔

سدرۃ کو مختلف رنگوں کا ڈھانپنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سدرۃ کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا' میں از خود نہیں جانتا کہ وہ کیا ہیں۔

ایک قول ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے' دوسرا قول ہے: وہ متعدد انوار تھے' جو سدرہ سے نکل رہے تھے اور اس سے اس طرح گر رہے تھے' جس طرح پروانے گرتے ہیں' وہ پروانے سونے کے تھے کیونکہ سونا بہت صاف اور چمک دار ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح کا سب سے زیادہ قوی ہونا

سوال ہوتا ہے کہ آسمانوں اور اس کے اوپر چڑھنا جسم انسانی کے لیے کس طرح متصور ہو سکتا ہے جب کہ انسانی جسم بہت کثیف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: (۱) وہ ارواح جو صفاتِ بشریہ سے مکدر ہیں' یہ عوام کی ارواح ہیں' جن پر قوتِ حیوانیہ کا غلبہ ہوتا ہے' وہ عروج کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتیں (۲) وہ ارواح جن میں کامل قوتِ نظریہ ہوتی ہے اور وہ علوم کو حاصل کر لیتی ہیں' یہ علماء کی ارواح ہیں (۳) وہ ارواح جو اخلاقِ حمیدہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے کامل قوتِ مدبرہ کی حامل ہوتی ہیں' یہ ریاضت اور مجاہدہ کرنے والوں کی ارواح ہیں (۴) وہ ارواح جن کو قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ دونوں میں کمال حاصل ہوتا ہے اور یہ انبیاء اور صدیقین کی ارواح ہیں' جیسے جیسے ان کی ارواح کی قوت زیادہ ہوتی ہے' ان میں زمین سے اوپر اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اور جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح بہت قوی ہوتی ہیں تو وہ آسمان کی طرف عروج کر سکتی ہیں اور چونکہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روحانی قوت سب سے زیادہ تھی' اس لیے آپ نے ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کی طرف عروج کیا۔

(معراج کے یہ تمام اسرار اور نکات عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۷-۶۴ سے ماخوذ ہیں)

Marfat.com

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

حدیث مذکور شرح صحیح مسلم ج ا ص ۶۷۵، نمبر ۳۲۳ پر مذکور ہے اور اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:
(۱) معراج کا لغوی معنی (۲) معراج کا اصطلاحی معنی (۳) شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان (۴) سورۂ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات (۵) لفظ ''سبحان'' کے اسرار (۶) لفظ ''عبده'' کے اسرار (۷) لفظ ''اسریٰ'' کے اسرار (۸) معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات (۹) ''والنجم اذا هوى'' کے اسرار (۱۰) ''ثم دنا فتدلى'' کے اسرار (۱۱) ''فكان قاب قوسين'' کے اسرار (۱۲) حضرت جبریل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی صورت دکھانا (۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبریل کا قرب اور ان کا دیدار (۱۴) شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار (۱۵) شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ (۱۶) شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ (۱۷) شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ (۱۸) شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ (۱۹) واقعۂ معراج کی تاریخ (۲۰) واقعۂ معراج کی ابتداء کی جگہ (۲۱) معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ (۲۲) کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعۂ معراج کا مربوط بیان (۲۳) رات میں معراج کرانے کے اسرار (۲۴) معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق (۲۵) حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتے کے آنے کے اسرار (۲۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار (۲۷) شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق (۲۸) تین بار شق صدر کرنے کے اسرار (۲۹) ''هذا حظك من الشيطان'' کے اسرار (۳۰) قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار (۳۱) شق صدر کے اسرار کا تتمہ (۳۲) براق پر سواری کے اسرار (۳۳) قبر میں حضرت موسیٰ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار (۳۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق (۳۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا (۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود پیش کیا جانا (۳۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا (۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا (۴۰) صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا (۴۱) اجسادِ مثالیہ کا تعدد (۴۲) انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا (۴۳) شب معراج عالمِ برزخ دکھائے جانے کے اسرار (۴۴) مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار (۴۵) آسمانوں پر جانے کے اسرار (۴۶) سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے کے اسرار (۴۷) ''قف يا محمد فان ربك يصلى'' کے اسرار (۴۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار (۴۹) ''الصلوٰة معراج المؤمنين'' کے اسرار (۵۰) کفار قریش کو دیئے ہوئے جوابات کے اسرار (۵۱) شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار۔

معراج کی یہ تفصیل شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۱-۷۷۲ تک پھیلی ہوئی ہے اور اس قدر جامع تفصیل قارئین کو اور کسی کتاب میں نہیں ملے گی۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء.

* اور تبیان القرآن' سورۂ بنی اسرائیل: ۱' ج ۶ ص ۶۱۷-۶۴۳ میں بھی معراج کا تفصیلی بیان ہے۔

۳۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا، رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از صالح بن کیسان از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ نے نماز فرض کی' جب نماز کو فرض کیا تو دو دو

Marfat.com

فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ، وَزِيْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ. رکعت فرض کیں حضر میں اور سفر میں' پھر سفر کی نماز برقرار رہی اور حضر میں نماز زیادہ کردی گئی۔ [اطراف الحدیث: ١٠٩٠۔ ٣٩٣٥]

(صحیح مسلم: ٦٨٥' الرقم المسلسل: ١٥٤٢' سنن ابوداؤد: 1198' سنن نسائی: ٤٥٣' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوۃ: ٨' شرح معانی الآثار: ٢٣٤٨' صحیح ابن حبان: ٢٧٣٦' المعجم الاوسط: ٧٨٩٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٤٥١' سنن دارمی: ١٥٠٩' سنن بیہقی ج ٣ ص ١٤٣' سنن کبریٰ للنسائی: ٣١٧' مسند احمد ج ٦ ص ٢٧٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٦٣٣٨۔ ج ٤٣ ص ٣٥٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' جن کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: جب نماز کو فرض کیا گیا۔

علامہ ابن بطال مالکی کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے وتر کو فرض کہہ کر چھ فرائض بنادیئے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

فرض نماز کے عدد پر امت کا اجماع ہے کہ وہ پانچ نمازیں ہیں اور نمازوں کے رکوع اور سجود کے عدد پر بھی امت کا اجماع ہے' سوائے امام ابوحنیفہ کے' ان کا شاذ قول ہے' انہوں نے فرائض میں وتر کو زیادہ کیا ہے اور معراج کی حدیث میں وتر کا ذکر نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے وتر کو فرض نہیں کہا' بلکہ وتر کو واجب کہا اور وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وتر فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص وتر سے سوگیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جب یاد آئے تو وتر پڑھ لے یا جب بیدار ہو تو پڑھ لے۔ (سنن ترمذی: ٤٦٥' سنن ابوداؤد: ١٤٣١' سنن ابن ماجہ: 1188' مسند احمد ج ٣ ص ٣١)

ائمہ ثلاثہ وتر کو سنت یا نفل کہتے ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ سنت یا نفل فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہوتی' اور فرائض میں وتر داخل نہیں ہے' جیسا کہ حدیث معراج میں تصریح ہے کہ فرض صرف پانچ نمازیں ہیں' پس لامحالہ وتر کو واجب قرار دینا ہوگا۔

رہا یہ کہ علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے وتر کو فرض قرار دیا ہے تو بہ ظاہر یہ امام ابوحنیفہ پر افتراء ہے' فقہاء احناف کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر واجب ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اس کو فرض سے تعبیر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی میں فرق نہیں کرتے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان میں فرق ہے' فرض وہ ہے جس کے فعل کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جس کا ثبوت بھی قطعی ہو اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک چیز ظنی ہو تو پھر وہ واجب ہوگا' مثلاً نماز پڑھنے کا قرآن مجید میں حکم ہے' اس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی لزوم پر دلالت بھی قطعی ہے' لہٰذا نماز فرض ہے اور وتر کی قضاء کرنے کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا ہے' اس کی لزوم پر دلالت تو قطعی ہے' لیکن اس کا ثبوت قطعی نہیں کیونکہ اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے' اس لیے وتر واجب ہے' فرض نہیں ہے' اور چونکہ ائمہ ثلاثہ اور ان کے متبعین فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے' اس لیے علامہ ابن بطال نے لکھ دیا کہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض کہتے ہیں' حالانکہ امام ابوحنیفہ وتر کو فرض نہیں کہتے' واجب کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کی دقت نظر ہے' جس سے یہ ظاہر بین لوگ عاری

Marfat.com

ہیں اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ علامہ عینی نے ابن بطال کا یہ اعتراض دیکھا نہیں ورنہ وہ اس کا جواب ضرور لکھتے۔

حافظ ابن حجر شافعی کا سفر میں نماز کے قصر کے وجوب اور عزیمت کی نفی کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضر (شہر) کی نمازوں میں دو رکعت کا اضافہ مدینہ منورہ میں کیا گیا ہے' جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں اس کی تصریح ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے (اور جب آپ سفر کرتے تو پہلے طریقہ سے نماز پڑھتے)۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴۔ ۳۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۳۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۰۴۲۔ ج ۴۳ ص ۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت ہے (یعنی واجب ہے) رخصت نہیں ہے' اور ان کے مخالفین (ائمہ ثلاثہ) نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (النساء: ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اگر تم کو یہ خوف ہو کہ کفار تم کو فتنہ میں مبتلا کر دیں گے (یعنی تم پر حملہ کریں گے)۔

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ قصر کرنے سے تم کو گناہ نہیں ہوگا' سو یہ آیت قصر کی عزیمت اور وجوب پر دلالت نہیں کرتی بلکہ قصر کی رخصت پر دلالت کرتی ہے اور قصر کے رخصت ہونے پر یہ حدیث بھی دلیل ہے:

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ یہ بتائیں کہ لوگ نماز قصر کرتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو کفار کے حملہ کا خوف ہو تو نماز قصر کرو' اور اب کفار کے حملہ کا خوف نہیں ہے' حضرت عمر نے فرمایا: جس طرح تم کو اس پر تعجب ہوا' مجھے بھی اس پر تعجب ہوا تھا تو میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔

(صحیح مسلم: ۶۸۶' سنن ابوداؤد: ۱۱۹۹' سنن ترمذی: ۳۰۳۴' سنن نسائی: ۱۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۵)

صحیح بخاری: ۳۵۰' میں یہ دلیل ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہی ہے' اس کا ائمہ ثلاثہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے اور حضرت عائشہ نے وہ زمانہ نہیں پایا' جب نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب دو وجہ سے کمزور ہے' اولاً اس لیے کہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہی جا سکتی' اس لیے حضرت عائشہ کا قول حکماً مرفوع ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ اگر حضرت عائشہ اس وقت موجود نہیں تھیں تو انہوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یا کسی اور صحابی سے سنی ہوگی' سو یہ حدیث مرسل صحابی ہے' امام الحرمین نے یہ کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو اس کو تواتر سے منقول ہونا چاہیے تھا' یہ جواب بھی کمزور ہے کیونکہ اس کی مثل میں تواتر لازم نہیں ہے' ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث کے یہ حدیث معارض ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حضر (شہر) میں چار رکعت نماز فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک رکعت۔ (صحیح مسلم: ۶۸۷۔ الرقم المسلسل: ۱۵۴۶' سنن ابوداؤد: ۱۲۴۷' سنن نسائی: ۴۵۵' سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸)

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث کا یہ محمل ہے کہ اضافہ کے بعد حضر میں نماز چار رکعت ہوگئی' لہٰذا یہ حضرت عائشہ کی حدیث کے معارض نہیں ہے۔ انہوں نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ فقہاء احناف کا قاعدہ ہے کہ جب راوی کی روایت اور اس کی رائے میں تعارض ہو تو اس کی رائے کا اعتبار کیا جاتا ہے' نہ کہ اس کی روایت کا اور حضرت عائشہ کی روایت اگرچہ یہ ہے کہ سفر میں دو رکعت نماز ہے' لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ ہے کہ سفر میں پوری نماز پڑھنی چاہیے' اس لیے ان کی روایت غیر ثابت ہے' اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں؟ تو انہوں نے وہی تاویل کی جو حضرت عثمان نے تاویل کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۱۰۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۰۰) (کہ انہوں نے مکہ میں بھی اپنا گھر بنالیا تھا) لہٰذا حضرت عائشہ کی روایت اور ان کی رائے میں کوئی تعارض نہیں ہے' پس ان کی روایت صحیح ہے اور ان کی رائے ان کی تاویل پر مبنی ہے۔

جو چیز مجھ پر منکشف ہوئی ہے وہ اس کے مطابق ہے' جو اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مکہ میں دو' دو رکعت نماز فرض کی گئی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ہر دو رکعت نماز کے ساتھ دو رکعت بڑھا دیں' ماسوا مغرب کے کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں اور ماسوا فجر کی نماز کے کیونکہ اس میں طویل قراءت ہوتی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۹۴۴۔۳۰۵' صحیح ابن حبان: ۲۷۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۴ ۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۱)

پھر جب فرض کی چار رکعت نماز مستحکم ہوگئی تو النساء: ۱۰۱ کے نازل ہونے کے بعد سفر کے اندر نماز میں تخفیف کر دی گئی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ ابن الاثیر نے شرح المسند میں ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے کہ ۴ھ میں نماز قصر کی گئی ہے' البتہ الدولابی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ۲ھ میں نماز کو قصر کیا گیا ہے اور سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ ہجرت کے ایک سال بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کے چالیس دن بعد نماز کو قصر کیا گیا ہے' اس لحاظ سے حضرت عائشہ نے جو فرمایا ہے کہ سفر میں نماز دو رکعت برقرار رکھی گئی' اس کا معنی ہے: سفر میں تخفیف کی وجہ سے دو رکعت نماز کر دی گئی' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ شروع سے دو رکعت پر برقرار رہی' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر عزیمت ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سفر میں وجوبِ قصر پر مصنف کے پیش کردہ دلائل اور حافظ ابن حجر کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا عزیمت نہیں ہے رخصت ہے' بلکہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے سنن ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ سفر میں نماز کو اس وقت قصر کیا جائے' جب کفار کے حملہ کا خوف ہو اور اب ان کے حملہ کا خوف نہیں ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ ہے' اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے' تم اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (صحیح مسلم: ۶۸۶)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصر کرنے کا امر کیا ہے اور امر پر عمل کرنا واجب ہے' لہٰذا سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے النساء: ۱۰۱ میں فرمایا ہے: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا مباح ہے نہ کہ نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قصر کرنا مباح تب ہوتا جب اس آیت میں یوں فرمایا جاتا: جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر نہ کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب یوں فرمایا ہے کہ نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے تو یہ قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' اس کی نظیر یہ حدیث

Marfat.com

ہے:

عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا کہ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرہ:۱۵۸) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' (یعنی ان کی سعی واجب نہیں ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم نے بُری بات کہی ہے' اگر ایسا ہوتا جس طرح تم نے اس آیت کی تاویل کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا: جو شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انصار کے لیے نازل فرمائی ہے' وہ اسلام لانے سے پہلے مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے اور مُشَلَّل کے پاس اس کی عبادت کرتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' جب وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم پہلے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا' اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا ثابت ہے' پس کسی شخص کے لیے ان کے درمیان طواف کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری:۱۶۴۳' صحیح مسلم:۱۲۷۷' سنن ترمذی:۲۹۷۶' سنن نسائی:۲۹۶۵' سنن ابن ماجہ:۲۹۸۶' مسند احمد ج۶ ص۱۴۴' جامع المسانید لابن الجوزی:۷۳۶۷' مکتبۃ الرشد ریاض'۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب پر ہم کہتے ہیں کہ النساء:۱۰۱ میں فرمایا ہے: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔ یہ آیت قصر کے وجوب کے منافی نہیں ہے' یہ آیت قصر کے وجوب کے اس وقت منافی ہوتی جب اس آیت میں اس طرح ہوتا: ''جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر نماز کو قصر نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے''۔ باقی رہا یہ کہ اس اسلوب سے کیوں فرمایا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان دائماً حضر میں چار رکعت نماز پڑھتے تھے' جب انہیں سفر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے لیے کہا گیا تو ان کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کی عبادت میں کوئی کمی ہو گئی ہے یا شاید اس میں کوئی گناہ یا حرج ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم زمین میں سفر کرو تو نماز کو قصر کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (النساء:۱۰۱)

النساء:۱۰۱ سے جو ائمہ ثلاثہ کا استدلال تھا' اس کا ایک جواب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسلوب سے دیا ہے اور اس استدلال کا دوسرا جواب ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پیش کر رہے ہیں:

امیہ بن عبداللہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ہم قرآن مجید میں صلوٰۃ الحضر اور صلوٰۃ الخوف کا ذکر پڑھتے ہیں اور ہمیں اس میں صلوٰۃ السفر کا ذکر نہیں ملا' حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا' ہم اور کچھ نہیں جانتے ہم صرف وہی کرتے ہیں جو ہم نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے (یعنی آپ سفر میں قصر کرتے تھے' سو ہم سفر میں قصر کرتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ (سنن ابن ماجہ:۱۰۶۶' سنن نسائی:۴۵۴)

قصر کے وجوب پر اس حدیث سے بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کو قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ چھوڑتے بھی تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے۔ امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(سنن دارقطنی: ۲۲۶۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴۱' ملتان)

اس حدیث کی سند متعدد وجوہ سے ضعیف ہے' جن وجوہ کو ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹ میں بیان کیا ہے' بر سبیل تنزل اس کا جواب یہ ہے کہ قوی حدیث اس حدیث کے معارض ہے:

عیسیٰ بن حفص بن عاصم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں مکہ کے راستہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی' پھر وہ آگے چلے' ہم بھی ان کے ساتھ تھے' وہ اپنی قیام گام پر آئے اور بیٹھ گئے' ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے' پھر ان کی لوگوں پر نظر پڑی' جو نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے پوچھا: یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ لوگ نفل پڑھ رہے ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: اگر میں نفل نماز پڑھوں تو میں فرض نماز پوری نہ پڑھ لوں! اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا ہوں' آپ نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا' اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ نے ان کی روح کو قبض کر لیا' اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں' انہوں نے کبھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ میں حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

(صحیح البخاری: ۱۱۰۲-۱۱۰۱' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۳' سنن نسائی: ۱۴۵۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۱)

اس حدیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے۔

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۷- ج ۲ ص ۳۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) وجوب قصر میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ (۴) دیگر دلائل کا جواب (۵) وطن کی اقسام اور احکام (۶) سفر معصیت کے احکام (۷) سنن کا حکم (۸) کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

۲- بَابُ وُجُوْبِ الصَّلٰوةِ فِى الثِّيَابِ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا وجوب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' واضح رہے کہ مرد کی شرم گاہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے اور عورت کی شرم گاہ اس کا پورا جسم ہے' ماسوا اس کے چہرے' اس کے ہاتھ اور اس کے پیروں کے۔

شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام مالک کے نزدیک نماز میں شرم گاہ کو چھپانا نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' بلکہ یہ نماز کی سنت ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایسے پانی کے پاس رہتے تھے' جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ پر تھا' ہمارے پاس

Marfat.com

سے سوار گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ اور یہ شخص کون ہے؟ وہ کہتے تھے: اس شخص کا یہ زعم ہے کہ اللہ نے اس کو رسول بنایا ہے' اور اس کی طرف وحی نازل کی ہے یا اللہ نے اس کی طرف یہ وحی کی ہے' پس میں اس کلام کو حفظ کر لیتا تھا' اور گویا کہ وہ کلام میرے سینہ میں محفوظ تھا' اور لوگ فتح مکہ تک لوگوں کو اسلام لانے پر ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے: ابھی اس شخص کو اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھو' اگر وہ ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہوگا' پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو تمام لوگوں نے اسلام لانے میں سبقت کی اور میرے والد نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام لانے میں سبقت کی' پھر جب میرے والد واپس آئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں برحق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں اور انہوں نے فرمایا ہے: تم فلاں فلاں وقت میں نماز پڑھو' اور تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں سے جس شخص کو سب سے زیادہ قرآن یاد ہو' وہ نماز پڑھائے' پھر انہوں نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہیں تھا' کیونکہ میں سواروں سے قرآن سنتا رہتا تھا' پس انہوں نے مجھے آگے بڑھا کر امام بنا دیا' اس وقت میری عمر چھ یا سات سال تھی اور میرا صرف ایک تہ بند تھا' جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ سمٹ کر یا سکڑ کر اوپر اٹھ جاتا تھا' تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد کو ہم سے چھپاتے کیوں نہیں! پھر لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی' سو مجھے کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس قمیص سے خوشی ہوئی تھی۔ (صحیح البخاری: ۴۳۰۲' سنن ابوداؤد: ۵۸۵' سنن نسائی: ۷۸۸-۷۶۶-۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰' صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۱۲' المعجم الکبیر: ۶۳۵۱' المنتقی: ۳۰۹' سنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۷' سنن بیہقی ج ۳ ص ۹۱)

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی اندلسی متوفی ۵۹۵ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کی سنتوں میں سے ہے' اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا نماز کے فرائض میں سے ہے' اس اختلاف کی وجہ درج ذیل آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۱) اے اولادِ آدم! تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے' پس جو کہتے ہیں: اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ پہلے عورتیں بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتی تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا' اور جن فقہاء نے یہ کہا کہ اس آیت میں لباس پہننے کا حکم استحباب کے لیے ہے' وہ کہتے ہیں کہ شرم گاہ کو چھپانا سنت ہے' اور لباس سے مراد چادر اور تہبند وغیرہ ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۸۳-۸۲' مکتبہ علمیہ' لاہور' ۱۳۹۶ ھ)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

مردوں پر واجب ہے کہ وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک اپنے جسم کو چھپائیں اور یہ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام مالک کے نزدیک یہ نماز کی صحت کی شرط نہیں ہے' ہماری دلیل یہ احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بالغہ (لڑکی) کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ابوداؤد: ۶۴۱' سنن ترمذی: ۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۶۵۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۰)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں گرمیوں میں ہوتا ہوں تو آیا میں صرف ایک قمیص میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور کانٹے سے اس (کے گریبان) کو بند کر لو۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۶۳۲، سنن ترمذی: ۳۳۹، سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۹)

مرد کی شرم گاہ کی حد ناف سے گھٹنے تک ہے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ذکر اور دبر شرم گاہ ہیں، امام احمد سے پوچھا گیا: شرم گاہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: فرج اور دبر، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۱، صحیح مسلم: ۱۳۶۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں اپنی ران سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو آنے کی اجازت دی اور آپ اسی حال پر رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت طلب کی اور آپ اسی حال پر رہے۔ (صحیح مسلم، الرقم المسلسل: ۶۲۲۶، مسند احمد ج ۱ ص ۷۱)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔

اور امام احمد نے جرھد سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی ران کھلی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اپنی ران کو چھپاؤ کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۴، سنن ترمذی: ۲۷۹۸، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۹۔۴۷۸، سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا: اپنی ران کو نہ کھولنا اور کسی زندہ یا مردہ کی ران کو نہ دیکھنا۔

(سنن ابوداؤد: ۴۰۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۴۶۰، سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۲۵، دارقطنی کی سند ضعیف ہے)

اس حدیث میں صریح دلالت ہے کہ مرد کی ران بھی شرم گاہ ہے اور اس کو چھپانا واجب ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ناف کے نیچے اور گھٹنوں کے اوپر کا حصہ شرم گاہ ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷) (المغنی ج ۲ ص ۱۳۲، ملخصاً، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر آزاد عورت کا چہرے کے سوا کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی، اس پر اتفاق ہے کہ عورت کے لیے نماز میں اپنے چہرہ کو کھولنا جائز ہے، اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کو کھولنا جائز نہیں ہے، اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت نماز میں اپنے پورے سر کو ڈھانپے گی، امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ عورت کے دونوں قدم عورت نہیں ہیں، کیونکہ وہ بالعموم ظاہر ہوتے ہیں، اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ عورت مجسم واجب الستر ہے، کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت (مجسم) شرم گاہ ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاڑتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کے اوپر باریک کپڑے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغہ ہو جاتی ہے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھائی دینا جائز ہے اور آپ نے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴)

نماز میں عورت کے پیروں کو ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث بھی ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کیا عورت قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے، اس کے اوپر تہبند نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: جب کہ اس کی قمیص اتنی لمبی ہو جو اس کے پیروں کے پشت کو چھپالے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۶۴۰_۶۳۹)

اور نماز میں عورت کے سر ڈھانپنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ بالغہ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے قبول نہیں فرماتا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۴۱، سنن ترمذی: ۳۷۷، سنن ابن ماجہ: ۶۵۵)

اور ہتھیلیوں کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ ان کا ستر واجب نہیں ہے کیونکہ چیز لینے دینے کے لیے ہاتھوں کو کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسری روایت ہے کہ ان کا ستر واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: عورت مجسم واجب الستر ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۵۶_۱۵۵، دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے عموم سے چہرہ اور ہتھیلیاں خارج ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ان دونوں کا استثناء فرمایا ہے، جیسا کہ سنن ابوداؤد: ۴۱۰۴ میں تصریح ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ٣١). فَنَزَلَتْ ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ﴾.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم مسجد میں ہر بار حاضر ہونے کے وقت لباس پہن لیا کرو۔ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت میں "زینت" کا لفظ ہے، اس سے مراد وہ لباس ہے جو شرم گاہ کو چھپائے اور اس آیت میں مسجد سے مراد نماز ہے، یعنی نماز پڑھتے وقت اتنا لباس پہننا ضروری ہے، جس سے تمہاری شرم گاہ چھپ جائے۔ اس کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهٗ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ. فِيْ اِسْنَادِهٖ نَظَرٌ.

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا جاتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اور کانٹے سے اس کو بند کر لو۔ اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس تعلیق کی اصل سنن ابوداؤد: ۶۳۲ میں ہے، ہم اس حدیث کو مفصل حوالہ جات کے ساتھ "شرم گاہ کو چھپانے کے حکم میں مذاہب فقہاء" کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس کی سند پر اعتراض ہے، اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم ہے۔ ابن القطان نے کہا: وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن الحارث التیمی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے اور چونکہ اس کی سند پر اعتراض ہے، اس لیے امام بخاری نے اس تعلیق کا صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: لیکن امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت سلمہ سے سنا ہے کہ میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی تھی یا صرف ایک جبہ پہنا ہوا تھا تو میں نے پوچھا: میں اس کو بند کر لوں، تو آپ نے فرمایا: ہاں! خواہ ایک کانٹے سے، اس کو امام ابن حبان نے بھی اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن ابراہیم سے روایت کیا ہے، حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں شکار میں ہوتا ہوں اور میں نے صرف ایک قمیص پہنی ہوئی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا: اس کو بند کر لو، خواہ ایک کانٹے سے۔ اس کو امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث مدنی صحیح ہے، ان احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ ان احادیث کی سندوں میں جس موسیٰ کا ذکر ہے، یہ وہ نہیں ہے جس کو ابن القطان نے گمان کیا ہے اور اس میں ضعف بھی ہے۔ جس راوی میں ضعف ہے، وہ موسیٰ بن ابراہیم التیمی ہے اور جس راوی کی حدیث صحیح ہے، وہ

Marfat.com

موسیٰ بن ابراہیم المخزومی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۲۔۸۱ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۲ھ)

اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَمَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ مَا لَمْ يَرَ فِيهِ أَذًى.

اور جس شخص نے اس کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں اس نے جماع کیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے' جس میں آپ جماع کرتے تھے' انہوں نے کہا: ہاں! جب آپ اس میں نجاست نہیں دیکھتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۶' سنن نسائی: ۲۹۳' سنن ابن ماجہ: ۵۴۰)

اس کے بعد امام بخاری نے درج ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم نحر کو منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۶۹)

۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُّخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ، قَالَتِ امْرَأَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا. وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو اور پردہ دار عورتوں کو عیدین کے دن گھروں سے نکالیں' پس وہ مسلمانوں کی جماعت میں اور ان کی دعا میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں ان کی نماز کی جگہوں سے الگ بیٹھیں' ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی سہیلی کی چادر پہن لے' اور عبداللہ بن رجاء نے کہا: ہمیں عمران نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سیرین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۳۲۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا تھا: ''حائض کا عیدین میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہونا اور نماز کی جگہ سے الگ بیٹھنا'' اور یہاں اس حدیث کو اس باب کے تحت ذکر کیا ہے: ''نماز میں کپڑے پہننے کا وجوب'' اور اس حدیث میں حائض کے عیدین میں جانے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ اگر اس کے

Marfat.com

پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی ہیلی سے چادر لے کر جائے‘ اس طرح یہ حدیث دونوں بابوں کے موافق ہے۔

٣ - بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلٰوةِ
نماز میں گدی پر تہبند میں گرہ لگانا

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو شخص نماز میں داخل ہو‘ وہ اپنی گدی پر تہبند میں گرہ لگائے‘ اس باب کی اور اس سے پہلے والے باب کی اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب کی باہمی مناسبت یہ ہے کہ ان سب کا تعلق کپڑوں کے ساتھ ہے‘ البتہ درمیان میں پانچ ابواب ایسے ہیں‘ جن کا تعلق کپڑوں کے ساتھ نہیں ہے‘ وہ یہ ہیں: (۱) ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے (۲) منبر‘ چھت اور لکڑی پر نماز (۳) چٹائی پر نماز (۴) مصلّٰی پر نماز (۵) بستر پر نماز۔ ان کی مناسبت ان ابواب میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ.

اور ابو حازم نے حضرت سہل سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ انہوں نے اپنے کندھوں پر اپنی چادروں میں گرہ لگائی ہوئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنی چادریں اپنے کندھوں پر اس طرح باندھی ہوئی تھی‘ جیسے بچوں کی چادریں بندھی ہوتی ہیں اور آپ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو اس وقت تک نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔ (صحیح البخاری: ۳۶۲)

٣٥٢ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِيْ إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ، وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ، قَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّيْ فِيْ إِزَارٍ وَّاحِدٍ؟ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِيْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ، وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

[اطراف الحدیث: ۳۵۳-۳۶۱-۳۷۰] (جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸‘ مکتبۃ الرشد ریاض‘ ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھی‘ جس کی گرہ انہوں نے اپنی گدی کی طرف سے لگائی ہوئی تھی‘ اور ان کے (دیگر) کپڑے کھونٹی پر ٹنگے ہوئے تھے‘ کسی کہنے والے نے ان سے کہا: آپ ایک تہبند پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں‘ انہوں نے کہا: میں صرف اس لیے یہ کر رہا ہوں تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن یونس‘ ان کا پورا نام احمد بن عبد اللہ بن یونس التمیمی الیربوعی الکوفی ہے‘ یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں‘ یہ ۹۴ سال کی عمر میں کوفہ میں ربیع الاول ۲۲۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب ہیں (۳) واقد بن محمد القریشی العدوی العمری المدنی‘ یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (۴) محمد بن المنکدر‘ یہ مشہور تابعی ہیں‘ ان کا تعارف ہو چکا ہے

Marfat.com

(۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' یہ مشہور صحابی ہیں' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۵)

حدیث مذکور کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جابر نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ لے' حضرت جابر نے اس کو اس لیے سختی سے ڈانٹا کہ اس نے حضرت جابر کے فعل پر اعتراض کیا تھا اور احمق کا معنی جاہل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے پاس زیادہ کپڑے ہوں' پھر بھی وہ ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تا کہ عام لوگوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز ہو جاتی ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اپنے شاگرد کو کسی غلطی پر احمق اور جاہل وغیرہ کہہ کر ڈانٹ سکتا ہے۔

۳۵۳ - حَدَّثَنَا مُطَرِّفُ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الْمَوَالِیْ ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَیْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ' وَقَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطرف ابومصعب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صرف ایک تہبند کے ساتھ نماز پڑھی ہے' تا کہ معلوم ہو جائے کہ صرف ایک تہبند باندھ کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے اور کبھی آپ کے کسی امتی کو صرف ایک کپڑا میسر ہو تو وہ بھی آپ کی سنت کو پالے اور صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھ لے' غیر مقلدین ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جابر نے جب صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو ان کے سر پر ٹوپی یا عمامہ نہیں تھا' لیکن جب وہ لوگ قمیص' شلوار اور بنیان وغیرہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں تو صرف ٹوپی یا عمامہ اتارنے سے حضرت جابر کی سنت کیسے ادا ہو جاتی ہے' اس کو سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔

٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهٖ

ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے' امام بخاری فرماتے ہیں:

قَالَ الزُّهْرِیُّ فِیْ حَدِیْثِهٖ اَلْمُلْتَحِفُ اَلْمُتَوَشِّحُ ' وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَیْنَ طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ ' وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰی مَنْكِبَیْهِ . قَالَ قَالَتْ اُمُّ هَانِیءٍ اِلْتَحَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ' وَخَالَفَ بَیْنَ طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۷۸)

الزہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ "ملتحف" کا معنی "متوشح" ہے' اور "متوشح" وہ شخص ہے جو چادر کے دونوں سروں کے پلّے اپنے کندھوں پر ڈال کر (گرہ لگا دے) اور یہی کندھوں پر چادر لپیٹنے کا معنی ہے۔ حضرت ام ہانی ء رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر کے دو مخالف سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔

Marfat.com

٣٥٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

[اطراف الحدیث:۳۵۵-۳۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی' اس کے دونوں سرے مخالف رکھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال دیا اور باہم گرہ لگا دی)۔

(صحیح مسلم:۵۱۷' الرقم المسلسل:۱۱۳۲' سنن ترمذی:۳۳۹' سنن نسائی:۷۶۳' سنن ابن ماجہ:۱۰۴۹' صحیح ابن خزیمہ:۷۶۱' المعجم الکبیر:۸۲۷۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۳۱۴' صحیح ابن حبان:۲۲۹۲' مصنف عبد الرزاق:۱۳۶۵' الاحاد والمثانی:۶۸۳' سنن بیہقی ج۲ص۲۳۷' مسند احمد ج۴ ص۲۶ طبع قدیم' مسند احمد:۱۶۳۲۹۔ ج۲۶ص۲۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام العبسی الکوفی' امام بخاری نے کہا: یہ ۲۱۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ہشام بن عروہ (۳) عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) حضرت عمر بن ابی سلمہ' ابوسلمہ کا نام ہے: عبد اللہ المخزومی ابوحفص' حضرت عمر بن ابی سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے پالک ہیں' یہ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۸۳ھ میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج۴ص۸۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی اور اس کے دونوں سرے مخالف رکھے۔

صرف تہبند باندھ کر نماز پڑھنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۳۵۲-۳۵۳ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب دیگر کپڑے موجود ہوں' پھر بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' لیکن حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس کی مذمت کی ہے' حضرت ابن عمر نے نافع کو ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا: کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کے لیے مزین کرو' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے روایت کی: تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے گرد اس طرح کپڑا نہ لپیٹے جس طرح یہود کپڑا لپیٹتے ہیں' اور جس کے پاس دو کپڑے ہوں' وہ ایک کپڑے کو اوپر پہن لے اور دوسرے کپڑے کا تہبند باندھ لے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از نافع از حضرت ابن عمر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' بغیر کسی شک کے روایت کیا ہے۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نافع کو دو کپڑے پہنائے' پھر نافع ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے ان کی مذمت کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس کے لیے زینت اختیار کرو اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ذکر کیا ہے نہ حضرت عمر کا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق صحابہ کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں' ان کے اسماء یہ ہیں: حضرت جابر' حضرت ابو ہریرہ' حضرت عمر بن ابی سلمہ اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم' اور یہ احادیث حضرت ابن عمر کے اس

Marfat.com

قول کے خلاف ہیں' جس میں انہوں نے صرف ایک تہبند باندھ کرنماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور فقہاء نے دیگر صحابہ کے قول پر عمل کیا ہے اور حضرت ابن عمر کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق ان شاء اللہ صحیح البخاری: ۳۵۸ میں آئے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۔ ۱۳ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۴ھ)

۳۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ ' عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ ' قَدْ اَلْقٰى طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷ ' مکتبۃ الرشد ریاض ' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اس کپڑے کے دونوں مخالف سرے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے (دایاں سرا بائیں کندھے پر ڈال لیا اور بایاں سرا دائیں کندھے پر ڈال لیا' پھر ان میں گرہ لگادی)۔

اس حدیث کی شرح' گزشتہ حدیث: ۳۵۴ کے تحت کردی گئی ہے' البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں جگہ کی تعیین ہے کہ آپ نے ایک کپڑا پہن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں نماز پڑھی تھی۔

۳۵۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ' عَنْ هِشَامٍ ' عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ' مُشْتَمِلًا بِهٖ ' فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ ' وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود کہ ان کو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' جس کو آپ نے اپنے گرد لپیٹا ہوا تھا' اور اس کپڑے کے دونوں سروں کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۵۴ میں کردی گئی ہے۔

۳۵۷ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ' عَنْ اَبِي النَّضْرِ ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِيءٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِيءٍ بِنْتَ اَبِيْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ' فَوَجَدْتُهٗ يَغْتَسِلُ ' وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ ' قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ' فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ کہ ابومرہ مولیٰ ام ہانی بنت ابی طالب نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ام ہانیء بنت ابی طالب سے سنا کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئی' اس وقت آپ غسل کر رہے تھے اور آپ کی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ پر پردہ کر رہی تھیں' وہ بیان کرتی ہیں

Marfat.com

هَانِیءٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ، فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِیءٍ. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ، قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ، مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُهٗ، فُلَانَ بْنَ هُبَیْرَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ یَا اُمَّ هَانِیءٍ، قَالَتْ اُمُّ هَانِیءٍ، وَذَاكَ ضُحًی.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۵۷۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ

اس حدیث کی مفصل تخریج صحیح البخاری: ۲۸۰ میں کردی گئی ہے۔)

کہ میں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ھانی بنت ابی طالب ہوں' آپ نے فرمایا: خوش آمدید! ام ھانیء' جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹ کر آٹھ رکعات نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا جس کو میں پناہ دے چکی ہوں وہ فلاں بن ھبیرہ ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ھانیء جس کو تم نے پناہ دی ہے' اس کو ہم نے پناہ دی' حضرت ام ھانیء نے کہا: وہ چاشت کا وقت تھا۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے کی توجیہ اور حضرت ام ھانیء کا تعارف

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ام ھانیء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے کہا: میری ماں کا بیٹا یہ کہتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرے گا' جس کو میں پناہ دے چکی ہوں۔

حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے اپنے بھائی کو ''میری ماں کا بیٹا'' اس طرح کہا' جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ. (طٰہٰ: ۹۴) اے میری ماں کے بیٹے! میری ڈاڑھی نہ پکڑیے۔

بھائی کے بجائے ماں کا بیٹا کہنے میں ان کی شفقت کو زیادہ متوجہ کرنا ہے۔

حضرت ام ھانیء کا نام فاختہ ہے' ھانی ان کے بیٹے کا نام ہے' وہ اس کنیت سے مشہور ہو گئیں۔ حضرت ام ھانی فتح مکہ کے سال اسلام لائی تھیں۔

فلاں بن ھبیرہ کے مصداق کا تعین

اس حدیث میں مذکور ہے: فلاں بن ھبیرہ۔ حضرت ام ھانیء کے خاوند کا نام ھبیرہ بن ابی وہب بن عمر المخزومی ہے' حضرت ام ھانیء سے ھبیرہ کی یہ اولاد تھی: عمر' ھانیء' یوسف اور جعدہ' اور فلان ابن ھبیرہ کی تفسیر میں کافی اختلاف ہے۔ امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ نے حضرت ام ھانیء سے روایت کیا ہے: فتح مکہ کے دن میرے پاس میرے دو مشرک دیور آئے' میں نے ان کو پناہ دے دی' پھر حضرت علی آئے' وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' اس وقت آپ مکہ کے بالائی حصہ میں ایک خیمہ میں تھے' الحدیث۔ اس حدیث میں مذکور ہے: ہم نے اس کو پناہ دے دی جس کو تم نے پناہ دے دی' اور ہم نے اس کو امن میں رکھا جس کو تم نے امن میں رکھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۱۳- ج ۲۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ام ھانیء کی مراد ان کا ھبیرہ سے ایک بیٹا اور ایک لے پالک تھا' علامہ عینی نے کہا ہے: حضرت ام ھانیء کی اس سے مراد ھبیرہ کا وہ بیٹا ہے' جو حضرت ام ھانیء کے علاوہ اس کی دوسری بیوی سے تھا' راوی اس کا نام بھول گیا اور اس کو فلاں بن ھبیرہ سے تعبیر کیا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ معجم طبرانی میں ام ھانیء کے دو دیوروں کو پناہ دینے کا ذکر ہے اور امام

Marfat.com

بخاری نے جو ابوالنضر کی روایت ذکر کی ہے' اس میں ایک بیٹے کا ذکر ہے؟ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں کوئی حرج نہیں' ابوالنضر دوسرے کا ذکر کرنا بھول گیا' جیسا کہ وہ اس ایک کا نام بھول گیا اور فلاں سے تعبیر کیا۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل

اس حدیث میں ذکر ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل فرما رہے تھے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا پردہ کر رہی تھیں' اس سے معلوم ہوا کہ مردوں پر عورتوں کا پردہ کرنا جائز ہے' پھر آپ نے حضرت ام ھانی ء کو مرحباء کہا' اس سے معلوم ہوا جو شخص زیارت اور ملاقات کے لیے آئے' اس کو مرحبا اور خوش آمدید کہنا چاہیے' نیز اس حدیث میں چاشت کی آٹھ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آزاد مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' خواہ مشرک ایک ہو یا متعدد ہوں' پھر جس کو اس نے پناہ دے دی ہو' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو قتل نہ کرنے میں کوئی خرابی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۹۵۔ ۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، عَنِ الصَّلٰوةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟ [طرف الحدیث: ۳۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۱۱۲۸' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۷' مسند الحمیدی: ۹۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۸۳' المنتقی: ۱۷۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶' شرح السنۃ: ۵۱۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۷۔ ۲۳۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۱۔ ج ۱۲ ص ۱۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید: ۴۷۶۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اس کا مفاد یہ ہے کہ ایک کپڑے میں بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کا جواز اور ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف ہے۔

امام عبدالرزاق نے از ابن عیینہ از عمرو از حسن بصری روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہوا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھی ہے' لہٰذا آج بھی ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: یہ اس وقت جائز تھا' جب لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہیں تھے' لیکن اب جب کہ لوگوں کو زیادہ کپڑے میسر ہیں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے گی' پھر

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: صحیح بات وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہی ہے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

امام طحاوی نے کہا: احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھی ہے' جب کہ دوسرا کپڑا ابھی موجود تھا' کیونکہ جب کسی شخص نے سوال کیا کہ آیا ایک کپڑے کے ساتھ نماز ہو جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ اور یہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوں' اس کا بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے' جس کو صرف ایک کپڑا میسر ہو۔

اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں' اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ایک سے زیادہ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحیح تو وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب نے کہا ہے' لیکن حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اجتہاد میں کوئی کوتاہی نہیں کی' اور حضرت عمر کا یہ قول حضرت ابن عمر کے اس قول سے اولیٰ ہے' جو ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵- بَابُ اِذَا صَلّٰی فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ

جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس (کے سروں) کو اپنے کندھوں پر ڈال لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھے تو وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانب سے ڈال لے' دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر' پھر ان میں گرہ لگا لے' جیسا کہ ابواب سابقہ میں گزر چکا ہے۔

۳۵۹- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ اَبِى الزِّنَادِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّى اَحَدُكُمْ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ' لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَىْءٌ.

[طرف الحدیث: ۳۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الزناد از عبد الرحمان الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۵۱۵' الرقم المسلسل: ۵۱۵' سنن ابوداؤد: ۶۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۹' سنن نسائی: ۷۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۶' مسند الحمیدی: ۹۶۴' سنن دارمی: ۱۳۷۸' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۵' مصنف عبد الرزاق: ۱۳۷۵' مسند ابویعلیٰ: ۶۲۶۲' شرح السنۃ: ۵۱۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۳۰۲۔ ج ۱۲ ص ۲۵۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن جوزی: ۶۵۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔

تہبند کے سروں کو کندھوں پر ڈال کر باندھنے کے حکم کی وجہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے والے کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر ڈال لے' اس کی

Marfat.com

وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے تہبند کے سروں کو اپنے کندھوں پر مخالف جانبوں سے نہیں باندھے گا تو یہ خطرہ ہوگا کہ اس کو نماز میں اپنی شرم گاہ دکھائی دے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے متعلق تمام احادیث شرح صحیح مسلم: ۱۰۶۲۔ ۱۰۵۰۔ ج ا ص ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۱ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کا یہ عنوان ہے: عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

۳۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِى كَثِيْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ، اَوْ كُنْتُ سَأَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى فِى ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۸۰۷، مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۵۰۷، ریاض)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از عکرمہ' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' یا یحییٰ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی' وہ اس کے دونوں سروں کو ایک دوسرے کی مخالف جانب رکھے (یعنی دایاں سرا بائیں کندھے پر اور بایاں سرا دائیں کندھے پر رکھ کر ان میں گرہ لگا دے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۹ میں کر دی گئی ہے۔

٦ - بَابُ اِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا جب کپڑا تنگ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس صرف ایک کپڑا ہو اور وہ تنگ ہو یعنی کھلا نہ ہو تو وہ اس کپڑے کو کس طرح پہن کر نماز پڑھے۔

۳۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى بَعْضِ اَسْفَارِهِ، فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ اَمْرِى، فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّى، وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ، فَاشْتَمَلْتُ بِهِ، وَصَلَّيْتُ اِلٰى جَانِبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰى يَا جَابِرُ؟ فَاَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِى، فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِى رَاَيْتُ؟ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا، يَعْنِى ضَاقَ، قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ، وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ.

(صحیح مسلم: ۵۱۸، الرقم المسلسل: ۱۱۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۲، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۰۳۔ ج ۲۲ ص ۱۱۴ موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از سعید بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا' پھر میں اپنے کسی کام سے رات کے وقت آپ کے پاس آیا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا اور مجھ پر اس وقت (صرف) ایک کپڑا تھا' میں نے اس کو اپنے گرد لپیٹ لیا اور آپ کی ایک جانب نماز پڑھنے لگا' جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! رات کو کس لیے آئے ہو؟ تو میں نے آپ کو اپنی حاجت کی خبر دی' پس جب میں فارغ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمہارے اوپر یہ کیسا کپڑا لپٹا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: یہ کپڑا تنگ تھا' آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اگر کپڑا وسیع ہو تو اس کو لپیٹ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہبند باندھ لیا کرو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن صالح ابو زکریا الوحاظی الحمصی' یہ حافظ اور فقیہ ہیں' ۲۲۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) سعید بن الحارث' یہ مدینہ کے قاضی تھے (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما' ان کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۰)

حدیث: ۳۶۱ کے حدیث: ۳۵۹ سے تعارض کا جواب' نماز میں کسی کا ستر دیکھنے سے خود کو محفوظ رکھنا' اور حکام کے پاس رات کو جانا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث (۳۶۱) حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے' جس میں آپ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو'' (حدیث: ۳۵۹) آپ نے اس ایک کپڑے سے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ اتنا وسیع کپڑا ہو کہ اس کو لپیٹنا ممکن ہو اور اگر وہ اتنا وسیع کپڑا نہ ہو' جس کو لپیٹا جا سکے تو اس کا تہبند باندھ لیا جائے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بہ ظاہر اس باب کی حدیث (۳۶۱) کے وہ حدیث معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو'' (حدیث: ۳۵۹) اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ اس کے دو سروں کو وہ اپنے کندھوں پر نہ ڈال سکے تو اس کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ اس کپڑے کو تہبند کی طرح باندھ لے' اس طرح ان دونوں حدیثوں کا تعارض دور ہو جائے گا اور ان میں تطبیق ہو جائے گی۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: امام طحاوی کے قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی چادروں کی اپنے کندھوں پر گرہ لگاتے تھے' جن کے پاس ایک کے سوا دوسری چادر نہیں ہوتی تھی' کیونکہ اگر ان کے پاس دوسری چادر بھی ہوتی تو وہ اس کو ضرور نماز میں پہنتے اور پھر عورتوں سے یہ فرمانے کی ضرورت نہ پیش آتی کہ تم اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھانا حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ان کا تہبند چھوٹا تھا اور سجدہ میں وہ سمٹ کر ان کی پشت پر آ جاتا تھا' جس سے ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی' پھر جب ان کو بڑی قمیص لا کر دی گئی تو انہوں نے کہا: مجھے جتنی خوشی اس قمیص سے ہوئی' اتنی خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہوئی' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ تہبند چھوٹا ہونے کی وجہ سے یا ہوا کے اڑانے کی وجہ سے امام کا ستر کھل جائے اور وہ فوراً اس کو درست کر لے تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جب اس صورت میں امام کی نماز نہیں ٹوٹتی تو مقتدی کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور کسی کی شرم گاہ پر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لی جائے' اس میں کوئی گناہ نہیں' گناہ کبیرہ یہ ہے کہ کسی اجنبی کی شرم گاہ کو قصداً دیکھا جائے' اس پر توبہ کرنا لازم ہے' اسی وجہ سے نماز میں عورتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس وقت تک سجدہ سے اپنے سروں کو نہ اٹھائیں' حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں' مبادا کسی مرد کا سجدہ میں ستر کھل جائے اور

Marfat.com

اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

نبی ﷺ نے حضرت جابر سے پوچھا: تم رات کو کیسے آئے' کیونکہ بغیر کسی ضرورت کے رات کو آپ کے پاس کوئی نہیں آتا تھا' اور جب آپ نے سوال کیا تو حضرت جابر نے اپنی ضرورت بتائی اور آپ نے ان کی ضرورت پوری کی' اس سے معلوم ہوا کہ اپنی ضرورت کی وجہ سے رات کو حکام کے پاس جانا جائز ہے' کیونکہ وہ تخلیہ کا وقت ہوتا ہے اور وہ تسلی سے اپنی بات سنا سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۰۔۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۶۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَاقِدِيْ أُزْرِهِمْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ، كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ، وَقَالَ لِلنِّسَاءِ، لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا. [اطراف الحدیث: ۸۱۴۔۱۲۱۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے ساتھ مرد اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ ان کا تہبند بچوں کی طرح ان کی گردنوں پر بندھا ہوتا تھا' اور نبی ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: تم اپنے سروں کو سجدہ سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

(صحیح مسلم: ۴۴۱' الرقم المسلسل: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۶۳۰' سنن نسائی: ۷۶۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۴۔۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۷۶۳' صحیح ابن حبان: ۲۳۰۱' المعجم الکبیر: ۵۹۶۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۴۲۔۷۵۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۵۶۲۔ ج ۲۴ ص ۳۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب چادر اتنی بڑی ہو کہ اس کو اپنے کندھوں پر لپیٹا جا سکتا ہو تو وہ اس کا تہبند باندھنے سے افضل ہے' اس حدیث میں عورتوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ مردوں کے سیدھا بیٹھنے سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں' مبادا ان کی نظر مردوں کے ستر پر پڑ جائے' ''مسند احمد'' اور ''سنن ابوداؤد'' میں حضرت اسماء بنت ابی بکر سے صراحۃً یہ حدیث مروی ہے کہ عورت اپنے سر کو نہ اٹھائے' حتیٰ کہ مرد اپنے سروں کو اٹھالیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس حدیث کو نقل کیا ہے' اس کا مکمل متن اس طرح ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے جو عورتیں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں' وہ (سجدے سے) اپنے سروں کو نہ اٹھائیں حتیٰ کہ ہم اپنے سروں کو نہ اٹھالیں' اس کو ناپسند کرتے ہوئے کہ مردوں کے تہبند چھوٹے ہونے کی وجہ سے عورتوں کی نظر مردوں کی شرم گاہ پر پڑ جائے' اس زمانہ میں مرد چھوٹے تہبند باندھا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۸۵۱' مصنف عبد الرزاق: ۵۱۰۹' المعجم الکبیر: ۲۶۰۔ ج ۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۱' مسند الحمیدی: ۳۲۷' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۴۷۔ ج ۴۴ ص ۵۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے شواہد حسب ذیل ہیں' یعنی یہ حدیث درج ذیل صحابہ سے بھی مروی ہے:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۰۹۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' مسند احمد: ۱۴۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

Marfat.com

(۳) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' مسند احمد: ۱۵۵۶۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اختصار اور روایت بالمعنی کے اعتبار سے نقل کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۸۹۰۔ ج ا ص ۴۳۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷- بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ جبہ شامیہ پہن کر نماز پڑھنا

جبہ کا معنی ہے: لمبا کوٹ' یہ کندھوں سے لے کر ٹخنوں تک کا لباس ہے' یہ درمیان سے کوٹ اور شیروانی کی طرح کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بٹن لگے ہوئے ہوتے ہیں' شامیہ کا معنی ہے: شام کا بنا ہوا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد وہ جبہ ہے جس کو کفار نے بُنا ہو' یہ جبہ غزوۂ تبوک میں حاصل ہوا تھا اور شام میں اس وقت کفار کی حکومت تھی' اور یہ اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا۔ اس تاویل سے ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' جب تک کہ اس کے اوپر کوئی نجاست دکھائی نہ دے۔

امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوْسُ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا. حسن (بصری) نے کہا: جن کپڑوں کو مجوس نے بُنا ہو' ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کو نعیم بن حماد نے از معتمر از ہشام روایت کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں: اس کپڑے کو دھونے سے پہلے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' جس کو مجوس نے بُنا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۳) اس کے بعد دوسری تعلیق ہے:

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَاَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ. اور معمر نے کہا: میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے ان کپڑوں کو پہنتے تھے' جن کو پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق: ۱۴۹۸ میں مذکور ہے۔

وَصَلّٰی عَلِیٌّ فِیْ ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر دھلے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھی۔

اس حدیث کو امام ابن سعد نے از عطاء بن محمد روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ بغیر دھلی ہوئی سوتی قمیص پہن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: ان تینوں آثار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دھونے کے بعد ان کپڑوں کو بھی پہننا جائز ہے جن کو پیشاب سے رنگا جاتا ہے اور نئے کپڑوں کو دھونے سے پہلے پہننا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۴)

کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تاہم امام مالک نے ان کے بُنے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' انہوں نے کہا: جس شخص نے ان کے بُنے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھی ہے' وہ نماز کو اس کے وقت میں دہرائے' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کے بنائے ہوئے لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے' خواہ ان کو نہ دھویا

Marfat.com

جائے جب تک کہ اس میں نجاست ظاہر نہ ہو' مگر امام ابوحنیفہ نے کہا ہے: میں کہتا ہوں کہ مسلمان ان کی بنائی ہوئی شلوار اور تہبند کو بغیر دھوئے ہوئے پہنے تو میرے نزدیک وہ مکروہ ہے اور اسحاق نے کہا: ان کے تمام کپڑوں کو پاک کیا جائے گا اور جبہ شامیہ کی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے پہلے اس کو دھویا تھا یا نہیں' اس لیے اس حدیث میں کسی کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے اور الزہری نے جو پیشاب سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھی تو یہ معلوم ہے کہ انہوں نے اس کپڑے کو دھوئے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کے بُنے ہوئے کپڑے کو دھوئے تا کہ اس کپڑے کی طہارت کا یقین ہو جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٦٣ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ مُغِيْرَةَ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ، خُذِ الْاِدَاوَةَ. فَاَخَذْتُهَا، فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ، فَقَضٰى حَاجَتَهٗ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ، فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهٗ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ، فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ اَسْفَلِهَا، فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ، فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ، وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ صَلّٰى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' آپ نے فرمایا: اے مغیرہ! (پانی کا) برتن اٹھا لو' میں نے برتن لے لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے حتیٰ کہ مجھ سے چھپ گئے' پھر آپ نے قضاء حاجت کی اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا' آپ اس آستین سے اپنا ہاتھ نکالنے لگے' وہ تنگ تھی' پس آپ نے اپنا ہاتھ آستین کے نیچے سے نکال لیا' میں نے آپ کے اوپر پانی ڈالا تو آپ نے نماز کا وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر آپ نے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: شامی جبہ پہن کر نماز پڑھنا۔

اس حدیث کے اہم فوائد اور مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سفر میں عالم اور استاذ کی خدمت کرنا اور اگر ضرورت ہو تو آستین کے نیچے سے ہاتھ نکالنا

(۲) تنگ آستین والے جبہ کو پہننے کا جواز

(۳) کفار کے بنائے ہوئے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز (اس کی تفصیل تعلیقات کی شرح میں گزر چکی ہے۔)

٨ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّيْ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں برہنہ ہونے کی کراہت

یہ باب اس امر کے بیان میں ہے کہ نماز یا غیر نماز میں برہنہ ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

٣٦٤ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں

Marfat.com

الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ، وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي، لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ، فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ، قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ، فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، فَمَا رُؤِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۱۵۸۲۔ ۳۸۲۹] (صحیح مسلم: ۳۴۰، الرقم المسلسل: ۷۵۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۱۴۰۔ ج ۲۲ ص ۳۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

نے سنا حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ نے تہبند باندھا ہوا تھا' آپ سے آپ کے چچا عباس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر تم اپنے تہبند کو اتار دو اور اس کو اپنے کندھوں کے اوپر پتھر کے نیچے رکھ دو' حضرت جابر نے کہا: پھر انہوں نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھوں پر رکھ دیا' سو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (۱) مطہر بن الفضل المروزی (۲) روح بن عبادہ التنیسی (۳) زکریاء بن اسحاق المکی (۴) عمرو بن دینار المکی (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' یہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کے احوال کو شامل ہے' اور عام ازیں کہ نماز ہو یا غیر نماز۔

تعمیر کعبہ اور آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تاریخ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

بعثت سے کافی پہلے کعبہ کی تعمیر ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نابالغ تھے اور آپ کی عمر اس وقت پندرہ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے' اور آپ پر قرآن نازل کیا جس نے آپ کو اس پر برانگیختہ کیا کہ آپ یہ حکم دیں کہ بیت اللہ میں کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا' اور آپ کے اس حکم نے جاہلیت کی ان عادات کو منسوخ کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کی شرم گاہوں کو دیکھتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکیزہ اخلاق اور شریفانہ خصائل پر پیدا کیا تھا' کیا تم نے نہیں دیکھا جب آپ کے چچا عباس نے آپ کا تہبند اتارا تو آپ بے ہوش ہو کر گر گئے اور اس کے بعد کسی نے آپ کو برہنہ نہیں دیکھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کم عمری میں آپ کو قبیح کاموں سے محفوظ رکھا' اور اخلاقِ جاہلیت سے آپ کی حفاظت کی' اس پر پہلے کلام گزر چکا ہے کہ آپ اعلانِ نبوت سے پہلے کفر اور گناہوں سے معصوم تھے' اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں پر منکشف ہو گئی تھی' کیونکہ تہبند اتارتے ہی آپ زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے تھے اور یہ کسی کی آپ پر نظر پڑنے سے پہلے ہوا' اور اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری تکریم یہ ہے کہ میں ختنہ کیا ہوا پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔ (تحفۃ المودود فی احکام المولود ص ۱۵۹)

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نازل ہوا اور اس نے میرا تہبند باندھ دیا۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۱۹۱۔ ۱۹۰' دار الوفا' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

جب نبی ﷺ کا تہبند آپ کے کندھے پر رکھا گیا تو آپ زمین پر گر گئے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو ادب سکھایا اور کسی اور کو آپ کی تادیب پر مامور نہیں کیا' اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کی نگرانی کرتا رہا' حتیٰ کہ افعالِ جاہلیت کو آپ کے نزدیک مکروہ بنا دیا اور آپ کو ان افعال سے محفوظ رکھا' حتیٰ کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر جاری نہیں ہوئی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کا آپ پر لطف وکرم تھا اور آپ میں محاسن کو جمع کرنا تھا۔

(المفہم ج ٦ ص ١١٨' دار ابن کثیر' بیروت' ١٤٢٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مرسل الصحابی ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس قصہ کے وقت موجود نہیں تھے' ہوسکتا ہے انہوں نے اس قصہ کو نبی ﷺ سے سنا ہو یا کسی اور صحابی سے سنا ہو' جو اس قصہ کے وقت موجود تھے' اور امام طبرانی نے اور ابونعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں از ابن لھیعہ از ابوالزبیر روایت کی ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا کوئی شخص برہنہ کھڑا ہو سکتا ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب کعبہ منہدم ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کے لیے قریش کا ہر خاندان پتھر لا رہا تھا اور نبی ﷺ عباس کے ساتھ پتھر لا رہے تھے اور انہوں نے اپنے کپڑے اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے اور اس سے پتھر اٹھانے کی طاقت حاصل کر رہے تھے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: پس میرا پیر مڑ گیا اور میں گر پڑا اور میرا کپڑا گر گیا' میں نے عباس سے کہا: میرا کپڑا لائیں' اس کے بعد میں کبھی برہنہ نہیں ہوا ماسوا غسل کرنے کے' لیکن ابن لھیعہ ضعیف راوی ہے' البتہ عبدالعزیز بن سلیمان نے اس کی ابوالزبیر سے متابعت کی ہے' جس کا ابونعیم نے ذکر کیا ہے' پس اگر یہ روایت محفوظ ہے تو فبہا ورنہ اس موقع پر صحابہ میں سے حضرت عباس موجود تھے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' پس ہوسکتا ہے کہ حضرت جابر نے ان سے اس حدیث کو سنا ہو۔

ابونعیم نے ''المعرفۃ'' میں اور ''دلائل'' میں از سماک بن حرب از عکرمہ از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد عباس بن عبد المطلب نے یہ حدیث بیان کی کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو دو دو آدمی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' پس میں نے اور میرے بھتیجے نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے نیچے رکھ لیے اور ہم ان پر پتھر رکھ رہے تھے' پس جب ہم لوگوں کے قریب پہنچتے تو ہم اپنے تہبند باندھ لیتے' پس جس وقت وہ میرے آگے چل رہے تھے تو وہ گر گئے' میں دوڑا تو ان کی نظر آسمان کی طرف تھی' میں نے پوچھا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: مجھے برہنہ چلنے سے منع کیا گیا ہے' حضرت عباس نے کہا: میں نے اس بات کو چھپا لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت کو ظاہر کر دیا' اس حدیث کی سند میں بھی ضعیف راوی ہیں۔

اسی طرح امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھا اور ہم نے اپنے اپنے تہبند اپنے کندھوں کے اوپر رکھے ہوئے تھے کیونکہ ہم پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے کہ اچانک کسی نے زور سے مجھے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھ لو' یہ ایک اور قصہ ہے۔ ازرقی نے اس سے دھوکا کھایا ہے اور کہا ہے: جب کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی ﷺ نو عمر لڑکے تھے۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام عبد الرزاق اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی ﷺ اجیاد سے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ پر ایک چادر تھی' وہ چادر تنگ ہو گئی تو آپ نے اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا' اس چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کی شرم گاہ ظاہر ہو گئی' پس ندا کی گئی: اے محمد! اپنی شرم گاہ ڈھانپیے' پھر اس کے بعد آپ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا' اس واقعہ اور آپ کی بعثت کے درمیان پانچ سال کا عرصہ تھا' اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (فتح الباری ج ٣ ص ١٥١-١٥٠ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

Marfat.com

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الزہری نے کہا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے' ابن بطال اور ابن التین نے کہا ہے: اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی' اور ہشام نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اور آپ کی بعثت میں پانچ سال کا عرصہ تھا' ایک قول یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب آپ کی عمر چھتیس سال تھی' امام بیہقی نے یہ ذکر کیا ہے کہ کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی' جب ابھی آپ نے حضرت خدیجہ سے نکاح نہیں کیا تھا' اور مشہور یہ ہے کہ قریش نے کعبہ کی تعمیر اس وقت کی' جب حضرت خدیجہ سے آپ کے نکاح پر دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور یہی وہ قول ہے جس کی تصریح امام محمد بن اسحاق نے کی ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ کعبہ کی تعمیر بعثت سے پندرہ سال پہلے ہوئی' یعنی اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی' امام ابن اسحاق کی سیرت میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں آپ کو کس طرح محفوظ رکھا' آپ نے بتایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا' جن سے لڑکے کھیل رہے تھے' ہم سب نے اپنا اپنا تہبند اپنے اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا' ہم اس پر پتھر رکھ رہے تھے' ہم سب برہنہ ہو گئے تھے' میں اسی طرح آگے جا رہا تھا کہ کسی نے مجھے زور سے مکا مارا' پھر کہا: اپنا تہبند باندھو' پھر میں نے اپنا تہبند باندھ لیا' پھر میں تہبند باندھے ہوئے اپنے کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہا تھا' سہیلی نے کہا ہے: اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر آپ کی برہنگی کا واقعہ دو بار ہوا ہے' آپ کے بچپن میں اور تعمیر کعبہ کے وقت۔ (میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷-۱۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کے واقعہ کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ کعبہ کی تعمیر کے وقت میں کافی اضطراب ہے' الزہری نے کہا ہے: کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ بالغ نہیں ہوئے تھے۔ قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ کسی نابالغ لڑکے سے تو اس کا چچا شفقت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لو تا کہ تمہیں پتھر نہ چبھیں اور مشہور قول کے مطابق کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی' جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی اور پینتیس سال کے مرد سے یہ کہنا متصور نہیں ہے کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیں اور نہ ہی اس مرد کا تہبند اتارنا متصور ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ حضرت جابر سے روایت کیا گیا ہے' اگر یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہو تو پھر اس روایت کے صحیح ہونے کی ایک وجہ ہے جیسا کہ امام ابن شہاب زہری' قاضی عیاض اور علامہ قرطبی نے کہا ہے اور اگر کعبہ کی تعمیر اس وقت ہوئی تھی جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی' جیسا کہ مشہور قول ہے تو پھر ہمارے نزدیک آپ کے تہبند اتارنے کا واقعہ درایۃً صحیح نہیں ہے۔ ہم نے تبیان القرآن' سورۃ الاعراف: ۲۸ کی تفسیر میں ج ۴ ص ۱۰۴-۱۰۲ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

اجنبی لوگوں کے سامنے برہنہ ہونے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا' جب میں اس کو اٹھا کر چل رہا تھا تو میرا تہبند گر گیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنا کپڑا اٹھاؤ اور برہنہ نہ چلو۔ (صحیح مسلم: ۳۴۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۱۶)

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم اپنی شرم گاہیں کس کے سامنے ظاہر کریں اور کس سے چھپائیں؟ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی اور اپنی باندی کے سوا سب سے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو' میں نے کہا: جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہوں؟ آپ نے فرمایا: جب تم اس کی طاقت رکھتے ہو کہ تمہاری شرم

Marfat.com

گاہ کو کوئی نہ دیکھے تو کوئی نہ دیکھے، میں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اکیلا ہو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۱۷، سنن ترمذی: ۲۷۹۴)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کی برہنگی نہ دیکھے اور کوئی عورت دوسری عورت کی برہنگی نہ دیکھے۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۷۴۳، سنن ابوداؤد: ۴۰۱۸، سنن ترمذی: ۲۷۹۳، سنن ابن ماجہ: ۶۶۱)

شرم گاہ کو چھپانے میں فقہاء کی تصریحات

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا اس طرح برہنہ ہونا جائز نہیں ہے کہ دیکھنے والے کو اس کی شرم گاہ نظر آئے اور نہ اس کا برہنہ ہو کر چلنا جائز ہے کہ اس کی شرم گاہ اجنبی لوگوں سے محفوظ نہ ہو اور اس کا خلوت میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں ہے، ماسوا اس کے غسل کے وقت یا اس کی بیوی کے سامنے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی شخص اپنی شرم گاہ کو کھولتا ہے تو فرشتہ اس سے اعراض کرتا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا: میں اندھیری جگہ بیٹھ کر غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے سیدھا کھڑا نہیں ہوتا، لیکن یہ استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں، توضیح میں مذکور ہے کہ جب ہم نے خلوت میں بھی ستر کو واجب کیا ہے تو آیا دریا اور چشمہ میں بغیر تہبند کے غسل کرنے کے لیے اترنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ نہیں، دوسرا یہ کہ ہاں، کیونکہ دریا اور چشمہ کا پانی شرم گاہ کو چھپانے میں تہبند کے قائم مقام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۰۷، دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۲۱ ھ)

* اس باب کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۶۸۰۔ ج ۱ ص ۱۰۳۳ پر مذکور ہے، وہاں اس کی مفصل شرح نہیں کی گئی، صرف ایک فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۹- بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْقَمِيْصِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی میں نماز پڑھنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کپڑوں میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے، قمیص، شلوار، جانگیہ اور شیروانی یا اچکن لباس کے معروف نام ہیں۔

۳۶۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ؟ فَقَالَ أَوَ كُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟ ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ، فَقَالَ إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوْا، جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلّٰى رَجُلٌ فِيْ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ، فِيْ إِزَارٍ وَقَمِيْصٍ، فِيْ إِزَارٍ وَقَبَاءٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ، فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَبَاءٍ، فِيْ تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ، فِيْ تُبَّانٍ وَقَمِيْصٍ، قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِيْ تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑا ہوا اور اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں، پھر ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو تم وسعت کو اختیار کرو، ایک شخص نے اپنے اوپر اپنے کپڑے جمع کیے اور نماز پڑھی اور ایک شخص نے تہبند اور چادر میں نماز پڑھی، اور ایک شخص نے تہبند اور قمیص میں نماز پڑھی، اور ایک شخص نے

Marfat.com

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۲۶۴' مکتبۃ الرشد ۱۴۲۶ھ)

شیروانی اور چادر میں نماز پڑھی اور ایک شخص نے شلوار اور قمیص میں نماز پڑھی' اور ایک شخص نے شلوار اور شیروانی میں نماز پڑھی' اور ایک شخص نے جانگیہ اور قمیص میں نماز پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھی۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن جب کسی شخص کے پاس زیادہ کپڑے ہوں تو ایک سے زیادہ کپڑوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے' اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۸ کا مطالعہ کیجئے۔

٣٦٦ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ؟ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ، وَلَا السَّرَاوِيلَ، وَلَا الْبُرْنُسَ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ، وَلَا وَرْسٌ، فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ، وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَعَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. (جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۵۰' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: وہ قمیص نہ پہنے اور شلوار نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے اور زعفران اور خوشبودار گھاس سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور جس کو جوتے نہ ملیں تو وہ موزے پہن لے اور موزوں کو نیچے سے کاٹ لے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں' اور از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴ میں کردی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: "جس نے سائل کے سوال سے زیادہ جوابات دیئے" اور یہاں متعدد کپڑوں میں نماز پڑھنے کے بیان میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں باتیں ہیں۔

١٠ - بَابُ مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ — جس شرم گاہ کو چھپایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے' شرم گاہ سے مراد وہ اعضاء ہیں' جن کو دکھانے سے انسان کو حیاء آتی ہے اور جن کو ظاہر کرنا عرف میں معیوب سمجھا جاتا ہے۔

٣٦٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

[اطراف الحدیث: ۱۹۹۱-۲۱۴۴-۲۱۴۷-۵۸۲۰-۵۸۲۲-۶۲۸۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے منع فرمایا کہ شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' سنن نسائی: ۵۳۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۶-۴۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس کی شرم گاہ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

Marfat.com

صماء اور احتباء کا معنی

صماء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان تہبند باندھے اور آگے سے یا پیچھے سے تہبند اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لے' جس سے اس کی اگلی یا پچھلی شرم گاہ کھل جائے۔

اور احتباء لباس کی اس قسم کو کہتے ہیں کہ مثلاً انسان نے صرف تہبند باندھا ہوا ہو اور وہ اپنی مقعد زمین پر ٹکا کر دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھ جائے' اس طرح بیٹھنے میں یہ خطرہ ہے کہ اس کی شرم گاہ کھل جائے گی اور دکھائی دے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۲)

٣٦٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ، وَاَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ، وَاَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۴۔ ۵۸۸۔ ۱۹۹۲۔ ۲۱۴۵۔ ۲۱۴۶۔ ۵۸۱۹۔ ۵۸۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی بیع سے منع کیا: اللماس اور النباذ اور اشتمال الصماء سے منع کیا اور ایک کپڑے میں بہ طور احتباء بیٹھنے سے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۱۲' سنن ابوداؤد: ۳۳۷۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۷۔ ۳۵۵۹' سنن ترمذی: ۱۳۱۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹' جامع المسانید ابن الجوزی: ۴۳۵۰)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صماء اور احتباء کی ممانعت میں ہے' کیونکہ لباس کی اس قسم سے شرم گاہ کھل جاتی ہے اور باب کا عنوان ہے: شرم گاہ کو چھپانا۔

بیع لماس کا معنی

''لماس'' اور ''ملامسہ'' کا معنی ہے: ایک دوسرے کو چھونا اور اس کی حسب ذیل تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع (بیچنے والا) ایک پیکٹ میں خریدار کو کپڑا دے یا اندھیرے میں دے اور اس سے کہے: میں نے اتنے روپے میں تم کو یہ کپڑا فروخت کیا' بہ شرطیکہ تم اس کو چھو کر دیکھ لو اور تمہارا چھونا تمہارے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور پھر دیکھنے کے بعد تم کو اسے واپس کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

(۲) بائع صرف چھونے کو بیع قرار دے کہ جس نے اس چیز کو چھو لیا اس کی بیع ہو گئی اور اسے وہ چیز خریدنی ہوگی۔

(۳) بائع یہ کہے کہ جب تم نے اس چیز کو چھو لیا تو بیع ہو گئی اور پھر تمہارے لیے خیار مجلس نہیں ہوگا۔

''بیع النباذ'' اور ''منابذہ'' کا معنی

''منابذہ'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پھینکنا اور اس کی بھی حسب ذیل تاویلات ہیں:

(۱) بائع صرف پھینکنے کو بیع قرار دے اور یہ کہے کہ جب میں نے تمہاری طرف اس چیز کو پھینک دیا تو تمہیں رد کرنے کا اختیار نہیں رہے گا۔

(۲) یا اس سے مراد ہے: کنکری پھینکنا اور اس کی بھی تین تاویلات ہیں:

(۱) بائع یہ کہے کہ میں جس کپڑے یا جس چیز پر کنکری پھینک دوں گا' اس چیز کا خریدنا تم پر واجب ہوگا اور تمہارا اختیار منقطع ہو جائے گا۔

Marfat.com

(۲) بائع یہ کہے کہ جب تک میں کنکری پھینکتا ہوں' تمہیں اختیار ہے اور جب میں نے کنکری پھینک دی تو تمہارا اختیار نہیں رہے گا۔

(۳) وہ صرف کنکری پھینکنے کو بیع قرار دے اور کہے کہ میں نے جس چیز پر کنکر پھینک دیا' اس کی اتنے روپے کے عوض بیع ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٩ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ، فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ، نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ، وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ. [اطراف الحدیث: ۱۶۲۲۔ ۳۱۷۷۔ ۴۳۶۳۔ ۴۶۵۵۔ ۴۶۵۶۔ ۴۶۵۷]

(صحیح مسلم: ۱۳۴۷' الرقم المسلسل: ۳۲۲۹' سنن نسائی: ۲۹۵۷' سنن ابوداؤد: ۱۹۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی ازعم خود' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج میں یوم النحر کو اعلان کرنے والوں میں بھیجا کہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔ حمید بن عبد الرحمان نے کہا: پھر ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ براءت کا اعلان کریں' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہمارے ساتھ حضرت علی نے یوم النحر (قربانی کے دن) کو اہل منیٰ میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) اسحاق بن ابراہیم' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں صرف اسحاق کا ذکر ہے اور نسبت کا ذکر نہیں ہے' اسی وجہ سے حفاظ نے اس میں تردد کیا ہے' بعض نے کہا: یہ اسحاق بن منصور ہے' بعض نے کہا: اسحاق بن ابراہیم ہے' اور مشہور اسحاق بن راھویہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک یعقوب بن ابراہیم سے روایت کرتا ہے اور جس نسخہ میں اسحاق بن ابراہیم ہے' وہ زیادہ صحیح ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد' یہ عبد الرحمان بن عوف کے نواسے ہیں (۳) ابن شہاب کے بھتیجے' وہ محمد بن عبد اللہ الزہری کے بھتیجے ہیں' اور الزہری محمد بن مسلم بن شہاب ہیں (۴) ان کے چچا اور وہ الزہری ہیں (۵) حمید بن عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۵۔ ۱۱۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: "کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے"۔ یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کس سال میں حج کا امیر بنایا گیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: "اس حج میں"۔ اس سے مراد وہ حج ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنایا تھا' یہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے تھا' اور یہ نو ہجری کا سال تھا۔

Marfat.com

اعلانِ براءت کا قرآن مجید میں ذکر

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعلان کرنے والوں میں'' وہ جماعت جو قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کر رہی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا' اور کوئی شخص کعبہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا' قرآن مجید میں ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ. (التوبہ: ۳)　اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن اعلان عام ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے: ''یوم الحج الاکبر'' قربانی کا دن ہے' مشہور یہ ہے کہ ''الحج الاکبر'' حج ہے اور ''حج اصغر'' عمرہ ہے اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو' وہ حج اکبر ہے اور اس حج میں ستر حج کا ثواب ہوتا ہے۔ شرح صحیح مسلم (ج ۳ ص ۶۹۲ ـ ۶۸۸) میں' میں نے اس کی کافی تحقیق کی ہے۔ ۱۹۹۴ء میں جب میں نے حج کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حج اکبر عطا کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ براءت کے لیے بھیجنے کی حکمت

پھر حضرت ابوبکر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو بھیجا' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کو بھیجا' حضرت ابوبکر کے روانہ ہونے کے بعد سورۂ توبہ کا ابتدائی حصہ نازل ہوا' پس کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر آپ حضرت ابوبکر کو بھیج دیتے کہ وہ لوگوں کے سامنے حج کے موقع پر مشرکین سے براءت کی آیات پڑھتے' تو آپ نے فرمایا: مشرکین سے براءت کی آیات کو وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو میرا قریبی رشتہ دار ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: تم جاؤ اور قربانی کے دن منیٰ میں لوگوں کے سامنے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھنا جن میں مشرکین سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے' پھر حضرت علی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی العضباء پر سوار ہوئے' حتیٰ کہ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت ابوبکر سے مل گئے' حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کی آواز سنی' دیکھا تو وہ حضرت علی تھے' حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حج کا امیر بنا دیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! لیکن مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کے سامنے اعلانِ براءت میں کروں' حضرت ابوبکر نے پھر پوچھا کہ آپ امیر ہیں یا مامور ہیں؟ حضرت علی نے کہا: بلکہ میں مامور ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین سے اعلانِ براءت صرف وہ شخص کر سکتا ہے' جو آپ کے اہل بیت سے ہو۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوبکر واپس گئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میرے متعلق کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور انہوں نے کہا: آپ کی طرف سے یا آپ خود معاہدہ فسخ کریں گے یا آپ کا قریبی رشتہ دار' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعلانِ براءت کرانے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلانِ براءت معاہدہ توڑنے کے اعلان کو متضمن ہے اور عرب میں یہ دستور تھا کہ معاہدہ باقی رکھنے یا توڑنے کا اعلان یا تو صاحب معاہدہ خود کرتا تھا یا اس کا قریبی رشتہ دار' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چاہا کہ مشرکین کے ساتھ صلح کا جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا گیا تھا' اس کو توڑنے کا اعلان آپ کا قریبی رشتہ دار کرے' تا کہ اس میں کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں برہنہ طواف کو باطل کر دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ شرم گاہ کو چھپانا واجب ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۱۶ ـ ۱۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۱۸۳۔ ج ۳ ص ۶۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب ② ۹ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب ③ حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے کا سبب ④ حضرت ابوبکر کو احکامِ حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلانِ براءت کرانے میں حکمت ⑤ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ ⑥ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ ⑦ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ ⑧ کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ ⑨ موقف احناف پر احادیث سے دلائل ⑩ ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات ⑪ یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال ⑫ یوم حج اکبر کے متعلق احادیث ⑬ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق ⑭ حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق ⑮ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات ⑯ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت۔

* یہ بحث شرح صحیح مسلم میں ص ۶۷۷ سے ۶۹۲ تک پھیلی ہوئی ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

بغیر چادر کے نماز پڑھنا

۳۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي الْمَوَالِيْ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ' وَرِدَاؤُهٗ مَوْضُوْعٌ' فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ' تُصَلِّيْ وَرِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ؟ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَّرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ' رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ هٰكَذَا.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۸۶۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الموالی نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' اس وقت وہ ایک کپڑے کو اپنے گرد لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی' جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم نے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کی چادر رکھی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے یہ پسند کیا کہ تم ایسے جاہل مجھ کو دیکھ لیں' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲ میں کر دی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ''نماز میں تہبند کو گدی پر باندھنا'' اور یہاں اس کا عنوان ہے: ''بغیر چادر کے نماز پڑھنا'' اور یہ دونوں امر اس حدیث میں موجود ہیں۔

۱۲ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

ران کے متعلق جو احادیث ذکر کی جاتی ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران شرم گاہ ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ سابقہ ابواب میں نماز میں کندھوں پر کپڑا باندھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا ران کو کپڑے سے ڈھانپنا چاہیے یا نہیں۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' وَجَرْهَدٍ' وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام ابو عبد اللہ نے کہا از حضرت ابن عباس و حضرت جرھد و حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی گئی ہے کہ ران

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ. شرم گاہ ہے۔

تعلیقات مذکورہ ذیل سے امام بخاری کا یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ ہے

اس تعلیق کی اصل یہ احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۵)

حضرت جرہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں جرہد کے پاس سے گزرے' اس وقت حضرت جرہد کی ران کھلی ہوئی تھی' تو آپ نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۹۵' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۸)

عبداللہ بن جرہد اسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۷۹۷)

امام ترمذی نے کہا: اس باب میں عبداللہ بن جحش سے بھی روایت کی گئی ہے (وہ حسب ذیل ہے:)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' آپ کا معمر پر گزر ہوا' اس وقت ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں' تو آپ نے فرمایا: اے معمر! اپنی رانوں کو ڈھکو کیونکہ ران شرم گاہ ہے۔

(المعجم الکبیر: ۵۵۵۔ ۵۵۴۔ ۵۵۳۔ ۵۵۲۔ ۵۵۱۔ ج ۱۹ ص ۲۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

تعلیقات مذکورہ ذیل سے یہ ثابت کرنا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے

وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ. اور امام بخاری نے کہا: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا اٹھایا۔

اس تعلیق کو خود امام بخاری حدیث: ۳۷۱ میں سند موصول سے روایت کر رہے ہیں۔

وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ، وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ. حضرت انس کی حدیث کی سند زیادہ قوی ہے اور حضرت جرہد کی حدیث میں احتیاط ہے' حتیٰ کہ ہم ان کے اختلاف سے نکل جائیں۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ران کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ ران کو شرم گاہ قرار دیا جائے۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ. اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانپ لیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرے میں لیٹے ہوئے تھے' آپ نے اپنی رانوں یا پنڈلیوں کو کھولا ہوا تھا' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں تھے' پس ان سے باتیں کرتے رہے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے' پھر حضرت عثمان داخل ہوئے' پس آپ نے ان سے باتیں کیں' جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت ابوبکر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی' پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی اور کوئی اہتمام نہیں کیا' پھر جب

Marfat.com

حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ نے فرمایا: میں اس شخص سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے فرشتے (بھی) حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم:۲۴۰۱ الرقم المسلسل:۶۰۹۲)

حضرت ابوموسیٰ کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر گھٹنوں کو ڈھانپ لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے: آپ نے رانوں کو کھولا ہوا تھا اور حضرت عثمان کے آنے پر ان کو ڈھانپ لیا' ان تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ رانوں کے شرم گاہ ہونے یا نہ ہونے میں احادیث مختلف ہیں اور حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

جب ران شرم گاہ نہیں ہے تو پھر حضرت جرہد کی حدیث میں اس کو شرم گاہ کہنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' ورنہ حضرت ابوبکر اور عمر کے آنے پر ران کو کھلا نہ رکھتے' اس سے معلوم ہوا کہ ران کا شرم گاہ ہونا اس قدر قوی نہیں ہے جتنا کسی چیز کے شرم گاہ ہونے کے لیے قوی الثبوت ہونا چاہیے' اس کے باوجود ران کو ڈھانپنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: ران کو ڈھانپنے کا اس لیے حکم دیا جاتا ہے کہ ران کا کھلا ہونا کہیں اصل شرم گاہ کے کھلے ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ران شرم گاہ ہے' چونکہ ران شرم گاہ کے قریب اور اس کے جوار میں ہے' اس لیے اس کو بھی شرم گاہ فرمایا' اس لیے اس پر اجماع ہے کہ جس نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کا آلہ اور اس کی مقعد کھلی ہوئی تھی تو اس پر اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی ران کھلی ہوئی تھی تو اس نماز کا اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ران کا شرم گاہ ہونا قطعی اور حتمی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنی رانوں کو کیوں ڈھانپ لیا؟ اس کا جواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیا ہے کہ میں اس سے حیاء کیوں نہ کروں جس سے آسمان کے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ہر ایک کی خصوصی فضیلت بیان فرماتے تھے' اگرچہ نفس حیاء تمام اصحاب میں تھی' لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں حیاء کا عنصر بہت غالب تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۶۔۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت ابوموسیٰ کی تعلیق میں گھٹنے کا ذکر ہے' گھٹنا شرم گاہ نہیں ہے اور حضرت عثمان کے آنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گھٹنے کو ڈھانپنا بہ طور استحباب تھا اور ان کے ادب اور احترام کی وجہ سے تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس باب کی آخری تعلیق ذکر کی:

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ، فَثَقُلَتْ عَلَيَّ، حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا اور آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' وہ مجھ پر اتنی وزنی اور بھاری ہو گئی کہ مجھے خطرہ تھا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو النساء:۹۵ کی تفسیر میں موصولاً روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری:۴۵۹۲' سنن ترمذی:۳۰۳۳' سنن نسائی:۳۰۹۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۴)

تعلیق مذکور کو امام بخاری کا بے مقصد وارد کرنا

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ ہے اور نہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اور حضرت زید بن ثابت دونوں کی رانوں پر کپڑا نہ ہوتا اور دونوں کی رانیں برہنہ ہوتیں اور آپ کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر ہوتی' پھر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' لیکن اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' پھر امام بخاری نے اس تعلیق کو کس مقصد سے ذکر کیا ہے' یہ واضح نہیں ہے۔

علامہ اسماعیلی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ اسماعیلی نے اس تعلیق پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ اس وقت ثابت ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران اور حضرت زید بن ثابت کی ران کے درمیان کپڑا حائل نہ ہوتا اور اس حدیث میں اس طرح مذکور نہیں ہے' بلکہ معروف یہ ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا یہ جواب بالکل درست نہیں ہے' حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے اصل سے استدلال کیا ہے' کیا اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دونوں کی رانیں برہنہ تھیں' العیاذ باللہ' تب ہی یہ ثابت ہوگا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور یہ معنی بداہۃً باطل ہے اور اگر اصل سے یہ مراد ہے کہ دونوں کی رانوں پر کپڑا تھا تو اس سے امام بخاری کا مقصود ثابت نہیں ہوتا کہ ران شرم گاہ نہیں ہے اور علامہ اسماعیلی کا اعتراض لوٹ آتا ہے' سو حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی طرف سے جواب نہ بن سکا۔

۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ، فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ، فَرَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ، وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ، فَأَجْرٰى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ، وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ، حَتّٰى إِنِّي أَنْظُرُ إِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ، فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ. قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلٰى أَعْمَالِهِمْ، فَقَالُوا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں جہاد کیا' ہم نے خیبر کے پاس منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے' اور حضرت ابوطلحہ سوار ہوئے' اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑے کو دوڑایا' اور بے شک میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا' پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا حتی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا' پس جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا' بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی بری ہوتی ہے جن کو ڈرایا گیا ہے' آپ نے یہ کلمات تین

Marfat.com

مُحَمَّدٌ. قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ. قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً، فَجُمِعَ السَّبْيُ، فَجَاءَ دِحْيَةُ، فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ، قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً. فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ، سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ؟ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ. قَالَ ادْعُوهُ بِهَا. فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا. قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا. فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا أَصْدَقَهَا؟ قَالَ نَفْسَهَا، أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ، جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ، فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا، فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ. وَبَسَطَ نِطَعًا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ، وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ، قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ، قَالَ فَحَاسُوا حَيْسًا، فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مرتبہ فرمائے، خیبر کے لوگ اپنے کام کے لیے نکلے تو انہوں نے کہا: محمد (راوی) عبد العزیز نے بیان کیا اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا اور خمیس یعنی لشکر، پھر ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا، پھر قیدیوں کو جمع کیا گیا، پس حضرت دحیہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے قیدیوں میں سے ایک باندی دے دیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! ایک باندی لے لو، انہوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا، ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: یا نبی اللہ! آپ نے حضرت دحیہ کو صفیہ بنت حیی عطا کر دی، جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار ہے، وہ صرف آپ کے لائق ہے، آپ نے فرمایا: دحیہ کو اس کے ساتھ لاؤ، حضرت دحیہ اس کے ساتھ آئے، پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا: تم اس کے سوا قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، حضرت انس سے ثابت نے کہا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے کہا: وہ خود تھیں آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا (ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا) حتیٰ کہ جب آپ راستے میں تھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو تیار کیا (دلہن بنایا)، پھر رات کو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طور دولہا کے صبح کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے اور چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا، پھر کوئی شخص کھجوریں لے کر آیا اور کوئی شخص گھی لے کر آیا اور میرا گمان ہے ستو کا ذکر کیا، پھر انہوں نے حیس (ایک قسم کا حلوہ) بنا لیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۱-۹۴۷-۲۲۳۵-۲۲۲۸-۲۸۸۹-۲۸۹۳-۲۹۴۳-۲۹۴۴-۲۹۴۵-۲۹۹۱-۳۰۸۵-۳۰۸۶-۳۳۶۷-۳۶۴۷-۴۰۸۳-۴۰۸۴-۴۱۹۷-۴۱۹۸-۴۲۰۰-۴۲۰۱-۴۲۱۱-۴۲۱۲-۵۱۵۹-۵۱۶۹-۵۳۸۷-۵۴۲۵-۶۳۶۳-۶۳۶۹] (صحیح مسلم: ۱۸۰۲، الرقم المسلسل: ۴۵۸۴، سنن نسائی: ۳۳۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۹۹۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۵۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۱۲۷، صحیح ابن حبان: ۶۵۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۹۹۲۔ ج ۱۹ ص ۵۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۳، المکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں: (۱) یعقوب بن ابراہیم الدورقی (۲) اسماعیل بن عُلیہ (۳) عبد العزیز بن صہیب البنانی البصری الاعمی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھی۔

خیبر کا معنی اور اس کا محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں جہاد کیا' یعنی آپ نے اس شہر میں جہاد کیا جس کا نام خیبر ہے' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' سب سے پہلے بنی اسرائیل کا جو شخص اس قلعہ میں رہا تھا' اس کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس قلعہ کا نام خیبر رکھ دیا گیا' یہ شہر مدینہ منورہ سے شمال مشرق میں چھ مرحلہ کی مسافت پر ہے' یہاں پر کھجور کے باغات بہ کثرت ہیں' اسلام کی ابتداء میں یہاں بنوقریظہ اور بنونضیر رہتے تھے' امام ابن سعد نے کہا: غزوۂ خیبر جمادی الاولیٰ ۷ ھ میں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد ذوالحجہ' محرم اور باقی عرصہ مدینہ میں رہے' پھر خیبر کے لیے روانہ ہوئے اور ۶ ھ میں ایک ماہ اور چند ایام باقی رہتے تھے۔ مشہور قول امام ابن سعد کا ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ کے سوار ہونے کا ذکر ہے' حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ عقبہ میں اور تمام مشاہد میں حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' ان سے ۹۲' احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان کی تین حدیثوں کو روایت کیا ہے' یہ مدینہ میں یا شام میں ۳۲ ھ یا ۳۴ ھ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے لے پالک تھے۔

آیا آپ نے اپنی ران سے تہبند قصداً ہٹایا تھا یا سہواً؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر آپ نے اپنی ران سے تہبند ہٹایا' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے: نبی ﷺ نے قصداً اپنا تہبند ران سے نہیں ہٹایا تھا' جس سے یہ استدلال ہو کہ ران شرم گاہ نہیں ہے کیونکہ اگر ران شرم گاہ ہوتی تو آپ اس کی برہنگی پر برقرار نہ رہتے' کیونکہ آپ اس سے معصوم ہیں' اگر یہ فرض کیا جائے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے' پھر بھی مختار اس کو ڈھانپنا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے غیر مختار پر عمل کیا ہو' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ پھر آپ پر لازم تھا کہ آپ بیان کر دیتے کہ یہ سہواً ہوا ہے' جیسے جب آپ سے نماز میں سہو ہوا تو آپ نے بعد میں بیان فرما دیا کہ میں نماز میں بھول گیا تھا اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کیفیت پر برقرار رہے تھے' کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ران کھلی ہوئی دیکھی تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے ران خود کھولی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: آپ نے ران سے کپڑا ہٹایا حالانکہ واقع میں اس طرح نہیں تھا' رش کی وجہ سے یا گھوڑا دوڑانے کی وجہ سے آپ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا تھا' اور آپ کے حال کریم کے یہی مناسب ہے کہ آپ نے قصداً ران سے کپڑا نہیں ہٹایا تھا جب کہ آپ فرما چکے ہیں کہ ران شرم گاہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۵)

درج ذیل جملہ آیا آپ کی دعا تھی یا نیک شگون؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: بے شک ہم جن لوگوں کی بستی میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح کیسی خراب ہوتی ہے' جن کو ڈرایا گیا ہے۔

Marfat.com

یہ یہودیوں کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعائیہ جملہ ہے یا آپ نے نیک شگون کے طور پر ایسا فرمایا یا آپ نے یہودیوں کی شکست کی پیشگی خبر دی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت دحیہ کو باندی کیسے عطا کی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ! کوئی باندی لے لو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرت دحیہ کو باندی عطا کرنا کیسے جائز ہو گیا۔

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی تھی کہ بعد میں آپ کے حصہ کا جو خمس ہو گا' اس میں سے اس باندی کو محسوب کر لیا جائے گا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ کے بدلے میں سات نفوس عطا کیے تھے اور انہوں نے خوشی سے حضرت صفیہ کو واپس کیا تھا' اس لیے اس میں کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت دحیہ کو اس لیے اجازت دی ہو کہ بعد میں اس باندی کی قیمت لگا کر اس قیمت کو حضرت دحیہ کے حصہ سے وضع کر لیا جائے۔

(۴) اگرچہ بہ ظاہر تقسیم سے پہلے اس مالِ غنیمت میں تمام مسلمانوں کا حق تھا' لیکن حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر خود ان مسلمانوں سے زیادہ تصرف کرنے کے مالک ہیں' قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. (الاحزاب:٦) نبی مؤمنین کی جانوں پر تصرف کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حیی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفیہ بنت حیی بن اخطب بن سعیہ' یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام برہ بنت سموئل ہے' الواقدی نے کہا ہے: یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئی تھیں اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا تھا' پہلے کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں' جو جنگ خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا۔

صحیح مسلم: ۱۳۶۵' کی ایک روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت دحیہ سے سات باندیوں کے عوض خرید لیا تھا' لیکن اس پر خریدنے کا اطلاق مجازاً ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تکریم اور ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ان کے بدلہ میں ان کو سات باندیاں یا سات غلام عطا کیے تھے اور آپ نے ان کو اس لیے لیا تھا کہ وہ خاندانِ نبوت سے تھیں کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: وہ میرے بھائی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں اور ایک سردار کی صاحب زادی ہیں' علاوہ ازیں وہ بہت حسین و جمیل تھیں' جو ان سے کثرتِ نکاح کی خواہش کا باعث تھا' تاکہ ان سے جو اولاد ہو' وہ بھی حسین و جمیل ہو' سو ان وجوہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا نہ کہ شہوتِ نفسانیہ کی وجہ سے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے معصوم ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو حضرت صفیہ ہبہ کر کے واپس لے لیں حالانکہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ ہے

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو خصوصیت کے ساتھ حضرت صفیہ ہبہ نہیں کی تھیں' بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی

Marfat.com

باندی لے لو آپ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ان باندیوں میں سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل باندی ہو اس کو لے لو۔

(۲) اگر ہبہ برقرار رکھنے میں خطرہ ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہاں ایسا ہی تھا کیونکہ مسلمانوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ حضرت دحیہ کے پاس حضرت صفیہ رہیں' جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایان شان تھیں۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت دحیہ کے بہ منزلہ والد ہیں اور والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے بلا کراہت واپس لے سکتا ہے۔

(۴) جس کو ہبہ کیا ہے اس کی رضا سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لی جائے تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کی رضا سے حضرت صفیہ کو واپس لیا تھا۔

(۵) جس کو ہبہ کیا گیا ہے' اگر اس کو ہبہ کی ہوئی چیز کا کوئی عوض یا بدلہ دے دیا جائے تو پھر اس سے ہبہ شدہ چیز کو واپس لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ کو کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق کی بہن عطا کر دی تھی اور انہوں نے خوش دلی سے حضرت صفیہ کو واپس کر دیا تھا۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ میرے نزدیک حضرت صفیہ اموال فئی میں سے تھیں' کیونکہ وہ کنانہ بن الربیع کی بیوی تھیں اور وہ اور ان کے اہل بنو الحقیق میں سے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر صلح کر لی تھی کہ وہ کوئی خزانہ نہیں چھپائیں گے اور اگر انہوں نے کچھ چھپایا تو پھر ان کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے' اور آپ نے ان سے حیی بن اخطب کے خزانے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو چھپا لیا' پھر آپ ان کے پاس اس خزانے پر مطلع ہو گئے تو انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا' پھر آپ نے ان کو قید کر لیا اور حضرت صفیہ بھی ان قیدیوں میں سے تھیں' پس وہ مال فئے میں سے تھیں نہ کہ خمس میں سے تھیں اور مال فئے میں امام جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: قاضی عیاض نے یہ جواب اپنے مذہب کے مطابق دیا ہے کہ فئے میں سے خمس نہیں نکالا جا سکتا اور دوسروں کا مذہب یہ ہے کہ مال فئے میں سے بھی خمس نکالا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۷) میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت دحیہ سے حضرت صفیہ کو جو دے کر واپس لیا تھا' اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کے مالک ہیں اور ان کی جانوں اور مالوں پر تصرف کرنے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔

دوران جنگ نعرۂ تکبیر لگانا اور حضرت صفیہ کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دینے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے دوران تین بار فرمایا: اللہ اکبر۔ اس سے معلوم ہوا کہ میدان جنگ میں اللہ اکبر کہنا چاہیے اور دوسرے اذکار بھی کرنے چاہئیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' امام شافعی' امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد کرنے کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' مہر کے لیے مال متقوم ہونا ضروری ہے' وہ کہتے ہیں کہ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے یہ جائز قرار دیا ہے کہ آپ بغیر مہر کے نکاح کر لیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ اپنی کنیز کو آزاد کر کے اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے دیں' آپ کی خصوصیت کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ

اور کوئی مسلمان عورت اپنے آپ کو نبی پر ہبہ کر دے' اگر نبی اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کریں تو یہ صرف آپ کے لیے حلال

Marfat.com

عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O (الاحزاب: ۵۰)

ہے نہ کہ عام مسلمانوں کے لیے' ہمیں معلوم ہے ہم نے مسلمانوں کی بیویوں اور ان کی کنیزوں کے متعلق جو کچھ فرض کیا ہے (آپ کے لیے بغیر مہر کے نکاح اس لیے حلال کیا ہے) تا کہ آپ پر کوئی تنگی نہ رہے' اور اللہ بے حد بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے O

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ آپ بغیر مہر کے تقرر کے نکاح کر سکتے ہیں' لہٰذا آپ کا حضرت صفیہ سے نکاح بغیر مہر کے تھا اور آپ کا انہیں آزاد کرنا محض آپ کا ان پر فضل اور احسان تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ولیمہ کی خصوصیت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب زفاف کے بعد ولیمہ کرنا سنت ہے' اور مسلمانوں نے اپنے کھانے پینے کی چیزیں جمع کر کے آپ کا ولیمہ کیا۔ اس حدیث میں مذکور ہے' آپ نے فرمایا: جس کے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے وہ لے کر آئے' اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کے اموال کے مالک ہیں' آپ نے ان کے کھانے کی چیزوں سے اپنا ولیمہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کی کسی بھی چیز سے ولیمہ کیا جا سکتا ہے۔

* یہ حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۰۔ ج ۵ ص ۵۸۵۔ ۵۸۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) خیبر کا لغوی معنی' جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات (۲) ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق (۳) خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض (۴) اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی توجیہ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا واقعہ صحیح مسلم کی کتاب النکاح میں اور باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۳۳۹۳۔ ج ۳ ص ۸۴۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) ران کے شرم گاہ ہونے میں مذاہب (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی (۳) لونڈی کو آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب۔

۱۳ - بَابُ فِيْ كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ؟

عورت کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھ سکتی ہے؟

امام بخاری اس تعلیق کو ذکر کرتے ہیں:

وقال عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِيْ ثَوْبٍ لَأَجْزَتْهُ.

اور عکرمہ نے کہا: اگر عورت اپنے پورے جسم کو ایک کپڑے میں چھپا لے تو یہ اس کے لیے کافی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عکرمہ کا اثر اور دیگر آثار حسب ذیل ہیں:

امام عبد الرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ سے روایت کیا' اگر عورت ایک کپڑے کو سر پر اوڑھ لے حتیٰ کہ اس کا کوئی بال دکھائی نہ دے تو یہ اس کے لیے دوپٹہ سے کافی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۰۴۷۔ ج ۳ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

محمد بن ابی بکر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ انہوں نے فرمایا: دوپٹہ میں اور اتنی لمبی قمیص میں جو اس کے پیروں کی پشت کو چھپا لے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۵۰۴۲۔ ج ۳ ص ۴۴)

مکحول بیان کرتے ہیں' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے' انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرو، پھر مجھے آ کر بتاؤ، انہوں نے کیا جواب دیا ہے، پھر انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا، انہوں نے فرمایا: دوپٹے میں اور لمبی قمیص میں، پھر انہوں نے حضرت عائشہ کو آ کر بتایا تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۳)

عطاء نے کہا: عورت قمیص میں اور دوپٹہ میں اور تہبند میں نماز پڑھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۵۰)

۳۷۲ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ، فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ، مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَرْجِعْنَ اِلَى بُيُوْتِهِنَّ، مَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ. [اطراف الحدیث: ۵۷۸-۸۶۷-۸۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھاتے، آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں، پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں، ان کو کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۵، الرقم المسلسل: ۱۴۳۰، سنن نسائی: ۵۴۶، سنن ابن ماجہ: ۶۶۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۴۳، مسند الحمیدی: ۱۷۴، سنن دارمی: ۱۲۱۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۴۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۰، مسند ابو یعلیٰ: ۴۴۱۵، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۹-۱۵۰۰، المعجم الاوسط: ۸۷۵۴، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۴۰۵۱- ج ۶ ص ۵۶، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتیں جو اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں، اور یہ صرف ایک چادر ہوتی تھی، لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ یہ چادر، قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھتی تھیں اور یہ چادر برقع کے قائم مقام ہوتی تھی۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

''متلفعات'' اور ''مروط'' کا معنی اور ان عورتوں کو نہ پہچاننے کا سبب

اس حدیث میں ''متلفعات'' کا لفظ ہے، ''التلفع'' کا معنی یہ ہے کہ سر پر کپڑا ڈالا جائے، پھر اس کو اپنے جسم پر لپیٹ لیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موٹی چادر ہوتی تھی۔

''مروط'' یہ ''مرط'' کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: اون کی یا سوت کی موٹی چادر، جس کو بہ طور تہبند باندھ لیا جائے، سیاہ یا سبز چادر کو بھی ''مرط'' کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا، ان کو نہ پہچاننا یا تو چادر میں لپٹی ہونے کی وجہ سے تھا یا اندھیرے کی وجہ سے، دور سے ان کا صرف جسم دکھائی دیتا تھا اور یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے: اندھیرے کی وجہ سے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس چادر کے نیچے عورتوں نے دوپٹہ، قمیص اور تہبند باندھا ہوا ہوتا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باب کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے، اور اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

نماز میں عورت کے ضروری کپڑوں میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

عورت کے لیے نماز میں کتنے کپڑے پہننا ضروری ہے' اس میں علماء کا اختلاف ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن' حضرت ابن عباس' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ لمبی قمیص پہن کر اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' عبیدہ اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ وہ قمیص' دوپٹہ اور تہبند کے ساتھ نماز پڑھے' مجاہد اور ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ وہ چار کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے' قمیص' دوپٹہ' تہبند اور اس کے اوپر ایک بڑی چادر ہو۔

علامہ ابن المنذر نے کہا: عورت پر لازم ہے کہ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اپنے تمام بدن کو چھپائے' خواہ ایک کپڑے کے ساتھ چھپائے یا زیادہ کپڑوں کے ساتھ' متقدمین نے تین یا چار کپڑوں کا جو حکم دیا ہے' وہ صرف استحباب کے طور پر ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے' حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا: عورت کے قدم بھی واجب الستر ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے وہ وقت میں نماز دہرائے گی' اسی طرح اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے بال کھلے ہوئے تھے' تب بھی وہ نماز وقت میں دہرائے گی اور امام شافعی کے نزدیک وہ ہمیشہ نماز دہرائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے قدم واجب الستر نہیں ہیں' اگر اس نے نماز پڑھی اور اس کے قدم کھلے ہوئے تھے تو اس کی نماز درست ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۳۸۔۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

جب آزاد عورت کا چہرے کے سوا نماز میں کوئی عضو کھلا ہوا ہو تو وہ نماز دہرائے گی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عورت نماز میں اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اور کسی عضو کا کھولنا جائز نہیں ہے اور ہتھیلیوں کے متعلق دو قول ہیں' اور مستحب یہ ہے کہ عورت اتنی لمبی قمیص میں نماز پڑھے جو اس کے پیروں کو ڈھانپ لے اور دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جو اس کے سر اور گردن کو ڈھانپ لے اور قمیص کے اوپر ایک بڑی چادر اوڑھے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' امام شافعی کا بھی یہی قول ہے' امام احمد فرماتے ہیں: اس کے لیے دوپٹہ اوڑھنا اور اتنی لمبی قمیص پہننا ضروری ہے' جو اس کے قدموں کو چھپا لے۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۵۷۔۱۵۵ ملتقطا وملخصا' دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب فقہاء

ہم نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم: ۶۴۵ میں مذکور ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے عورتوں کو کوئی نہیں پہچانتا تھا' اس وجہ سے امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز بالکل اوّل وقت میں پڑھی جائے' جب اندھیرا پھیلا ہوا ہو' اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ فجر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھی جائے' جب روشنی ہو جائے' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز روشن وقت میں پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵۔ج ۴ ص ۱۴۰)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۷۔ج ۲ ص ۲۷۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۱۴ - بَابُ اِذَا صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ لَّهٗ اَعْلَامٌ، وَنَظَرَ اِلٰی عَلَمِهَا

جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے اور ان نقوش پر نظر ڈالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جب کسی شخص نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے اور اس نے نماز میں ان

Marfat.com

نقوش کی طرف دیکھا تو آیا اس کی نماز مکروہ ہے یا نہیں۔

٣٧٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ، فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ، وَائْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِيْ جَهْمٍ، فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِيْ. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ، فَاَخَافُ اَنْ تَفْتِنَنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۷۵۲۔ ۵۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چادر میں نماز پڑھی' جس میں نقش و نگار تھے' آپ نے اس کے نقش و نگار کی طرف نظر ڈالی' پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس چادر کو ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابوجہم کی سادہ چادر لا دو' کیونکہ اس چادر نے ابھی مجھے نماز میں غافل کر دیا تھا' اور ہشام بن عروہ نے کہا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز میں اس کے نقش و نگار کی طرف دیکھ رہا تھا' پس مجھے خوف ہوا کہ یہ چادر مجھے آزمائش میں ڈال دے گی۔

(صحیح مسلم: ۵۵۶' الرقم المسلسل: ۱۲۱۶' سنن ابوداؤد: ۹۱۴۔ ۴۰۵۳' سنن نسائی: ۷۷۰' سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۰' مسند الحمیدی: ۱۷۲' مسند اسحاق بن راھویہ: ۶۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۸۴' صحیح ابن خزیمہ: ۹۲۸' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۳۷' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۲۳' شرح السنۃ ج ۱ ص ۵۲۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۸۷۔ ج ۴۰ ص ۱۰۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

''خَمِيْصَة'' اور ''اَنْبِجَانِيَة'' کا معنی اور حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

''خمیصة'' سیاہ رنگ کی اونی یا سوتی موٹی چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں۔

''انبجانیة'' موٹی اور سادہ چادر جس پر نقش و نگار نہ ہوں۔

اس حدیث میں حضرت ابوجہم کا ذکر ہے' ان کا نام عامر بن حذیفہ العدوی ہے' یہ قرشی مدنی صحابی ہیں' کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید ہے' یہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے' یہ قریش کے نزدیک بہت عظیم تھے اور نسب کے عالم تھے' یہ دو مرتبہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر حاضر تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۸۔ ۱۳۷)

نماز میں کسی چیز کی طرف معمولی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں فساد کی موجب نہیں' تاہم اس سے اعراض کرنا افضل ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نماز میں کسی چیز کو دیکھنے سے اگر نماز کے رکوع اور سجود میں خلل نہ ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی' تاہم جس چیز کو دیکھنے سے نمازی اپنی نماز سے یا اس کے خشوع سے غافل ہو جائے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے' اسی لیے جب اس چادر کے نقش و نگار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے خشوع میں کچھ خلل ڈالا تو آپ نے اس چادر کو ناپسند کیا اور اس کو واپس کر دیا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر حضرت ابوجہم کی طرف اس لیے واپس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

Marfat.com

غافل کرنے کا سبب تھی' جیسا کہ جب لیلۃ التعریس کے موقع پر ایک وادی میں آپ کی اور مسلمانوں کی نماز فجر فوت ہوگئی تو آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو' اس میں شیطان کا اثر ہے (موطأ امام مالک: ۲۶' تنویر الحوالک ص ۳۵' صحیح مسلم: ۳۰۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وسوسوں کو دفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قوی ہیں' لیکن آپ نے اس چادر کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ بہر حال نماز کے خشوع سے توجہ ہٹانے کی موجب ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: تم اپنا پردہ ہمارے سامنے سے ہٹا دو' کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں مجھے دکھائی دیتی رہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوجہم کو نقش ونگار والی چادر جو واپس کی تھی' اس میں ان کو یہ تنبیہ تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے وقت استعمال نہ کریں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بہ نسبت حضرت ابوجہم اس کے زیادہ لائق تھے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کریں' جو نماز کے خشوع سے غافل کرنے کی سبب ہے اور آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ وہ اس چادر کو نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں بھی استعمال نہ کریں' اور اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سِیَرَاء (ایک قسم کا ریشم) کا ایک حُلّہ مسجد کے دروازے پر فروخت ہوتے ہوئے دیکھا' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اس کو پہنا کریں اور اس دن جب آپ کے پاس کوئی وفد آئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو وہ شخص پہنتا ہے' جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سیراء کے کچھ حُلّے آئے' آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی دیا' تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلّہ پہنایا ہے حالانکہ آپ نے عطارد کے حلّے کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ حلّہ اس لیے نہیں دیا کہ تم خود اس کو پہنو۔ (صحیح البخاری: ۸۸۶' صحیح مسلم: ۲۰۶۸' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۶' سنن نسائی: ۱۳۸۱)

زیر بحث حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس کو کوئی چیز ہبہ کی جائے' جب وہ ازخود ہبہ کرنے والے کو وہ چیز واپس کردے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوجہم سے دوسری سادہ چادر اس لیے منگائی تھی کہ حضرت ابوجہم کی دل شکنی نہ ہو اور وہ یہ جان لیں کہ ان کی چادر ان کے ہدیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ سے اور ان کے استخفاف کی وجہ سے واپس نہیں کی بلکہ شرعی عذر کی وجہ سے واپس کی ہے' اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے نام کے بجائے اس کی کنیت ذکر کرسکتا ہے' جس طرح آپ نے حضرت ابوجہم کے نام کے بجائے ان کی کنیت کو ذکر کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نقش ونگار والے کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنے کا جواز' تاہم اس کا خلافِ اولیٰ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نقش ونگار والی چادر کو قبول کیا اور اس کو پہن کر نماز پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ نقش ونگار والی چادر کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے' پھر چونکہ اس کے نقش ونگار سے آپ کی نماز کے خشوع میں فرق آیا اور آپ نے اس چادر کو واپس کردیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی چیز کی طرف تھوڑی سی توجہ کی جائے تو وہ نماز میں موجب طعن نہیں ہے اور یہ کہ جو چیز نماز میں غفلت کا سبب ہو' اس سے اعراض کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۴۰۔ ج ۲ ص ۱۲۵ پر ہے' اس کی شرح کے عنوان ہیں: (۱) اشیاء زینت کا حکم (۲) ایک

Marfat.com

اشکال کا جواب۔

١٥ - بَابٌ اِنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ اَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلٰوتُهٗ؟ وَمَا يُنْهٰى مِنْ ذٰلِكَ

صلیب یا تصویر والے کپڑے پہن کر آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کی ممانعت میں احادیث

امام بخاری نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ایسے کپڑے کو پہن کر آیا نماز پڑھنا حرام ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں اختلاف ہے کہ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا حرام ہے یا مکروہ ہے' اس باب کی باب سابق کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں ایسے کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر تھا' جس میں نماز پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے اور اس باب میں اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے' جس کے ساتھ نماز پڑھنا حرام یا مکروہ ہے۔

٣٧٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ ' عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ صُهَيْبٍ' عَنْ اَنَسٍ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ ' سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا' فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِيْ. [طرف الحدیث:٥٩٥٩] (مسند احمد ج ٣ ص ٥١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٥٣١' ج ٢٠ ص ١١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٢٨٤' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا' جس کو انہوں نے گھر کی ایک جانب میں لٹکایا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اس پردہ کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصاویر مسلسل میری نماز میں سامنے رہی ہیں۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصویر والے پردہ کے متعلق فرمایا: اس کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو۔

''قرام'' کا معنی

اس حدیث میں ''قرام'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اون کا باریک پردہ' اس کی جمع ''قروم'' ہے۔

تصویر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع ہیں خواہ مجسم ہوں یا غیر مجسم' خواہ وہ کسی پردہ میں ہو' چادر پر ہو یا دیوار پر ہو۔

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ٤٤٩ھ نے کہا ہے کہ جس لباس میں تصاویر ہوں' ان میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی یا نماز میں تصویر کی طرف دیکھا تو علماء کے نزدیک اس کی نماز جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز نہیں دہرائی۔ (شرح ابن بطال ج ٢ ص ٤٠)

Marfat.com

مصنف کے نزدیک علامہ ابن بطال کا اس حدیث سے تصویر والے کپڑے کو پہن کر نماز کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی' البتہ اس میں یہ مذکور ہے کہ نماز میں آپ کے سامنے تصویریں تھیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نماز میں تصویروں کو سامنے رکھنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس سے نماز کے خشوع میں کمی آتی ہے' اور آپ نماز سے غفلت کے اسباب کو منقطع کرنا چاہتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے پردہ میں تصاویر نہ ہوں تو پھر پردہ میں تصاویر کا منقوش یا مطبوع ہونا جائز ہے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' بسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی عیادت کی' وہ جس گھر میں تھے اس میں ایک پردہ میں تصاویر تھیں' تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہمیں تصاویر (کی ممانعت) کے متعلق حدیث نہیں بیان کی تھی؟ عبید اللہ خولانی نے کہا: ہاں! حضرت زید نے کہا تھا' مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو' کیا تم نے حضرت زید سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں' عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٢٢٦)

سنن نسائی: ٥٣٦٤ میں یہ اضافہ ہے: عبید اللہ نے کہا: کیوں نہیں! یہ میرے لیے زیادہ خوش گوار ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ صورتیں جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہوں اور ان کو فرش پر بچھا دیا جائے اور اہانت سے رکھا جائے' وہ اس باب کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں' سفیان ثوری' ابراہیم نخعی' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا: ابو القاسم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک مجسمے مکروہ ہیں اور چادروں' تکیوں اور کپڑوں پر تصویروں میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کے نزدیک مجسمے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب گھروں میں مجسموں کے رکھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور جن کپڑوں میں تصویریں ہوں اور ان کو بچھایا جائے تو وہ ان کو مکروہ نہیں کہتے اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے کہ جو پردے لٹکے ہوئے ہوں' ان کی تصاویر مکروہ ہیں اور رہے فقہاء شافعیہ تو انہوں نے تصاویر کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' خواہ وہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہوں یا بستر پر بچھی ہوئی ہوں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں تصاویر کی ممانعت ہے اور انہوں نے کپڑے میں چھپی ہوئی اور مجسم تصویر میں کوئی فرق نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ٤ ص ١٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ زین الدین عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو تصاویر نصب ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' کیونکہ اس میں نصاریٰ اور بت پرستوں کی مشابہت ہے' اور جس کپڑے میں تصاویر چھپی ہوئی ہوں' اس میں علماء کے دو قول ہیں' آیا ان کپڑوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں' ایک روایت کے مطابق امام احمد نے ان کے پہننے کی اجازت دی ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے: مگر وہ تصویر جو کپڑے میں چھپی ہوئی ہو۔

(صحیح البخاری: ٣٢٢٦۔ ٥٩٥٨' سنن ترمذی: ١٧٥٠' سنن نسائی: ٥٣٦٤' مسند احمد ج ٣ ص ٤٨٦)

Marfat.com

اور بہت سے متقدمین ایسی انگوٹھی پہنتے تھے' جس کے نگینہ میں کسی حیوان کی تصویر ہوتی تھی' اور امام مالک' ثوری اور ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

اس باب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی تصاویر میری نماز میں مسلسل میرے سامنے رہیں۔ (حدیث: ۳۷۴) اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ گھر میں تصاویر ایسی جگہ پر ہوں جہاں نماز میں نظر نہ پڑے' اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ انگوٹھی نہ پہنی جائے' جس میں مجسم تصویر ہو اور نہ اس میں نماز پڑھی جائے اور وہ کپڑا پہنا جا سکتا ہے جس میں تصاویر ہوں' اور جس چادر میں تصاویر ہوں' اس پر نماز پڑھنے کی اکثر علماء نے اجازت دی ہے اور کم علماء نے اس سے منع کیا ہے۔

امام ابن ابی عاصم نے کتاب اللباس میں ایک عنوان قائم کیا ہے: جس نے کہا کہ جب چادر میں تصویریں ہوں تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور اس میں اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مصلی پر نماز پڑھتے تھے جس میں تصاویر تھیں۔ (فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۱۲۔ ۲۱۰' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابن رجب حنبلی نے یہ نہیں لکھا کہ ابن ابی عاصم کی کس کتاب میں یہ حدیث ہے اور برتقدیر ثبوت یہ حدیث بے جان چیزوں کی تصاویر پر محمول ہے۔

ہمارے نزدیک دینی اور معاشی ضرورت کے لیے پاسپورٹ سائز کی تصویر کھنچوانا جائز ہے' دینی ضرورت مثلاً حج اور عمرہ کے لیے اور معاشی ضرورت مثلاً غیر ممالک میں ملازمت کے حصول کے لیے یا ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے لیے' اس کے علاوہ شوقیہ تصاویر کھنچوانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

۱۶ - بَابُ مَنْ صَلّٰى فِىْ فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهٗ

جس نے ریشم کی اچکن میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار دیا

اس باب کے عنوان میں "فروج" کا لفظ ہے' "فروج" اس اچکن کو کہتے ہیں جس کے پیچ میں شگاف ہو' پرانے زمانے میں اس قسم کی اچکن بنائی جاتی تھی' علامہ قرطبی نے کہا ہے: قباء اور فروج دونوں کی آستینیں تنگ ہوتی تھیں اور اس کے پیچھے درمیان میں شگاف ہوتا تھا' جنگ اور سفر میں ان کو استعمال کیا جاتا تھا اور اس عنوان میں "حریر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ریشم ہے۔

۳۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِى الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِىَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ، فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا، كَالْكَارِهِ لَهٗ، وَقَالَ لَا يَنْبَغِىْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ.

[طرف الحدیث: ۵۸۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشم کی اچکن ہدیہ کی گئی' آپ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی' پھر جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ نے اس کو بہت سختی سے اتارا' جیسے اس سے نفرت کرنے والے ہوں اور آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۵' الرقم المسلسل: ۵۳۲۸' سنن نسائی: ۷۷۰' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۵۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۳۴۸' المعجم الکبیر: ۷۶۰۔ ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۳ طبع قدیم' مسند احمد ج ۲۸ ص ۵۲۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۳۴۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے ریشمی اچکن کو اتار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۲) اللیث بن سعد' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ منصور نے ان کو مصر کی ولایت کی پیش کش کی تھی' انہوں نے مسترد کر دی' علامہ عینی نے کہا: یہ تھوڑی سی مدت کے لیے حاکم رہے تھے اور یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب پر تھے (۳) یزید بن حبیب' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۴) ابو جعفر مَرثد (۵) حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ' ان سے ۵۵ احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے آٹھ روایت کی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ کے دور میں مصر کے حاکم تھے۔ ۵۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی اچکن کا ہدیہ کس نے دیا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشم کی ایک اچکن ہدیہ کی گئی۔ یہ اچکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دومۃ الجندل کے امیر اکیدر بن عبد الملک نے ہدیہ کی تھی' امام ابونعیم نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیراء کا حلّہ ہدیہ کیا' اور علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے: اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کیا اور آپ سے صلح کی اور مسلمان نہیں ہوا' یہ اہل سیرت کے درمیان اختلاف ہے اور جس نے کہا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس نے ظاہراً خطا کی' وہ نصرانی تھا' اور جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تو وہ اپنے قلعہ کی طرف لوٹ گیا اور وہیں رہا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ کی خلافت میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کیا تو اس کو قتل کر دیا' اس وقت وہ مشرک نصرانی تھا اور دومۃ الجندل قلعہ کا نام ہے' اصحاب لغت اس لفظ کو ''دُومۃ'' پڑھتے ہیں اور اصحاب الحدیث اس کو ''دَومۃ'' پڑھتے ہیں' یہ جگہ شام اور عراق کے درمیان حد فاصل ہے' دمشق سے یہ سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۴)

متقین کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ متقین کے لائق نہیں ہے' متقین سے مراد ہیں: مومنین صالحین' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ متقی عورتیں بھی متقین میں داخل ہیں حالانکہ ان کے لیے ریشم حلال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع مذکر سالم میں عورتیں داخل نہیں ہوتیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے ریشم کے حلال ہونے کے اور دلائل ہیں۔

ریشم کی ممانعت کے متعلق احادیث

مردوں کے لیے ریشم پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے اور جنگ اور خارش کی حالت میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے اور اس کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۲۰' مسند احمد ج ۴ ص ۳۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ نے جابیہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرما دیا ہے مگر دو یا تین یا چار انگل کی مقدار۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۸' صحیح مسلم: ۲۰۶۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۴۲' سنن نسائی: ۵۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۳' سنن ترمذی: ۱۷۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی غزوہ میں جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی اور میں نے ان دونوں پر

Marfat.com

وہ قمیص دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۲۹۲۰، صحیح مسلم: ۲۰۷۶، سنن ابوداؤد: ۴۰۵۶، سنن ترمذی: ۱۷۲۲، سنن نسائی: ۵۳۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۹۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۲)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے ریشم مردوں پر بھی حلال تھا' جب ہی نبی ﷺ نے ریشمی اچکن میں نماز پڑھی تھی' بعد میں مردوں کے لیے اس کی حلت منسوخ ہوگئی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۳۱۳۔ ج ۶ ص ۳۴۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ہیں:
(۱) مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل (۲) سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم

۱۷ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

اس باب میں سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا فقہاء احناف پر اعتراض کہ وہ سنت سے ثابت سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتے ہیں

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عنوان سے سرخ لباس پہننے کے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے: سرخ لباس پہننا مکروہ ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ نبی ﷺ نے جن چادروں کا حلّہ پہنا ہوا تھا' وہ سرخ دھاری دار چادریں تھیں' احناف نے سرخ لباس کی کراہت پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس سے دو آدمی سرخ لباس پہنے ہوئے گزرے' انہوں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۰۶۹)

اور یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے' اگرچہ سنن ترمذی کے بعض نسخوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے' اور اگر یہ حدیث حسن بھی ہو تو اس کے معارض اس سے زیادہ قوی صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے' اور ہو سکتا ہے کہ آپ کے سلام کا جواب نہ دینے کا کوئی اور سبب ہو' اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ اس کپڑے کو بننے کے بعد سرخ رنگ میں رنگا گیا تھا اور جس کپڑے کو بننے سے پہلے سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عینی کا حافظ ابن حجر کے اعتراض کو رد کرنا

علامہ بدر الدین عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سرخ لباس پہننے کے جواز میں فقہاء احناف کا کوئی اختلاف نہیں' اگر یہ قائل مذہب احناف کو جانتا ہوتا تو یہ بات نہ کہتا اور اس نے جو احناف کی طرف سے اس باب کی حدیث کی تاویل ذکر کی ہے' وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ جب فقہاء احناف سرخ لباس پہننے سے منع ہی نہیں کرتے تو انہیں اس حدیث کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۷۔۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

فقہاء احناف کا سرخ رنگ کے لباس پہننے کو مستحب قرار دینا

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی نجس چیز کو ملا کر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو وہ مکروہ ہے' اور اگر کسی نجس چیز کی آمیزش کے بغیر کپڑے کو سرخ رنگ دیا جائے تو پھر جائز ہے' بلکہ وہ سرخ لباس پہننے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے' اس میں مذکور ہے: ہم نے

Marfat.com

سرخ رنگ کی حرمت میں کوئی نص قطعی نہیں پائی' اگر کوئی شخص عورتوں کی مشابہت یا عجمیوں کی مشابہت کے قصد سے یا تکبر کی نیت سے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے تو پھر مکروہ ہے ورنہ نہیں' اگر کسی نجس چیز کے ساتھ کپڑے کو سرخ رنگ میں رنگا جائے' پھر بھی مکروہ ہے اور کپڑے کو دھونے سے یہ کراہت زائل ہو جاتی ہے اور سرخ رنگ کے جواز میں ہمیں امام اعظم کی نص صریح اور اباحت پر دلیل قطعی ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے لباس کو مزین کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور صحیح البخاری: ۳۵۵۱' اور صحیح مسلم: ۲۳۳۷ میں حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ رنگ کے حلّے میں دیکھا' یہ حدیث سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس حدیث سے حرمت اور کراہت کی نفی ہو جاتی ہے' بلکہ اس حدیث سے سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کا استحباب ثابت ہوتا ہے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کی جائے' اور جو شخص اس موضوع پر زیادہ دلائل چاہتا ہو' وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ (ردالمحتار ج ۹ ص ۴۳۶' مفصلاً ومخرجاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ، عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ، عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ اَدَمٍ، وَرَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَرَاَیْتُ النَّاسَ یَبْتَدِرُوْنَ ذَاكَ الْوَضُوْءَ، فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ یُصِبْ مِنْهُ شَیْئًا اَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِهٖ، ثُمَّ رَاَیْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا، وَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا، صَلّٰی اِلَی الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَیْنِ، وَرَاَیْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ یَمُرُّوْنَ مِنْ بَیْنِ یَدَیِ الْعَنَزَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے عمر بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از عون بن ابی جحیفہ' از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو لیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی پر جھپٹ رہے تھے' جس کو اس پانی میں سے کچھ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے بدن پر لگاتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ بھی نہ ملتا' وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیتا' پھر میں نے حضرت بلال کو دیکھا' انہوں نے ایک نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ حلّہ پہنے ہوئے نکلے' آپ نے اپنے تہبند کو پنڈلیوں سے اونچا کیا ہوا تھا' آپ نے نیزہ کے سامنے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے دیکھا لوگ اور مویشی نیزے کے پار سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کے باب کا عنوان تھا: وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' سو اس حدیث میں اس کا ذکر ہے' البتہ حدیث: ۱۸۷ میں یہ ذکر نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلّہ پہنا ہوا تھا۔ حلّہ کا معنی ہے: ایک رنگ اور ایک قسم کے کپڑے کی دو چادریں' ایک چادر اوپر اوڑھ لی جائے اور ایک چادر کو تہبند بنا لیا جائے' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی تھیں اور نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔

سرخ لباس پہننے کے متعلق دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرخ حلّہ پہنا ہوا تھا' اس کا ذکر باب مذکور کی حدیث میں ہے' اس کے علاوہ یہ حدیث بھی ہے:

حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانی قامت کے تھے' میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلّے میں دیکھا اور میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۵۸۴۸۔۳۵۵۱، صحیح مسلم: ۲۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۳۔۴۰۷۲، سنن ترمذی: ۲۸۱۱، سنن نسائی: ۵۳۲۴۔۵۲۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سرخ چادر پہنتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۷۶۰۹)

سرخ لباس پہننے کے متعلق مذاہب فقہاء اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے اور اس شخص کا رد ہے' جو سرخ لباس پہننے کو مکروہ کہتا ہے اور یہ کہ دیندار اور زاہد سردار کے لیے رنگ دار لباس پہننا جائز ہے اور سب سے مشہور رنگ سرخ ہے اور دنیا کی سب سے حسین زینت بھی سرخ رنگ میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ. (القصص: ۷۹) پس قارون اپنے زینت والے لباس میں اپنی قوم کے پاس آیا۔

قارون سرخ لباس پہن کر آیا تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے زینت قرار دیا۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ. (الاعراف: ۳۲) آپ کہیے کہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس آیت میں ہر زینت داخل ہے اور سرخ لباس بھی زینت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ زین الدین عبدالرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو سرخ حلّہ پہنا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مکمل سرخ نہیں تھا' حضرت البراء بن عازب نے جو آپ کو سرخ حلّہ میں دیکھا تھا' اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ سرخ دھاری دار حلّہ تھا۔

طاؤس' مجاہد اور عطاء نے سرخ کپڑوں کے پہننے کو مکروہ کہا ہے' حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: یہ آل قارون کی زینت ہے' امام احمد بن حنبل نے اسی کی تصریح کی ہے' وہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سرخ لباس کو مکروہ کہتے ہیں۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۲۰۔۲۱۸' ملتقطاً' دار ابن الجعفری' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

یہ دراصل فقہاء حنبلیہ کا مسلک ہے' جس کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فقہاء احناف کی طرف منسوب کر کے انہیں حدیث اور سنت کی مخالفت کا مرتکب قرار دیا ہے' حالانکہ فقہاء احناف اس الزام سے بری ہیں' جیسا کہ ہم نے فقہاء احناف کے حوالہ جات سے واضح کر دیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سرخ لباس پہننے اور سرخ لباس پہن کر نماز پڑھنے کا جواز ہے اور اس میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے کا جواز ہے' اور اس میں صحراء میں نمازی کے آگے نیزہ سے سترہ قائم کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں سفر میں نماز قائم کرنے کا ثبوت ہے اور ہمارے نزدیک سفر میں نماز کو قصر کرنا واجب ہے' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ سترہ کے پار نمازیوں کے آگے سے لوگ گزر سکتے ہیں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضوء کا مستعمل پانی پاک ہوتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ اپنے جسم پر مل رہے تھے اور آپ کے وضوء کا بچا ہوا پانی تو ہر طاہر سے بڑھ کر طاہر اور طیب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِی السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

Marfat.com

جب مقتدی نماز میں امام سے بلند جگہ پر ہو تو اس کی نماز کے جواز میں اختلاف ہے' بعض تابعین اور فقہاء مالکیہ اس کی نماز کو ناجائز کہتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس مسئلہ میں اپنے موقف کے اظہار کے لیے یہ عنوان قائم کیا' امام بخاری لکھتے ہیں:

قال اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَاْسًا اَنْ يُّصَلّٰى عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِرِ وَاِنْ جَرٰى تَحْتَهَا بَوْلٌ اَوْ فَوْقَهَا' اَوْ اَمَامَهَا ' اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ.

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا: حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ برف پر نماز پڑھی جائے یا پل پر خواہ اس کے نیچے سے پیشاب بہہ رہا ہو یا اس کے اوپر یا اس کے سامنے بہ شرطیکہ نمازی اور پیشاب کے درمیان سترہ اور حجاب ہو۔

امام بخاری نے یہ معین نہیں کیا کہ نمازی اور نجاست کے درمیان کتنا فاصلہ ہو' بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو نجاست سے زیادہ فاصلہ پر ہونا چاہیے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

وَصَلّٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیثیں ہیں:

صالح مولی التوءمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کے اوپر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور امام نیچے تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۸۔ ج ۲ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

سعید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو دیکھا' انہوں نے ایک شخص کے ساتھ مسجد کی چھت پر مغرب کی نماز پڑھی اور وہ امام کی اقتداء کر رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۶۰)

وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔

۳۷۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ ابْنَ سَعْدٍ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ؟ فَقَالَ مَا بَقِيَ بِالنَّاسِ اَعْلَمُ مِنِّيْ ' هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ ' عَمِلَهُ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ ' لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ' فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ' كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ ' فَقَرَاَ وَرَكَعَ ' وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ' ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ اِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى' حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ' فَهٰذَا شَاْنُهُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَاِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ منبر کس چیز سے بنا تھا؟ انہوں نے کہا: اب لوگوں میں اس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے' یہ مقام غابہ میں جھاؤ کے درخت کی لکڑی سے بنا ہوا ہے' فلاں عورت کا جو آزاد کردہ فلاں غلام تھا' اس نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بنایا تھا' جب یہ بنا کر رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہا اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' آپ نے قراءت کی اور رکوع کیا' اور لوگوں نے آپ کے پیچھے رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے' پھر آپ نے زمین پر سجدہ کیا' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پھر آپ نے قراءت

Marfat.com

وَسَلَّمَ كَانَ اَعْلٰى مِنَ النَّاسِ، فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِمَامُ اَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ. قَالَ فَقُلْتُ اِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، كَانَ يُسْاَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا، فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ؟ قَالَ لَا.

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۔۹۱۷۔۲۰۹۴۔۲۵۶۹]

کی، پھر رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا، پھر آپ الٹے پیر واپس مڑے، حتیٰ کہ آپ نے زمین پر سجدہ کیا، پس یہی آپ کا طریقہ تھا۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: علی بن عبد اللہ نے کہا: مجھ سے امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ ارادہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے بلند تھے، پس اس حدیث کی بناء پر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ امام لوگوں سے بلند ہو، علی بن عبد اللہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا: سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق بہت سوال کیا جاتا تھا، آپ نے اس حدیث کو ان سے نہیں سنا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۴۴، الرقم المسلسل: ۱۱۹۶، سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۶، مسند الحمیدی: ۹۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۲۲، سنن دارمی: ۱۲۵۸، المنتقی: ۳۱۲، المعجم الکبیر: ۵۸۸۱، سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۰۸، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۵۴، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۸۷۱۔ ج ۳۷ ص ۵۱۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) ابوحازم سلمۃ بن دینار (۴) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ، یہ آخری صحابی ہیں جو مدینہ میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۵۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی، آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور مقتدی آپ سے نیچے تھے۔

''اثل الغابۃ'' کا معنی اور منبر بنانے والے کا نام

اس حدیث میں ''اثل الغابۃ'' کا ذکر ہے، ''اثل'' ایک درخت ہے، جس کے پتے نہیں ہوتے، اس میں پھلیاں ہوتی ہیں جن میں دانے ہوتے ہیں، یہ اشنان کے درخت کی مثل ہوتا ہے، اُردو میں اس کو جھاؤ کا درخت کہتے ہیں، اور ''الغابۃ'' مدینہ منورہ سے نو میل دور ایک جگہ ہے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیوں کو چرانے کے لیے رکھا جاتا تھا۔

جس شخص نے اس منبر کو بنایا تھا، اس کا نام قبیصہ المخزومی تھا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام میمون یا صلاح تھا اور وہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ انصار کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام تھا۔

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام مقتدیوں سے بلند ہو تو اس کا کیا حکم ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے، نیز امام شافعی نے کہا ہے کہ امام اپنے پیچھے مقتدیوں کو تعلیم دینے کا ارادہ کرے اور زمین پر سجدہ کرے، اور اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کے طریقہ کو جان لو۔ امام بخاری نے اس کو نمازِ جمعہ میں ذکر کیا ہے، امام ابوحنیفہ نے ایسا کرنے کو

Marfat.com

مکروہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ان کی نماز مکمل ہے۔

جس منبر پر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی' اس کی تین سیڑھیاں تھیں' یہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام مالک نے کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امام مسجد کی چھت پر نماز پڑھائے اور لوگ اس سے نیچے ہوں یا اپنے نمازیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' اگر امام نے ایسا کیا تو مقتدی ہمیشہ نماز کا اعادہ کریں گے' کیونکہ وہ عبث کام کر رہے ہیں' سوا اس صورت کے کہ امام کا بلند ہونا معمولی سا ہو تو پھر ان کی نماز جائز ہے۔

ابن عباد نے کہا کہ امام مالک نے اس کو اس لیے مکروہ کہا ہے کہ بنو امیہ تکبر کی وجہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے' اس وجہ سے امام مالک نے اس فعل کو عبث اور موجب فساد نماز قرار دیا' اور یہ صرف اس صورت میں جائز ہے' جب امام لوگوں کو نماز کی تعلیم دینے کا قصد کرے' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے' علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ بن مسعود کی عیادت کرنے گئے' انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک لکڑی پر نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے اس لکڑی کو پھینک دیا اور کہا: یہ شیطانی کام ہے' اپنا چہرہ زمین پر رکھو اور اگر تم اس کی طاقت نہیں رکھتے تو اشارہ سے نماز پڑھو' حسن بصری اور ابن سیرین نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ائمہ فتویٰ ایسی نماز کو جائز کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے مچان پر نماز پڑھی اور منبر پر بھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۴۸۔۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ عبد الرحمان بن شہاب الدین ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے تحت تین مسائل ہیں' پہلا مسئلہ درج ذیل ہے:

جو چیز زمین سے دائما بلند ہو یا عارضی طور پر بلند ہو' اکثر علماء کے نزدیک اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابو طالب نے کہا: میں نے امام احمد سے تخت پر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا' خواہ فرض ہو یا نفل' انہوں نے کہا: اگر اس پر سطح زمین کی طرح نماز پڑھنا ممکن ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے' اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے' مگر شاذ اختلاف قدیم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز زمین پر بنائی گئی ہو' جیسے مسجد کی گیلری یا مسجد کی چھت کے اوپر تو اس کی ہر صورت جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اگر مقتدی امام کی نماز کے ساتھ چھت پر نماز پڑھے اور امام مسجد کے نیچے ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور سفیان نے از یونس بن عبید از عبد ربہ روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے بصرہ میں جمعہ کی نماز مچان (گیلری) میں امام کے پیچھے پڑھی' امام احمد نے اس اثر سے استدلال کیا ہے۔

تیسرا مسئلہ ایسی چیز پر نماز پڑھنے کا ہے' جو اپنے حال پر باقی نہ رہے' حسن بصری نے اس پر نماز کو جائز کہا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر دریا میں پانی جم جائے تو اس کے اوپر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(فتح الباری لابن رجب ج ۲ ص ۲۳۱۔۲۲۵ ملتقطاً' دار ابن الجوزیہ' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جو شخص بلند جگہ پر نماز پڑھائے اور اس کا قصد نماز کی تعلیم دینا نہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس

Marfat.com

حدیث میں یہ صورت شامل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۱ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر نماز پڑھانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

اس حدیث میں امام کے بلند جگہ پر نماز پڑھانے کی دلیل ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بلند جگہ پر نماز پڑھائی اور نبی ﷺ نے اس کی یہ دلیل بیان فرمائی ہے' تاکہ لوگوں کو نماز پڑھنے کے طریقہ کی تعلیم دی جائے' پس اگر امام کسی سبب سے بلند جگہ پر نماز پڑھائے' جیسے اس حدیث میں ہے تو یہ مستحب ہے ورنہ مکروہ ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' اور امام شافعی اور امام احمد نے ایک قول میں منع بھی کیا ہے اور ابن حزم نے امام ابوحنیفہ سے بھی ایک منع کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے' جب کہ امام ایک آدمی کی قامت کے برابر بلند ہو اور امام مالک کے نزدیک اگر تھوڑا سا بلند ہو تو پھر جائز ہے۔

نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر نمازی نماز میں تھوڑا سا چلے تو یہ جائز ہے' محیط میں مذکور ہے: ایک قدم چلنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور دو قدم یا زیادہ چلنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' اس قول کی بناء پر چاہیے تھا کہ یہ نماز فاسد ہو جاتی' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی مصلحت کی بناء پر دو قدم یا زیادہ چلے تو پھر نماز کو فاسد نہیں ہونا چاہیے اور مکروہ بھی نہیں ہونا چاہیے جیسے جو آدمی اکیلا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اگلی صف سے ایک آدمی کو اپنی طرف کھینچ لے اور دو صفیں بن جائیں اور جس کو کھینچا گیا ہے' اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ وہ ایک یا دو قدم چلے' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ تھوڑا سا کام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ منبر کی تین سیڑھیاں تھیں' آپ دوسری سیڑھی پر کھڑے تھے اور دوسری سیڑھی سے زمین پر آنے میں دو قدم کے برابر چلنا پڑتا ہے۔

اس حدیث میں منبر بنانے کا جواز ہے اور یہ کہ خطیب کو بلند جگہ پر بیٹھنا چاہیے۔

اس حدیث میں نماز میں نمازیوں کو نماز کی تعلیم دینے کا ثبوت ہے اور یہ عبادت میں شرک کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ نمازیوں کو سنانے کے لیے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی جاتی ہے۔

اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب عالم کسی چیز کے علم کے ساتھ منفرد ہو تو وہ یہ بتائے کہ اس چیز کا صرف مجھے علم ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں ہے' جیسے حضرت سہل بن سعد نے کہا: صرف مجھے یہ علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منبر کس چیز سے بنا تھا' وہ مقام غابہ کی جھاؤ کی لکڑی سے بنا تھا۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۸۔ ج ۲ ص ۱۱۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: استن حنانہ۔

۳۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ، فَجُحِشَتْ سَاقُهُ، أَوْ كَتِفُهُ، وَآلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا، فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ، دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعٍ، فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ، فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی گھوڑی سے گر گئے' پس آپ کی پنڈلی یا آپ کا کندھا زخمی ہو گیا اور آپ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی تھی' پس آپ اپنے مچان (گیلری) میں بیٹھ گئے' جس کی سیڑھیاں کھجور کے درخت کی بنی

Marfat.com

بِهٖ، فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا، وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا، وَاِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا. وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ، فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّكَ اٰلَيْتَ شَهْرًا؟ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

[اطراف الحدیث:۶۸۹-۷۳۲-۷۳۳-۸۰۵-۱۱۱۴-۱۹۱۱-۲۴۶۹-۵۲۰۱-۵۲۸۹-۶۶۸۴]

ہوئی تھیں' پس آپ کے اصحاب آپ کی عیادت کرنے کے لیے آئے' آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے ہوئے تھے' جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپ انتیس دن بعد مچان (گیلری) سے اتر آئے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کی قسم کھائی تھی؟ آپ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم:۴۱۱' الرقم المسلسل:۸۹۶' سنن ابوداؤد:۶۰۱' سنن ترمذی:۳۶۱' سنن نسائی:۸۳۲' سنن ابن ماجہ:۱۲۳۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۵' مسند الحمیدی:۱۱۸۹' مسند ابویعلیٰ:۳۵۵۸' المنتقی:۲۲۹' صحیح ابن خزیمہ:۹۷۷' صحیح ابن حبان:۲۱۰۲' سنن بیہقی ج ۳ ص ۷۸' شرح السنۃ:۸۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۰۷۴۔ ج ۱۹ ص ۱۲۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں مچان (گیلری) پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ مچان بھی لکڑی کا تھا۔

اگر کسی عذر کی وجہ سے امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام احمد' ابن حزم اور غیر مقلدین کا یہی موقف ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں' خواہ ان کو کوئی عذر نہ ہو' اور امام مالک نے کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو' وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے' کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر' اور امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور سلف نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو' وہ بیٹھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا' اس میں فرض اور نفل دونوں برابر ہیں' کیونکہ قیام فرض ہے' امام سے یہ فرض اس کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا اور مقتدی کے لیے بغیر عذر کے فرض کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور باب مذکور کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ:

یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے' جس میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے افعال کی خبر دے رہے تھے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ اس گھوڑے سے گر گئے اور آپ کا دایاں پہلو چھل گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی نمازیں بیٹھ کر پڑھیں' سو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے' پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم

Marfat.com

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: الحمیدی نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو' یہ آپ نے اپنے پہلے مرض میں فرمایا تھا' پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا اور جو آخری بات ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور آخری بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۹' جامع المسانید: ۵۹: ۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

چھت اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مچان میں نماز پڑھی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حدیث کے اس جملہ میں چھت پر اور لکڑی پر نماز پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ مچان اپنی نچلی جگہ کے اعتبار سے چھت کے حکم میں ہے اور اس پر نماز پڑھنا چھت پر نماز پڑھنے کی مثل ہے اور چونکہ مچان لکڑی کا بنا ہوا تھا' اس لیے یہ لکڑی پر نماز پڑھنے کی بھی دلیل ہے۔

ایلاء کا لغوی اور شرعی معنی

اس حدیث میں ایلاء کا ذکر ہے' ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا' یعنی اپنی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا' اصطلاحی ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے قریب نہیں جائے گا' پھر اگر اس نے قسم پوری کر لی تو اس کی بیوی اس سے بائن ہو جائے گی اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو اس کو قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اس نے چار ماہ سے کم کی قسم کھائی' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہیں جائیں گے تو یہ لغوی ایلاء ہے' قسم پوری کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۱۹ - بَابٌ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ

جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر پڑ جائے

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب نمازی کا کپڑا سجدہ میں اس کی بیوی پر لگ جائے تو آیا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۳۷۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَاَنَا حِذَاءَهُ، وَاَنَا حَائِضٌ، وَرُبَّمَا اَصَابَنِي ثَوْبُهُ اِذَا سَجَدَ. قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از خالد' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن شیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے بالمقابل تھی' اس وقت میں حائض تھی' بعض مرتبہ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا مجھ پر پڑ جاتا اور آپ مصلّے (جانماز) پر نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا تھا۔

۲۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيْرِ

چٹائی پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

Marfat.com

کشتی میں نماز پڑھنے کی تحقیق

وَصَلّٰی جَابِرٌ وَّاَبُوْ سَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَةِ قَائِمًا. اور حضرت جابر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت انس کے آزاد کردہ غلام عبداللہ بن ابی عتبہ نے بیان کیا' وہ اس وقت ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید الخدری' حضرت ابو الدرداء اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر کیا' حمید نے کہا: انہوں نے اور بھی کچھ لوگوں کے اسماء ذکر کیے' پس ہمارے امام کشتی میں کھڑے ہوئے ہم کو نماز پڑھا رہے تھے اور ہم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور اگر ہم چاہتے تو کشتی کو ساحل پر لگا کر کشتی سے باہر آ سکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کو چٹائی پر نماز پڑھنے کے باب میں ذکر کیا ہے کیونکہ دونوں میں یہ مناسبت ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے اور کشتی پر نماز پڑھنے والا بھی زمین سے منفصل ہے۔

کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اثر سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کشتی پر نماز پڑھنا اس وقت جائز ہے' جب نمازی کھڑا ہوا ہو۔

امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ کشتی میں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح نماز پڑھنا جائز ہے' خواہ عذر ہو یا نہ ہو' حسن بن مالک' ابوقلابہ اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق حسب ذیل آثار ہیں:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم جنادہ بن ابی امیہ کے ساتھ سمندر کے راستہ جہاد کرتے تھے اور کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۵۹ ۔ ج ۲ ص ۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں: ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی سیرین کی طرف بڑے جہاز میں بیٹھ کر گئے' انہوں نے ہماری امامت کی اور بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر ہمیں دو رکعت اور پڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۰)

خالد بیان کرتے ہیں کہ ابوقلابہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۶۱)

اور اس لیے کہ کشتی میں سفر کرنے سے عموماً سر چکراتا ہے اور گویا کہ یہ عذر محقق ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اگر کشتی سے باہر آ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو باہر آ کر نماز پڑھ لے۔

امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ کشتی میں بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قیام نماز کا رکن ہے اور اس کو بغیر عذر کے ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور یہ اختلاف اس کشتی میں ہے جو کنارے پر بندھی ہوئی نہ ہو اور اگر کشتی کنارے پر بندھی ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا اجماعاً جائز نہیں ہے' ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کشتی خواہ چل رہی ہو خواہ لنگر انداز ہو' اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرے کیونکہ اس کے لیے کشتی گھر کے حکم میں ہے' حتیٰ کہ جب وہ رکوع اور سجود کرنے پر قادر ہو تو وہ اس میں اشاروں سے نماز نہیں پڑھے گا' بہ خلاف اس شخص کے جو سواری پر سوار ہو' امام بخاری دوسری تعلیق ذکر کرتے ہیں:

Marfat.com

وَقَالَ الْحَسَنُ يُصَلِّي قَائِمًا مَا لَمْ تَشُقَّ عَلَى أَصْحَابِكَ، تَدُورُ مَعَهَا، وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

اور حسن بصری نے کہا: کھڑے ہو کر نماز پڑھے جب تک کہ تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تم کشتی کے ساتھ گھومتے رہو ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

عاصم بیان کرتے ہیں کہ شعبی، حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو، حسن بصری نے کہا: تمہارے اصحاب پر دشوار نہ ہو تو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۶۵)

ابن سیرین نے کہا: تم چاہو تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور تم چاہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور کھڑے ہونا افضل ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۶۶)

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور جب کشتی قبلہ سے گھوم جائے تو تم بھی اس کے ساتھ گھوم جاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:۶۵۷۷)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اگر تم پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو کیونکہ حرج کو دور کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کی تحقیق

اگر کوئی ٹرین ڈیڑھ، دو گھنٹہ تک مسلسل تیز رفتاری سے دوڑتی رہے اور درمیان میں بالکل نہ رکے اور اس دوران نماز کا وقت آ کر نکل جائے تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس حالت میں زمین پر اتر کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے، اگر اس نے زمین پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوشش کی تو اس کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:۱۹۵) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ. (النساء:۲۹) اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔

اور جب میدان جہاد میں دشمن سے قتال کے دوران نماز کا وقت آ جائے اور معمول کے مطابق سواری سے اتر کر زمین پر نماز پڑھنے میں جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ چلتے ہوئے نماز پڑھ لی جائے یا سواری پر نماز پڑھ لی جائے، قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ:۲۳۹) اگر تم کو جان کا خوف ہو تو چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور اگر سفر کے دوران ٹرین اتنے وقت کے لیے ٹھہرتی ہے کہ اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، پس جب ٹرین رک جائے تو اس میں نماز پڑھے، بہر حال کسی صورت میں نماز کو ترک نہ کرے، اس مسئلہ کو زیادہ دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ ہم شرح صحیح مسلم میں لکھ چکے ہیں، دیکھئے شرح صحیح مسلم:۱۵۱۸۔ ج ۲ ص ۴۰۷۔۳۹۷۔

۳۸۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ، دَعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی دعوت دی

Marfat.com

قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَکُمْ. قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَنَا، قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ، فَنَضَحْتُهٗ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْیَتِیْمُ وَرَاءَهٗ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا، فَصَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَیْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ.

[اطراف الحدیث: ۷۲۷-۸۶۰-۸۷۱-۸۷۴-۱۱۶۴]

جو انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا' آپ نے اس کو کھایا' پھر فرمایا: کھڑے ہو میں تم کو نماز پڑھاؤں' حضرت انس نے کہا: میں اس چٹائی کی طرف کھڑا ہوا' جو لمبے عرصہ سے استعمال کی وجہ سے میلی ہو چکی تھی' میں نے اس کو پانی سے دھویا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی' پھر آپ چلے گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۵۸' الرقم المسلسل: ۱۴۷۱' سنن ابوداؤد: ۶۱۲' سنن ترمذی: ۲۳۴-۲۵۴' سنن نسائی: ۸۰۱' سنن ابن ماجہ: ۷۵۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۲۷' صحیح ابن حبان: ۲۲۰۵' شرح السنۃ: ۸۲۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۴۰- ج ۱۹ ص ۳۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کو اسحاق بن ابی طلحہ بھی کہا جاتا ہے (۴) زید بن سہل الانصاری النجاری' امام مالک حدیث میں اسحاق کے اوپر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے' یہ ۱۳۲ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۶) ان کی دادی حضرت ملیکہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں چٹائی پر نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

☆ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس کی دادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو کھانے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے۔

☆ کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو نماز پڑھائی' اس میں گھر میں نوافل کی جماعت کا ثبوت ہے۔

☆ افضل یہ ہے کہ نوافل گھر میں پڑھے جائیں کیونکہ مساجد کو فرائض کی ادائیگی کے لیے بنایا گیا ہے۔

☆ دعوت دینے والے کے گھر کو برکت پہنچانے کے لیے کھانے کے بعد وہاں نفل نماز پڑھنی چاہیے۔

☆ ہو سکتا ہے کہ آپ کا قصد یہ ہو کہ عورت کو نماز کی تعلیم دی جائے کیونکہ عورتیں نماز میں کم حاضر ہوتی تھیں۔

☆ جانماز کو میل کچیل سے صاف رکھنا چاہیے اور مہمان کی تکریم کے لیے جانماز کو دھو کر صاف کرنا چاہیے۔

☆ بچہ کو مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا کرنا چاہیے اور عورتوں کو مردوں سے مؤخر کھڑا کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۶۵-۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' فتح الباری ج ۲ ص ۵۴' دار المعرفۃ' بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۹۸- ج ۲ ص ۲۹۳ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے بغیر اس کی شرح کی گئی ہے۔

۲۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَی الْخُمْرَةِ

مصلّٰی (جانماز) پر نماز پڑھنا

۳۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ الشَّیْبَانِیُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

Marfat.com

عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

کہا: ہمیں سلیمان الشیبانی نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمرہ (جانماز) پر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا کوئی عنوان نہیں تھا۔

۲۲ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْفِرَاشِ — بستر پر نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بستر پر نماز پڑھنا جائز ہے اور دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھی جائے یا بستر پر' دونوں زمین سے منفصل ہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں:

وَصَلّٰى اَنَسٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بستر پر نماز پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۱۰۔ ج ۱ ص ۲۴۴)

وَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَسْجُدُ اَحَدُنَا عَلٰى ثَوْبِهٖ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک شخص اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۳۸۵ میں عنقریب آرہی ہے۔

اس اثر کی مناسبت باب کے عنوان سے اس طرح ہے کہ کپڑے پر سجدہ اس وقت ہوگا' جب وہ بچھایا ہوا ہو اور بستر بھی بچھایا ہوا ہوتا ہے۔

۳۸۲ - **حَدَّثَنَا** اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ، فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۵۰۸۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۹۔ ۹۹۷۔ ۱۲۰۹۔ ۶۲۷۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میرے دونوں پیر آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے تھے' سو جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے تو میں اپنے پیر کھینچ لیتی' پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو میں اپنے پیروں کو پھر پھیلا لیتی اور گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۱۲' الرقم المسلسل: ۱۱۲۵' سنن ابوداؤد: ۷۱۳' سنن نسائی: ۱۶۶' سنن ابن ماجہ: ۹۵۶' مسند الحمیدی: ۱۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۸۲۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۴۳' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۶۹۔ ج ۴۰ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوتی تھی کیونکہ عموماً سونا بستر پر ہوتا تھا اور عنوان میں بستر کا ذکر ہے' تاہم اس حدیث میں یہ ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کے بستر پر نماز پڑھی تھی۔

Marfat.com

عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی حدیث کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوتی تھی۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مرد کا اپنی بیوی کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز نہیں ٹوٹتی' بعض فقہاء نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر کے لیے اس کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف دیکھے گا اور دل اس میں مشغول رہے گا اور اس میں فتنہ کا خوف ہے' اور رہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ ان تمام چیزوں سے منزہ ہیں' علاوہ ازیں یہ رات کا وقت تھا اور گھر میں چراغ نہیں تھا۔

جو شخص عورت کے سامنے نماز پڑھے' اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ اس کی جس کے سامنے سے عورت گزرے' یہ متقدمین اور متاخرین جمہور فقہاء کا مؤقف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی ان میں شامل ہیں' اور یہ معلوم ہے کہ عورت کا نمازی کے سامنے لیٹے ہوئے ہونا' اس کے سامنے گزرنے سے زیادہ شدید ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت' گدھے اور کتے کے سامنے سے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۴ ص ۳۶۱' سنن ابن ماجہ: ۹۵' المعجم الکبیر: ۳۱۶۱)

امام احمد نے کہا ہے کہ سیاہ کتا نماز توڑ دیتا ہے اور میرے دل میں گدھے اور کتے کے متعلق بھی کچھ ہے' اور جس حدیث میں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے کیونکہ دل ان چیزوں کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے گزرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے' کیونکہ عورت کو دیکھنے سے وسوسے آتے ہیں اور گدھا مکروہ آواز نکالتا ہے اور کتا فتنہ میں ڈالتا ہے اور مضطرب کرتا ہے اور چونکہ یہ چیزیں نماز منقطع کرنے کا سبب بنتی ہیں' اس لیے ان پر نماز قطع کرنے کا اطلاق کر دیا گیا۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مذکور ذیل حدیث سے منسوخ ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو) تم اپنی پوری طاقت سے دفع کرو' وہ شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹)

اور شارع علیہ السلام کے اور قبلہ کے درمیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' نیز حدیث میں ہے کہ گدھی نمازیوں کے آگے چر رہی تھی اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۹۳' صحیح مسلم: ۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۷۱۵' سنن ترمذی: ۳۳۷' سنن نسائی: ۷۵۱' سنن ابن ماجہ: ۹۴۷)

حضرت ابن عباس اور عطاء نے یہ کہا ہے کہ جو عورت نماز منقطع کرتی ہے' اس سے مراد حائض عورت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲' صحیح ابن حبان: ۲۴۱۲) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ جس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ آپ کے سامنے لیٹی ہوئی تھیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: میں اس وقت حائض تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ کتا' خنزیر' یہودی اور نصرانی نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۵۳۔ ۲۳۵۲) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰۔ ۱۶۹' مفصلاً و مخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز کی تحقیق

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو' اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے اور ان کا استدلال حسب ذیل حدیث سے ہے:

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سویا ہوا ہو یا باتیں کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔
(سنن ابوداؤد: ۶۹۴ سنن ابن ماجہ: ۹۵۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث محمد بن کعب سے مروی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

باب مذکور کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے۔

عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا' اس پر فقہاء احناف کا استدلال اور اس پر حافظ ابن حجر کا رد کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء ٹوٹتا ہے نہ نماز ٹوٹتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ کے پیروں کو لگایا تھا' لیکن یہ استدلال اس لیے مردود ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کے پیروں پر کپڑا ہو یا یہ آپ کی خصوصیت ہو' سو یہ ثابت نہ ہوا کہ عورت کے جسم کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر کے جواب کو رد کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس جواب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اصل یہ ہے کہ پیر کے اوپر عرفاً کوئی کپڑا نہیں ہوتا نہ ہاتھ کے اوپر ہوتا ہے اور یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے ان کے کپڑے کے اوپر سے ان کو ہاتھ لگا کر اشارہ کیا تھا' جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۱)

حافظ ابن حجر نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہو' یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر مقام تشریع میں تھے' یہ آپ کی خصوصیت کا مقام نہیں تھا' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اقوال اور افعال کو معصوم رکھا ہے اور بغیر دلیل کے خصوصیت کا دعویٰ باطل ہے' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ہمارے لیے کسی حدیث میں یہ دلیل قائم کرتے کہ آپ کے حق میں عورت کے جسم کو چھونا وضوء ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے' جیسا کہ آپ نے نیند کے متعلق فرما دیا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا رہتا ہے اور نیند سے آپ کا وضوء نہیں ٹوٹتا اور اس کا انکار کرنا عناد اور مکابرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۴۷۔ ج ۱ ص ۱۳۲۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں ص ۱۳۳۰ پر صراط مستقیم (مصنفہ: شیخ اسماعیل دہلوی) کی ایک توہین آمیز عبارت پر بحث کی گئی ہے۔

۳۸۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي، وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ، اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے اہل کے بستر کے اوپر جنازہ کی طرح لیٹی ہوئی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

٣٨٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ، وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از عراک از عروہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی ہوئی تھیں' جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٣٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

شدید گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ شدید گرمی میں نمازی اپنے کپڑے کی مثلاً آستین یا دامن پر سجدہ کر سکتا ہے۔ باب سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں بستر پر نماز پڑھنے کا ذکر تھا اور اس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا ذکر ہے اور دونوں بابوں میں یہ بات مشترک ہے' زمین پر سجدہ نہیں کیا گیا بلکہ زمین اور سجدہ کے درمیان بستر یا کپڑا حائل تھا۔

وقال الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ، وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهِ.

اور حسن بصری نے کہا: لوگ عمامہ پر سجدہ کرتے تھے اور ٹوپی پر اور ان کے ہاتھ اپنی آستین میں ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیثیں ہیں:

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی کپڑے پر سجدہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٧٥)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت سردی میں لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی' پھر اپنے کپڑے کے ایک پلو کو زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کیا' پھر فرمایا: اے لوگو! جب تم میں سے کسی کو شدید گرمی یا سردی لگے تو وہ کپڑے کے پلو پر سجدہ کر لیا کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٦٧۔ ج ١ ص ٢٤١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شدید گرمی میں نماز پڑھتے تھے اور جب ہم میں سے کسی شخص کے لیے زمین پر چہرہ رکھنا ممکن نہ ہوتا تو وہ زمین پر کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٦٩)

٣٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ غَالِبُ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ، مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، فِيْ مَكَانِ السُّجُوْدِ. [اطراف الحدیث: ٥٤٢-١٢٠٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

(صحیح مسلم: ٦٢٠' الرقم المسلسل: ١٣٨١' سنن ابوداؤد: ٦٦٠' سنن ترمذی: ٥٨٤' سنن نسائی: ١١١٦' سنن ابن ماجہ: ١٠٢٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١

Marfat.com

ص ۲۶۹' سنن دارمی: ۷ ۱۳۳' مسند ابویعلی: ۴۱۵۲' صحیح ابن خزیمہ: ۶۷۵' صحیح ابن حبان: ۲۳۵۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۰۵' شرح السنہ: ۳۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۰۔ ج ۱۹ ص ۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۳۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف ہو چکا ہے' اس کی سند کے دوسرے راوی ہیں: بشر بن المفضل الرقاشی العثمانی' یہ ہر روز چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے' اور تیسرے راوی غالب القطان ہیں' ان کا نام ہے: غالب بن خطاف۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ہم میں سے کوئی شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا پلو سجدہ کی جگہ پر رکھتا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا عمل معاف ہے کیونکہ سجدہ کی جگہ پر کپڑا رکھنا بھی ایک عمل ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۷۔ ج ۲ ص ۲۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا۔

٢٤ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي النِّعَالِ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' بابِ سابق میں چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا تھا اور اس باب میں پیروں کو جوتوں سے ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے۔

٣٨٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْاَزْدِيُّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْهِ ؟ قَالَ نَعَمْ. [طرف الحدیث: ۵۸۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابومسلمہ سعید بن یزید الازدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۵۵۵' الرقم المسلسل: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۴۰۰' سنن نسائی: ۷۷۵' سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۱۶' سنن دارمی: ۱۳۷۷' المنتقی: ۱۷۴' مسند ابویعلی: ۴۳۴۲۔ ۳۶۶۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۱۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۱' شرح السنہ: ۵۳۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۹۷۶۔ ج ۱۹ ص ۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار راوی ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب حضرت انس سے پوچھا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: ہاں! یعنی آپ جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے اور ان کو بائیں طرف رکھ دیا' جب صحابہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے پوچھا: تمہیں اپنے جوتے اتارنے پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی جوتے اتار دیئے' آپ نے فرمایا: بے شک مجھے جبریل نے آ کر خبر دی تھی کہ آپ کے جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہے تو میں نے ان جوتوں کو اتار دیا' پس جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو دیکھ لے' پس اگر اس کے

Marfat.com

جوتوں میں کوئی گھناؤنی چیز یا نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرلے پھر ان کو پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۰' سنۃ ابی عاصم ج ۲ ص ۹۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۰۲' مشکوٰۃ: ۷۶۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہود کی مخالفت کرو' وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ (سنن ابوداؤد: ۶۵۲)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت عمرو بن العاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ننگے پیر اور جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے جوتے اتارے تو ان جوتوں سے کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور ان جوتوں کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھے یا جوتے پہن کر نماز پڑھے۔

(سنن ابوداؤد: ۶۵۵)

امام غزالی اور حافظ عینی کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کے قصد سے ننگے پیر نماز پڑھنی چاہیے' علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جوتے پہن کر نماز پڑھنے اور یہود کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے یہود کی مخالفت کے قصد سے جوتے پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور یہ سنت مقصودہ بالذات نہیں ہے اور آپ نے چونکہ ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے' اس لیے ننگے پیر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں بعض فقہاء سے نقل کیا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے بجائے جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے' یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتے پہن کر نماز پڑھنا نماز کی سنت مقصودہ نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے: تم ہر نماز میں اپنی زینت پہنو (الاعراف: ۳۱) ہر چند کہ جوتے پہننا لباس کی زینت میں داخل ہے لیکن اس کے خلاف یہ ہے کہ انسان جوتے پہن کر زمین پر چلتا ہے اور زمین پر اکثر نجاستیں پڑی ہوتی ہیں (ہمارے شہروں میں گٹر سے اُبلا ہوا نجس پانی سڑکوں پر پڑا ہوتا ہے' جن کی نجاست سے جوتے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ سعیدی) اس وجہ سے نماز میں جوتوں کی زینت ساقط ہو جاتی ہے اور جن جوتوں کی زینت اور ازالہ نجاست میں تعارض ہو تو ازالہ نجاست کو ترجیح دی جائے گی اور جوتوں کو اتار کر نماز پڑھنا راجح ہوگا کیونکہ وہ نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں اور جوتوں کی زینت مرجوح ہوگی اور جب مفاسد کو دفع کرنے اور مصالح کے حصول میں تعارض ہو تو مفاسد کے دفع کرنے کو ترجیح دی جاتی ہے' لہٰذا نماز میں جوتے پہننے کی زینت اور جوتے اتار کر ان کی نجاست کے ازالہ میں جب تعارض ہوگا تو جوتے اتار کر نماز پڑھنے کو ترجیح دی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۰' موضحاً ومفصلاً' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو اصولی بحث کی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ جوتے اتار کر

Marfat.com

نماز پڑھنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے لہٰذا آپ کی سنت کے قصد سے جوتے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے۔

جوتوں پر لگی ہوئی نجاست کے ازالہ میں مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب جوتوں میں نجاست نہ ہو تو جوتے پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جوتوں میں نجاست ہو تو ان کو رگڑ کر صاف کر لیا جائے، پھر ان کو پہن کر نماز پڑھی جائے۔

اوزاعی اور ابوثور وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جب جوتوں پر تر نجاست ہو تو ان کو مٹی میں رگڑ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتے ہیں اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ تر نجاست سے اس وقت تک جوتے پاک نہیں ہوں گے، جب تک کہ ان کو پانی سے دھویا نہ جائے اور اگر خشک نجاست ہو تو اس کو رگڑ کر صاف کرنے سے جوتے پاک ہو جائیں گے اور امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ نجاست تر ہو یا خشک، جب تک جوتوں کو پانی سے دھویا نہیں جائے گا، وہ پاک نہیں ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۵۵-۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۴ھ)

ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے کہا ہے کہ جس چیز پر ایسی نجاست لگی ہو جو دکھائی دیتی ہو، اس کو زائل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو اتنی بار دھویا جائے کہ دھونے والے کو ظن غالب ہو کہ وہ نجاست زائل ہو گئی ہے اور جو نجاست دکھائی نہ دیتی ہو (جیسے جانوروں کا پیشاب اور گٹر کا پانی) اس کو پاک کرنے کے لیے اس کو تین مرتبہ دھونا ضروری ہے اور تین مرتبہ دھونے کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو پانی میں اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ اس کو تین مرتبہ دھو نہ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (سنن نسائی: ۱۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۷، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۲ھ)

اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ تین دفعہ دھونے میں ہر بار نچوڑنا ضروری ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۷۸، مکتبہ شرکت علمیہ، ملتان)

اور جس چیز کو نچوڑا نہ جا سکے جیسے چمڑا، ریگزین اور پلاسٹک وغیرہ اس کو ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے اور یہ خشک کرنا نچوڑنے کے قائم مقام ہے، ہمارے شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں بالعموم گھوڑوں، گدھوں، کتوں اور بلیوں کا پیشاب اور اُبلے ہوئے گٹروں کا پانی پڑا ہوا ہوتا ہے، جس سے جوتوں کے تلے نجس ہو جاتے ہیں اور اس نجاست کو زائل کرنے کے لیے ان کو اس طرح تین بار دھونا ضروری ہے کہ ان کو ہر بار دھو کر خشک کیا جائے کیونکہ ان کو نچوڑا نہیں جا سکتا، اس کے بغیر جوتے پاک نہیں ہوں گے اور ناپاک جوتوں کے ساتھ کسی کے نزدیک بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور اس پُر مشقت عمل میں اتنا وقت صرف ہو گا کہ نماز کا وقت نکل جائے گا، اس لیے ہمارے دور میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ جوتے اتار کر ننگے پیر نماز پڑھی جائے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننگے پیر بھی نماز پڑھی ہے، اس لیے اس میں حصولِ سنت کا قصد کر لیا جائے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۱۳۸۔ ج ۲ ص ۱۲۴ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ② جوتیوں کی طہارت ③ چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت

۲۵ - بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الْخِفَافِ — موزے پہن کر نماز پڑھنا

Marfat.com

اس سے پہلے باب میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں موزے پہن کر نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور جوتوں اور موزوں میں یہ مناسبت ہے کہ دونوں پیروں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔

۳۸۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ، وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى، فَسُئِلَ فَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا. قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ، لِاَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ اَسْلَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم سے سنا' وہ ہمام بن الحارث سے حدیث بیان کرتے ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا' انہوں نے پیشاب کیا' پھر وضوء کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا' پھر انہوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' پس ان سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا' ابراہیم نے کہا: محدثین کو یہ حدیث اس لیے پسند تھی کہ حضرت جریر آخر میں اسلام لائے تھے۔

۳۸۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَصَلّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضوء کرایا' پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۰۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ایک شخص اپنے صاحب کو وضوء کرائے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت المغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضوء کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا' اور موزوں پر مسح کرنے کی پوری تفصیل وہاں بیان کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ — جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مکمل سجدہ نہ کرے تو اس پر وعید شدید ہے' اس باب کی اس سے پہلے مذکور اس باب کے ساتھ مناسبت ہے' جس میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا تھا' ان دونوں بابوں سے سجدہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۹ - اَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ، قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ. قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ. لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۹۱-۸۰۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے خبر دی از واصل از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے ایک شخص کو دیکھا وہ پورا رکوع اور پورا سجدہ نہیں کر رہا تھا' جب اس شخص نے نماز پڑھ لی تو حضرت حذیفہ نے اس سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی اور میرا گمان ہے انہوں نے کہا: اگر تم (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) مر گئے تو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے غیر پر مرو گے۔

Marfat.com

(سنن نسائی: 1311، 1312، مصنف عبد الرزاق: 3732، 3733، مسند البزار: 2819، صحیح ابن حبان: 1894، شرح السنۃ: 616، سنن بیہقی ج 2 ص 386، السنن الکبریٰ للنسائی: 1235، 608، مسند احمد ج 5 ص 384 طبع قدیم، مسند احمد: 23258، ج 38 ص 294، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ جو شخص جلدی جلدی نماز پڑھے اور کامل سجدہ نہ کرے، اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ وعید سنائی ہے کہ اگر وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں: (1) الصلت بن محمد بن عبد الرحمان الخارکی البصری، ان کی نسبت الخارک کی طرف ہے، یہ جگہ بصرہ کے سواحل میں سے ہے (2) مہدی بن میمون ابو یحییٰ الازدی، یہ 172ھ میں فوت ہو گئے تھے (3) واصل بن حبان، یہ کبڑے تھے (4) ابو وائل شقیق بن سلمہ (5) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج 4 ص 181)

رکوع اور سجود کو طمانیت کے ساتھ ادا کرنے میں مذاہب ائمہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی، اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے کامل نماز نہیں پڑھی، کیونکہ نفس رکوع اور نفس سجدہ نماز میں فرض ہے اور رکوع اور سجدہ میں طمانیت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طمانیت فرض ہے، ان کے نزدیک ایسی نماز حقیقۃً نہیں ہوتی اور اس نماز کو دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ (عمدۃ القاری ج 4 ص 181، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ)

تعدیل ارکان کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہونا

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

قاضی الصدر نے اپنی شرح میں تعدیل ارکان میں بہت تشدید کی ہے، انہوں نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر رکن کو مکمل کرنا واجب ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے، لہٰذا رکوع، سجود اور قومہ کے درمیان اتنی دیر ٹھہرے کہ ہر عضو مطمئن ہو جائے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے، حتیٰ کہ اس کو ترک کیا یا اس میں سے کچھ کو ترک کیا تو اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہے اور اگر عمداً ترک کیا تو بہت شدید مکروہ ہے، اور اس پر لازم ہے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے اور یہ ترتیب کے ساقط ہونے میں بھی معتبر ہے، (یعنی جس نے پانچ نمازیں ایسی پڑھیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہے گا) جیسے کسی شخص نے حالت جنابت میں طواف کیا تو اس پر اس طواف کا اعادہ لازم ہے، اور معتبر پہلا قول ہے۔ (یعنی تخریج جرجانی کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تعدیل ارکان سنت ہے اور تخریج کرخی کے اعتبار سے واجب ہے، حتیٰ کہ تعدیل کو ترک کرنے سے سہو کے دو سجدے لازم آئیں گے، اسی طرح ہدایہ میں ہے اور دوسرے قول پر کنز، الوقایہ اور ملتقی میں جزم کیا ہے اور دلائل کا تقاضا بھی یہی ہے، البحر الرائق میں مذکور ہے کہ اس سے جرجانی کا قول ضعیف ہو جاتا ہے، اسی طرح قومہ یعنی رکوع سے اٹھنے میں اور جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے میں بھی تعدیل یعنی طمانیت واجب ہے، یہی علامہ ابن ہمام کا مختار ہے، البحر الرائق میں کہا ہے کہ چاروں میں طمانیت واجب ہے یعنی رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر مواظبت (دوام) کی ہے، اور جس اعرابی نے جلدی جلدی نماز پڑھی تھی، آپ نے اسے نماز دہرانے کا حکم دیا تھا اور اس لیے کہ قاضی خان نے کہا ہے کہ جس نے سہواً قومہ کو ترک کر دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اسی طرح المحیط میں ہے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ سب میں کلام واحد ہے اور ان سب میں طمانیت کو واجب قرار دینا یہ محقق ابن ہمام کا قول ہے اور ان کے شاگرد ابن امیر حاج کا قول ہے، حتیٰ کہ انہوں نے کہا: یہی قول صحیح ہے)۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ روایت اور درایت کے اعتبار سے زیادہ صحیح تعدیل ارکان کا وجوب ہے اور رہا قومہ اور جلسہ تو مشہور یہ ہے کہ ان میں تعدیل سنت ہے اور وجوب کی بھی روایت ہے اور یہی دلائل کے موافق ہے اور یہی علامہ ابن ہمام اور ان کے بعد متاخرین کا قول ہے اور تم جان چکے ہو کہ ان کے شاگرد نے کہا: یہی صحیح ہے اور امام ابو یوسف نے ان تمام میں تعدیل کو فرض کہا ہے اور المجمع میں اور العینی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور امام طحاوی نے ہمارے تینوں اماموں سے اسی کو روایت کیا ہے' اور الفیض میں مذکور ہے کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور علامہ البرکلی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''معدل الصلاۃ'' اس میں اس مسئلہ کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس میں وجوب کے دلائل بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں اور ذکر کیا ہے کہ اس کو ترک کرنے سے تمیں آفات لازم آتی ہیں اور ایک دن اور ایک رات کی نمازوں میں جو اس کے ترک سے مکروہات لازم آتے ہیں' ان کی تعداد تین سو پچاس ہے' اس رسالہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

مصنف کے نزدیک بھی راجح یہی ہے کہ رکوع' سجود' قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا واجب ہے' اول اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ہمیشہ اطمینان سے ادا کیا ہے اور مواظبت اور دوام دلیل وجوب ہے اور ثانی اس لیے کہ جس اعرابی نے ان میں طمانیت کو ترک کیا تھا' آپ نے اس کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا: نماز پڑھو' تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۷۹۳) اور ثالث اس لیے کہ اس طرح نماز پڑھنے والے کو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے وعید سنائی کہ اگر تم اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف پر مرو گے۔

۲۷ - بَابٌ يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُودِ

بغلوں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو سجدہ میں پہلوؤں سے دور رکھے

اس سے پہلے باب میں طمانیت سے سجدہ کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور ان دونوں چیزوں کا تعلق سجدہ کے احکام سے ہے۔

۳۹۰ - اخبرنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ، حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ.

[اطراف الحدیث: ۸۰۷-۳۵۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں یحییٰ بن بکیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر از ابن ھرمز از عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) ظاہر ہوتی' اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۴۹۵' الرقم المسلسل: ۱۰۸۵' سنن نسائی: ۱۱۰۲' المعجم الاوسط: ۸۶۷۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۲۳۔ ج ۳۸ ص ۱۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن بکیر (۲) بکر بن مضر' ابو عبید نے کہا: مضر کا نام مضر بن نزار بن معد بن عدنان ہے (۳) جعفر کا نام جعفر بن ربیعہ بن شرجیل المصری ہے' یہ ۱۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابن ھرمز' ان کا نام عبد الرحمان الاعرج ہے' یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (۵) عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ' بحینہ عبد اللہ کی ماں کا نام ہے' یہ اپنے والدین کی طرف منسوب ہیں' یہ

Marfat.com

قدیم الاسلام ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں' یہ بہت عبادت گزار اور فاضل تھے' ہمیشہ روزے سے رہتے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

ابن کے الف لکھنے اور نہ لکھنے کا قاعدہ

علامہ نووی نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن مالک میں مالک پر تنوین پڑھی جائے اور ابن بحینہ میں ابن کو الف کے ساتھ لکھا جائے کیونکہ ابن بحینہ مالک کی صفت نہیں ہے بلکہ عبد اللہ کی صفت ہے' ان کے والد کا نام مالک ہے اور ان کی ماں کا نام بحینہ ہے' پس بحینہ مالک کی بیوی ہیں اور عبد اللہ کی ماں ہیں پس یہ ابن دو متناسل علموں (ناموں) کے درمیان واقع نہیں ہے' ابن کا الف اس وقت نہیں لکھا جاتا جب وہ دو متناسل علموں کے درمیان واقع ہو جیسے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب اور جب ایسا نہ ہو تو دوسرے ابن سے پہلے الف کو لکھا جاتا ہے' جیسے عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ یا عبد اللہ بن ابی ابن سلول' سلول عبد اللہ کی ماں کا نام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ عنوان میں سجدہ میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں نماز میں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نماز سے مراد سجدہ ہے اور کل کا اطلاق جز پر ہے۔

عورتوں اور مردوں کی نماز کے طریقہ کا فرق

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ نماز پڑھتے تو دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے دور رکھتے' یہ مردوں کے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور عورتیں اور ہیجڑے اپنے بازوؤں کو اپنے پہلوؤں سے ملا کر رکھیں کیونکہ ان کے حق میں ستر مطلوب ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کے حق میں سنت چار زانو بیٹھنا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کو بازو کھلے رکھنے اور بازو ملا کر رکھنے کا اختیار ہے۔

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے' جو نماز پڑھ رہی تھیں' آپ نے فرمایا: جب تم نماز پڑھا کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

(مراسیل ابوداؤد ص ۸' مطبع مجتبائی' پاکستان لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چمٹائے' یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۵۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۰۷۔ ج ۱ ص ۱۳۰۴ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۸ - بَابُ فَضْلِ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

پہلے امام بخاری نے ستر عورت (شرم گاہ چھپانے) اور اس سے متعلق ابواب بیان کیے اور یہ نماز کی پہلی شرط ہے' اس کے بعد انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کرنے کے ابواب کو شروع کیا اور یہ نماز کی دوسری شرط ہے۔ سو امام بخاری نے کہا:

یَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَیْهِ، قَالَهُ اَبُوْ حُمَیْدٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (سجدہ میں) پیروں کی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف رکھتے تھے۔

امام بخاری نے ''باب یستقبل القبلة باطراف رجلیه'' میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے' اور صحیح البخاری: ۸۲۸ میں اس مکمل

Marfat.com

حدیث کو پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابوحمید کا نام عبدالرحمٰن بن سعد الساعدی الانصاری المدنی ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المنذر ہے' ان پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا' یہ حضرت معاویہ کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ۲۶' احادیث مروی ہیں' تین احادیث کی روایت پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک' ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حدیث کے اس قطعہ کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت یہ ہے کہ پورے جسم کو قبلہ کی طرف متوجہ کیا جائے' حتیٰ کہ جب سجدہ کرے' تب بھی انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور یہ عمل سنت یا مستحب ہے' درمختار میں زاہدی معتزلی کی اتباع میں اس کو فرض لکھا ہوا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' فرض وہ ہوتا ہے جس کے کرنے کا لزوم ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی الثبوت بھی ہو اور قطعی الدلالۃ بھی ہو' اور فرض صرف سجدہ ہے اور سجدہ کی تعریف ہے: پیشانی کو زمین پر رکھنا اور جن اعضاء پر سجدہ موقوف ہے' وہ ہاتھ اور گھٹنے ہیں' پیروں پر سجدہ کرنا موقوف نہیں ہے' لہٰذا پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے' چہ جائیکہ پیروں کی انگلیوں کے سروں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہو' درمختار کے علاوہ اور فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس کو فرض نہیں لکھا' سب نے اس کو سنت یا مستحب لکھا ہے' اس کی پوری تفصیل اور مکمل تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم: ۹۹۸۔ ج ۱ ص ۱۲۹۹۔۱۲۹۱ میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۹۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ، الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۳۹۲۔ ۳۹۳] [سنن نسائی: ۵۰۱۳۔ ۳۹۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور بن سعد نے حدیث بیان کی' از میمون بن سیاہ' از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا' پس یہ وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور اس کے رسول کا ذمہ ہے' پس تم اللہ کے ذمہ کو پامال نہ کرو۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن عباس الاھوازی البصری' یہ ۲۳۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبدالرحمان بن مہدی بن حسان' ابوسعید البصری اللؤلؤی (۳) منصور بن سعد' یہ اللؤلؤی البصری کے صاحب تھے (۴) میمون بن سیاہ' سیاہ فارسی کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کالا' اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۵)

''خفر'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فلا تخفروا''' ''خفر'' کا معنی ہے: عہد شکنی کرنا۔

Marfat.com

جو شخص توحید و رسالت کا اقرار نہ کرے اور فرائض اسلام میں سے کسی فرض کا انکار کرے وہ کافر حربی ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ عبارت ہے: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ (سنن نسائی: ۵۰۱۳) اور اس باب کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی' جب بت پرست اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' کہو تو وہ تکبر کرتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وحدانیت کا اقرار کرنے اور بت پرستی کو ترک کرنے کی دعوت دی' پس ان میں سے جس نے اس کا اقرار کر لیا' وہ اسلام کے رنگ میں داخل ہو گیا اور آپ نے دوسرے ان کافروں سے قتال کیا' جو اللہ کی توحید کو مانتے تھے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور تب آپ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں' اور جس نے توحید اور رسالت کا اقرار کیا اور فرائض میں سے کسی چیز کا بھی انکار کیا' اس کا خون حلال ہے اور وہ حربی کافر ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۶۰۔ ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

جو شخص توحید و رسالت کا معتقد ہو لیکن کسی کفریہ عقیدہ کا حامل ہو یا توہین رسالت کا مرتکب ہو وہ بھی کافر ہے

جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہوں' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کو بھی نبی مانتے ہوں تو وہ بھی کافر ہیں کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں' اسی طرح جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کریں' یا یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صرف چھ مسلمان رہ گئے تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے' یا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائیں یا جو قرآن مجید میں تحریف کا عقیدہ رکھیں وہ سب کافر ہیں' اسی طرح جس نے آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے مبعوث ہونے کو جائز قرار دیا' یا جس نے آپ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم کہا یا جس نے آپ کے علم غیب کو بچوں' پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دی یا جس نے نماز میں آپ کے خیال کو گدھے اور بیل کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ بُرا کہا' یہ سب لوگ کافر ہیں اور جو شخص ان کی کفریہ عبارات پر مطلع ہو کر اور وجہ کفر کو سمجھ کر ان کو مسلمان سمجھے اور ان کی تعظیم بجالائے وہ بھی کافر ہے' خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو مانتا ہو اور ہماری طرح نماز پڑھتا ہو اور نماز میں ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو' یہ اجمالی عبارت ہے۔ اس کی تفصیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ان کتابوں میں ہے:

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۲) الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی (۳) رد الرفضۃ (۴) تمہید ایمان (۵) حسام الحرمین (۶) الکوکب الشہابیہ۔

واضح رہے کہ ان لوگوں کے رد میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی یہ کتابیں سال با سال سے چھپ رہی ہیں اور ان کی تبلیغ تام ہو چکی ہے اور ان لوگوں پر حجت تمام ہو چکی ہے اور جو لوگ ان کفریہ عبارات کے قائل اور معتقد نہیں ہیں' ان پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے' خواہ وہ اپنے آپ کو شیعہ' دیوبندی یا وہابی کہتے ہوں۔

اکابر علماء دیوبند کا اہل سنت و جماعت کے علماء اور عوام پر فتویٰ تکفیر نہیں ہے

بارہ ربیع الاول ۱۴۲۷ ھ/ گیارہ اپریل ۲۰۰۶ کو عید میلاد النبی کے دن نشتر پارک میں بم دھما کا کیا گیا' جس کے نتیجہ میں سٹیج پر بیٹھے ہوئے تقریباً ساٹھ سے زیادہ علماء اہل سنت شہید ہو گئے' اس المناک موقع پر ممتاز دیوبندی عالم شیخ سلیم اللہ خان کا درج ذیل بیان روزنامہ جنگ میں شائع ہوا' جس سے اس موضوع پر روشنی پڑتی ہے:

Marfat.com

جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے' مولانا سلیم اللہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) صدر اتحاد تنظیمات المدارس دینیہ پاکستان' صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی مولانا سلیم اللہ خان نے ۱۲ ربیع الاوّل کو نشتر پارک میں دہشت گردی کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے امت مسلمہ کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ سانحہ نشتر پارک میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرنے والے ۶۰ سے زائد شہید اور بہت سے زخمی ہوئے' یہ صرف بنیاد پرست' کلمہ گو' نمازی' چہروں پر ڈاڑھی' سروں پر عمامے اور شرعی لباس میں ملبوس تھے' ان کا قصور اسلام وایمان پر جمے رہنا' اسلام کو اپنی شناخت بنالینا' خاتم النبیین ﷺ کی محبت وعقیدت کے اظہار میں جذباتی انداز اختیار کرنا تھا۔ وہ مسلمان تھے' ان کے نقطہ نظر کے بعض حصوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود' ہمیں ان کے اس بربریت اور ظلم کے ساتھ شہید اور زخمی کیے جانے کا بے حد افسوس ہے' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے' پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کی بہترین کفالت فرمائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جلاؤ گھیراؤ کے بجائے صبر وضبط سے کام لیا جائے اور اتحاد کی فضاء قائم رکھی جائے۔ مولانا سلیم اللہ نے کہا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی' مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا خلیل احمد سہارنپوری' مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہ اکابرین وعلماء دیوبند کا بریلوی مکتب فکر سے اختلاف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن انہوں نے کبھی ان کی تکفیر نہیں کی' ان کے بعض نظریات واعمال سے اختلاف کیا ہے اور ایسا اختلاف ایمان وکفر کا اختلاف نہیں ہوتا' بلکہ علماء محققین کے نزدیک تو جتنے فرقے اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں خواہ قدریہ ہوں یا جبریہ' معتزلہ ہوں یا خوارج' مرجئہ ہوں یا جہمیہ وغیرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں' ان کا مسلک یقیناً غلط ہے اور ان سے استدلال میں غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے اسلام ہی کو اپنا دین سمجھا ہے' اس سے بیزاری کا اظہار کبھی نہیں کیا' لہٰذا جب تاویل کی گنجائش رہتی ہے تو ان کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مسلم شریف کتاب الایمان میں صفحہ ۱۰۳-۱۰۲ میں' بخاری شریف کی کتاب التوحید والرد علی الجہمیہ ج ۲ ص ۱۱۰۸-۱۱۰۷ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مفصل روایت ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی' جمعرات ۱۴ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ/ ۱۳ اپریل ۲۰۰۶ء)

۳۹۲ - حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ ، حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، فَإِذَا قَالُوهَا ، وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا ، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا ، وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا ، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ ، إِلَّا بِحَقِّهَا ، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نُعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ کہیں لا الٰہ الا اللہ' پس جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں اور ہماری (طرح) نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں تو ان کی جانیں اور ان کے اموال ہم پر حرام ہو جائیں گے' ماسوا اس جان اور مال کے جس پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی اہم شرح اور تخریج' صحیح البخاری: ۳۹۱ میں کردی گئی ہے' دیگر زائد شرح یہاں بیان کی جارہی ہے۔

Marfat.com

لوگوں کے معاملات ظاہر پرمحمول ہیں نہ کہ باطن پر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کے معاملات ظاہر پرمحمول کیے جاتے ہیں نہ کہ باطن پر' سو جس شخص نے شعائر دین پر عمل کیا' اس پر اسلام کے احکام نافذ کیے جائیں گے' جب تک اس کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو' لہٰذا جب کوئی اجنبی شخص مسلمانوں کے شہر میں داخل ہو اور اس کی ظاہری وضع قطع مسلمانوں جیسی ہو تو اس کو مسلمان ہی قرار دیا جائے' خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو' جب تک کہ اس شخص سے اسلام کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہ ہو۔

اس حدیث میں صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور اس سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور یہ اسلام کی پہلی علامت ہے' اس کے بعد ہماری طرح نماز پڑھنے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نماز اہم ترین عبادت ہے' حتیٰ کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کافروں کا سا کام کیا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تارکِ نماز کو قتل کر دیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے' اور جس نے قبلہ کو عمداً ترک کیا' اس کی نماز نہیں ہوگی اور جو نماز نہ پڑھے وہ دین دار نہیں ہے' اور کلمہ پڑھنا' پانچ وقت کی نماز پڑھنا اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنا یہ وہ ظاہری اُمور ہیں جن پر کسی شخص کا مسلمان ہونا موقوف ہے۔

اہل مکہ پر نماز میں عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور دیگر شہر والوں پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے

جو شخص مکہ مکرمہ میں رہتا ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے' خواہ اس کے اور کعبہ کے درمیان کوئی دیوار یا مکان حائل ہو یا نہ ہو' اگر اس نے غور و فکر کر کے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے خطاء ہوئی ہے تو اس پر اس نماز کا لوٹانا واجب نہیں ہے کیونکہ اس شخص پر جو فرض تھا' وہ اس نے ادا کر دیا۔ ابوالبقاء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد نبوی کی محراب کعبہ کی سمت پر قائم کی اور رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور اسی سمت پر مسجد نبوی کا قبلہ ہے' اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو' اس پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اس پر سمت کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے' یہ کرخی' ابوبکر رازی اور عامۃ مشائخ الحنفیہ کا قول ہے اور ابوعبداللہ الجرجانی کا قول ہے کہ حاضر اور غائب سب پر عین کعبہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام بیہقی نے معرفۃ الآثار میں لکھا ہے کہ حدیث مرفوع میں ہے: جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھتے ہیں' ان کا قبلہ عین کعبہ ہے اور اہل مکہ کا قبلہ مسجد حرام ہے' اور دیگر شہروں کا قبلہ مکہ مکرمہ ہے' لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

کسی شخص کے مسلمان ہونے کے جملہ قرائن اور شواہد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو' کیونکہ دیگر مذاہب کے لوگ اور بت پرست مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے میں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اس کی شرح صحیح البخاری: ۲۵ میں کر دی گئی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ

اور علی بن عبد اللہ نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

سِيَاهٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ، مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلّٰى صَلَاتَنَا، وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا، فَهُوَ الْمُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ.

کہا: میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور کہا: اے ابوحمزۃ! بندہ کی جان اور مال کو کیا چیز حرام کرتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری (طرح) نماز پڑھی اور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ مسلمان ہے اس کے وہ حقوق ہیں جو مسلمان کے حقوق ہیں اور اس پر وہ احکام فرض ہیں جو مسلمان پر فرض ہیں۔

اس تعلیق کی سند میں علی بن عبداللہ سے مراد علی بن المدینی ہیں اور ابوحمزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اس تعلیق کے بعد امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ ایک اور حدیث روایت کی ہے:

٣٩٣ - **قَالَ** ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ حدیث بھی معلق ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کی میمون بن سیاہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی تھی اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٩١ میں کر دی گئی ہے۔

٢٩ - بَابُ قِبْلَةِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، وَاَهْلِ الشَّامِ، وَالْمَشْرِقِ لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ

اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ اور مشرق اور مغرب میں کوئی قبلہ نہیں ہے

اہل مدینہ اور اہل شام کے بعد اہل مشرق کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اہل اسلام کے اکثر شہر مشرق میں ہیں عنوان میں جو کہا ہے کہ اہل مدینہ اہل شام اور مشرق کا قبلہ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یہ ہے: مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے اور مشرق اور مغرب میں قبلہ نہ ہونا یہ تمام شہروں کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ صرف مدینہ منورہ اور ان شہروں کے اعتبار سے ہے جن کا قبلہ مدینہ منورہ کے موافق ہے اور مدینہ منورہ کا قبلہ مدینہ منورہ کے شمال میں ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی:

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت تم نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو لیکن مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو۔

(سنن نسائی: ٢١، صحیح البخاری: ١٤٤، صحیح مسلم: ٢٦٤، سنن ابوداؤد: ٩، سنن ترمذی: ٨، سنن ابن ماجہ: ١٨، مسند احمد ج ٥ ص ٤٢١)

اس حدیث کی مکمل شرح صحیح البخاری: ١٤٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

Marfat.com

اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ، فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا. قَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ، فَوَجَدْنَا مَرَاحِیْضَ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ، فَنَنْحَرِفُ، وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰی. وَعَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَیُّوْبَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از عطاء بن یزید از حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو، لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابوایوب نے کہا: پس ہم شام میں گئے، وہاں ہم نے دیکھا بیت الخلاء قبلہ کی جانب بنے ہوئے تھے تو ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے، اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے، اور از الزہری از عطاء، انہوں نے کہا: میں نے اس حدیث کی مثل ابوایوب سے سنی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف مطلقاً منہ یا پیٹھ نہ کرنے کا ثبوت

اس حدیث کی مکمل اور مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۴ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے، مگر جب کسی عمارت میں قضاء حاجت کی جائے۔ مگر وہاں اس حدیث کے آخر میں حضرت ایوب انصاری کے اس قول کا اضافہ نہیں تھا کہ جب ہم شام میں گئے تو وہاں جو بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، وہ قبلہ کی جانب تھے، ہم قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھتے تھے اور کسی تقصیر پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری کے اس قول سے امام شافعی اور امام بخاری کے اس نظریہ کا رد ہو جاتا ہے کہ جب بیت الخلاء یا دیوار کی آڑ میں قضاء حاجت کی جائے تو پھر قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کی جاسکتی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ کھلے میدان میں قضاء حاجت کی جائے یا بیت الخلاء میں اور یہی نظریہ صریح حدیث کے بھی مطابق ہے اور قبلہ کی تعظیم کے بھی مناسب ہے اور اس باب کی حدیث اس باب کے عنوان کے بھی مطابق ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کے مشرق اور مغرب میں قبلہ نہیں ہے۔

۳۰ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی﴾ (البقرہ: ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالو" (البقرہ: ۱۲۵)

مقام ابراہیم کا مصداق اور اس کی جگہ کا تعین

السُّدی نے کہا ہے: مقام سے مراد وہ پتھر ہے جس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نیچے رکھا تھا، پھر انہوں نے آپ کا سر دھویا، اس قول کی علامہ قرطبی نے روایت کی ہے اور اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے، اور دوسروں نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مقام ابراہیم سے مراد پورا حرم ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حج میں طواف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، حضرت عمر نے کہا: ہم اس کو مصلیٰ نہ بنالیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تم مقام ابراہیم کو مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) بنالو۔ (البقرہ: ۱۲۵)

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ازرقی نے اخبار مکہ میں اسانید صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ مقام ابراہیم وہی ہے، جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا

Marfat.com

نشان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں یہ پتھر اسی جگہ رکھا ہوا تھا' جس جگہ اب رکھا ہوا ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سیلاب آیا' جو اس پتھر کو بہا کر لے گیا' حتیٰ کہ یہ مکہ کے نشیب میں پہنچ گیا' پھر اس کو وہاں سے اٹھا کر لایا گیا اور پہلے کی جگہ پر رکھ دیا گیا' جہاں پر وہ اب موجود ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۶۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۵ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ' عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ الْعُمْرَةَ' وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا' وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ' وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ' وَ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۳ـ ۱۶۲۷ـ ۱۶۴۵ـ ۱۶۴۷ـ ۱۷۹۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے متعلق سوال کیا' جو شخص عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور الصفا اور المروہ کے درمیان سعی نہ کرے' کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ نے بیت اللہ کے گرد سات طواف کیے' پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے (الاحزاب:۲۱)۔

(صحیح مسلم: ۱۲۳۴' سنن نسائی: ۲۹۶۶ـ ۲۹۶۰ـ ۲۹۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۵۲ـ ۳۹۱۱' مسند الحمیدی: ۶۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۶۳۴' صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۶۰' سنن بیہقی ج ۵ ص ۹۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۴۱ـ ج ۸ ص ۲۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۹۶ - وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا' حَتّٰى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

[اطراف الحدیث: ۱۶۲۴ـ ۱۶۴۶ـ ۱۷۹۴] (صحیح مسلم: ۱۲۳۴' الرقم المسلسل: ۲۹۴۷' اس کی تخریج بھی مذکور الصدر ہے)

اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: (عمرہ کرنے والا) اس وقت تک اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرے جب تک کہ الصفاء اور المروۃ کے درمیان سعی نہ کر لے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھی۔

عمرہ میں سعی کا واجب ہونا

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عمرہ میں الصفا اور المروۃ کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) واجب ہے' یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے' تاہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کر لیا' وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے خواہ اس نے سعی نہ کی ہو' لیکن یہ قول ضعیف ہے اور سنت کے مخالف ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف میں سات چکر لگانا ضروری ہیں' اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر طواف سنت ہو تو یہ نماز سنت ہے اور اگر طواف واجب ہو تو یہ نماز واجب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۸۹۵ـ ج ۳ ص ۴۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

Marfat.com

۳۹۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ، فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ، وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ؟ قَالَ نَعَمْ، رَكْعَتَيْنِ، بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَصَلّٰى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث:۴۶۸_۵۰۴_۵۰۵_۵۰۶_۱۱۶۷_۱۵۹۸_۱۵۹۹_۲۹۸۸_۴۲۸۹_۴۴۰۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سیف انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آئے ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو کعبہ میں داخل ہو گئے تو حضرت ابن عمر نے کہا: میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ سے باہر نکل آئے میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ دو دروازوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے میں نے حضرت بلال سے سوال کیا اور کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: جب آپ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ کی بائیں جانب جو دو ستون ہیں ان کے درمیان آپ نے دو رکعت نماز پڑھی ہے پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

(صحیح مسلم:۱۳۲۹ الرقم المسلسل:۳۱۷۲ سنن ابوداؤد:۲۰۲۵_۲۰۲۳ سنن نسائی:۲۹۰۳_۲۹۰۲ مسند الحمیدی:۶۹۲_۱۴۹ مسند ابوداؤد الطیالسی:۱۸۴۹_۱۱۱۵ المعجم الکبیر:۱۳۵۱۰ صحیح ابن حبان:۳۲۰۴_۳۲۰۳_۳۲۰۲ شرح السنۃ:۴۴۷ سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۲۶ مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم مسند احمد:۴۴۶۴_ ج ۸ ص ۳۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی:۳۳۵۸ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) یحییٰ القطان (۳) سیف بن سلیمان المخزومی المکی یہ بہت زیادہ سچے تھے ۱۵۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) امام مجاہد (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۵)

حطیم کعبہ میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے حکم میں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہو گئے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر داخل ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

آج کل کعبہ کا دروازہ بند رہتا ہے اور مسلم ممالک کے سربراہوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور صرف وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر عمل کر سکتے ہیں تاہم حطیم بھی کعبہ میں داخل ہے اور اس کا جز ہے اور یہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور عام مسلمان اس میں داخل ہو کر اس میں نماز پڑھتے ہیں اس طرح عام مسلمانوں کو بھی کعبہ میں داخل ہو کر نماز پڑھنے کا شرف اور سعادت حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ حطیم میں داخل ہوں تو ننگے پیر داخل ہوں اور احترام سے داخل ہوں اور اس میں دو رکعت نماز پڑھیں کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ تمام ائمہ حدیث کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے کیونکہ یہ روایت مثبت ہے اور اس میں زیادہ علم کا ثبوت ہے اس لیے اس کی ترجیح واجب ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم:۱۳۳۰) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

Marfat.com

نے بھی کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی تھی۔ (صحیح مسلم:١٣٣١) یہ دونوں حدیثیں کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے کی نفی کرتی ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ کی حدیث آپ کے نماز پڑھنے کو ثابت کرتی ہیں اور جب نفی اور اثبات کی خبروں میں تعارض آ جائے تو اثبات کی خبر کو ترجیح دی جاتی ہے' اس لیے حضرت بلال رضی اللہ کی روایت راجح ہے' جس میں یہ ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بلال' حضرت اسامہ اور حضرت عثمان بن طلحہ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور وہ سب دعا میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا میں مشغول ہیں تو وہ بھی دعا میں مشغول ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری جانب تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی' جس کو حضرت بلال نے آپ کے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور آپ نے بہت تخفیف سے نماز پڑھی تھی اور حضرت اسامہ آپ سے دور تھے اور بہ دستور دعا میں مشغول تھے' اس لیے وہ نہیں دیکھ سکے' اس لیے انہوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے کعبہ میں نماز پڑھنے کی نفی کر دی۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ٦ ص ٣٥٨٨-٣٥٨٧' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ٤٤٩ھ نے لکھا ہے کہ مہلب نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مرتبہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے ہوں' ایک مرتبہ آپ نے اس میں نماز پڑھی ہو' جیسے حضرت بلال کی روایت ہے اور ایک مرتبہ آپ نے نماز نہ پڑھی ہو' جیسے حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایت ہے' پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٢ ص ٦٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ٣١٢٦- ج ٣ ص ٥٨٧ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(١) کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق (٢) کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ۔

٣٩٨- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ' عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ' دَعَا فِيْ نَوَاحِيْهِ كُلِّهَا' وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ' فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قُبُلِ الْكَعْبَةِ' وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ.

[اطراف الحدیث: ١٦٠١-٣٣٥١-٣٣٥٢-٤٢٨٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عطاء' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تمام اطراف میں دعا کی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ اس سے باہر نکل آئے' پھر جب آپ باہر آئے تو آپ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

(صحیح مسلم: ١٣٣٠' الرقم المسلسل: ٣١٧٩' سنن نسائی: ٢٩١٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٨٩٢' مصنف عبد الرزاق: ٩٠٥٦' صحیح ابن خزیمہ: ٣٠٣٢' شرح السنۃ: ٤٤٨' صحیح ابن حبان: ٣٢٠٨' المستدرک ج ١ ص ٤٧٩' سنن بیہقی ج ٢ ص ٣٢٨' مسند احمد ج ٥ ص ٢٠١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢١٧٥٤- ج ٣٦ ص ٨٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(١) اسحاق بن نصر' اسماء رجال الصحیحین میں ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا نام اسحاق بن ابراہیم بن نصر ابراہیم السعدی ہے' یہ مدینہ

Marfat.com

میں رہتے تھے' امام بخاری نے اپنی کتاب میں ان سے متعدد روایات کی ہیں' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' کہیں کہا: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' اور ان کے دادا کی طرف نسبت کی (۲) امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی متوفی ۲۱۱ھ (۳) عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۹)

یہ حدیث' اس سے پہلی حدیث سے متعارض ہے اور صحیح البخاری: ۳۹۷ کی شرح میں ان کی تطبیق بیان کر دی گئی ہے۔

۳۱ - بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے' انسان جہاں کہیں بھی ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان خواہ سفر میں ہو یا حضر میں' فرض پڑھ رہا ہو یا نفل' اس پر لازم ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ.

اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیرا کرو۔

(البقرہ: ۱۴۴)

باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالو اور اس باب میں یہ بیان فرمایا ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور دونوں بابوں کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر پڑھو۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۶۲۵۱ کا ایک قطعہ ہے۔

۳۹۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، سِتَّةَ عَشَرَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ اَنْ يُّوَجَّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ (البقرہ: ۱۴۴) فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ. وَقَالَ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ، وَهُمُ الْيَهُوْدُ ﴿مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (البقرہ: ۱۴۲)، فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى، فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ، نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' از ابو اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سولہ یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا جائے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) پھر آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا اور لوگوں میں سے جہلاء نے کہا اور وہ یہود تھے: ان کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا' جس پر یہ پہلے تھے؟ آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لیے ہیں' وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے' (البقرہ: ۱۴۲) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی' وہ نماز پڑھنے کے بعد باہر نکلا اور انصار کے لوگوں کے پاس سے گزرا' وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز عصر

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ، حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

پڑھ رہے تھے، پس اس نے کہا: وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے (ابھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ کعبہ کی طرف منہ کیے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ مڑ گئے اور انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: نماز امور ایمان سے ہے، اور یہاں اس کا عنوان ہے: قبلہ کی طرف توجہ کی جائے انسان جہاں کہیں بھی ہو، اور اس حدیث میں دونوں چیزوں کا ذکر ہے۔

بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کا باعث اور محرک

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے رہنے والے اکثر یہود تھے، جو اپنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا، پس یہود اس سے خوش ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ چاہتے تھے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف منہ کریں، پس آپ اس کی دعا کرتے تھے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی: ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) اور امام طبری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے، کیونکہ یہود یہ کہتے تھے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی پیروی کرتے ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۲۷-۲۶) حضرت ابن عباس کی اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا ہجرت کے بعد واقع ہوا ہے، لیکن ایک اور سند سے حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ آپ کے سامنے ہوتا تھا، اور ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنا ممکن ہے، بایں طور کہ جب آپ نے ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں، اور امام طبرانی نے ابن جریج کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب سے پہلے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر آپ کو بیت المقدس کی طرف پھیر دیا گیا اور اس وقت آپ مکہ میں ہی تھے، سو آپ نے تین سال تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر آپ نے ہجرت کی اور مدینہ آنے کے بعد سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر اللہ نے آپ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا۔

حضرت ابن عباس کی پہلی حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اس سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۶۳، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احکام میں نسخ ہوتا رہتا ہے، اور جمہور کے نزدیک اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو، وہ قرآن سے منسوخ ہو جاتا ہے، امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، اور اس حدیث میں خبر واحد کے قبول کرنے پر دلیل ہے، اور اس میں یہ تصریح ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا واجب ہے اور یہ کہ اب قبلہ کعبہ ہے، اور اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک

نماز دو جہتوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی۔

۴۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ، فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيضَةَ، نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

[اطراف الحدیث: ۱۰۹۴-۱۰۹۹-۴۱۴۰]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۵۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبد الرحمان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف بھی سواری کا منہ ہو پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

فرض نماز کو سواری پر پڑھنے کے اعذار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ فرض نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کو ترک نہیں کیا جائے گا اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے لیکن شدید خوف میں اس کو ترک کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر کی حالت میں سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے ان اعذار میں سے ایک عذر بارش ہے امام محمد سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص سفر میں ہو اور بارش ہو جائے اور اس کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کے لیے کوئی خشک جگہ نہ ملے تو وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سواری پر بیٹھا رہے اور اشاروں سے نماز پڑھے اور اگر اس کے لیے یہ ممکن نہ ہو تو وہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ وہاں اتنی کیچڑ ہو جس میں اس کا منہ چھپ جائے لیکن اگر وہاں اتنی کیچڑ نہ ہو لیکن زمین گیلی ہو تو وہ گیلی زمین پر نماز پڑھ لے۔

دیگر اعذار میں سے یہ ہے کہ وہ سواری سرکش ہو اگر وہ سواری سے اتر جائے تو اس کے لیے خود سوار ہونا ممکن نہ ہو اور ان اعذار میں سے چور اور بیماری کا خطرہ ہے اور اس کا بہت بوڑھا ہونا ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص میسر نہ ہو جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے اسی طرح درندے کا خطرہ بھی ہے۔ المحیط میں مذکور ہے کہ ان صورتوں میں وہ سواری پر فرض نماز پڑھ سکتا ہے اور عذر زائل ہونے کے بعد اس پر اس نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ شہر سے باہر ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا اعذار مذکورہ سے بڑا عذر ہے

فقہاء احناف نے ان صورتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے جب راستہ میں کیچڑ ہو جب سواری سرکش ہو جب سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں مرض کا یا سامان چوری ہونے کا خطرہ ہو جب بارش ہو جب سوار بہت بوڑھا ہو اور ان سب سے بڑا خطرہ چلتی ہوئی تیز رفتار ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے میں ہے کیونکہ اس میں اس کی جان یا اس کے اعضاء کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے تو جب ان کم خطرات میں سواری پر فرض پڑھنا جائز ہے تو اس سے زیادہ خطرہ میں بہ طریق اولیٰ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنا جائز ہونا

Marfat.com

چاہیے اور بعد میں اس کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

المحیط کی اصل عبارت

علامہ عینی نے اپنی عبارت میں المحیط کا حوالہ دیا ہے‘ ہم چاہتے ہیں کہ المحیط کی اصل عبارت پیش کر دیں۔

علامہ برہان الدین ابوالمعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری المتوفی ۶۱۶ھ لکھتے ہیں:

مسافر بغیر ضرورت کے سواری پر فرض نماز نہ پڑھے اور ضرورت کے وقت اس کے لیے سواری پر فرض نماز اور وتر پڑھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تھے کہ بارش ہوگئی‘ آپ نے منادی کو حکم دیا کہ وہ نداء کرے کہ تم اپنی سواریوں پر نماز پڑھو۔ (سنن نسائی: ۷ ‘۶۴ مسند احمد: ۱۴۸۸۶ ‘ مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۶)

ان اعذار میں سے یہ ہیں کہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان پر یا اپنی سواری پر چور یا درندہ کا خطرہ ہو یا راستہ میں کیچڑ ہو اور اس کو زمین پر خشک جگہ نہ ملے یا اس کی سواری سرکش ہو‘ اگر وہ اس سے اتر گیا تو وہ بغیر کسی کی مدد کے اس پر سوار نہیں ہو سکے گا یا وہ بہت بوڑھا ہو اور بغیر کسی کی مدد کے وہ از خود سواری پر سوار نہیں ہو سکے گا‘ اور اس کو سوار کرنے والا میسر نہ ہو‘ ان تمام حالتوں میں سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا. (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم کو جان کا خطرہ ہو تو تم پیدل چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔

اور ہم نے جو اعذار بیان کیے ہیں‘ ان ہی پر یہ قیاس ہے کہ جو شخص جنگل میں یا قافلہ میں سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر وہ سواری سے اترا تو اس کو اپنی جان اور اپنے سامان کا خطرہ ہوگا کیونکہ قافلہ اس کا انتظار نہیں کرے گا۔

اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فجر کی دو سنتوں کو بھی فرض کے ساتھ لاحق کیا ہے اور عذر کی حالت میں ان سنتوں کو بھی سواری پر پڑھے۔ (المحیط البرہانی ج ۲ ص ۴۲۶‘ ادارۃ القرآن‘ کراچی‘ ۱۴۲۶ھ)

۴۰۱- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا اَدْرِيْ زَادَ اَوْ نَقَصَ، فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ؟ قَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا، فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ سَلَّمَ. فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّاْتُكُمْ بِهٖ، وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ، اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ، وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَتَحَرَّى الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ‘ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی‘ ابراہیم نے کہا: مجھے پتا نہیں اس نماز میں آپ نے کچھ زیادتی کی یا کچھ کمی کی‘ پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا: آپ نے اس طرح اور اس طرح نماز پڑھی ہے‘ آپ نے اپنے پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور دو سجدے کیے‘ پھر سلام پھیرا‘ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا‘ لیکن میں صرف تمہاری

Marfat.com

يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۴-۱۲۲۶-۶۶۷۱-۷۲۴۹]

مثل بشر ہوں' میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو' پس جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اسے غور کر کے صحیح بات معلوم کرنی چاہیے' پھر اپنی نماز پوری کرنی چاہیے' پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرنے چاہئیں۔

(صحیح مسلم: ۵۷۲' الرقم المسلسل: ۱۲۵۱' سنن ابوداؤد: ۱۰۲۰' سنن نسائی: ۱۲۴۲' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۴۴۶' السنن الکبریٰ: ۶۲۰' المنتقی: ۱۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۵۹۵' سنن دارقطنی ج ۱ص ۳۳۹' مسند احمد ج ۱ص ۴۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۱۷۶' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عثمان بن ابی شیبہ (۲) جریر بن عبد الحمید (۳) منصور بن المعتمر (۴) ابراہیم بن یزید النخعی (۵) علقمہ بن قیس النخعی (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ص ۲۰۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے دونوں پیر موڑے اور قبلہ کی طرف منہ کیا' کیونکہ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے تھے۔

آپ کا ہماری مثل بشریت میں حصر کس اعتبار سے ہے اور آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں

اس حدیث میں مذکور ہے: لیکن میں صرف تمہاری مثل بشر ہوں۔ ''انما'' کا کلمہ حصر کے لیے ہے' لیکن کبھی یہ حصر مطلق کے لیے ہوتا ہے اور کبھی حصر مخصوص کے لیے ہوتا ہے' جو قرائن اور سیاق کلام سے سمجھ میں آتا ہے' اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اور کچھ نہیں ہوں' صرف بشر ہوں' کیونکہ آپ کی بہت صفات ہیں' آپ نبی اور رسول ہیں' بلکہ قائد المرسلین ہیں' سید آدم و بنی آدم ہیں' رحمۃ للعلمین ہیں' شفیع المذنبین ہیں' اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں' اس لیے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں' فرشتہ نہیں ہوں یا خدا نہیں ہوں کہ میرے لیے بھولنا محال ہو۔

ایک غور طلب چیز یہ ہے کہ آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ آپ کی کوئی صفت ہماری کسی صفت کی مثل نہیں ہے' آپ کا دیکھنا ہمارے دیکھنے کی مثل نہیں ہے' آپ آگے پیچھے' دائیں بائیں' اوپر نیچے یکساں دیکھتے تھے' آپ کے لیے شش جہات ایک جہت کے حکم میں تھیں' آپ جنات اور فرشتوں کو دیکھتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اللہ عزوجل کو دیکھا' اسی طرح آپ حیوانات کی باتیں سنتے تھے' جنات اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے' خود اللہ عزوجل کا کلام سنتے تھے' اس لیے آپ کا سننا' آپ کا دیکھنا' آپ کا کسی چیز کو چکھنا اور چھونا کوئی وصف ہمارے کسی وصف کی مثل نہیں ہے' بعض لوگوں نے کہا: آپ نفس بشریت میں ہماری مثل ہیں' میں کہتا ہوں: مجرد نفس بشریت خارج میں متحقق نہیں ہے' خارج میں جو بشریت ہے وہ بشریت مخصوصہ ہے اور آپ کسی مخصوص بشر کی مثل نہیں ہیں' پھر آپ کس چیز میں ہماری مثل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خدا نہ ہونے میں ہماری مثل ہیں' جس طرح ہم خدا نہیں ہیں' آپ بھی خدا نہیں ہیں' کسی وجودی صفت میں آپ ہماری مثل نہیں ہیں بلکہ عدمی صفت میں ہماری مثل ہیں' یعنی عدم الوہیت میں آپ ہماری مثل ہیں۔

آپ کے بھولنے اور ہمارے بھولنے کا فرق

اس حدیث میں ہے: میں اس طرح بھولتا ہوں' جس طرح تم بھولتے ہو۔ لغت میں ''نسیان'' حفظ اور یاد رکھنے کی ضد ہے' اور

Marfat.com

اصطلاح میں ''نسیان'' کا معنی ہے: دل کا کسی چیز سے غافل ہونا' یعنی دل کا ایک چیز سے غافل ہو کر دوسری چیز میں مشغول ہونا بلکہ ایک چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے دوسری چیز سے غافل ہو جانا۔ ہمارا نماز میں بھولنا یہ ہے کہ ہم دنیا کی کسی چیز میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں اور آپ کا بھولنا یہ ہے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں شدت اشتغال کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کو بھول جاتے ہیں' سو ہمارا بھولنا نقص ہے اور آپ کا بھولنا عین کمال ہے۔

آپ نے فرمایا: پس تم مجھے یاد دلا دیا کرو' یعنی میں جب سلام پھیرنے کے قریب پہنچ جاؤں تو مجھے سبحان اللہ کہہ کر یاد دلا دیا کرو۔

اُمورِ تبلیغیہ میں آپ کا بھولنا ممکن نہیں اور احکام کے منسوخ ہونے کا ثبوت

آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟ اس میں یہ دلیل ہے کہ اسلام میں احکام منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تم کو اس کی خبر دیتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آپ کے بعض افعال میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا تھا لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے تھے' لیکن اُمورِ تبلیغیہ میں اور کسی چیز کی خبر دینے میں آپ سے سہو اور نسیان نہیں ہوتا تھا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی چیز کی واقع کے خلاف خبر دیں عمداً نہ سہواً' صحت میں نہ مرض میں' رضا میں نہ غضب میں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۱۴ 'ملخصاً' دار الوفا' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۔۱۱۷۶۔ ج ۲ ص ۱۴۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) خصائص مصطفیٰ (۲) بشریت (۳) مثلیت (۴) آپ کا نسیان (۵) پانچ رکعات کی تصحیح۔

۳۲ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ ' وَمَنْ لَا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلٰى مَنْ سَهَا ' فَصَلّٰى إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ

قبلہ کے متعلق احادیث اور جس کا یہ نظریہ ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے

اس باب میں اور بابِ سابق میں یہ فرق ہے کہ بابِ سابق میں یہ بیان کیا تھا کہ قبلہ کی طرف توجہ کی جائے اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر اعادہ نہیں ہے۔

سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک اور امام بخاری کا یہ مسلک ہے کہ جس نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی' اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم نہیں ہے' تاہم اگر اس نے وقت کے اندر نماز کو دہرا لیا تو یہ مستحسن ہے' ابن المنذر' حسن بصری اور الزہری نے کہا ہے: وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد اس پر یہ منکشف ہوا کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو وہ نماز دوبارہ پڑھے اور اگر بغیر غور وفکر کے اس پر یہ منکشف نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے اور التوضیح میں مذکور ہے: امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کو خطاء کا یقین نہ ہو تو اس پر اعادہ نہیں ہے ورنہ اس پر اعادہ لازم ہے' امام ابوحنیفہ کے مسلک پر دلیل یہ حدیث ہے:

عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' ہم کو پتا نہیں چلا کہ قبلہ کس طرف ہے' پس ہم میں سے ہر شخص نے اپنے اجتہاد سے نماز پڑھ لی' پس جب صبح ہوئی تو ہم نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (البقرہ:۱۱۵) پس تم جس طرف بھی منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

(سنن ترمذی:۳۴۵' سنن ابن ماجہ:۱۰۲۰)

اس حدیث کے بعد بیان مذاہب میں امام ترمذی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے انہوں نے کہا: جب کوئی شخص ابر آلود موسم میں غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے' پھر نماز پڑھنے کے بعد اس پر منکشف ہو کہ اس نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے' سفیان ثوری' ابن المبارک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے' لیکن امام ترمذی نے امام اعظم سے تعصب کی وجہ سے ان کے مذہب کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ، وَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ، ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِيَ. اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت میں سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر لیا' پھر آپ نے باقی نماز کو پورا کیا۔

یہ تعلیق حدیث مذکور ذیل کا ایک قطعہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' پھر دو رکعت میں سلام پھیر دیا' پھر مسجد کے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگا کر بہ انداز غضب کھڑے ہو گئے' اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگ جلدی سے باہر نکلنے لگے' حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! آیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا: ذوالیدین کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ذوالیدین سچ کہہ رہے ہیں' آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھائی ہے' پس آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی اور سلام پھیر دیا' پھر اللہ اکبر پڑھا اور سجدہ (سہو) کیا' پھر اللہ اکبر پڑھا' پھر اٹھے' پھر اللہ اکبر پڑھا اور (دوسرا) سجدہ (سہو) کیا' پھر اللہ اکبر پڑھا اور (سجدہ سے) اٹھے۔ (صحیح مسلم:۵۷۳)

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو علم تھا کہ احکام شرعیہ میں نسخ واقع ہوتا رہتا ہے تبھی حضرت ذوالیدین نے پوچھا: آیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ سے پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے' حضرت ذوالیدین نے آپ سے بات کی' آپ نے ان سے بات کی اور دوسرے صحابہ سے بات کی' پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز اور پڑھا دی اور سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ قبلہ سے پیٹھ پھیر لیں' آپ کسی سے بات کر لیں' کوئی آپ سے بات کر لے' آپ کی نماز قائم رہتی ہے اور آپ جس سے بات کریں اور جو آپ سے بات کرے' اس کی نماز بھی قائم رہتی ہے' اس کے برخلاف کوئی اور مسلمان قبلہ سے عمداً پیٹھ پھیر لے یا کسی اور شخص سے بات کر لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' اور یہ حدیث امام بخاری کے مقصد پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری تھی' تاہم ان کے مقصود پر مکمل دلالت نہیں کرتی' کیونکہ ان کا مقصود تھا کہ جو شخص سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھے' اس کی نماز جائز ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے سہواً قبلہ سے پیٹھ پھیری' یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے سہواً غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔

Marfat.com

۴۰۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى، فَنَزَلَتْ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ (البقرہ:۱۲۵)، وَآيَةُ الْحِجَابِ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ، فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ، وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُنَّ ﴿عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ، أَنْ يُّبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ﴾ (التحریم:۵). فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لیں تو یہ آیت نازل ہوگئی: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔ (البقرہ:۱۲۵) اور پردہ کی آیت میں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش! آپ اپنی ازواج کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے نیکوکار اور بدکار (ہر طرح کا آدمی) بات کرتا ہے، تو پردہ کی آیت نازل ہوگئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج آپ کے خلاف غیرت میں اکٹھی ہوگئیں تو میں نے آپ کی ازواج سے کہا: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔ (التحریم:۵) تو یہی آیت نازل ہوگئی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهٰذَا.

امام ابوعبد اللہ (بخاری) نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھ سے حمید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے۔

[اطراف الحدیث: ۴۴۸۳-۴۷۹۰-۴۹۱۶]

(سنن ترمذی: ۲۹۶۰، سنن ابن ماجہ: ۱۰۰۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۶۱۱، سنن دارمی: ۱۸۴۹، مسند البزار: ۲۲۰، صحیح ابن حبان: ۶۸۹۶، المعجم الصغیر: ۸۶۸، شرح السنۃ: ۳۸۸۷، سنن بیہقی ج ۷ ص ۸۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۱، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۷۔ ج ۱ ص ۲۹۷، موسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عمرو بن میمون ابوعثمان الواسطی البزاز، یہ بصرہ میں رہتے تھے اور ۲۲۵ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) ھشیم بن بشیر (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۴)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر نے یہ کیوں کہا کہ میں نے اپنے رب کی موافقت کی، جب کہ ان کی موافقت میں آیات نازل ہوئیں

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے رب کی موافقت کی، یہ باب مفاعلہ سے ہے، جس کا خاصہ ہے: مشارکت، یعنی ہر ایک

Marfat.com

نے دوسرے کی موافقت کی' واقع میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی موافقت کی تھی' کیونکہ جس طرح حضرت عمر نے کہا' اسی طرح آیت نازل ہوگئی' لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ادباً کہا: میں نے اپنے رب کی موافقت کی۔

حضرت عمر کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات کی تعداد

اس حدیث میں تین چیزوں میں موافقت کا ذکر ہے' حالانکہ حضرت عمر نے تین سے زیادہ چیزوں میں موافقت کی ہے' جو حسب ذیل ہیں:

(۱) بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے متعلق حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' بلکہ ان کو قتل کر دیا جائے' اس کے موافق یہ آیت نازل ہوگئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ. (الانفال:۶۷)

نبی کے لیے قیدی بنانا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ان کا زمین میں اچھی طرح خون بہادے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ستر کافروں کو قتل کرنے کے بعد کافروں کو قید کیا تھا' اس لیے آپ کا عمل اس آیت کے خلاف نہیں۔

(۲) حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ آپ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اسی کے موافق یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا. (التوبہ:۸۴)

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ کبھی بھی اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھادی' اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی' اس لیے آپ کے نماز پڑھانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ کے نماز پڑھانے کی یہ حکمت تھی کہ جب اس کی قوم نے آپ کا حسن خلق دیکھا کہ آپ نے اپنے کٹر مخالف کی درخواست کو رد نہیں کیا تو اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہوگئے۔

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کی ہے' ہمیں یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میری قمیص یا میری نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اس سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۲۳۲' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(۳) شراب کی تحریم کی آیات' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

(۴) جب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ (المؤمنون: ۱۳-۱۲)

اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا ۝ پھر اس کو نطفہ بنا کر مضبوط جگہ میں رکھا ۝

تو حضرت عمر نے بے ساختہ کہا:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ (المؤمنون:۱۴)

پس اللہ بہت برکتوں والا ہے' جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے ۝

تو یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

(۵) جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو حضرت عمر نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان سے آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے' حضرت عمر نے کہا: کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ اللہ نے آپ سے ان کا عیب چھپا لیا تھا!

Marfat.com

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور: ۱۶) اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے ۝

پھر یہ آیت اسی طرح نازل ہوگئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے حق کو عمر کی زبان اور دل میں رکھ دیا ہے اور حضرت ابن عمر نے کہا: جب بھی لوگوں پر کوئی امر پیش آیا' پس لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے بھی اس کے متعلق کوئی بات کہی تو قرآن حضرت عمر کی کہی ہوئی بات کے مطابق نازل ہو جاتا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳)

ہم نے مقالات سعیدی ص ۵۷۱ میں سولہ ایسی آیات کا باحوالہ ذکر کیا ہے' جو حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر حضرت عمر نے یہ کیوں کہا ہے کہ میں نے اپنے رب کی تین آیات میں موافقت کی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ کسی عدد کے ساتھ تخصیص اس کے ماسوا کی نفی نہیں کرتی' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی شہرت کی وجہ سے حضرت عمر نے ان تین آیات کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں آیت حجاب کا ذکر ہے' وہ یہ آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. (الاحزاب: ۵۹) اے نبی! اپنی ازواج سے کہیے اور اپنی بیٹیوں اور مؤمنین کی بیویوں سے کہ اپنے اوپر چادریں ڈال لیا کریں۔

غیرت کا معنی اور جو ازواج غیرت میں اکٹھی ہوئی تھیں' ان کا بیان

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج غیرت میں اکٹھی ہوگئیں۔

غیرت کا معنی ہے: اپنے محبوب سے شدید محبت کی وجہ سے محبوب میں کسی کی شرکت کا ناگوار ہونا' حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کی وجہ سے زیادہ ٹھہرتے تھے تو یہ ان کو ناگوار ہوتا اور انہوں نے آپ کو ان کے پاس ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ حیلہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ نے مغافیر کھایا ہے' عرفط نام کے ایک درخت پر گوند لگتا تھا' جس کی بو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھی' اس گوند کو مغافیر کہتے ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل حدیثوں میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے' پس میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں' وہ آپ سے یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے' کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ پھر ان میں سے کسی ایک کے پاس آپ گئے تو اس نے یہ کہا' آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور اب میں اس کو کبھی نہیں پیوں گا' تب یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ. (التحریم: ۱) اے نبی! آپ اپنے آپ کو اس چیز سے کیوں روکتے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا. (التحریم: ۳) اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو راز کی بات بتائی۔

(صحیح بخاری: ۵۲۶۷' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۴' سنن ابوداؤد: ۳۷۱۴' سنن نسائی: ۳۷۹۵_۳۴۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۶۱۴' مسند احمد ج ۶ ص ۶۰_۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد اور مٹھاس کو پسند کرتے تھے اور آپ جب عصر کی نماز سے فارغ

Marfat.com

ہوتے تو اپنی ازواج کے پاس جاتے' پس ان میں سے کسی ایک کے قریب جاتے' پس آپ حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے' پس مجھے ان پر غیرت آئی (یعنی ان کے پاس زیادہ ٹھہرنا مجھے ناگوار گزرا) میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کے خاندان کی ایک عورت نے آپ کو شہد کا ڈبا پیش کیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس سے شہد پیش کیا' تب میں نے دل میں کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور اس کے لیے کوئی حیلہ کریں گے' پس میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا: عنقریب آپ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئیں گے' جب وہ آپ کے قریب آئیں تو آپ ان سے کہیں: آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ وہ آپ سے کہیں گے: نہیں' پھر آپ ان سے کہیں: تب یہ آپ کے پاس سے بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ کہیں گے: مجھے حفصہ نے شہد پلایا تھا' تو آپ ان سے کہیں: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا اور عنقریب میں بھی یہی کہوں گی' اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا' حضرت سودہ کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے تو میں نے تمہارے ڈر سے ارادہ کیا کہ میں وہی کہوں جو تم نے کہا تھا' پھر جب آپ حضرت سودہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں' حضرت سودہ نے کہا: پھر آپ سے یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے' حضرت سودہ نے کہا: شہد کی مکھی نے عرفط درخت کی پتیوں کو چوس لیا ہوگا' پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا' پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس سے شہد پلاؤں' آپ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' حضرت سودہ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! ہم نے آپ کو شہد سے روک دیا' تو میں نے ان سے کہا: چپ رہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۸' صحیح مسلم: ۱۴۷۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۵)

اس اعتراض کا جواب کہ بخاری اور مسلم کی ان دو حدیثوں میں تعارض ہے

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت میں ہے: حضرت زینب بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہد پلایا تھا اور ہشام بن عروہ کی روایت میں حضرت حفصہ نے آپ کو شہد پلایا تھا' بہ ظاہر یہ تعارض ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس تعارض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ پہلے حضرت حفصہ کے شہد پلانے کا واقعہ ہے اور پھر حضرت زینب بنت جحش کے شہد پلانے کا واقعہ ہے' اس لیے ان میں تعارض نہیں ہے۔

اور ترجیح کے طریقہ سے عبید بن عمیر کی حدیث راجح ہے' کیونکہ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شہد کو روکنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہشام بن عروہ کی روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ایک دوسری کی مدد کرنے والی تین ازواج تھیں: حضرت عائشہ' حضرت سودہ اور حضرت صفیہ' اور قرآن مجید میں تصریح ہے کہ یہ دو بیویاں تھیں کیونکہ قرآن مجید میں تثنیہ کا صیغہ ہے: ''وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ'' (التحریم: ۴) اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ دو بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما تھیں۔ اس لیے عبید بن عمیر کی روایت صحیح ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زینب بنت جحش' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہد پلاتی تھیں اور اس کے خلاف حیلہ کرنے کا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ ازواج مطہرات نے مغافیر کی بو کا کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جھوٹ بولا

اگر اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جائے کہ پھر لازم آئے گا کہ ازواجِ مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جھوٹ بولا' اس کا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ جھوٹ تب ہوتا جب وہ آپ کو یہ خبر دیتیں کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے جب کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا: کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ یہ آپ کے منہ سے کیسی بو آ رہی ہے؟ انہوں نے یہ بات سوالیہ انداز میں کہی اور حرف استفہام کو ذکر نہیں کیا' اور اس کو انہوں نے حیلہ سے تعبیر کیا' یعنی یہ آپ کو شہد پینے سے یا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکنے کی خفیہ تدبیر تھی اور حیلہ کرنا جائز ہے' جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لیے حیلہ کیا تھا' اسی طرح حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ تدبیر اس لیے اختیار کی تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ دیر اپنے پاس ٹھہرا سکیں۔

یہ بحث مصنف کے خصائص میں سے ہے اور کسی شرح میں یہ تفصیل نہیں ہے۔

دوسرے نبیوں کی شریعت پر عمل کرنا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے' پھر حضرت عمر نے مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانے کی درخواست کیوں کی؟

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا ذکر ہے کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر کو یہ علم تھا کہ دوسری ملت کی پیروی کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوتے ہیں کیونکہ جب حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تورات پڑھ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر تمہارے سامنے حضرت موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستے سے گم راہ ہو جاتے اور اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوت کو پالیتے تو میری پیروی کرتے۔ (سنن دارمی: ۴۳۵) تو پھر حضرت عمر نے یہ سوال کیوں کیا کہ مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر حضرت عمر کو علم ہوا کہ ہماری شریعت میں حضرت ابراہیم کی ملت کی پیروی کرنا پسندیدہ ہے' اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا اور وہ آیات یہ ہیں' جن میں حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے:

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا . (البقرہ: ۱۲۴)	بے شک میں آپ کو تمام لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔
ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا . (النحل: ۱۲۳)	پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔
فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا . (آل عمران: ۹۵)	سو (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو ادیانِ باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں۔
مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا . (الحج: ۷۸)	(یہ) تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے' اس نے اس سے پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اور اس (قرآن) میں (بھی)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ان کا ذکر سنا:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی حج میں اتباع کی جاتی ہے اور ان کی سنت کے مطابق ختنہ کیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے بنانے کی بھی ان کی طرف نسبت ہے اور مقام میں ان کے قدم کا نقش قائم ہے جیسے کسی عمارت کے بنانے والے کا نام اس عمارت پر کندہ ہوتا ہے' جس طرح آج کل بھی سنگ بنیاد رکھنے کا رواج ہے' جس سے بنانے والے کی یادگار قائم رہتی ہے تو

Marfat.com

حضرت عمر نے سوچا کہ کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر اس پتھر کو مصلّٰی بنالیا جائے‘ جس پر ان کے پیر کا نقش اب تک قائم ہے‘ تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد قائم رہے اور کعبہ میں نماز پڑھتے وقت اور حج کرتے وقت یہ ذہنوں میں رہے کہ ہمارے پہلے مقتدیٰ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد اور اس کعبہ کے بانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ''مقام'' کا معنی ہے: کھڑے ہونے کی جگہ‘ یعنی یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ تھا‘ جس پر آپ کے پیر کا نشان ثبت تھا‘ اس کی حضرت عمر کے نزدیک یہ عظمت تھی کہ انہوں نے درخواست کی کہ اس کو مصلّٰی بنالیا جائے‘ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی کسی نبی کی طرف نسبت ہو‘ اس کو یادگار بنانا حضرت عمر کے نزدیک جائز تھا‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے دیگر تبرکات کو جو بہ طور یادگار محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ان کی زیارت کی جاتی ہے اور آپ کا میلاد منایا جاتا ہے‘ اس کی اصل بھی یہی آیت اور یہی حدیث ہے‘ نیز مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنانا‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے مقبول ہونے کا اظہار ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ (الشعراء: ۸۴) اور میرا ذکرِ خیر بعد کے لوگوں میں باقی رکھنا ۝

ازواجِ مطہرات کے حجاب کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور میں نے پردہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی۔

پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے رواج کے مطابق ازواجِ مطہرات کو پردہ میں نہیں رکھتے تھے اور آپ پر یہ مخفی نہیں تھا کہ آپ کی ازواج کا پردہ میں رہنا بہتر ہے‘ لیکن آپ اس معاملہ میں وحی کا انتظار فرما رہے تھے‘ ازواجِ مطہرات کے حجاب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۚ (الاحزاب: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو ان سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرو۔

یہ آیت سورۃ الاحزاب کی ہے اور جمہور ارباب سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ غزوۃ الاحزاب ۵ ہجری میں ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۳‘ لاہور‘ ۱۴۲۶ھ)

ازواجِ مطہرات کے حجاب کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حجاب کے متعلق جاننے والا ہوں‘ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتے تھے‘ حضرت انس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کے ساتھ شب زفاف کی صبح کی‘ آپ نے ان کے ساتھ مدینہ میں نکاح کیا تھا‘ پھر آپ نے دن چڑھنے کے بعد لوگوں کو ولیمہ کے لیے بلایا‘ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور لوگوں کے اٹھنے کے بعد کچھ لوگ آپ کے ساتھ بیٹھے رہے‘ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے‘ پھر آپ چلے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دروازہ پر پہنچ گئے‘ پھر آپ نے گمان کیا کہ شاید اب وہ لوگ حجرہ سے باہر نکل گئے ہوں گے‘ سو آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ آیا‘ جب کہ وہ لوگ اپنی جگہوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے‘ آپ پھر لوٹ کر گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹ گیا‘ حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہ کے حجرہ تک پہنچے‘ پھر آپ لوٹ آئے اور میں بھی لوٹ آیا‘ اس وقت وہ لوگ کھڑے ہو گئے‘ پھر آپ نے میرے اور اپنے گھر کے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل کر دی۔

(صحیح البخاری: ۵۴۶۶‘ صحیح مسلم: ۱۴۲۸‘ الرقم المسلسل: ۳۴۴۳‘ السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۶۱۶)

اور وہ یہ آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو سوا اس کے کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے' کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے اس وقت جاؤ' پھر جب کھانا کھا چکو تو فوراً چلے جاؤ اور (وہاں) باتوں میں دل نہ لگاؤ' بے شک تمہارے اس عمل سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے' سو وہ تم سے حیا کرتے ہیں' اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں رکتا' اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی متوفی ۷۷۴ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ بنو قریظہ کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا اور اسی تاریخ کو حجاب کے احکام نازل ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۳۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات پر جو حجاب فرض ہے' وہ عام مسلم خواتین کی بہ نسبت زیادہ سخت اور مؤکد ہے' عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کی وجہ سے اجنبی مردوں کے سامنے چہرے اور ہاتھوں کو کھول سکتی ہیں اور ازواجِ مطہرات کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں' پھر کیسے فرمایا: اللہ ان کے بدلہ میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا؟

اس حدیث کے آخر میں التحریم: ۵ کی آیت ذکر کی گئی ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر آپ نے تم سب کو طلاق دے دی تو عنقریب آپ کا رب آپ کو (تمہارے) بدلے میں تم سے بہتر ازواج عطا کر دے گا۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج کو طلاق نہیں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے کہ اگر بالفرض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے نکاح میں ان سے بہتر ازواج لے آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ نے ازواج کے متعلق اس لیے فرمایا ہے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنے اور آپ کو ناراض کرنے اور آپ کے خلاف مدد کرنے سے ڈرتی رہیں۔ اس آیت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جن عورتوں کو ازواج کے بدلہ میں لایا جائے گا' وہ ازواج سے بہتر کیسے ہو سکتی ہیں' جب کہ روئے زمین پر کوئی عورت امہات المؤمنین سے بہتر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نافرمانی اور آپ کو ایذاء پہنچانے کی وجہ سے ان کو طلاق دے دیتے' پھر ازواج تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر ہونے کی صفت پر باقی نہیں رہتیں اور دوسری عورتیں جو آپ کی اطاعت گزار ہوتیں' وہ ان سے بہتر ہوتیں لیکن جب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق توبہ کر لی تو پھر وہی سب سے اعلیٰ اور افضل رہیں۔

Marfat.com

(تفسیر کبیر ج ١٠ ص ۵٧١ ' داراحیاء التراث العربی بیروت ' ١٤١۵ ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمود ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنی ذات کے اعتبار سے تو آپ کی ازواج سے بہتر نہ ہوتیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ازواجِ مطہرات سے بہتر ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ. الخ (التحریم: ۵) مسلمان' مومن' خشوع کرنے والیاں' توبہ کرنے والیاں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج بھی اس صفت پر تھیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں اپنے حسن و جمال اور اپنے نسب کے اعتبار سے ازواجِ مطہرات سے بہتر ہوتیں۔

حضرت حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کر دیا تھا' آپ نے حضرت حفصہ کی دل جوئی کے لیے ان سے فرمایا تھا: میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا یا فرمایا تھا: میرے بعد ابوبکر اور عمر خلیفہ ہوں گے لیکن تم یہ کسی کو بتانا نہیں' حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتادی تھی' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے' پس بے شک تم دونوں کے دل (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدت محبت میں) بہت جھک گئے ہیں' اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً ان کا کارساز اللہ ہے' اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی ان کی مدد کرنے والے ہیں۔ (التحریم: ٣) اور احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ سے کہا کہ آپ حضرت حفصہ سے رجوع کر لیں' وہ بہت روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ١٠ ص ٨٣)

امام ماتریدی مزید لکھتے ہیں: اس آیت کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں ازواجِ مطہرات سے اس لحاظ سے بہتر ہوتیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہ کرتیں اور آپ کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرتیں اور اگر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ توبہ نہ کرتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں ایک دوسرے کی مدد کرتی رہتیں تو پھر وہ عورتیں ان ازواج سے بہتر ہوتیں' لیکن جب انہوں نے آپ کی نافرمانی سے توبہ کرلی اور آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد نہیں کی تو وہ اپنے مرتبہ پر برقرار رہیں اور وہی تمام دنیا کی عورتوں سے افضل رہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ١٠ ص ٨٦ ' دارالکتب العلمیہ ' بیروت ' ١٤٢٦ ھ)

٤٠٣ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ، وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ، فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ. [اطراف الحدیث: ٤٤٨٨۔ ٤٤٩٠۔ ٤٤٩١۔ ٤٤٩٣۔ ٤٤٩٤۔ ٧٢۵١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کی نماز میں قباء میں تھے' ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں' پس تم بھی قبلہ کی طرف منہ کرلو' اس وقت نمازیوں کے چہرے شام کی طرف تھے' وہ فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم:۵۲۶'الرقم المسلسل:۱۱۵۸'سنن نسائی:۷۴۵'سنن ترمذی:۳۴۱۔۲۹۶۳'السنن الکبریٰ للنسائی:۵۴۵'سنن دارمی:۱۲۳۷'صحیح ابن خزیمہ:۴۳۵'سنن دارقطنی ج ۱ص ۲۷۳'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۳۳۵'المعجم الکبیر:۵۳۰۔ج ۲۴'مسند احمد ج ۲ ص ۱۶ طبع قدیم'مسند احمد:۴۶۴۲۔ج ۸ ص ۲۶۶'مؤسسۃ الرسالۃ بیروت'جامع المسانید لابن الجوزی:۳۴۹۱'مکتبۃ الرشد ریاض'۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ قبلہ کی طرف منہ کریں۔

حدیث مذکور کا حدیث:۳۹۹ سے ایک تعارض کا جواب اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا'اس کا نام عبّاد بن بشر تھا'اس حدیث میں صبح کی نماز میں آنے کا ذکر ہے'اس سے پہلے حدیث:۳۹۹ میں حضرت البراء کی روایت میں عصر کی نماز کا ذکر تھا'ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ جو مدینہ میں داخل تھے'ان کے پاس عصر کے وقت خبر پہنچی اور جو مدینہ سے خارج تھے'ان کے پاس صبح کے وقت خبر پہنچی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آج رات آپ پر قرآن نازل ہوا'اس سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ. (البقرہ:۱۴۴) بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں۔

اس حدیث کے اکثر مسائل اور فوائد حضرت البراء کی حدیث:۳۹۹ میں بیان کیے جا چکے ہیں'مزید فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی ﷺ کو جو حکم دیا جائے'اس کا کرنا آپ کی امت پر بھی لازم ہوتا ہے کیونکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کریں'پھر یہ آپ کی امت پر بھی لازم ہو گیا' حتیٰ کہ انہوں نے نماز میں اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا' جو لوگ قباء میں نماز پڑھ رہے تھے' ان سے ایک شخص نے کہا: اب قبلہ بدل گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے' وہ شخص ان کی نماز سے خارج تھا' پھر بھی انہوں نے اس کے قول پر عمل کیا حالانکہ جو شخص خارج از نماز ہو'اس کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ خارج از نماز کے قول پر عمل کرنا مفسد صلوٰۃ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خلاف قیاس ہے'اس کی نظیر یہ ہے کہ جب مسافر امام نماز پڑھا رہا ہو اور اس کی اقتداء میں مقیم بھی نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں سے کہتا ہے: تم لوگ اپنی نماز پوری کرو کیونکہ میں مسافر ہوں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقیم نمازی اس کے قول پر عمل کر کے اپنی نماز پوری کرتے ہیں' حالانکہ وہ مسافر امام سلام پھیرنے کے بعد ان کی نماز سے خارج ہو چکا ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۱۰۸۰۔ج ۲ ص ۶۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نسخ کی بحث (۲) نسخ کی تعریفات (۳) نسخ کی اقسام (۴) نسخ القرآن بالقرآن (۵) نسخ القرآن بالحدیث (۶) نسخ الحدیث بالحدیث (۷) نسخ الحدیث بالقرآن (۸) تحویل قبلہ کی تاریخ (۹) کعبہ کی طرف پہلی نماز (۱۰) روایات میں تطبیق (۱۱) خبر واحد پر عمل (۱۲) ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم (۱۳) دیگر فوائد (۱۴) مکہ میں قبلہ کا رخ۔

یہ ابحاث ص ۶۸ سے ص ۷۳ تک ہیں۔

۴۰۴ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی' عَنْ شُعْبَةَ' عَنِ الْحَكَمِ' عَنْ اِبْرَاهِیْمَ' عَنْ عَلْقَمَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا' فَقَالُوْا اَزِیْدَ فِی الصَّلٰوةِ؟ قَالَ وَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت نماز پڑھائی تو لوگوں نے کہا: کیا

Marfat.com

ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا! فَثَنٰى رِجْلَيْهِ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۱۹۰ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

نماز زیادہ کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے پانچ رکعت پڑھائی ہیں! آپ نے اپنے پیر (قبلہ کی طرف) موڑے اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۱ کا مطالعہ کریں، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کعبہ کی طرف منہ کرنا جہاں کہیں بھی ہو، اور اس حدیث کا عنوان ہے: ''قبلہ کے متعلق احادیث اور جس نے سہواً قبلہ کی طرف نماز پڑھی، اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے''۔

اور اس حدیث میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آپ نے کعبہ سے پیٹھ پھیرنے کے بعد کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور اس نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

۳۳ - بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

بلغم کو مسجد سے ہاتھ کے ساتھ کھرچنا

اس باب کی ابواب سابقہ سے یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے قبلہ کے متعلق ابواب کا ذکر ہو رہا تھا اور اب ابواب مسجد کا ذکر ہو رہا ہے اور قبلہ اور مسجد میں مناسبت ظاہر ہے۔

۴۰۵ - **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ، حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وَجْهِهٖ، فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ، فَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ، فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ، اَوْ اِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ. ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ، فَبَصَقَ فِيْهِ، ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ، فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا. (سنن ابوداؤد: ۳۸۹، مسند الحمیدی: ۱۲۱۹، سنن دارمی: ۱۴۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۹۔ ۱۸۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ (کی جانب) بلغم کو دیکھا، آپ کو یہ ناگوار گزرا حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر اس کے اثرات ظاہر ہوئے، آپ نے اس بلغم کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا، پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے کلام کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان (متوجہ) ہوتا ہے، سو تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے، لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے قدموں کے نیچے تھوک دے، پھر آپ نے اپنی چادر کے ایک پلّو کو پکڑ کر اس میں تھوکا، پھر تھوک کے بعض حصہ کو بعض پر مل دیا، پھر فرمایا: یا اس طرح کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۱ میں گزر چکی ہے، وہاں اس کا عنوان تھا: بلغم اور رینٹ وغیرہ کو کپڑے میں ملنا۔

قبلہ کا احترام کرنا اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قبلہ کی تکریم اور اس کی تنزیہ کا ثبوت ہے، کیونکہ نمازی اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، اس لیے اس پر واجب ہے کہ جب وہ دنیا کے لوگوں کے چہروں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو جن چیزوں سے ان لوگوں کی تکریم کرتا ہے، قبلہ کی بھی ان چیزوں سے تکریم کرے، بلکہ ان سے زیادہ تکریم کرے اور جب وہ مخلوق کے منہ کے سامنے تھوکنا ان کے ادب واحترام کے خلاف سمجھتا ہے تو خالق کے سامنے تھوکنا اس سے زیادہ خلاف ادب سمجھے۔

طاؤس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کے قبلہ کی تکریم کرو اور قبلہ کی جانب نہ تھوکو۔

Marfat.com

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک اور بلغم پاک ہوتا ہے' اسی وجہ سے نبی ﷺ نے اس کو کپڑے میں ملنے کا حکم دیا ہے' تاہم طبعاً یہ مکروہ ہے اور اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر فضیلت حاصل ہے' اسی لیے آپ نے بائیں جانب یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا حکم دیا ہے' یعنی اگر شدید کھانسی کے ساتھ بلغم آئے اور اس کو تھوکے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو دائیں جانب کے بجائے بائیں جانب تھوکے' یہ حکم اس وقت تھا جب مسجد کا کچا فرش ہوتا تھا' نمازی اپنی بائیں جانب تھوک کر اس کو مٹی کے نیچے دبا دے' لیکن اب جب کہ مسجد میں دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوتے ہیں تو نمازی دریوں یا قالین کے اوپر تھوک کر دریوں اور قالینوں کو خراب نہ کرے بلکہ اگر مجبوراً اس کو تھوکنا پڑے تو اپنے کپڑے کے پلو میں تھوک لے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ کو ناگوار گزرا اور آپ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ امت کے ناشائستہ کاموں سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

نبی ﷺ کی تواضع اور انکسار اور اپنے ہاتھوں سے دیوارِ قبلہ کو صاف کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسی کے جمے ہوئے بلغم کو نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھرچ کر صاف کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے دل میں مسجد کی کتنی عزت اور قبلہ کا کتنا احترام تھا۔ آج اگر ہماری مساجد میں سے کسی مسجد کے قبلہ میں یا دیوارِ قبلہ میں کسی کا بلغم یا رینٹ ہو تو کسی نمازی کو اسے خود صاف کرنے کا خیال نہیں آئے گا بلکہ وہ خادم یا مؤذن کو بلا کر ڈانٹے گا اور اسے صاف کرنے کے لیے کہے گا اور اسے خود کسی کا بلغم صاف کرتے ہوئے عار آئے گا یا گھن آئے گی اور وہ اس کو اپنے وقار اور مرتبہ کے خلاف سمجھے گا۔

سوچیے! ہم کیا ہیں اور ہمارا مقام کیا ہے! یہ دو عالم کے سردار' عرش کے شہسوار اور محبوب کردگار ہیں' ان کو دیوار قبلہ سے کسی کا بلغم یا رینٹ صاف کرتے ہوئے کوئی کراہت نہیں آ رہی' کوئی گھن نہیں آ رہی' یہ اپنے ہاتھ سے بلغم صاف کر رہے ہیں' یہ وہ ہاتھ ہیں جو اپنے ہاتھوں سے کفار کی طرف کنکریاں ماریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ. (الانفال:۱۷) (اے رسولِ معظم!) تم نے کنکریاں نہیں ماریں جب تم نے کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

جب ان کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ. (الفتح:۱۰) اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔

جو ان کے ہاتھ پر بیعت کرے تو اللہ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ. (الفتح:۱۰) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔

یہ وہ ہاتھ ہیں کہ وہ ان سے اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے' سورج پلٹ جائے' یہ وہ ہاتھ ہیں کہ دعا کے لیے اٹھیں تو اجابت آگے بڑھ کر استقبال کرے۔

وہ ان ہاتھوں سے کسی کے بلغم اور رینٹ کی گندگی کھرچ رہے ہیں اور دیوارِ قبلہ کو صاف کر رہے ہیں۔

۴۰۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

Marfat.com

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهُ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ، فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى. [اطراف الحدیث: ۷۵۳۔ ۱۲۱۳۔ ۶۱۱۱]

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیوارِ قبلہ میں تھوک دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ دیا، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۵۴، الرقم المسلسل: ۱۲۰۱، سنن نسائی: ۷۲۴، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷، مسند الحمیدی: ۲۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۴، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵، شرح السنۃ: ۴۹۳، مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۰۲۵۔ ج ۱۷ ص ۷۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۹، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے دیوارِ قبلہ سے بلغم کھرچ کر صاف کر دیا۔

۴۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا، اَوْ بُصَاقًا، اَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیوارِ قبلہ میں رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپ نے اس کو کھرچ کر صاف کر دیا۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں (۴۰۶۔۴۰۷) کی شرح وہی ہے، جو صحیح البخاری: ۴۰۵ میں کر دی گئی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۱۲۵۔ ج ۲ ص ۱۱۹ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) تھوکنے کے احکام (۲) مسجد کی صفائی (۳) علومِ نبوت۔

۳۴ - بَابُ حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ

کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنا

یہ باب کنکری کے ساتھ مسجد سے رینٹ کو صاف کرنے کے بیان میں ہے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ اس میں ہاتھ سے بلغم یا رینٹ کو کھرچ کر صاف کرنے کا بیان تھا۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَاِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم تر نجاست پر چلے ہو تو اس کو دھولو اور خشک نجاست پر چلے ہو تو پھر نہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

یحییٰ بن وثاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز کے لیے نکلا اور وہ نجاست پر چلتا ہوا گیا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر وہ نجاست تر ہے تو جس جگہ وہ نجاست لگی ہے اس کو دھولے اور اگر وہ نجاست خشک ہے تو پھر اس کو کوئی نقصان نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۸۰۔ ج ۱ ص ۵۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

Marfat.com

۴۰۸، ۴۰۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا، فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ، وَلَا عَنْ يَمِينِهٖ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى. [اطراف الحدیث: ۴۱۰۔۴۱۱۔۴۱۴]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے ایک کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو وہ اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں' اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے' وہاں ہاتھ سے بلغم صاف کرنے کا ذکر تھا' اور یہاں کنکری کے ساتھ بلغم صاف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۵ - بَابُ لَا يَبْصُقْ عَنْ يَمِينِهٖ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی' نماز میں اپنی دائیں جانب نہ تھوکے اور بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

۴۱۰، ۴۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ، فَتَنَاوَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا، ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهٖ، وَلَا عَنْ يَمِينِهٖ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بلغم کو دیکھا تو آپ نے کنکری پکڑ کر اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بلغم تھوکے تو اپنے چہرے کے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے۔

(صحیح مسلم: ۵۴۸' الرقم المسلسل: ۱۲۰۳' سنن نسائی: ۷۲۵' سنن ابن ماجہ: ۷۶۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۲۲۷' مسند الحمیدی: ۷۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۶۴' مسند ابویعلی: ۹۷۵۵' صحیح ابن خزیمہ: ۸۷۵' شرح السنۃ: ۴۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد ۱۱۰۲۵۔ ج ۱۷ ص ۱۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفُلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس

Marfat.com

وَلَا عَنْ يَمِينِهٖ ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ ، اَوْ تَحْتَ رِجْلِهٖ.

رضی اللہ عنہ سے سنا ہے انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے نہ اپنی دائیں طرف بلکہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے پیر کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

٣٦ - بَابٌ لِيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے بائیں قدم کے نیچے

٤١٣ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ ، فَاِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهٗ ، فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَلَا عَنْ يَمِينِهٖ ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ ، اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جب مومن نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' سو وہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے۔

اس کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

٤١٤ - **حَدَّثَنَا** عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ، فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ، ثُمَّ نَهٰى اَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، اَوْ عَنْ يَمِينِهٖ ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ ، اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى . وَعَنِ الزُّهْرِيِّ ، سَمِعَ حُمَيْدًا ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ نَحْوَهٗ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۴ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

صحیح البخاری: ۴۰۵ کا مطالعہ کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از حمید بن عبد الرحمان از حضرت ابوسعید کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا' آپ نے کنکری کے ساتھ اس کو کھرچ دیا' پھر آپ نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے سامنے تھوکے یا اپنی دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب تھوکے یا اپنے الٹے قدم کے نیچے۔ اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حمید سے سنا' از ابوسعید' اس کی مثل۔

٣٧ - بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

اس باب میں مسجد میں تھوکنے کا کفارہ بیان کیا گیا ہے' کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے یا چھپا دے' اس کا مادہ کفر ہے اور اس کا معنی ستر اور چھپانا ہے' اسی وجہ سے کسان کو عربی میں کافر بھی کہتے ہیں' کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اور دین اسلام کے مخالف کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دین حق کو چھپاتا ہے اور اسے مٹانے کے درپے ہوتا ہے۔

٤١٥ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۵۲' الرقم المسلسل: ۱۲۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۵' سنن ترمذی: ۵۷۲' سنن نسائی: ۷۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۹۸۸' سنن الدارمی: ۱۳۹۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۹' شرح السنۃ: ۴۸۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۱' صحیح ابن حبان: ۳۵۷۹' مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۷۷۵۔ ج ۲۰ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اگر مسجد کچے فرش کی ہو جیسے کسی چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہیں اور وہاں بلغم کو مٹی کے نیچے دبا دیا جائے تو وہ اس حدیث کے مطابق ہے اور جہاں مسجد کا پختہ سیمنٹ یا مزائک یا ٹائلز کا فرش ہو اور اس پر دریاں اور قالین بچھے ہوئے ہوں تو وہاں پر اگر بے اختیار بلغم آ جائے تو اس کو رومال یا کپڑے کے پلو میں لپیٹ کر رکھ لے اور بعد میں اس کپڑے کو صاف کر کے دھو لے۔

۳۸ - بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں بلغم کو دفن کرنا

ان دونوں بابوں کی مناسبت ظاہر ہے۔

٤١٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ، فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهُ، فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ، فَإِنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ مَلَكًا، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَيَدْفِنُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہے' اللہ سے مناجات کر رہا ہے اور نہ اپنی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہے' اس کو بائیں طرف تھوکنا چاہیے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر اس کو دفن کر دے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی بائیں طرف بھی تو فرشتہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دائیں طرف والے فرشتے کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اس حدیث کے باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۱۵ میں دیکھیں۔

۳۹ - بَابُ إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ — جب بے اختیار بلغم نکل آئے تو اس کو کپڑے کے پلو میں رکھ لے

یعنی جب بے اختیار کھانسی اٹھے اور بلغم نکل آئے' جس کو روکنے پر وہ قادر نہ ہو تو اس کو کپڑے میں لپیٹ لے۔

٤١٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ، فَحَكَّهَا بِيَدِهِ، وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ، اَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذٰلِكَ، وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ، وَقَالَ إِنَّ اَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلٰوتِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی جانب میں بلغم دیکھا' آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا' اور آپ پر کراہیت دیکھی گئی یا

Marfat.com

فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ، أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ، فَلَا يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ، فَبَزَقَ فِيهِ، وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ، قَالَ (أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا).

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۲ 'مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس وجہ سے آپ پر شدید کراہیت دیکھی گئی' اور آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ صرف اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے' پس وہ اپنے قبلہ کی جانب نہ تھوکے لیکن بائیں جانب تھوکے یا اپنے قدم کے نیچے' پھر آپ نے اپنی چادر کا پلو پکڑا اور اس میں تھوک کر اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا اور فرمایا: (یا اس طرح کرے)۔

مسجد کی حفاظت کا مستحب ہونا اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ گندگی کو زائل کرنا اور مسجد کو اس سے پاک رکھنا مستحب ہے' اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ امام اور سربراہ کو مسجد کے احوال کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور مسجد کی تکریم اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر نمازی کو بے اختیار بلغم آ جائے تو وہ اس کو اپنے رومال یا کپڑے میں تھوک لے اور نماز کو فاسد نہ کرے اور اس میں ثبوت ہے کہ تھوک' بلغم اور رینٹ پاک ہیں' اگر وہ کپڑے پر لگے ہوں تو نماز جائز ہے' لیکن ان سے گھن آتی ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر شرف حاصل ہے' باقی مضمون کی شرح' حدیث: ۴۰۵ میں دیکھیں۔

۴۰ - بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي إِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

امام کا لوگوں کو نماز پوری کرنے کی نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر کرنا

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان میں مسجد کے قبلہ کی جانب تھوکنے سے منع فرمایا ہے' جو کہ ایک نصیحت ہے اور اس باب میں بھی نصیحت کا ذکر ہے۔

۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَاهُنَا؟ فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلَا رُكُوعُكُمْ، إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي.

[طرف الحدیث: ۷۴۱] (صحیح مسلم: ۴۲۴' الرقم المسلسل: ۹۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہوتی ہے (اور میں کسی اور طرف نہیں دیکھتا) پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دیکھنے اور دکھائی دینے میں اہل سنت کا موقف اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت دیکھنے کی کیفیت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس اللہ کی قسم! مجھ پر تمہارا خشوع مخفی ہے اور نہ تمہارا رکوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

آپ کی اس رؤیت کے مسئلہ میں جمہور کا مؤقف یہ ہے اور وہی صحیح ہے کہ یہ ''رؤیت'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے اور آپ کا دیکھنا ادراکِ حقیقی ہے اور یہ خلاف عادت ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو علاماتِ نبوت میں بھی ذکر کیا ہے اور

اس حدیث میں اشاعرہ کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ دیکھنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی چیز انسان کے سامنے ہو اور بالمقابل ہو' وہ کہتے ہیں کہ چین میں اندھا شخص' اندلس کے شہر کو دیکھ لے تو یہ ممکن ہے اور اہل سنت کے نزدیک یہی برحق ہے کہ دیکھنے کے لیے کوئی عضو مخصوص شرط ہے اور نہ کسی چیز کا بالمقابل اور قریب ہونا شرط ہے' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن ہے' اور معتزلہ' کرامیہ اور مشبہہ وغیرہ اس کا انکار کرتے ہیں' اور اہل سنت معقول اور منقول دونوں طرح سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کو ثابت کرتے ہیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیٹھ کے پیچھے کس طرح دیکھتے ہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ آپ کی پیٹھ میں ایک آنکھ تھی' جس سے آپ ہمیشہ دیکھتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے دو کندھوں میں سوئی کے ناکے' کے برابر دو آنکھیں تھیں' جس سے آپ دیکھتے تھے اور کوئی چیز آپ کے دیکھنے میں حاجب نہیں ہوتی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ دیوارِ قبلہ میں آپ کے لیے پیچھے کی تمام اشیاء کی صورتیں اس طرح منتقش ہو جاتی تھیں' جس طرح آئینہ میں صورتیں منعکس ہو جاتی ہیں' اور آپ اس میں لوگوں کے افعال کا مشاہدہ کرتے تھے۔

سربراہِ قوم کو چاہیے کہ وہ قوم کی عبادات کی نگرانی کرے اور ان کی خطاؤں پر متنبہ کرے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع' یعنی تمہارا ظاہر اور باطن میرے سامنے عیاں اور بیاں ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ امام اور سربراہ قوم جب قوم کے کسی کام میں کوئی نقص دیکھے تو ان کو متنبہ کرے اور ان کو صحیح کرنے پر ابھارے اور نصیحت کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۳۔ ۲۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

✻ یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۸۶۲۔ ج ا ص ۱۲۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کا عنوان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کی یہ صفت وقتی اور عارضی تھی' دائمی نہیں تھی۔ شرح صحیح مسلم میں قرآن مجید اور حدیث سے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کی یہ صفت دائمی تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاہد اور اعمالِ امت پر گواہ ہونے سے استدلال کیا ہے اور آپ کے فضائل میں بہت نکات بیان کیے ہیں اور خلیل احمد سہارنپوری نے شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے' اس کا دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۰ پر چھ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے' صحیح البخاری: ۷۱۸ میں کی ہے۔

۴۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً ' ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ' فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَفِي الرُّكُوْعِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پھر آپ نے نماز اور رکوع کے متعلق فرمایا: بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی ضرور اسی طرح دیکھتا ہوں' جس طرح سامنے دیکھتا ہوں۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن صالح الوحاظی (۲) فلیح (۳) ھلال بن علی' ان کو ھلال بن ابی ھلال بن علی بھی کہا جاتا ہے اور ابن اسامہ الفہری المدنی بھی کہا جاتا ہے' یہ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۴)

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۱۸ کو دیکھیں۔

۴۱ - بَابُ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ؟ آیا یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی مسجد ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مسجد کی کسی قبیلہ یا کسی فرد یا اس کے بنانے والے کی طرف نسبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ابراہیم نخعی یہ کہتے تھے کہ مسجد کی کسی شخص کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

''اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ'' (الجن: ۱۸) یعنی مساجد صرف اللہ کی ہیں۔ اس باب کی احادیث ان کا رد کرتی ہیں اور آیت کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف مساجد کی اضافت حقیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف مساجد کی اضافت عرفی ہے' جو ایک مسجد کو دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس باب کی سابق ابواب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق بھی مساجد کے ساتھ تھا اور اس باب کا تعلق بھی مسجد کے ساتھ ہے۔

۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ، وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ، وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کا الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا اور جو گھوڑے غیر اضمار شدہ تھے' ان کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے لے کر مسجد بنو زریق تک کرایا اور حضرت عبد اللہ بن عمران صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اس مقابلہ میں حصہ لیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۶۸-۲۸۶۹-۲۸۷۰-۷۳۳۶]

(صحیح مسلم: ۱۸۷۰' الرقم المسلسل: ۴۷۶۰' سنن ابوداود: ۲۵۷۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۴۳۴' سنن ترمذی: ۱۶۹۹' مصنف عبد الرزاق: ۹۶۹۵' المعجم الکبیر: ۱۳۴۵۹' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۲۶۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۴۸۷- ج ۸ ص ۶۹-۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۸۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے: غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیۃ الوداع سے مسجد بنو زریق تک کرایا۔ اس جملہ میں مسجد کی نسبت بنو زریق کی طرف کی گئی ہے اور یہی باب کا عنوان ہے۔

گھوڑ دوڑ وغیرہ میں ہار جیت کی شرط کے بغیر مقابلہ کرنے کا جواز

گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ اگر شرط اور ہار جیت کے بغیر ہو تو یہ جائز ہے اور اگر شرط اور ہار جیت کے ساتھ ہو تو پھر یہ جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔ جوئے کی صورت یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے یہ شرط رکھیں کہ ہارنے والا جیتنے والے کو مثلاً ایک ہزار روپے دے گا اور ہارنے والا جیتنے والے کو لازمی طور پر یہ رقم دے تو یہ حرام ہے اور جس کھیل میں بھی اس قسم کی شرط رکھی جائے' وہ حرام ہے خواہ وہ تاش ہو' کرکٹ ہو یا والی بال ہو' اور اگر تیسرا شخص جیتنے والے کو انعام دے یا مقابلہ میں اوّل دوم' سوم اور چہارم آنے والوں کو

Marfat.com

انعامات دے تو یہ جائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھوڑے سواروں میں مقابلہ کرایا' آپ کے پاس یمن کے حلے آئے ہوئے تھے' آپ نے اوّل آنے والے کو تین حلے عطا فرمائے اور دوم آنے والے کو دو حلے عطا فرمائے اور سوم آنے والے کو ایک حلہ عطا فرمایا اور چہارم آنے والے کو ایک دینار عطا فرمایا اور پنجم آنے والے کو ایک درہم عطا فرمایا اور چھٹے نمبر پر آنے والے کو کچھ چاندی عطا فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

تیراندازی وغیرہ کے مقابلہ میں مذاہب فقہاء' ایک جانب اور دونوں جانبوں سے شرط کا حکم اور محلّل کا بیان

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحصکفی التوفی ۱۰۸۸ ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۰ ھ لکھتے ہیں:

تیراندازی' گھوڑے کو دوڑانے' اسی طرح خچر' گدھے' اونٹ کو دوڑانے اور پیدل چلنے کے مقابلہ میں کوئی حرج نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اونٹوں' گھوڑوں کو دوڑانے اور نیزہ بازی کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۵۷۴' سنن ترمذی: ۱۷۰۰' سنن نسائی: ۳۵۸۸۔۳۵۸۷)

کیونکہ یہ اُمور اسباب جہاد میں سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پیدل چلنے میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے بہ شرطیکہ اس پر انعام رکھا گیا ہو' اور انعام کے بغیر جائز ہے' اسی طرح ہر وہ کھیل مباح ہے جو جہاد میں مفید ہو' احادیث میں ہے کہ کشتی کے مقابلہ کی اجازت ہے کیونکہ وہ جہاد میں مفید ہے اور صرف کھیل اور مشغلہ کے طور پر کشتی کرنا مکروہ ہے' اسی طرح اس پر ''جُعْل'' (انعام دینا) بھی جائز ہے' اس طور پر نہیں کہ وہ اس کا حق ہے' اور اگر مقابلہ میں ایک جانب سے مال کی شرط رکھی جائے کہ اگر وہ آگے بڑھ گیا تو اس کو اتنا مال ملے گا تو یہ جائز ہے' لیکن وہ اس کا مستحق نہیں ہوگا۔ جانب واحد کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی سے کہے: اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو میں تم کو اتنی رقم دوں گا اور اگر میں تم سے آگے بڑھ گیا تو میں تم سے کچھ نہیں لوں گا' اور مستحق ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر مغلوب نے غالب کو طے شدہ رقم نہیں دی تو اس کو دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا' اسی طرح الزیلعی' الذخیرہ' الخلاصۃ' التاتارخانیہ وغیرھا میں مذکور ہے' اور اگر کوئی تیسرا فریق مال کی شرط رکھے' پھر بھی جائز ہے' اس کی صورت یہ ہے کہ امیر یا سربراہ گھوڑوں کی دوڑ میں یا تیراندازی میں مقابلہ کرنے والوں سے یہ کہے کہ تم میں سے جو غالب ہوگا' اس کو اتنا انعام ملے گا اور جو مغلوب ہو گیا' اس کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر جانبین سے شرط ہو تو پھر حرام ہے کیونکہ یہ قمار (جوا) ہے' قمار کی تعریف یہ ہے: ہر ایسا عقد جس میں مغلوب کو غالب کے لیے معین مال دینا پڑے اور ایک فریق کو نفع اور دوسرے فریق کو نقصان لازم ہو' سوا اس کے کہ وہ تیسرے محلّل کو اپنے گھوڑوں کے درمیان داخل کرلیں اور اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہو اور اس سے یہ وہم ہو کہ اس کا گھوڑا ان دونوں کے گھوڑوں پر غالب آ جائے گا' پھر جب اس کا گھوڑا' ان دونوں کے گھوڑوں سے آگے نکل جائے تو وہ ان سے مال لے لے گا اور اگر وہ دونوں اس پر غالب آ جائیں تو وہ اس کو کچھ نہیں دیں گے اور پہلے ان دونوں کے درمیان یہ شرط ہو کہ ان میں سے جو بھی غالب ہوگا' وہ اپنے ساتھی سے مال لے گا۔ (درمختار وردالمحتار ج ۹ ص ۴۹۳۔۴۹۱' ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

محلّل کے متعلق حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو

Marfat.com

اپنے غالب ہونے کا یقین نہیں تھا تو کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے (اپنا) گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا اور اس کو اپنے غالب ہونے کا یقین تھا تو پھر یہ قمار (جواء) ہے۔ (سنن ابوداؤد:۲۵۷۹‘ سنن ابن ماجہ:۲۸۷۶‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۹۹‘ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۷۵‘ شرح السنۃ: ۲۶۵۴‘ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰‘ مسند ابویعلیٰ: ۵۸۶۴‘ المستدرک ج ۲ ص ۱۱۴‘ الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۰۸‘ مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۱۰۵۵۷۔ ج ۱۶ ص ۳۲۷‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت)

محلِّل کا شرعی معنی

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ ھ لکھتے ہیں:

جس تیسرے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کیا جاتا ہے‘ اس کو محلل کہتے ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ غالب آنے والے کے لیے اس رقم کو حلال کر دیتا ہے‘ جس کو وہ غالب آنے پر وصول کرتا ہے اور اس محلل کی وجہ سے یہ عقد قمار سے نکل جاتا ہے یعنی دو آدمیوں کے درمیان ایک مال دائر تھا اور ان میں سے ہر ایک وہ مال لے سکتا تھا‘ اور محلل کا معنی یہ ہے کہ وہ دو مقابلہ کرنے والوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرتا ہے تا کہ اس کا گھوڑا اس بات کی علامت ہو کہ وہ دونوں محض مشق اور ورزش کے لیے گھوڑے دوڑا رہے تھے نہ کہ حصولِ مال کے لیے‘ پس وہ ان کو قمار سے نکال دیتا ہے‘ اور جب اس کا گھوڑا ان کے گھوڑوں کی مثل ہوگا تو ان دونوں کو یہ خطرہ ہوگا کہ وہ ان دونوں پر غالب آ جائے گا اور مقرر رقم حاصل کر لے گا‘ تو وہ دونوں گھوڑا دوڑانے کی خوب کوشش اور جدوجہد کریں گے اور اگر وہ محلل کم عقل ہوگا اور اس کو غالب ہونے کا یقین ہوگا تو اس سے ان دونوں کو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ وہ ان سے آگے بڑھ کر مقرر رقم حاصل کرے گا اور اس سے تحلیل کا معنی حاصل نہیں ہوگا اور اس کا اپنے گھوڑے کو ان کے گھوڑوں کے درمیان داخل کرنا لغو ہوگا اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ایسا ہوگا کہ دو آدمیوں نے گھوڑا دوڑانے میں شرط رکھ کر مقابلہ کیا اور ان کے درمیان کوئی محلل نہیں تھا اور یہ عین قمار ہے‘ جو حرام ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۳ ص ۴۰۱۔ ۴۰۰‘ دار المعرفۃ‘ بیروت)

اضمار شدہ گھوڑے اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی

اس حدیث میں اضمار شدہ گھوڑوں اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ذکر ہے۔

اضمار اور تضمیر کا یہ معنی ہے کہ چالیس دن تک گھوڑے کو بہ تدریج زیادہ کھلایا اور پلایا جائے حتیٰ کہ وہ بہت فربہ ہو جائے‘ پھر بہ تدریج اس کی خوراک کم کی جائے تا کہ گھوڑے کا وزن کم ہو جائے‘ ایک قول یہ ہے کہ گھوڑے پر زین اور جل کا وزن ڈالا جائے اور اس سے مشقت کرائی جائے‘ حتیٰ کہ اس کو خوب پسینہ آئے‘ اور غیر اضمار شدہ گھوڑے کا معنی یہ ہے کہ اس گھوڑے کے ساتھ اضمار کا عمل نہ کیا جائے۔

”الحفیاء“ اور ”ثنیۃ الوداع“ کا معنی

”الحفیاء“ ”ثنیۃ الوداع“ سے پانچ سے سات میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور ”ثنیۃ“ کا معنی گھاٹی ہے اور ”الوداع“ کا معنی ہے: رخصت کرنا‘ یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے مکہ جانے والے لوگوں کو رخصت کرتے ہیں‘ یہ گھاٹی مدینہ سے مکہ کی جانب ہے‘ یا یہ وہ گھاٹی ہے جہاں مدینہ سے تبوک جانے والوں کو رخصت کرتے ہیں‘ مورخین اور شارحین نے ثنیۃ الوداع کی تفسیر میں ان دونوں گھاٹیوں کا ذکر کیا ہے۔

ثنیۃ الوداع کی خصوصی تحقیق

حافظ احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

ابوعمرو والادیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتیں اور بچے یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

''ثنیات الوداع سے ہم پر چودھویں شب کا چاند طلوع ہوا' جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے' ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے''۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۵۰۷۔۵۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو میں نے بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع پر آپ کا استقبال کیا (صحیح البخاری: ۳۰۸۳)

اور ابن عائشہ نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو عورتیں' بچے اور باندیاں یہ پڑھ رہے تھے:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء اس کا ذکر اس موقع کے عنوان سے کرتے ہیں' جب آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے اور ہم نے اس کا وہاں بھی ذکر کیا ہے نہ کہ جب آپ تبوک سے مدینہ آئے تھے' اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے' سو ہم نے اس کا یہاں بھی (یعنی تبوک سے آتے وقت بھی) ذکر کیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶۔۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ شہاب الدین ابوعبداللہ یعقوب بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی المتوفی ۶۲۶ھ لکھتے ہیں:

''ثنیۃ الوَداع'' (واؤ پر زبر ہے) ''الوَداع'' کا معنی ہے: کسی کے کوچ کے وقت اس کو رخصت کرنا۔ ''ثنیۃ الوداع'' ایک بلند گھاٹی ہے' جہاں سے مدینہ دکھائی دیتا ہے جو شخص مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرتا ہے' وہ اس گھاٹی پر چڑھتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو آخر میں مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا' آپ نے اس وادی پر ان کو رخصت کیا تھا۔ (معجم البلدان ج ۲ ص ۸۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۹۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوَداع کی طرف گیا' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل رہے تھے' ایک مرتبہ راوی سفیان نے لڑکوں کی بجائے ''بچوں کے ساتھ'' کہا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۶)

حضرت السائب سے روایت ہے: مجھے یاد ہے میں بچوں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوۂ تبوک سے آ رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۷)

اس روایت میں جو تبوک سے آنے کا اضافہ ہے' اس کا الداؤدی نے انکار کیا ہے اور ابن قیم نے بھی اس کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے نہ کہ تبوک کی جہت میں' بلکہ یہ مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے مقابل ہیں' اور کہا: ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ وہاں اس جہت میں کوئی اور گھاٹی ہو۔ (علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ گھاٹی جہت حجاز میں ہو اور اس گھاٹی سے مسافر شام کی طرف نکلتے ہوں اور یہ واضح ہے' جیسے وہ ایک گھاٹی سے مکہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مکہ سے نکل جائیں۔ (میرے نزدیک عبارت یوں ہونی چاہیے کہ وہ ایک گھاٹی سے مدینہ میں داخل ہوں اور دوسری گھاٹی سے مدینہ سے نکل جائیں' پہلی گھاٹی مکہ کی جہت میں ہو اور دوسری گھاٹی تبوک کی جہت میں ہو اور اگر حافظ ابن حجر کے بہ قول دونوں گھاٹیاں مکہ مکرمہ میں ہوں تو پھر یہ بالمقابل کیسے ہوں گی! سعیدی غفرلہ) اور یہ دونوں گھاٹیاں ایک راستہ پر ختم ہو رہی ہوں' اور ہم نے ''الحلبیات'' میں سند منقطع سے روایت کی ہے: جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو عورتوں نے پڑھا: ''طلع البدر علینا من

Marfat.com

ثنیات الوداع'' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ مکہ سے ہجرت کر کے آرہے تھے اس وقت پڑھا' دوسرا قول ہے: جب آپ تبوک سے آرہے تھے اس وقت پڑھا۔ (میں کہتا ہوں: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں دفعہ پڑھا ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ثنیۃ الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ کی جہت میں سے اور دوسری تبوک کی جہت میں ہے' البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ابن قیم نے یہ کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کے راستہ میں ہے نہ کہ تبوک کے راستہ میں' یہ حافظ ابن حجر نے غلط لکھا ہے کیونکہ ابن قیم نے اس کے برعکس لکھا ہے' ملاحظہ فرمائیں: علامہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ التوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' غزوہ تبوک سے واپسی میں مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو لوگ نکل کر آپ سے ملاقات کرنے لگے اور عورتیں' بچے اور باندیاں پڑھ رہی تھیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع

بعض راوی ان اشعار میں وہم کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ یہ اشعار اس وقت پڑھ رہے تھے' جب آپ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آرہے تھے اور یہ وہم ظاہر ہے کیونکہ ثنیات الوداع صرف شام کی سمت پر ہے اور مکہ سے مدینہ آنے والا ان کو نہیں دیکھ سکتا اور آدمی ان کے پاس سے اسی وقت گزرتا ہے جب وہ شام کی طرف متوجہ ہو۔ (زادالمعاد ج ۳ ص ۴۶۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن قیم کی عبارت غلط نقل کی ہے' لیکن ان کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ ثنیات الوداع نام کی دو گھاٹیاں ہیں' ایک مکہ سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور دوسری تبوک سے مدینہ کے راستہ میں ہے اور جب آپ مکہ سے مدینہ آئے' جب بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے اور جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس آئے' اس وقت بھی آپ کے استقبال کے وقت یہ اشعار پڑھے گئے۔

اس باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کی اضافت اس کے بنانے والے اور اس کے نمازیوں کی طرف کرنا جائز ہے' اسی طرح نیک اعمال کی نسبت' نیک کام کرنے والوں کی طرف کرنا جائز ہے۔

شرح صحیح مسلم میں باب مذکور کی حدیث کی شرح

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۷۸۲۔ ج ۵ ص ۸۳۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان (۲) دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۳) فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۴) فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۵) فقہاء احناف کا نظریہ (۶) جوئے کی تعریف (۷) جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات (۸) جوئے کے متعلق احادیث (۹) جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے (۱۰) فقہاء شافعیہ کی رائے (۱۱) فقہاء مالکیہ کی رائے (۱۲) فقہاء حنبلیہ کی رائے (۱۳) معمہ' لاٹری اور سٹہ کا حکم (۱۴) بیمہ کیا چیز ہے (۱۵) بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء (۱۶) مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل (۱۷) مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی وضاحت (۱۸) انشورنس اور سود (۱۹) انشورنس کے سلسلہ میں دوسری خرابیوں کا احتمال (۲۰) بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی کی رائے (۲۱) بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۲) آتش زدگی اور ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ (۲۳) بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ (۲۴) سید مودودی کا نظریہ (۲۵) علماء شیعہ کا نظریہ (۲۶) مصنف کی تحقیق اور بحث ونظر (۲۷) بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد (۲۸) کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے (۲۹) بیمہ کے موجودہ نظام کے

Marfat.com

لیے قابل عمل اصلاحی ترامیم (۳۰) مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے (۳۱) باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایت سے بیمہ پر استدلال (۳۲) قتل خطاء کی دیت سے بیمہ پر استدلال (۳۳) دیت کی مقدار (۳۴) عاقلہ کا مصداق (۳۵) عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت (۳۶) بیمہ کے مسئلہ میں حرف آخر۔

بیمہ کی یہ بحث 'شرح صحیح مسلم :۲۸۔۴۷۔ ج ۵ ص ۸۷۵۔۸۳۷ میں ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔

٤٢ - بَابُ الْقِسْمَةِ، وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

تقسیم کرنا اور مسجد میں خوشوں کا لٹکانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں چیزوں کی تقسیم کرنا اور خوشوں کو لٹکانا جائز ہے اور اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ ان احکام کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اس کے بعد امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر کی ہے:

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْقِنْوُ اَلْعِذْقُ، وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ، وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ، مِثْلَ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''القنو'' کا معنی خوشا ہے اور اس کا تثنیہ کا صیغہ ''قنوانِ'' ہے اور جمع کا صیغہ بھی ''قنوانٌ'' ہے جیسے ''صنو'' اور ''صنوانٍ'' ہے۔

٤٢١ - **وَقَالَ** اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ. وَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِيَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ، فَمَا كَانَ يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ، اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَعْطِنِيْ، فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ. فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهٖ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ فَلَمْ يَسْتَطِعْ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ، قَالَ لَا. قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهٗ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ، قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ، قَالَ لَا. فَنَثَرَ مِنْهُ، ثُمَّ احْتَمَلَهٗ، فَاَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهٖ، ثُمَّ انْطَلَقَ، فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهٗ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا، عَجَبًا مِنْ حِرْصِهٖ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا یعنی ابن طہمان نے از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا اور یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے چلے گئے اور آپ نے اس مال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی' جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ اس مال کے پاس آ کر بیٹھ گئے' آپ جس شخص کو بھی دیکھتے' آپ اس کو اس مال سے عطا کرتے' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے دیجئے کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ لے لیں' انہوں نے اپنا کپڑا بچھایا اور اس میں مال ڈالا حتیٰ کی اس کی چوٹی (بڑا ڈھیر) بن گئی' پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے کہا: پھر آپ اس کو اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے مال کم کیا پھر بھی اس کی چوٹی بن گئی' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کسی سے کہیے یہ مال اٹھا کر میرے اوپر رکھ دے' آپ نے فرمایا:

Marfat.com

فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ. [اطراف الحدیث: ۳۰۴۹-۳۱۶۵]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۳، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

نہیں! انہوں نے کہا: اچھا! آپ خود اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیں' آپ نے فرمایا: نہیں! انہوں نے اس سے کچھ مال کم کیا' پھر اٹھا کر اس کو اپنے کندھے کے اوپر رکھ لیا' پھر چلے گئے اور ان کی حرص پر تعجب کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نظر مسلسل ان کا پیچھا کرتی رہی' حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی تھا' رسول اللہ ﷺ وہاں سے نہیں اٹھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ مسجد میں مال تقسیم کے لیے رکھا گیا تھا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو مالِ دنیا کے ساتھ کوئی دل چسپی نہ تھی' آپ کے پاس جو مال بھی آتا' آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے۔

نبی ﷺ کی بے نفسی' مال کی تقسیم میں اصول پرستی اور اقرباء کی رعایت نہ کرنا

آپ نے ہر ایک سے یہ کہا تھا کہ وہ اتنا مال لے جس کو وہ خود اٹھا کر لے جا سکے' حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ ان کی قرابت کی وجہ سے ان کو خصوصی رعایت دیں گے اور زیادہ مال کسی کو اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھنے کے لیے فرمائیں گے یا خود اٹھا کر رکھ دیں گے' لیکن نبی ﷺ نے اس کا انکار کر دیا اور یہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح سب کو مال دیا گیا ہے' اسی طرح آپ کو بھی دیا جائے گا اور آپ کی قرابت کی وجہ سے آپ کو رعایت نہیں دی جائے گی یا آپ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہوگا' آپ نے اپنے عمِ محترم کی درخواست کو مسترد کر دیا' مگر مساوات کے اصول کا جھنڈا بلند کر دیا' آج اگر ہماری انتظامیہ کے کسی امیر کے پاس لوگوں میں تقسیم کے لیے کہیں سے مال آتا ہے تو پہلے وہ اپنا گھر بھرتا ہے' پھر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا پھر کہیں بعد میں عام لوگوں کا نمبر آتا ہے' جس کا نمونہ ہم نے ابھی ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلہ زدگان میں بیرون ممالک سے آئی ہوئی امدادی تقسیم میں دیکھا ہے اور غیر ملکی میڈیا سے سنا اور اخباروں میں پڑھا ہے' اس بندر بانٹ کو دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ یہ لوگ اس نبی کی امت ہیں' جس نے بحرین سے آئے ہوئے مال کو سب لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے عمِ محترم کی درخواست پر زیادہ مال اٹھانے میں ان سے تعاون نہیں کیا اور اپنے لیے اس مال میں سے کچھ نہیں رکھا۔

اس کی ایک اور نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نبی ﷺ کے پاس مجھے لے گئیں' وہ ان سے یہ شکایت کرنے گئی تھیں کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں اور ان کو یہ خبر پہنچی تھی کہ آپ کے پاس کچھ غلام آئے ہیں' لیکن حضرت سیدہ کی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' پھر جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی آپ کو خبر دی' پھر رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے' اس وقت ہم اپنے بستر میں جا چکے تھے' ہم آپ کو دیکھ کر اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: اپنی جگہ پر رہو' آپ آ کر میرے اور حضرت سیدہ کے درمیان بیٹھ گئے' حتیٰ کہ آپ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے پیٹ پر محسوس کی' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تم دونوں کے سوال سے بہتر ہے' جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھو' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھو' پس یہ پڑھنا تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۶۱، صحیح مسلم: ۲۷۲۷، سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲)

غور کیجئے! نبی ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں غلام اور باندیاں آئیں' آپ نے ان میں سے سب لوگوں کو حصہ دیا' نہیں دیا

Marfat.com

تو اپنی اس سگی بیٹی کو جس کے ہاتھ میں چکی پیستے چھالے پڑ گئے تھے' آج ہماری انتظامیہ کے افسروں کی لوٹ مار اور اقرباء پروری دیکھتے ہوئے کون مانے گا کہ یہ اس نبی کی امت ہیں۔

بحرین کا جغرافیائی محل وقوع

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا۔

''بحرین'' ''بحر'' کا تثنیہ ہے اور یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' قاضی عیاض نے کہا: بصرہ اور بحرین کے درمیان چوراسی (۸۴) فرسخ کا فاصلہ ہے' (ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے' ایک شرعی میل ایک انگریزی میل سے زیادہ ہے یعنی دو ہزار گز کا ہے۔ سعیدی) ابوعبید البکری نے کہا ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں کے رہنے والوں سے صلح کی تو آپ نے وہاں پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو عامل (گورنر) بنا دیا' امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب الجعرانہ سے واپس آئے یعنی حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد تو آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو المنذر بن ساوی العبدی کی طرف بھیجا' جو بحرین کا حکم ران تھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کی نبوت کی تصدیق کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے لکھا ہے: بحرین خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے' جس کا رقبہ اندازاً اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی تقریباً دو لاکھ تھی۔ (معجم البلدان (اردو) ص ۶۱' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز' لاہور)

بحرین سے آئے ہوئے مال کی مقدار

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال سے مرسلاً روایت کی ہے' یہ مال ایک لاکھ تھا اور اس مال کو حضرت العلاء بن الحضرمی نے البحرین کے خراج سے بھیجا تھا اور یہ پہلا خراج تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا گیا تھا۔

امام بخاری نے کتاب المغازی میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور ان کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' پس حضرت ابوعبیدہ وہاں سے مال لے کر آئے اور جب انصار کو ان کے آنے کی خبر پہنچی۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۴۰۱۵-۳۱۵۸' صحیح مسلم: ۲۹۶۱' سنن ترمذی: ۲۴۶۲' سنن ابن ماجہ: ۳۹۹۷)

اس سے متعین ہو گیا کہ یہ مال خراج کا تھا یا جزیہ کا تھا' جو سال بہ سال آتا تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۵۷۷' دار المعرفہ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ وغیرہ کا مال مسجد میں رکھنا جائز ہے اور اس میں سب لوگ مشترک ہیں کیونکہ ضرورت مند لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا' نیز لکھا ہے: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں' ان میں سے کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیونکہ حضرت عباس نے شکایت کی تھی کہ وہ مقروض ہو گئے ہیں' اس لیے آپ نے اس مال سے ان کو لینے کی اجازت دی۔

Marfat.com

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸۔۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ صدقہ اور زکوٰۃ کا مال تھا کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ تصریح ہے کہ یہ خراج کا مال تھا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تصریح ہے کہ یہ جزیہ کا مال تھا' لہٰذا اس مال کو زکوٰۃ اور صدقہ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سربراہِ ملک کو یہ معلوم ہو کہ لوگوں کو مال کی ضرورت ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مال میں سے کوئی چیز اپنے پاس رکھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت ہے کہ آپ نے وہ سب مال تقسیم کر دیا اور کسی کو لینے سے منع نہیں کیا اور آپ کا زہد ہے کہ آپ نے اس مال میں سے کچھ نہیں لیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا: یہ مال اٹھا کر ان کے کندھے پر رکھ دیں تو آپ نے نہیں رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے کہنے سے اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے' پھر حضرت ابن عباس نے کہا: آپ کسی کو حکم دیں کہ وہ یہ مال میرے کندھے پر رکھ دے' تو آپ نے فرمایا: نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کے ذاتی مفاد کے لیے کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم نہ دے' جب کہ اس کام کی وجہ سے عام لوگوں کا نقصان ہو کیونکہ اگر حضرت عباس زیادہ مال لے جاتے تو اور لوگوں کے لیے مال کم بچتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس کے کہنے سے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ مال ان کے کندھے پر رکھ دے' اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ آپ حضرت عباس کو زیادہ مال اکٹھا کرنے سے روکنا چاہتے تھے کہ وہ اپنی ضروریات سے زیادہ دنیا کا مال نہ لیں اور جتنا مال آسانی سے اٹھا کر لے جا سکتے ہیں اسی پر قناعت کریں' اسی لیے آپ نے خود ان کے کندھے پر مال اٹھا کر نہ رکھا تا کہ اس کام میں آپ کی اعانت شامل نہ ہو' جو آپ کی مرضی کے خلاف ہے اور جس سے آپ منع فرماتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٤٣ - بَابُ مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

جس نے کسی شخص کو مسجد میں کھانے کے لیے بلایا اور جس نے اس کو قبول کیا

اس باب سے امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ مسجد میں کسی کو کھانے کی دعوت دینا اور کسی کا اس دعوت کو قبول کرنا' ان کاموں میں ہے جو مسجد میں مباح ہیں اور ان لغو کاموں سے نہیں ہے جو مسجد میں ممنوع ہیں' بابِ سابق کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں بابوں کا تعلق مسجد کے احکام سے ہے۔

٤٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ، فَقُمْتُ، فَقَالَ لِي أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَقَالَ لِطَعَامٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۱۔۵۴۵۰۔۶۶۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں پایا' آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے' پس میں کھڑا ہو گیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: کھانے کے لیے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' آپ نے ان سے فرمایا: اٹھو' پس آپ چل پڑے اور میں بھی ان کے آگے چل پڑا۔

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں کھانے کی دعوت دی اور آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

کن صورتوں میں دعوت کو قبول کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں عذر پیش کرنا چاہیے اور کن صورتوں میں دعوت کو مسترد کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور اس کو قبول کرنا جائز ہے' اگر آدمی کو' کوئی عذر نہ ہو تو اس کو دعوت قبول کر لینی چاہیے' اگر وہ آدمی بیمار ہو اور پرہیزی کھانا کھاتا ہو اور دعوت میں پرہیزی کھانا میسر نہ ہو بلکہ مرغن اور چٹ پٹا کھانا ہو تو اس کو اس دعوت میں جانے سے عذر کر لینا چاہیے اور اگر اس دعوت میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہو اور رقص اور موسیقی وغیرہ کا پروگرام ہو' جیسا کہ آج کل نکاح اور ولیمہ کی تقاریب میں ہوتا ہے تو ایسی دعوت کو مسترد کرنا واجب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلطان اور سربراہ کو کھانے کی دعوت دینی چاہیے اور اگر کوئی شرعی یا طبعی مانع نہ ہو تو ان کو دعوت قبول کر لینی چاہیے۔

جب کسی بڑی شخصیت کو دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ حاضرین مجلس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے۔

اس دعوتِ طعام میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کے پاس کھانا کم مقدار میں تھا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے وہ کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا' اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔

٤٤ - بَابُ الْقَضَاءِ وَاللِّعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کرنا

اس باب میں مسجد میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور لعان کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے' فیصلہ کرنا عام ہے خواہ وہ لعان کا فیصلہ ہو یا کسی اور چیز کا' اور لعان خاص ہے اور عنوان کی عبارت میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

لعان کا معنی اور اس کی قسمیں

لعان' لعن کا مصدر ہے' اور ''لعن'' کا معنی ہے: دھتکارنا اور دور کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں' کلیۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا' اور یہ دائمی عذاب ہے' لعنت کی یہ قسم کفار کے ساتھ مخصوص ہے اور اس معنی میں شخصی طور پر صرف اسی پر لعنت کی جا سکتی ہے جس کی کفر پر موت معلوم ہو' جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ اور صفات پر بالعموم لعنت کرنا جائز ہے' جیسے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اور لعنت کی دوسری قسم ہے: اللہ تعالیٰ کی رضا اور قربِ خاص سے دور کرنا' یہ لعنت فاسق مسلمان پر کرنا بھی جائز ہے' جیسے قرآن مجید میں مسلمان شخص کے خود اپنے اوپر لعنت کرنے کا ذکر ہے:

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ O (النور: ۷)

اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو O

لعان کا معنی

لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور اس کا خاصہ ہر فریق کا ماخذ میں اشتراک ہے' سو اس کا معنی ہے: ہر فریق کا ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اس کے پاس چار

Marfat.com

گواہ نہ ہوں تو وہ قاضی کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور قاضی اسے کہے کہ تم چار بار قسم کھاؤ کہ تم اپنی تہمت میں سچے ہو اور پانچویں بار کہو: مجھ پر لعنت ہو اگر میں جھوٹوں میں سے ہوں' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ (النور: ۷۔۶)

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو وہ چار بار اللہ کی قسم کھائیں کہ وہ سچوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار وہ یہ کہیں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو○

اور قاضی عورت سے کہے کہ اگر بالفرض تم نے زنا کیا ہے تو تم اعتراف کر لو تم پر حد زنا جاری ہوگی ورنہ تم چار بار یہ قسم کھاؤ کہ اس کا خاوند اس پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے اور پانچویں بار یہ کہو کہ اگر اس کا خاوند سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب (لعنت) نازل ہو' قرآن مجید میں ہے:

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ (النور: ۹۔۸)

اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہوگی کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے○ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو○

اس آیت میں غضب بھی لعنت کے معنی میں ہے اور چونکہ اس صورت میں خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں' اس لیے اس کو لعان کہا جاتا ہے اور چونکہ وہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں' اس لیے یہاں لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور کرنا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکلیہ دور ہونے کا معنی آخرت میں دائمی عذاب ہے اور وہ صرف کفار کے ساتھ مخصوص ہے' مسلمانوں کو دائمی عذاب نہیں ہوگا' جو مسلمان فاسق ہو اور اس کو عذاب ہو تو وہ عارضی عذاب ہوگا' پھر اس کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں چلا جائے گا تو اس صورت میں جو اپنی بیوی پر تہمت لگانے والا کہتا ہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قربِ خاص سے دور ہو جائے۔

ہم نے جو لعنت کی یہ دو قسمیں بیان کی ہیں' یہ ہماری شرح کے خصائص میں سے ہیں اور کسی شرح میں یہ مذکور نہیں ہیں' نیز جن علماء اکابر سے یہ منقول ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ وہ لعنت نہیں ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کلیۃً دور کرنا اور دائمی عذاب ہے بلکہ یہ وہ لعنت ہے جس کا معنی اللہ کی رضا اور اس کے قربِ خاص سے دور کرنا ہے۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِى ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا، اَيَقْتُلُهٗ؟ فَتَلَاعَنَا فِى الْمَسْجِدِ، وَاَنَا شَاهِدٌ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۴۵۔۴۷۴۶۔۵۲۵۹۔۵۳۰۸۔۵۳۰۹۔ ۶۸۵۴۔۷۱۶۵۔۷۱۶۶۔۷۳۰۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا (ایک دوسرے پر لعنت کی) اور میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲' الرقم المسلسل: ۳۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵' سنن نسائی: ۳۳۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶' المعجم الکبیر: ۵۶۸۲۔۵۶۹۰' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۹۹' شرح السنۃ: ۲۳۶۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۴۶۔۱۲۴۴۷' سنن دارمی: ۲۲۳۰' المنتقٰی: ۷۵۶' صحیح ابن حبان: ۴۲۸۳۔۴۲۸۵' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۳۲۔ ج ۳۷ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا' اور باب کا عنوان ہے: مسجد میں لعان کرنا۔

حدیث مذکور میں سوال کرنے والے کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پائے۔

سوال کرنے والے شخص کے نام میں اختلاف ہے' صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں ہے: وہ شخص حضرت عویمر العجلانی الانصاری رضی اللہ تھے صحیح مسلم: ۱۴۹۷ میں ہے: وہ شخص حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تھے اور صحیح مسلم: ۱۴۹۹ میں ہے: وہ شخص حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تھے۔

لعان کے حکم کے نزول کی تفصیل

صحیح البخاری کی اس روایت میں یہ واقعہ اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے' صحیح مسلم: ۱۴۹۲ میں اس کی تفصیل اس طرح ہے:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی' حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے عاصم! یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ پھر تم اس کو قتل کر دو گے یا پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے لیے اس مسئلہ کا حل معلوم کرو' پھر حضرت عاصم رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کو ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی' حتیٰ کہ حضرت عاصم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات شاق گزری' پھر حضرت عاصم' حضرت عویمر کے پاس گئے' انہوں نے پوچھا: اے عاصم! تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا: حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا: میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں لایا' تم نے جو سوال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناگوار گزرا ہے' حضرت عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس سوال سے ہرگز نہیں رکوں گا' حتیٰ کہ میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کر لوں' پھر حضرت عویمر نے لوگوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا اور کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی (اجنبی) مرد کو پائے تو کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ پھر آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے! یا پھر وہ کیا کرے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے متعلق اور تمہاری بیوی کے متعلق حکم نازل ہو گیا ہے' تم جاؤ اس کو لے کر آؤ' سہل نے کہا: پھر ان دونوں نے لعان کیا یعنی ایک دوسرے پر لعنت کی اور میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہو گئے تو حضرت عویمر نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں' ابن شہاب نے کہا: یہ لعان کا طریقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۴۹۲' الرقم المسلسل: ۳۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۲۲۴۵' سنن نسائی: ۳۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۶' مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۴)

ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع کی دلیل اور مخالفین کے اعتراض کے جوابات

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' اور یہ حدیث غیر مقلدین

Marfat.com

کے خلاف قوی حجت ہے' مخالفین اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دی تھیں اور لعان سے عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بائنہ ہونے کے بعد وہ طلاق کا محل نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عورت قاضی کی تفریق اور اس کے فیصلہ کے بعد بائنہ ہوتی ہے اور اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دی تھیں' لہٰذا جب انہوں نے تین طلاقیں دیں تو ان کی بیوی بائنہ نہیں ہوئی تھی اور طلاق کا محل تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عویمر نے یہ کہہ کر اس کو تین طلاقیں دی تھیں کہ یارسول اللہ! اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عویمر کے نزدیک وہ ان کے نکاح میں تھی اور اس کو اپنے پاس رکھنا ممکن تھا اور وہ طلاق دینے کا محل تھی۔

اس حدیث کے باقی مسائل ان شاء اللہ لعان کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔

حدیث مذکور کی شرح' شرح صحیح مسلم میں

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۶۳۳-۳۳۳۳۔ ج ۳ ص ۱۱۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء (۳) لعان کی وجہ تسمیہ (۴) بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا (۵) زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم (۶) لعان کے بعد تفریق میں مذاہب (۷) فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل (۸) علامہ نووی کے اعتراض کے جوابات (۹) لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء۔

۴۵ - بَابٌ اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَآءَ، اَوْ حَيْثُ اُمِرَ، وَلَا يَتَجَسَّسُ

جب کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہے نماز پڑھے' یا جہاں اسے حکم دیا جائے' اور وہ تجسس نہ کرے

۴۲۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ، فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ ؟. قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى مَكَانٍ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۴۲۵-۶۶۷-۶۸۶-۸۳۸-۸۴۰-۱۱۸۶-۴۰۰۹-۴۰۱۰-۵۴۰۱-۶۴۲۳-۶۹۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از محمود بن الربیع از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر میں آئے' پس آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں تمہارے لیے نماز پڑھاؤں؟ حضرت عتبان نے کہا: پس میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تکبیر پڑھی' پس ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی' سو آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

(صحیح مسلم: ۳۳' الرقم المسلسل: ۱۴۸' سنن نسائی: ۸۴۷' سنن ترمذی: ۲۶۴۷' سنن ابن ماجہ: ۵۴۷' الاحاد والمثانی: ۱۹۳۲' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۱۰۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۸۲-۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۱۶۱۲' المعجم الکبیر: ۴۹-ج ۱۸' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۲۲۳' مسند احمد ج ۴ ص ۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۸۲-ج ۲۷ ص ۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) ابراہیم بن سعید' یہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) محمود بن الربیع الخزرجی الانصاری الصحابی (۵) حضرت عتبان بن مالک انصاری السالمی المدنی رضی اللہ عنہ' یہ نابینا تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اپنی قوم کے امام تھے' ان سے ۱۰' احادیث مروی ہیں' صحیح البخاری میں ان کی ایک حدیث ہے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر کرم فرمانا' مسجد بیت اور گھر میں نوافل کی جماعت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عتبان بن مالک کے گھر آئے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس ہفتہ کے دن آئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عتبان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ سے کہا: میں چاہتا ہوں آپ میرے گھر تشریف لائیں اور امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا: آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں مسجد کے لیے ایک جگہ مقرر کر دیں' جس میں' میں نماز پڑھا کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہ جا سکے تو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کر لے' اس کو مسجد بیت کہتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں دو رکعت نماز جماعت سے پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ استاذ' امام اور رئیس کو اپنے متبعین کے گھر (بلانے پر) جانا چاہیے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق' آپ کی تواضع اور آپ کی جلالت قدر کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۵)

٤٦ - بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ
گھروں میں مساجد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھروں میں مساجد کا بنانا جائز ہے' اس سلسلہ میں یہ تعلیق ہے:

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِيْ مَسْجِدِهٖ فِيْ دَارِهٖ جَمَاعَةً.

اور حضرت البراء بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کرائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث معنیً موجود ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۴۶)

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھے تو اپنے گھر میں بھی نماز کا حصہ رکھے' بے شک اللہ اس کے گھر کی نماز میں خیر رکھنے والا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۸۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ' وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک انصاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں اور وہ ان انصار

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ، وَاَنَا اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ، فَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ، سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ، لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنَّكَ تَاْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ، فَاَتَّخِذَهٗ مُصَلًّى، قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ. قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهٗ، فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتَ، ثُمَّ قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ؟ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهٗ، قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِّنْ اَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ، فَاجْتَمَعُوْا، فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ اَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ؟ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ فَاِنَّا نَرٰى وَجْهَهٗ وَنَصِيْحَتَهٗ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِيَّ، وَهُوَ اَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ، وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ، عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، فَصَدَّقَهٗ بِذٰلِكَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۲۴۰، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

میں سے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے' وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میری بصارت بہت کم زور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں اور جب بارش ہوتی ہے تو میرے اور ان کے درمیان جو وادی ہے وہ بہنے لگتی ہے اور میں ان کی مسجد میں جانے کی اور انہیں نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھتا' اور یا رسول اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں' پس میں اس جگہ کو مصلیٰ بنالوں' انہوں نے بیان کیا: پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان شاءاللہ عنقریب ایسا کروں گا' حضرت عتبان نے بیان کیا: پس دوسرے روز دن چڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی تو میں نے آپ کو اجازت دی' گھر میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ بیٹھے نہیں اور فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ پسند کرتے ہو جہاں میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے کہا: میں نے گھر کی ایک جانب آپ کو اشارہ کیا' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ نے تکبیر پڑھی' پھر ہم بھی کھڑے ہو گئے اور ہم نے صف بنائی' آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی' پھر سلام پھیر دیا' ہم نے آپ کو گوشت کا کھانا کھلانے کے لیے روک لیا جس کو ہم نے تیار کیا تھا' پھر گھر میں حویلی کے رہنے والے کافی لوگ آ گئے' وہ سب جمع تھے' ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: مالک بن دخیشن یا ابن الدخشن کہاں ہے؟ تو کسی نے کہا: وہ منافق ہے اللہ سے محبت کرتا ہے نہ اس کے رسول سے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟ اس شخص نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے' پس بے شک ہم اس کا ملنا جلنا اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا۔ ابن شہاب نے کہا: الحصین بن محمد الانصاری جو بنو سالم کے ایک فرد تھے اور ان کے سرداروں میں سے تھے' میں نے ان

Marfat.com

سے محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں کے دلوں میں ایمان اور نفاق پر مطلع ہونا اور اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے پر دوزخ کا حرام ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ مالک بن دخشن نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے؟

اس ارشاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باطن میں ایمان کی اور نفاق سے بَری ہونے کی شہادت دی ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے دلوں کے حال پر اور ایمان اور نفاق کی کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں اور جب مناسب سمجھتے ہیں' اس کا اظہار فرما دیتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے حالانکہ نجات کے لیے توحید اور رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم اور نام ہے' اس لیے اس سے توحید اور رسالت دونوں کی گواہی مراد ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے اس شخص کو دوزخ کے اوپر حرام کر دیا ہے' جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا' اس ارشاد میں آپ نے فرائض اور واجبات پر عمل کرنے اور حرام اور مکروہ کاموں سے اجتناب کرنے کا ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لیے اخلاص سے کلمہ پڑھتا ہے' وہ اس کی برکت سے تمام فرائض اور واجبات پر عمل کرتا ہے اور تمام حرام اور مکروہ کاموں سے باز رہتا ہے اور بالفرض اگر وہ کسی گناہ میں ملوث ہو جائے تو مرنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے ورنہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر پھر جنت میں چلا جائے گا اور دوزخ کا دائمی عذاب اس پر بہر حال حرام ہو گا۔

نابینا کو امام بنانے کا جواز' اور عذر کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کا جواز

اس حدیث میں ذکر ہے: حضرت عتبان بن مالک نے آپ سے درخواست کی کہ ان کی نظر بہت کم زور ہو گئی ہے' وہ بارش کے ایام میں اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہیں جا سکتے' آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں تا کہ وہ اس جگہ کو اپنا مصلیٰ بنا لیں' اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ وہ نابینا ہو گئے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نابینا شخص کو امام بنانا جائز ہے' حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم بھی نابینا تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک میں گئے تھے تو ان کو امام بنا کر گئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش' اندھیرے' جان کے خطرہ یا اور کسی عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا' جائز ہے۔

حضرت عتبان بن مالک نے کہا: آپ جس جگہ نماز پڑھائیں گے اس کو میں مصلیٰ بنا لوں گا' اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرنا جائز ہے اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھائیں یا پڑھیں' صحابہ کے نزدیک اس جگہ کی خاص اہمیت ہوتی ہے' حضرت عتبان چاہتے تھے: اس جگہ نماز پڑھیں' جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے تا کہ آپ کے نماز پڑھنے کی وجہ سے اس جگہ جو برکات اور تجلیات نازل ہوئی ہیں' وہ ان پر بھی سایا فگن رہیں' جیسے حضرت عمر نے یہ چاہا تھا کہ مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنا لیا جائے۔

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عتبان نے اپنے گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نماز پڑھوائی' حالانکہ مہمان سے نماز پڑھوانے کی ممانعت ہے

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے گھر اس کی زیارت یا ملاقات کے لیے جائے تو خود نماز نہ پڑھائے' بلکہ وہ گھر والا ہی نماز پڑھائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

بُدیل بن میسرہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے آزاد شدہ غلام ابوعطیہ نے روایت کیا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس ہماری نماز کی جگہ میں آتے تھے اور ہم سے باتیں کرتے تھے' ایک دن اس دوران نماز کا وقت آ گیا' پس ہم نے ان سے کہا: آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں' انہوں نے کہا: تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھا دے حتیٰ کہ میں اپنے نماز نہ پڑھانے کا سبب بیان کر دوں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی قوم سے ملاقات کے لیے جائے' وہ ان کو نماز نہ پڑھائے اور چاہیے کہ ان ہی میں سے کوئی شخص ان کو نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی: ۳۵۶' سنن ابوداؤ: ۵۹۶' سنن نسائی: ۷۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

اس حدیث کی روایت کے بعد امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ اور تابعین میں سے اکثر کا اس پر عمل ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مہمان کی بہ نسبت گھر والا نماز پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے اور بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جب گھر والا اجازت دے دے تو پھر مہمان کے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اسحاق اس حدیث کی وجہ سے بہت سختی کے ساتھ کہتے تھے: خواہ گھر والے نے اجازت دی ہو' پھر بھی گھر والے کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھائے اور مسجد میں بھی یہی حکم ہے' جب کوئی مہمان آئے تو وہ کہے کہ تم ہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے۔ (سنن ترمذی ص ۱۷۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

بہ ظاہر حضرت عتبان بن مالک کی حدیث' اس حدیث کے مخالف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عام اصول اور قاعدہ تو یہی ہے کہ مہمان کی بجائے میزبان نماز پڑھائے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں' جہاں آپ ہوں وہاں آپ کے سوا اور کون امام ہو سکتا ہے' حتیٰ کہ شبِ معراج تمام نبیوں کے ہوتے ہوئے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا گیا' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تو حضرت عتبان نے اپنے گھر بلایا ہی اس لیے تھا کہ آپ ان کے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھا دیں۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جب گھر میں میزبان سے افضل کوئی شخص ہو تو اسے نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے اور حدیث میں ہے:

حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو وہ نماز پڑھائے' اگر سب قراءت میں برابر ہوں تو جو ان میں سنت کا سب سے زیادہ عالم ہو وہ نماز پڑھائے اور اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا ہو وہ نماز پڑھائے' اگر ہجرت کرنے میں سب برابر ہوں تو جو ان میں سب سے پہلے اسلام لایا ہو وہ نماز پڑھائے اور کوئی شخص کسی کی سلطنت میں نماز نہ پڑھائے اور نہ کوئی شخص کسی کی اجازت کے بغیر اس کی عزت والی جگہ پر بیٹھے' ایک روایت میں اسلام کی جگہ عمر کا ذکر ہے یعنی جس کی زیادہ عمر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳' سنن ابوداؤد: ۵۸۲' سنن ترمذی: ۲۳۵' سنن نسائی: ۷۷۹' سنن ابن ماجہ: ۹۸۰' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۸)

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

☆ اگر صالحین میں سے کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے تو اسے نماز پڑھا دینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کو اس سے اپنی بڑائی کا خیال نہ آئے۔

Marfat.com

☆ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: میں ان شاء اللہ عنقریب ایسا کروں گا اور آپ دوسرے دن آ گئے' لہٰذا انسان کو اپنا وعدہ جلد پورا کرنا چاہیے۔

☆ نبی ﷺ نے آنے کے بعد نماز پڑھائی' اس سے معلوم ہوا کہ دن میں نوافل کی جماعت کرانا جائز ہے۔

☆ حضرت عتبان بن مالک نے نبی ﷺ کو کھانا کھلانے کے لیے روک لیا' اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور صالحین کی دعوت کر کے ان کی تکریم کرنی چاہیے۔

☆ جب نبی ﷺ' حضرت عتبان کے گھر گئے تو حویلی کے تمام لوگ آپ کی زیارت کے لیے آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی کے گھر کوئی عالم' استاذ یا مردِ صالح آئے تو اس کے علاقے اور محلّہ کے سب لوگوں کو اس کی زیارت اور ملاقات کے لیے آنا چاہیے۔

☆ حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن نہیں آیا تو بتایا گیا وہ منافق ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت میں سے کوئی شخص غیر حاضر ہو تو اس کی تحقیق کرنی چاہیے' اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس وجہ سے حاضر نہیں ہوا۔

☆ جب حاضرین میں سے کسی نے کہا: مالک بن دخشن منافق ہے' تو نبی ﷺ نے اس کا دفاع کیا اور فرمایا: اس نے اللہ کی رضا کے لیے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان پر منافق ہونے کی تہمت لگائی جائے تو اس کا دفاع کرنا چاہیے' بلکہ جس مسلمان کا پس پشت کوئی بھی عیب بیان کیا جائے' اس مسلمان کی اس عیب سے براءت کرنی چاہیے اور غیبت کرنے سے منع کرنا چاہیے۔

☆ حضرت عتبان نے نبی ﷺ کو بلایا تھا' پھر بھی آپ ان سے اجازت لے کر ان کے گھر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں اس سے اجازت طلب کر کے جانا چاہیے خواہ اس نے خود بلایا ہو۔

☆ نبی ﷺ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی استاذ' عالم یا صالح کو کسی جگہ بلایا جائے تو وہ اپنے مقرب شاگرد کو بھی اپنے ساتھ لے جائے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ کو بہت عزیز اور محبوب تھے اور ہر موقع اور ہر مجلس میں اُن کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۶-۹۵' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۲-۲۵۱)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا صالحین کو حصولِ تبرک کے لیے بلانے کو سبب شرک قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

اس حدیث کی شرح میں یہ تمام مسائل اور فوائد حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھے ہیں اور انہوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو یا جس جگہ نبی ﷺ چلے ہوں' اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا چاہیے اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صالحین میں سے اگر کسی کو اس جگہ سے تبرک حاصل کرنے کے لیے دعوت دی جائے تو اس کو دعوت قبول کرنی چاہیے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

اس جگہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے حاشیہ میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا صرف نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور کسی دوسرے کو نبی ﷺ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' جیسا کہ بعض لوگوں سے ایسا واقع ہوا ہے' ہم اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ (حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۲' مطبوعہ لاہور' ۱۴۰۱ھ)

Marfat.com

اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی دوسرا مرد صالح نبی ﷺ کے برابر نہیں ہو سکتا اور دونوں میں فرق عظیم ہے' لیکن شیخ بن باز کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ حصولِ برکت کے لیے بلانا نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ خصوصیت تب ثابت ہوتی ہے جب نبی ﷺ نے دوسروں کو حصولِ برکت کے لیے بلانے سے منع کیا ہوتا اور جب آپ نے اس سے منع نہیں کیا تو شیخ بن باز کا از خود اس سے منع کر کے شریعت سازی کرنے کا کیا جواز ہے! نیز شیخ نے لکھا ہے کہ اس چیز کا دروازہ کھولنا غلو اور شرک کی طرف لے جاتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کو حصولِ برکت کے لیے بلانا غلو اور شرک ہوگا۔ شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو چیز شرک ہو' وہ سب کے ساتھ شرک ہوتی ہے' اگر کسی کو حصولِ برکت کے لیے گھر بلانا اور اس سے نماز پڑھوانا شرک ہو تو پھر نبی ﷺ کو گھر بلانا اور آپ سے نماز پڑھوانا بھی شرک قرار پائے گا' اور کیا شیخ بن باز کو یہ معلوم نہیں کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو' اس کو غیر کے لیے کیا جائے تب وہ شرک ہوتا ہے جیسے سجدۂ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے' سو اگر سجدۂ عبویت غیر اللہ کے لیے کیا جائے تو یہ شرک ہوگا' شیخ بن باز کسی مرد صالح کو گھر بلانے اور اس سے نماز پڑھوانے کو شرک قرار دے رہے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ گھر بلانا اور نماز پڑھوانا اللہ کے ساتھ خاص ہے' تبھی تو غیر اللہ کے لیے یہ کام شرک ہوگا' افسوس! ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی قدر و منزلت نہ کی!

یہ درست ہے کہ جس جگہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی ہو' اس سے جو برکت حاصل ہوگی وہ بے مثل ہوگی' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے صالحین کسی جگہ نماز پڑھیں گے تو اس سے بالکل برکت حاصل نہیں ہوگی' لاریب ان کے نماز پڑھنے سے بھی اس جگہ برکت حاصل ہوگی' اگر چہ نبی ﷺ سے حاصل شدہ برکت سے کم ہوگی' اس کی نظیر یہ حدیث ہے:

حضرت عمر کا حضرت عباس کے توسل سے دعا کرنا' شیخ ابن باز کے خلاف حجت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قحط پڑنے پر حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی اور کہا: ہم (پہلے) اپنے نبی (ﷺ) سے تیری طرف توسل کرتے تھے' پس تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب بے شک ہم اپنے نبی کے محترم چچا سے تیری طرف توسل کر رہے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' پس ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

(صحیح البخاری: ۱۰۱۰)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس دعا کے بعد حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ ﷺ' حضرت عباس کا اس طرح لحاظ کرتے تھے' جس طرح اولاد اپنے والد کا لحاظ کرتی ہے' پس اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے عم محترم کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ' اس کے تھوڑی دیر بعد بارش ہوگئی۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت عباس کے اس قصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر و صلاح (یعنی صالحین) اور اہل بیت نبوت سے شفاعت طلب کرنی چاہیے۔ (یعنی ان کے وسیلہ سے دعا کرنی چاہیے۔ سعیدی غفرلہٗ) (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۷' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم نبی ﷺ کے توسل سے بارش کی دعا کرتے تھے' اب ہم نبی ﷺ کے عم محترم حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جو کام نبی ﷺ کی عظمت کی وجہ سے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے' وہ دیگر صالحین کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے حالانکہ آپ میں اور دیگر صالحین میں بہت فرق ہے اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہی لکھا ہے کہ صالحین اور اہل بیت نبوت کے توسل سے دعا کرنی چاہیے' بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ صالحین اور اہل

Marfat.com

بیت نبوت سے استشفاع کرنا چاہیے اور استشفاع کا معنی ہے: شفاعت طلب کرنا یعنی ان سے شفاعت طلب کرنی چاہیے اور یہ عبارت تو شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب لوگوں پر زیادہ باعثِ قہر اور ان کے لیے زہرہ گداز ہے' اس کے باوجود یہاں فتح الباری کے حاشیہ میں شیخ ابن باز نے حافظ عسقلانی پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ عبارت صحیح ہے اور اس سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر اسی اسلوب پر دیگر صالحین سے حصولِ برکت کے لیے ان کو گھر بلانے اور ان سے نماز پڑھوانے میں شرک کا خطرہ کیوں ہے۔

شیخ عبد العزیز بن باز کا علماء سے استفادہ اور حصولِ برکت کو شرک کا سبب قرار دینا اور مصنف کا اس پر ردّ

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب امام یا عالم کسی کے گھر میں آئے تو اس محلہ کے لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کے لیے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس مجتمع ہونا چاہیے۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۳' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ' فتح الباری ج ۲ ص ۸۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس عبارت پر شیخ عبد العزیز بن باز نے فتح الباری کے حاشیہ پر یہ اعتراض لکھا ہے:

یہ عبارت غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر کے لیے اس سے منع کیا جائے گا تا کہ شرک تک پہنچانے کا ذریعہ بند ہو جائے' جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

شرک کی تعریف

یہ عبارت بھی ان ہی دلائل سے مردود ہے' جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کرنا اور آپ سے برکت حاصل کرنا شرک نہیں تو علماء اور ائمہ سے استفادہ کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا شرک کیوں کر ہوگا' شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے' اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے' ان لوگوں نے شرک کو اس قدر عام اور ارزاں بنا دیا ہے کہ علماء اور ائمہ سے استفادہ کو بھی شرک قرار دے دیا ہے' ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شیخ ابن باز اور ان کے ہم مشرب اصحاب نے دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ اور اپنے امام شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ان کے سلسلہ کے علماء سے استفادہ نہیں کیا! ضرور انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے تو اپنی اس عبارت کے مطابق وہ خود مشرک ہو گئے اور کیا کبھی وہ اپنے اکابر علماء اور اساتذہ سے پڑھنے کے لیے نہیں گئے اور ضرور گئے ہیں تو وہ اپنے قاعدہ سے ضرور مشرک ہو گئے اور یہ ان پر دوسری کاری ضرب ہے۔

شیخ ابن باز نے اپنے دونوں اعتراضوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کو شرک قرار دیا ہے۔ آیئے! اب دیکھتے ہیں کہ آیا احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر سے برکت کے حصول کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیر میں احادیثِ صحیحہ سے برکت کا ثبوت اور ان سے برکت کا حصول

جب آیت تیمم نازل ہوئی تو حضرت اسید بن الحضیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر. اے آل ابوبکر! یہ آپ کی کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۳۴' صحیح مسلم: ۳۶۷)

قیامت تک کے مسلمانوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی اور ان کو تیمم کی سہولت مل گئی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان من الشجر لما برکتہ کبرکۃ المسلم. بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کی برکت ضرور مسلمان کی برکت کی مثل ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۴۴)

اس سے مراد کھجور کا درخت تھا اور اس حدیث میں کھجور کے درخت اور عام مسلمان دونوں میں برکت کا ثبوت ہے۔

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''صلوا فیھا فانھا برکۃ'' اس میں نماز پڑھو کیونکہ اس میں نماز پڑھنا برکت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۸۴، سنن ترمذی: ۸۱، سنن ابن ماجہ: ۴۹۴)

یعنی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ کر برکت حاصل کرو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البرکۃ فی نواصی الخیل. گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۲۸۵۱، صحیح مسلم: ۱۸۷۴)

یعنی گھوڑوں کو پال کر اور ان سے جہاد کر کے ان کی برکت حاصل کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی:

اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ. (صحیح البخاری: ۱۸۸۵، صحیح مسلم: ۱۳۶۹) اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں رکھی ہیں، اس سے دوچند برکتیں مدینہ میں رکھ دے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:

انما اخشی علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من برکات الارض. (صحیح البخاری: ۲۸۴۲) مجھے تم پر صرف یہ خوف ہے کہ میرے بعد تم پر زمین کی برکتیں کھول دی جائیں گی۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن پردہ دار عورتوں کو اور حیض والی عورتوں کو گھروں سے نکالیں اور لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر پڑھیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں ''ویرجون برکۃ ذالک الیوم'' اور اس دن کی برکت کی امید رکھیں۔ (صحیح البخاری: ۹۷۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ. کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے کی برکت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۱۔ ۱۸۴۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تسحروا فان فی السحور برکۃ. سحری کیا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۹۲۳، صحیح مسلم: ۱۰۹۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے برکت حاصل ہوئی، کھجور کے درخت میں برکت ہے، عام مسلمانوں میں برکت ہے، بکریوں کے باڑے میں برکت ہے، گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے، مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ سے دگنی برکتیں ہیں، زمین

Marfat.com

میں برکتیں ہیں' عید کے دن میں برکت ہے' کھانے کے اوّل و آخر ہاتھ دھونے میں برکت ہے' سحری کھانے میں برکت ہے' اور اگر کسی میں برکت نہیں ہے تو شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک صالحین میں برکت نہیں ہے اور ان سے برکت کے حصول کے لیے جانا یا ان کو بلانا شرک کی طرف لے جاتا ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے بڑھ کر اولیاء اللہ سے عداوت اور کیا ہو گی! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

من عادیٰ لی ولیًا فقد اذنته بالحرب. جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے' میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۶۵۰۲' صحیح ابن حبان: ۳۴۷' صفوۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۵' مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۷۔ ج ۱ ص ۴۰۶ پر مذکور ہے۔ اس کی شرح میں ۲۵ مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۴۷ - بَابُ التَّيَمُّنِ فِيْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں دخول کے لیے دائیں طرف سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان مسجد میں یا گھر میں داخل ہو تو دائیں طرف سے دخول کی ابتداء کرے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى ' فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دخول کے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرتے اور خروج کے وقت بائیں پیر سے ابتداء کرتے۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت سے یہ ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دائیں پیر سے ابتداء کرو اور جب تم مسجد سے نکلو تو بائیں پیر سے ابتداء کرو۔ (المستدرک: ۷۹۱ جدید' المستدرک ج ۱ ص ۲۱۸ قدیم)

۴۲۶ - **حَدَّثَنَا** سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ' قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ' عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ ' عَنْ اَبِيْهِ ' عَنْ مَسْرُوْقٍ ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ ' فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ ' فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم از والد خود از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں تک ہو سکے اپنے ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند کرتے تھے' وضو کرنے میں' کنگھی کرنے میں اور جوتی پہننے میں۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۳۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: وضوء اور غسل میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں دائیں طرف سے داخل ہونا۔

۴۸ - بَابٌ هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ ' وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ؟

کیا زمانہ جاہلیت کی قبروں کو کھودا جائے اور ان کی جگہ مسجدیں بنا دی جائیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو مشرکین زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے' ان کی قبروں کو کھود کر اس جگہ مسجدوں کو بنانا' جائز ہے۔

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس سے آپ صحت یاب نہیں ہوئے کہ اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو مساجد بنالیا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰)

اس کے بعد یہ تعلیق ہے:

وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْقُبُوْرِ. اور قبروں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ (صحیح مسلم: ۹۷۲، سنن ابوداؤد: ۳۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۰۵۰، سنن نسائی: ۷۶۰)

وَرَاٰى عُمَرُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ، فَقَالَ اَلْقَبْرَ اَلْقَبْرَ، وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں، تو انہوں نے کہا: قبر سے بچو، قبر سے بچو اور ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ایک قبر کی طرف نماز پڑھ رہا تھا، انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: تمہارے آگے قبر ہے۔ (مصنف وکیع بن جراح)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ قبر کی طرف نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ندا کی: قبر سے بچو، قبر سے بچو۔ اس حدیث کو امام بخاری کے شیخ ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵)

قبرستان میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کے نزدیک قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ قبر کھودی ہوئی ہو یا نہ ہو، خواہ اس کی نجاست ڈھکی ہوئی ہو یا نہ ہو، خواہ وہ قبر دوسری قبروں کے درمیان ہو یا وہ قبر منفرد ہو مثلاً کسی کمرے میں ہو، انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے کہ تمام روئے زمین مسجد ہے سوائے مقبرہ اور حمام کے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے اور امام شافعی نے کھودی ہوئی قبر اور اس کے غیر میں فرق کیا ہے، انہوں نے کہا: جب مردے کے گوشت اور اس سے نکلنے والی پیپ مٹی کے ساتھ مخلوط ہو تو پھر نجاست کی وجہ سے اس قبر کے پاس نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قبرستان میں پاک جگہ پر نماز پڑھی ہے تو اس کی نماز جائز ہے، ابومصعب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جیسے جمہور کا قول ہے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا حرام ہے خواہ مسلمانوں کا قبرستان ہو یا کافروں کا، ابن حزم نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت نقل کی ہے اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی، نافع بن جبیر بن مطعم، طاؤس، عمرو بن دینار اور خیثمہ سے ممانعت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ ہمارے علم میں اس میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۴۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے

Marfat.com

يَحْيٰى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبِي، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ وَ اُمَّ سَلَمَةَ، ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ، فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰئِكَ، اِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، فَاُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ۴۳۴-۱۳۴۱]

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 'وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ میں ایک گرجا دیکھا جس میں تصاویر تھیں' انہوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں' جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں' سو یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

(صحیح مسلم: ۵۲۸' الرقم المسلسل: ۱۱۶۱' سنن نسائی: ۷۰۳' صحیح ابن حبان: ۳۱۸۱' سنن کبریٰ ج ۴ ص ۸۰' شرح السنۃ: ۵۰۹' مسند احمد ج ۶ ص ۵۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۵۲۔ ج ۴۰ ص ۲۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۶۴۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی مرد صالح فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں اور وہاں پر یہ مجسمے رکھ دیتے ہیں' اس حدیث میں نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔ ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان صخر الامویہ ہے' انہوں نے اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ وہاں پر فوت ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ۶ ھ میں نکاح کر لیا' اور نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کا مہر مقرر کیا تھا' پھر ان کو آپ کے پاس روانہ کر دیا تھا' یہ ان خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی' یہ ۴۴ ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بھی ذکر ہے' یہ بھی ام المؤمنین ہیں اور ان کا نام ھند بنت ابی امیہ المخزومیہ ہے' ان کے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' جب یہ دونوں مدینہ لوٹ آئے تو ان کے خاوند فوت ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتداء کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق ہیں۔

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی التوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

متقدمین نصاریٰ اپنے مرد صالح کی قبر پر اس کا مجسمہ بنا کر اس لیے رکھتے تھے تاکہ اس مرد صالح کی صورت دیکھ کر وہ مانوس ہوں اور اس کے نیک اعمال کو یاد کریں اور اس کی عبادت کی طرح خود بھی عبادت کرنے کی کوشش کریں اور ایسے نیک بندوں کی قبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں' پھر جب کافی زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد متاخرین آئے تو وہ قبروں پر ان مجسموں کی اغراض سے ناواقف تھے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان کے آباء و اجداد ان مجسموں کی عبادت کرتے تھے تو انہوں نے ان

Marfat.com

مجسموں کی تعظیم کی اور ان کی عبادت کرنی شروع کر دی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے کاموں سے ڈرایا اور ان کاموں کو سختی سے منع کیا اور ان کاموں پر عذاب کی وعید سنائی اور غیر اللہ کی عبادت کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کر دیا اور فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوتا ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتی ہے، پس تم قبروں کو مساجد نہ بناؤ۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب السفر: ۸۵) یعنی میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں اور فرمایا: اللہ (عزوجل) یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا لیا (صحیح مسلم: ۵۳۲:۲) اور فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو بُت نہ بنا، جس کی عبادت کی جائے۔ (تنویر الحوالک ص ۱۸۹، موطأ امام مالک، کتاب السفر: ۸۵) اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور آپ کی قبر کی دیواروں کو بہت اونچا کر دیا اور ان میں داخلہ کو مسدود کر دیا، پھر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنا لیا جائے تو انہوں نے قبر کے دو رکنوں پر دو دیواریں بنا دیں، حتیٰ کہ کسی شخص کے لیے نماز میں عین قبر کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔ (المفہم ج ۲ ص ۱۲۸، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

قبروں کی عبادت اور ان پر مجسمے رکھنے کی ممانعت اور صالحین کی قبروں کے قرب اور جوار میں مسجد بنانے کا جواز

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث میں قبروں پر مساجد بنانے اور ان کے مجسمے رکھنے کی ممانعت ہے اور اس سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ قبروں کو اور مجسموں کو معبود نہ بنا لیا جائے۔ المہلب نے کہا ہے کہ اس سے اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ غیر اللہ کی عبادت کرنے کا ذریعہ ختم ہو جائے کیونکہ ان لوگوں کا زمانہ بت پرستی کے زمانے کے قریب تھا اور وہ لوگ مجسموں کو معبود بناتے تھے، اسی وجہ سے حضرت عمر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۹۹)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جان دار کی تصویر بنانا حرام ہے خصوصاً نیک آدمی کی، اور قبر پر عبادت کرنا منع ہے۔

علامہ **البیضاوی** نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کو برابر کر کے اس کے اوپر مسجد بنا دی جائے اور اس کے اوپر نماز پڑھی جائے، اور انہوں نے کہا: یہ مکروہ ہے کہ اس کے پاس مسجد بنائی جائے اور اس میں قبر کی طرف نماز پڑھی جائے، لیکن وہ مقبرہ جس کا نشان مٹ چکا ہو جب اس میں مسجد بنائی جائے تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کیونکہ مقابر وقف ہیں، اسی طرح مسجد بھی وقف ہے اور ان کا معنی واحد ہے۔ (یہ فقہاء مالکیہ کا مذہب ہے، فقہاء احناف کے نزدیک مسلمانوں کا قبرستان خواہ پرانا ہو اور اس کے آثار مٹ چکے ہوں، اس پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ایک وقف کو دوسرے وقف سے تبدیل کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ چونکہ یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ بناتے تھے اور ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان قبروں کو بُت بنا لیا تھا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت کی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا۔

رہا وہ جس نے کسی نیک شخص کے قرب میں مسجد بنائی اور اس کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ اس کی تعظیم کا اور نہ اس کی طرف توجہ کا ارادہ کیا تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۸۔۲۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۰۸۳۔ ج ۲ ص ۴۷ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) تصاویر کا حکم (۲) وڈیو ٹی۔ وی اور سینما (۳) جوارِ قبر میں مسجد (۴) ایک اشکال کا جواب۔

Marfat.com

* صالحین کی قبروں کے قرب میں مسجد بنانے پر مفصل بحث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲_۸۷ میں مذکور ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٤٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ، فَنَزَلَ اَعْلَی الْمَدِیْنَةِ فِیْ حَیٍّ یُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَاَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَیْلَةً، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی بَنِی النَّجَّارِ، فَجَاؤُوْا مُتَقَلِّدِی السُّیُوْفِ، كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ، وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ، وَمَلَاُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَهٗ، حَتّٰی اَلْقٰی بِفِنَاءِ اَبِیْ اَیُّوْبَ، وَكَانَ یُحِبُّ اَنْ یُّصَلِّیَ حَیْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ، وَیُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَاَنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَاٍ مِّنْ بَنِی النَّجَّارِ، فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا. قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَی اللّٰهِ، فَقَالَ اَنَسٌ فَكَانَ فِیْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ، قُبُوْرُ الْمُشْرِكِیْنَ، وَفِیْهِ خِرَبٌ، وَفِیْهِ نَخْلٌ، فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِیْنَ فَنُبِشَتْ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّیَتْ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوْا عِضَادَتَیْهِ الْحِجَارَةَ، وَجَعَلُوْا یَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ یَرْتَجِزُوْنَ، وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، وَهُوَ یَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

[اطراف الحدیث: ۱۸۶۸_۲۱۰۶_۲۷۷۱_۲۷۷۹_۳۹۳۲]

(صحیح مسلم: ۵۲۴' الرقم المسلسل: ۱۱۵۳' سنن ابوداؤد: ۴۵۳' سنن ترمذی: ۳۵۰' سنن نسائی: ۷۰۱' سنن ابن ماجہ: ۷۴۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۸۵' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۸۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۸۸' صحیح ابن حبان: ۲۳۲۸' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۸۲_۸۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۸' شرح السنۃ: ۴۶۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے اور مدینہ کی بلند جگہ میں ایک قبیلہ میں ٹھہرے' جن کو بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں چودہ راتیں قیام کیا' پھر آپ نے بنو النجار کو بلایا' پس وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنو النجار کی جماعت آپ کے اردگرد ہے حتیٰ کہ آپ کی سواری حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے صحن میں ٹھہر گئی اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لیں اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور بے شک آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے بنو النجار کی جماعت کی طرف پیغام بھیجا' پس آپ نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں' اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے لیں گے' حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اس میں کھنڈرات تھے' اور اس میں کھجور کے درخت تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا جائے' سو ان کو کھودا گیا' پھر آپ نے حکم دیا کہ کھنڈرات کو ہموار کیا جائے' سو ان کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا' سو ان کو کاٹ دیا گیا اور مسجد کے قبلہ کی طرف ان درختوں کی قطار لگا دی گئی اور اس کے دو ستون پتھروں کے بنا دیئے' وہ پتھروں کو اٹھا کر لا رہے تھے اور رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے اور آپ فرما رہے تھے:

اے اللہ! آخرت کی بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے

Marfat.com

اس حدیث کے چار رجال ہیں: (۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبدالوارث بن سعید التیمی (۳) ابوالتیاح یزید بن حمید الضبعی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۸)

مدینہ منورہ آنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حاکم نے لکھا ہے کہ تواتر سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں ۸ ربیع الاوّل کو پیر کے دن آئے تھے اور الخوارزمی نے لکھا ہے: اس وقت آپ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی۔ طبقات ابن سعد میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ربیع الاوّل کو پیر کی شب غار سے نکلے تھے اور ایک قول ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو غار سے نکلے تھے اور حضرت کلثوم بن ھدم کے پاس ٹھہرے تھے اور ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے' اور حضرت جابر سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۶۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنوالنجار سے باغ خریدنا

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنجار سے فرمایا: مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! ہم اس باغ کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے' اس کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ سے اس کی قیمت طلب نہیں کریں گے بلکہ ہم آپ کو یہ باغ بلامعاوضہ دیں گے اور اس کی قیمت یعنی اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں گے' امام محمد بن سعد نے الواقدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ باغ دس دینار میں خرید لیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی قیمت ادا کی تھی۔

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی التوفی ۶۵۶ ھ لکھتے ہیں:

یہ باغ سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کا تھا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۳) اور اس کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۲۴۰-۲۳۹) اگر یہ روایت صحیح ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باغ کو بغیر قیمت کے قبول نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ باغ دو یتیم لڑکوں کا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس دیہات یا بستی میں رہائش ہو' وہاں جمعہ قائم کرنے کے لیے شعائر اسلام کے اظہار کے لیے مسجد بنانا جائز ہے۔ (فقہاء احناف کے نزدیک یہ ابتداء کا واقعہ ہے' بعد میں جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط قرار دیا گیا' جیسا کہ اپنے مقام پر یہ بحث آئے گی۔ سعیدی غفرلہٗ)

ضرورت کی بناء پر مشرکین کی قبروں کو کھودنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مشرکین کی قبروں کو کھودا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان قبروں کو کھودنا اور ان کے مردوں کو قبروں سے نکالنا کس طرح جائز تھا' اور قبر مردے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور اس میں مردہ کو محفوظ کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے قبر کو بیچنا اور اس قبر سے مردہ کو منتقل کرنا' ناجائز ہوتا ہے' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ کہ جس زمین میں ان مشرکین کو دفن کیا گیا تھا وہ ان کی ملکیت نہ تھی' بلکہ وہ زمین غصب شدہ تھی' دوسرا جواب یہ ہے کہ قبر میں مردہ کا محفوظ ہونا وغیرہ یہ مسلمان کی قبر کے احکام میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں کو قبروں میں دفن کرنا عبادت کے قبیل سے ہے اور کفار اور مشرکین کا قبروں میں مدفون ہونا از قبیل عبادت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ضرورت کی وجہ سے ان کی قبروں کو کھودنا جائز ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا کہ ابورغال کی قبر میں اس کے ساتھ سونا مدفون ہے تو صحابہ نے اس کی قبر کو کھود کر وہ سونا نکال لیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجز پڑھنا' آپ سے تعلیم شعر کی نفی کے خلاف نہیں ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ رجز پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

اس میں اختلاف ہے کہ آیا رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے یا نہیں؟ اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی شعر کی قسم سے ہے' کیونکہ شعر اس کلام موزون کو کہتے ہیں جس میں قافیہ کی رعایت کی جائے' اور رجز بھی اسی طرح سے ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ رجز اس لیے شعر نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے رجز پڑھا ہے' اگر رجز شعر ہو تو لازم آئے گا کہ نبی ﷺ کو شعر کا علم تھا حالانکہ قرآن مجید میں ہے: "وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ" (یٰس: ۶۹) ہم نے آپ کو شعر نہیں سکھایا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ جو ایک یا دو شعر پڑھ لے' اس پر شاعر کا اطلاق کیا جاتا ہے نہ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو شعر کا علم ہے۔

مصنف کے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اہل عرب اس کلام کو شعر کہتے تھے جس میں خیال آرائی اور مبالغہ اور جھوٹ ہو' اسی وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر اور نبی ﷺ کو شاعر کہتے تھے کہ جنت' دوزخ' حور اور غلمان وغیرہ یہ سب خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا یعنی خیال آفرینی اور جھوٹ کی تعلیم نہیں دی ورنہ کلام موزون کے اعتبار سے تو قرآن مجید کی بہت سورتوں میں کلام موزون اور کلام منظوم ہے (مثلاً سورۃ الکوثر کو دیکھ لیں) تو اگر کلام موزون پر شعر ہونے کا مدار ہے تو قرآن مجید کی بہت سی سورتیں شعر قرار پائیں گی۔

سماع پر علامہ قرطبی کا تبصرہ

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی ﷺ نے جو رجزیہ کلام پڑھا ہے' اس سے صوفیہ نے سماع کی اباحت پر استدلال کیا ہے' لیکن انہوں نے اس میں افراط کیا ہے اور حد جواز سے تجاوز کیا ہے اور آلاتِ موسیقی جو حرام ہیں' ان کو مباح کہا ہے اور رقص کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور یہ مجنونوں' باطل پرستوں اور فساق کے افعال ہیں اور یہ لوگ شریعت میں ان چیزوں کو داخل کر دیتے ہیں' جو شریعت میں داخل نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے ہمیں ان کاموں سے محفوظ اور مامون رکھے۔ (آمین)

(المفہم ج ۲ ص ۱۲۴۔۱۲۱ ملخصاً' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ عبد العزیز بن باز کا اولیاء اللہ کے مولد کے نزدیک مسجد بنانے پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث کی شرح میں حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی لکھا ہے:

البیضاوی نے کہا ہے کہ جب یہود اور نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور ان کی قبروں کو اپنی نمازوں کا قبلہ قرار دیتے تھے اور ان کی قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے ان کی قبروں کو بت بنا لیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا' لیکن جن لوگوں نے صالحین کی قبر کے جوار اور قرب میں مسجد بنائی اور ان کے قرب سے حصولِ برکت کا قصد کیا نہ کہ ان کی تعظیم کا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا' تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ' فتح الباری ج ۲ ص ۸۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

اس عبارت کا غلط ہونا واضح ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے اور یہ بھی ان احادیث کے تحت داخل ہے' جن میں قبروں کو مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (حاشیہ عبد العزیز بن باز' فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵' مطبوعہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ شیخ عبد العزیز بن باز نے جو لکھا ہے وہ صراحۃً اور بداہۃً غلط ہے' قبر پر مسجد بنانے کا معنی یہ ہے جیسا کہ علامہ عینی نے علامہ **البیضاوی** سے نقل کیا ہے کہ قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر مسجد بنائی جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور یہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس کو جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کسی

Marfat.com

مرد صالح اور ولی اللہ کے قرب میں مسجد بنائی جائے اور نماز میں اس کی تعظیم کا قصد کیا جائے' نہ اس کی طرف منہ کیا جائے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ حدیث میں اس بات کی ممانعت ہے کہ قبر کی طرف منہ کر کے صاحب قبر کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے اور اس کی ممانعت نہیں ہے کہ نہ صاحب قبر کی طرف منہ کیا جائے اور نہ اس کی تعظیم کے قصد سے نماز پڑھی جائے۔ کیا شیخ عبدالعزیز بن باز کے نزدیک ان دونوں باتوں میں فرق نہیں ہے! قبر کی طرف منہ کرنے اور نہ کرنے' یعنی اثبات اور نفی میں کوئی فرق نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف قبر والے کی تعظیم کے قصد سے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور قبر والے کی تعظیم کے قصد کے بغیر اس کی قبر کی طرف منہ کیے بغیر اس کے نزدیک بنی ہوئی مسجد میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا' پھر شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کی ممانعت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیوں کی ہے اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمائی' اس بات کی آپ کی طرف نسبت کرتے وقت انہیں درج ذیل حدیثوں کی وعید میں داخل ہونے کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا کہ

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (صحیح البخاری: ۵۰۲' مسند احمد: ۱۰۵۲۰۔ ج ۲ ص ۵۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ نہ باندھو' پس جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۱۰۶' مقدمہ صحیح مسلم: ۲' سنن ترمذی: ۳۱۷۵۔ ۲۶۶۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث کی شرح' شرح صحیح مسلم: ۱۰۷۵۔ ج ۲ ص ۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

• (۱) مساجد بنانے کی ذمہ داری (۲) پھل دار درختوں کا کاٹنا (۳) قبور مشرکین پر مسجد بنانا (۴) رجز کی تعریف (۵) حضور کی شعر گوئی۔

۴۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِىْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ — بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

اس باب کے عنوان میں اور حدیث میں ''مرابض'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ''ربض'' ہے' اس کا معنی ہے: کسی جگہ ٹھہرنا اور ''مربض'' بکریوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔ اس باب کی باب سابق کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس باب کی حدیث میں بھی یہ ذکر تھا کہ جس جگہ نماز کا وقت آتا تھا' آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' حتیٰ کہ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ مسجد بنانے سے پہلے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

۴۲۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ' ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّىْ فِىْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ' قَبْلَ اَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے' پھر میں نے ان سے یہ سنا کہ آپ مسجد بنانے سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اونٹوں' جانوروں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے باڑے کا حکم۔

۵۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِىْ مَوَاضِعِ الْاِبِلِ — اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا

اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور بعض منع کرتے ہیں۔ مانعین

Marfat.com

کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھو اور اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز نہ پڑھو۔ (سنن ترمذی: ٣٤٨، مسند احمد ج ٢ ص ٤٥١)

صحیح البخاری: ٢٣٣ کی شرح میں ہم نے اس کی زیادہ تفصیل لکھی ہے۔

جواز کے متعلق امام بخاری کی درج ذیل روایت ہے:

٤٣٠ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيْ إِلَى بَعِيْرِهِ، وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ. [طرف الحدیث: ٥٠٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن حیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم: ٥٠٢، الرقم المسلسل: ١٠٩٧، سنن ابوداؤد: ٦٩٢، سنن ترمذی: ٣٥٢، المعجم الکبیر: ١٣٤٠٤، سنن بیہقی ج ٢ ص ٢٦٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٢٨٣، مسند احمد ج ٢ ص ٣ طبع قدیم، مسند احمد: ٤٤٦٨، ج ٨ ص ١٤، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) صدقہ بن الفضل ابو الفضل المروزی، یہ ٢٢٣ھ میں فوت ہو گئے تھے (٢) سلیمان بن حیان، ابو خالد الاحمر الازدی الجعفری الکوفی الامام، ١٨٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، یہ فضل اور عبادت میں اہل مدینہ کے اکابر میں سے تھے، ١٤٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٤) نافع، حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں (٥) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٢٦٩)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کا عنوان ہے: اونٹوں کی جگہ پر نماز پڑھنا، اور حدیث میں ہے: سواری کی طرف نماز پڑھنا۔

سواری کو سُترہ بنانے کا جواز

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے، علامہ ابن التین نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ گھوڑوں اور گدھوں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ان کا پیشاب نجس ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اونٹ کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر آدمی نماز میں اونٹ اور سواری کو سُترہ بنائے تو یہ جائز ہے اور امام ترمذی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور علامہ ابن عبد البر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ سواری کو سُترہ بنانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے: جس نے اونٹ کی طرف نماز پڑھنے سے منع کیا، وہ باطل ہے۔

٥١ - بَابُ مَنْ صَلَّى وَقُدَّامَهُ تَنُّوْرٌ أَوْ نَارٌ، أَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى

جس نے تنور یا آگ یا کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھی جس کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کا ارادہ اخلاص سے اللہ کی عبادت کرنا تھا

Marfat.com

امام بخاری نے اس عنوان کو مبہم رکھا ہے اور یہ واضح نہیں کیا کہ آیا اس کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ لیکن اس باب کے تحت انہوں نے جو احادیث وارد کی ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص کی نماز مکروہ نہیں ہے' پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی ہے:

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّي.

اورالزہری نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر آگ پیش کی گئی اور میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۰ میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس باب کا عنوان ہے: زوال کے نزدیک ظہر کا وقت۔

۴۳۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ قَالَ أُرِيْتُ النَّارَ ' فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ سورج کو گہن لگ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی اور میں نے آج کی طرح قبیح منظر ہرگز نہیں دیکھا۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۲۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

''کسوف' خسوف'' اور'' افظع'' کا معنی

اس حدیث میں'' انخسفت'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ'' خسوف'' ہے' اس کا معنی ہے: چاند کو گہن لگنا اور'' کسوف'' کا معنی ہے: سورج کو گہن لگنا اور مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ سورج اور چاند گہن کی نمازوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے باب میں آئے گی۔

اس حدیث میں'' افظع'' کا لفظ ہے۔'' فظیع'' کا معنی ہے: شنیع اور قبیح۔

سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنے کا استحباب' جنت اور دوزخ کا مخلوق ہونا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمین سے دوزخ کو دیکھنا اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج گہن لگنے پر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ کو پیدا کیا جا چکا ہے' معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ابھی جنت اور دوزخ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' جب جزاء اور سزا کا مرحلہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو فوراً پیدا کر دے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ قرآن اور حدیث سے ان کا وجود ثابت ہے' اس لیے ان کے مخلوق ہونے پر ہمارا ایمان ہے اور ان کی تخلیق کی بہت حکمتیں ہیں' ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دونوں دکھائی گئیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے دوزخ کا مشاہدہ کیا' بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور دوزخ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا اور آپ نے اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ لیا' جس طرح آپ کے اور مسجد اقصیٰ کے درمیان حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے مکہ میں رہتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو دیکھ لیا تھا۔

اور اس حدیث میں امام بخاری کے قائم کردہ عنوان پر دلیل ہے کہ جب نمازی کے سامنے آگ ہو اور وہ اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۹۔ ج ۱ ص ۱۳۱۵ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۲- بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِي الْمَقَابِرِ — قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے' باب سابق کے ساتھ اس باب کی مناسبت نفی اور اثبات میں ہے۔ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۳۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا. [طرف الحدیث: ۱۱۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں کا حصہ رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۷۷۷' الرقم المسلسل: ۱۷۸۹' سنن ابوداؤد: ۱۴۴۸۔ ۱۰۴۳' سنن نسائی: ۱۵۹۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۱۱۔ ج ۸ ص ۱۰۵' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کا باب کے مطابق نہ ہونا

امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت' اور اس عنوان کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس عنوان کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں میں اس طرح نہ رہو' جس طرح مردے قبروں میں رہتے ہیں' کیونکہ مردوں کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ مکلف نہیں رہتے' اسی لیے آپ نے فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی یوں نہ کرو کہ جس طرح مردے قبروں میں نماز نہیں پڑھتے' تم بھی اپنے گھروں میں نماز نہ پڑھو' اور اس حدیث میں اس کا بیان نہیں ہے کہ تم قبرستان میں نماز پڑھو یا نہ پڑھو۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ گھروں میں مُردوں کو دفن نہ کرو' کیونکہ اگر ہمیشہ مُردوں کو گھروں میں دفن کیا جائے گا تو گھر قبرستان بن جائیں گے اور پھر گھروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا' صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی صراحت ہے' آپ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ گھروں میں مردوں کو دفن نہ کرو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر لفظ اس معنی پر دلالت نہیں کرتے' بلکہ جس معنی پر اس حدیث کے ظاہر لفظ دلالت کرتے ہیں' وہ یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان کی طرح نماز سے خالی نہ رکھو' کیونکہ قبرستان عبادت کی جگہ نہیں ہے' اسی وجہ سے بعض فقہاء نے قبرستان میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قبرستان میں نماز کی ممانعت کے متعلق احادیث

قبرستان میں نماز کی کراہت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) کمیلا (ذبح خانہ) (۳) مقبرہ (۴) عام راستہ (۵) حمام (۶) اونٹوں کا اصطبل (۷) بیت اللہ کی چھت کے اوپر۔

(سنن ترمذی: ۳۴۶' سنن ابن ماجہ: ۷۴۷۔۷۴۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حمام اور مقبرہ کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۳' سنن ترمذی: ۳۱۷' سنن ابن ماجہ: ۷۴۵' مسند احمد ج ۳ ص ۸۳)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۱۷۔ ج ۲ ص ۵۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: گھر میں نوافل کی فضیلت۔

۵۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ

جس جگہ دھنسایا گیا ہو اور عذاب کی جگہ نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس جگہ دھنسایا گیا ہو یا عذاب دیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے یا ناجائز ہے' لیکن جو احادیث ذکر کی ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' اس عنوان میں اور اس باب کی حدیث میں ''خسف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں دھنسنا۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلٰوةَ بِخَسْفِ بَابِلَ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی دھنسی ہوئی جگہ میں نماز کو مکروہ قرار دیا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حجر بن عنبس الحضرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ النہروان کی طرف نکلے' حتیٰ کہ جب ہم بابل پر پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آ گیا' ہم نے کہا: ''الصلوٰۃ'' (نماز پڑھیے) آپ خاموش رہے' ہم نے پھر کہا: ''الصلوٰۃ'' آپ خاموش رہے' جب آپ اس جگہ سے نکل گئے تو آپ نے نماز پڑھی' پھر آپ نے فرمایا: میں اس جگہ نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس کو تین بار زمین میں دھنسایا گیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۵۔ ج ۲ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد اللہ بن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے تھے جسے دھنسایا گیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۶)

ابن ابی المحل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بابل کی جانب سے گزرے تو آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۵۷)

بابل کا معنی اور سترہ جگہوں پر نماز پڑھنے کی ممانعت

ابوعبید البکری نے کہا ہے کہ بابل عراق کا شہر ہے' جہاں جادو مشہور تھا۔

الجوہری نے کہا ہے کہ بابل عراق کی ایک جگہ کا نام ہے' جہاں جادو اور خمر (شراب) کو منسوب کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر احادیث میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات جگہوں پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: (۱) بیت الخلاء (۲) مذبح (۳) مقبرہ (۴) شارع عام (۵) حمام (۶) اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (۷) بیت اللہ کی چھت پر۔ (سنن ترمذی: ۳۱۷)

قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ جن جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے' وہ تیرہ جگہیں ہیں' سات یہ ہیں اور چھ اور ہیں:

Marfat.com

(۱) تمہارے سامنے بیت الخلاء کی دیوار ہو' جس پر نجاست ہو (۲) گرجا (۳) یہودیوں کی عبادت گاہ (۴) تمہارے سامنے قبلہ کی جانب مجسمے یا تصویریں ہوں (۵) دارالعذاب (۶) غصب شدہ زمین۔ بعض دیگر فقہاء نے ان جگہوں کا بھی اضافہ کیا ہے:

(۱) سوئے ہوئے شخص کی طرف منہ کر کے (۲) باتیں کرنے والے کی طرف منہ کر کے (۳) مسجد ضرار میں نماز پڑھنا (۴) جن پر کفر کا فتویٰ ہے' ان کی مسجد میں نماز پڑھنا' پس سب ملا کر سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا منع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۰۔۲۷۹ 'ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۳۳- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ' فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ ' لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن دینار از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا' پس اگر تم روتے ہوئے نہ گزر سکو تو ان کے پاس داخل نہ ہونا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۳۸۰-۳۳۸۱-۴۴۱۹-۴۴۲۰-۴۷۰۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۸۰' الرقم المسلسل: ۷۳۵۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۷۴' مسند الحمیدی: ۶۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱' صحیح ابن حبان: ۶۲۰۱- ۶۲۰۰' شرح السنۃ: ۴۱۶۶' المعجم الکبیر: ۱۳۶۵۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۶۱- ج ۸ ص ۱۶۸۔۱۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

عنوان کے ساتھ حدیث کی مطابقت

یہ حدیث حضرت علی کے اثر کے مطابق ہے' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف جاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے' جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے تو آپ اس جگہ نہیں ٹھہرے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بابل کی دھنسی ہوئی جگہ پر پہنچے تو وہاں نہیں ٹھہرے' اس اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر بھی باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

وادیٔ ثمود میں رو کر گزرنے کی توجیہ اور غیر مقلدین کے نظریہ کا باطل ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس جگہ سے روئے بغیر گزرنے کی ممانعت بدشگونی کی وجہ سے ہے کیونکہ اس جگہ کے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَسَكَنْتُمْ فِىْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۝ (ابراہیم: ۴۵)

اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب واضح ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہیں سمجھانے کے لیے کئی مثالیں بیان کر دی تھیں۝

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر غضب نازل فرمایا' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے بھی بدشگونی لی' جس جگہ آپ اور آپ کے صحابہ سوتے رہ گئے تھے اور سورج طلوع ہو گیا تھا' آپ نے اس جگہ قضاء نماز نہیں پڑھائی اور اس سے آگے جا کر قضاء نماز پڑھائی

Marfat.com

اور فرمایا: اس جگہ شیطان کا اثر ہے' سو جس جگہ کسی قوم پر عذاب نازل کر کے اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا ہو' وہاں نماز نہ پڑھنا زیادہ لائق ہے' مگر اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کو آپ نے مباح کر دیا ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ نماز میں رونا' گڑگڑانا اور اللہ سے ڈرنا مطلوب ہوتا ہے' اور اگر یہاں بغیر روتے ہوئے نماز پڑھی تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔

بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ جس نے ثمود کے شہر مقام حجر میں سہواً بغیر روئے نماز پڑھی' اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور جس نے عمداً ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہے' اسی طرح اس شخص کا حکم ہے' جس نے مسجد ضرار میں نماز پڑھی' ان لوگوں کا یہ قول ساقط الاعتبار ہے' اگر ان کے نزدیک عمداً رونے کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو پھر سہواً رونے کو ترک کرنے سے سجدہ سہو سے نماز کیسے مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ فقہاء کے نزدیک فرائض کے ترک کی سجدہ سہو سے تلافی نہیں ہوتی۔

عذاب کی جگہوں سے بغیر روئے گزرنے سے عذاب کی وجہ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرما دی ہے' آپ نے فرمایا: کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا' اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں ہے کہ جو وہاں بغیر روئے نماز پڑھے گا اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس حدیث میں صرف نزولِ عذاب کے خوف کا ذکر ہے اور ان لوگوں نے مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کو بھی مواضع عذاب کے ساتھ لاحق کر دیا ہے اور اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' یہ صرف ان لوگوں کا قیاس فاسد ہے حالانکہ یہ لوگ قیاس کے قائل نہیں ہیں اور یہ بھی تناقض ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''الحجر'' کا مصداق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان عذاب شدہ لوگوں کے پاس سے صرف روتے ہوئے گزرنا۔

یعنی اصحاب الحجر کے گھروں کے پاس سے' یہ قوم ثمود کے گھر تھے اور یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھے' الحجر شام اور حجاز کے درمیان ایک شہر ہے' قتادہ نے کہا: الحجر اس وادی کا نام ہے' جہاں یہ رہتے تھے' الزہری نے کہا: یہ ان کے شہر کا نام ہے۔

وادیٔ ثمود اور وادیٔ محسر سے جلدی جلدی گزرنے کی توجیہ

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان لوگوں کے گھروں میں ان کے بعد کوئی نہیں رہتا تھا' کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص وہاں ساری عمر روتا رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر روئے ان کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرما دیا ہے' اور اس حدیث میں وہاں ٹھہرنے اور اس جگہ کو وطن بنانے سے آپ نے منع فرما دیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان عذاب یافتہ لوگوں کے شہر سے جلد از جلد گزر جانا چاہیے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادیٔ مُحسّر سے جلدی جلدی گزرے تھے کیونکہ اس جگہ اصحاب الفیل کو ہلاک کیا گیا تھا' آپ نے اس جگہ سے روتے ہوئے گزرنے کا حکم اس لیے دیا تھا تاکہ لوگ ان پر عذاب نازل ہونے کی وجہ پر غور و فکر کریں۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے: ایسے مقام پر غور و فکر کرنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس پر غور و فکر کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا تھا۔

(۲) یہ لوگ اپنے کفر اور فساد پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ڈٹ گئے اور اپنے زعم میں انہوں نے دلیری کا مظاہرہ کیا۔

(۳) اس جگہ سے گزرنے والوں کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کی توفیق دی اور ایسی گمراہی میں مبتلا ہونے سے بچا لیا۔

اور اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس جگہ زمین میں دھنسایا گیا ہو یا عذاب نازل کیا گیا ہو' وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور

Marfat.com

یہی اس باب کا عنوان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۳۔ ۲۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۴ - بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْبِيْعَةِ گرجے میں نماز پڑھنے کا حکم

اس حدیث میں عیسائیوں کے معبد میں نماز پڑھنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کے لیے عنوان میں ''البیعۃ'' کا لفظ ہے اور مشہور یہ ہے کہ ''البیعۃ'' یہودیوں کا معبد ہے اور ''الکنیسۃ'' عیسائیوں کا معبد ہے' اس وجہ سے امام بخاری پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے ''البیعۃ'' سے عیسائیوں کا معبد مراد لیا ہے حالانکہ ''البیعۃ'' یہودیوں کے معبد کو کہتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک ''البیعۃ'' کا لفظ یہود اور نصاریٰ دونوں کے معبد کے لیے عام ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيْلِ الَّتِي فِيْهَا الصُّوَرُ. وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّيْ فِي الْبِيْعَةِ، إِلَّا بِيْعَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہر گرجے میں نماز پڑھتے تھے' سوا اس گرجے کے جس میں مجسمے ہوتے تھے۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے تو عیسائیوں کے سرداروں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان صورتوں کے مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۱۲۔ ج ۱ ص ۳۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں گئے تو نصاریٰ میں سے ایک شخص نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور حضرت عمر سے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب میرے پاس آ کر میری عزت افزائی کریں' وہ شخص نصاریٰ کے سرداروں میں سے تھا' حضرت عمر نے فرمایا: ہم تمہاری عبادت گاہوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۵۵۔ ۱۶۱۳)

٤٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ، فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ، أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں ایک گرجا دیکھا تھا جس کا نام ماریہ تھا' انہوں نے اس کا ذکر کیا اور ان صورتوں کے مجسموں کا ذکر جو انہوں نے اس میں دیکھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک شخص فوت ہو جاتا ہے تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور اس کی قبر پر ان صورتوں کے مجسمے بنا دیتے ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: آیا مشرکین جاہلیت کی قبروں کو کھودا

Marfat.com

جائے گا اور اس جگہ مسجد بنائی جائے گی؟ اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: گرجے میں نماز پڑھنا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی حالانکہ آپ کے سامنے آگ تھی... اور آگ کی پرستش کی جاتی ہے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ صحیح البخاری: ۴۳۱ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھی اور فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی' حالانکہ آگ کی آتش پرست بھی عبادت کرتے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں غیر اختیاری طور پر آپ کے سامنے آگ تھی اور یہاں اپنے اختیار سے غیر مسلموں کے معبد میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

گرجے میں نماز پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

یہود اور نصاریٰ کے معبد میں نماز پڑھنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے وہاں صورتوں اور مجسموں کی وجہ سے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس معبد کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: امام مالک نے فرمایا: میں گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں' کیونکہ وہ لوگ خنزیر کھاتے ہیں اور شراب پیتے ہیں اور نجاست سے بہت کم احتیاط کرتے ہیں' ہاں! اگر کوئی شخص کیچڑ اور بارش کی شدت سے وہاں نماز پڑھنے پر مجبور ہو جائے جب کہ اسے یقین ہو کہ اس کو نجاست نہیں لگے گی تو اس کے وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اور حسن بصری نے گرجے میں نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے' اور ابراہیم نخعی' شعبی' عطاء اور ابن سیرین نے اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے شام میں یوحنا کے گرجے میں نماز پڑھی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک گرجے میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

تصاویر پر سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ تصویر کی عبادت کے مشابہ ہے' امام محمد نے مبسوط میں اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ اس کے سر کے اوپر چھت میں یا اس کے سامنے یا اس کے متوازی تصاویر ہوں یا کوئی تصویر لٹکی ہوئی ہو۔

(ہدایہ اولین ص ۱۴۲' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے' جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصاویر ہوں۔

(صحیح البخاری: ۵۹۴۹' صحیح مسلم: ۲۱۰۶' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۵' سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹-۲۸)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے لکھا ہے:

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ تصاویر کے ساتھ صلیب بھی لاحق ہے' اگرچہ وہ جاندار کی تصویر نہیں ہے اور اس لیے کہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہے اور مذموم چیز کے ساتھ تشبہ مکروہ ہے خواہ اس میں ان کے ساتھ تشبہ کا قصد نہ کیا گیا ہو۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

اور چونکہ گرجے میں صلیب، حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کے مجسمے بہ کثرت رکھے ہوئے ہوتے ہیں' اس لیے فقہاء احناف کے نزدیک بھی گرجے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا' خصوصاً تصاویر کے مجسموں کے سامنے۔

۵۵ - بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' لہٰذا یہ باب بھی بابِ سابق کے ساتھ لاحق ہے۔

٤٣٥، ٤٣٦ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهُ عَلٰى وَجْهِهٖ، فَاِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ. يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا. [اطراف الحدیث: ۱۳۳۰۔ ۱۳۹۰۔ ۳۴۵۳۔ ۳۴۵۴۔ ۴۴۴۱۔ ۴۴۴۳۔ ۴۴۴۴۔ ۵۸۱۵۔ ۵۸۱۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت نازل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چہرے پر سیاہ منقش چادر ڈالی' پھر جب آپ کو اس چادر سے تنگی ہوئی تو آپ نے اس چادر کو چہرے سے ہٹایا' پھر اسی حالت میں آپ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو' جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۱' الرقم المسلسل: ۱۱۶۸' سنن نسائی: ۷۰۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۰۹۰' مصنف عبد الرزاق: ۱۵۹۱۷۔ ۹۷۵۴۔ ۱۵۸۸' سنن بیہقی ج ۴ ص ۸۰' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۳' شرح السنۃ: ۳۸۲۵' خلق افعال العباد: ۴۶۹' کتاب الاسماء والصفات: ۲۰۴۔ ۲۰۳' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۴۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۸۴۔ ج ۳ ص ۴۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۱۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے' پھر عیسائیوں کی اس بات پر کیوں مذمت کی گئی کہ اُنہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہود کے تو انبیاء تھے جب کہ عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں' اور حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی قبر ہے تو پھر نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانے سے کیا مراد ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں انبیاء اور اُن کے صالحین پیروکار مراد ہیں' کیونکہ صحیح مسلم میں اس طرح ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور اپنے صالحین کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سے پہلی حدیث (۴۳۴) میں ارشاد ہے کہ: یہ وہ قوم ہے جب ان میں سے کوئی نیک بندہ یا نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس پر بُت بنا کر رکھ دیتے تھے اور یہ اللہ کی بدترین مخلوق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہود تو اپنے انبیاء کی قبروں پر اُن کے بت بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں پر اُن کے بت بنا لیتے تھے۔ اس بدعت کو یہود نے شروع کیا تھا اور نصاریٰ نے اُن کی پیروی کی اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نصاریٰ بھی اُن کثیر انبیاء کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۸۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کے آخری جملہ سے یہ جواب مستنبط کیا ہے کہ حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا' اس سے وہ انبیاء مراد نہیں ہیں جو اُن کی طرف مبعوث ہوئے تھے بلکہ وہ دیگر انبیاء مراد ہیں' جن پر ان کو ایمان لانا ضروری تھا' جیسے حضرت نوح' حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔

(ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۰۸' دار الفکر' بیروت ۱۴۲۱ھ)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ یہودیوں نے کسی نبی کی قبر کی پرستش کی ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ کتب تاریخ میں کسی واقعہ کے مذکور نہ ہونے سے اُس واقعہ کی نفی لازم نہیں آتی' جب کہ ہمارے نزدیک کتب تاریخ کی بہ نسبت کتب احادیث معتبر ہیں۔

اس حدیث کی مزید شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ' اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد اللہ بن مَسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنادیا۔

(صحیح مسلم: ۵۳۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۷' السنن الکبریٰ: ۳۲۹۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۴۴' مصنف عبد الرزاق: ۹۹۸۷' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۰۴' صحیح ابن حبان: ۳۹۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۲۴' شعب الایمان: ۱۱۱۵۱' المعجم الکبیر: ۳۴۵۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۲۶۷۔ ج ۱۳ ص ۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۷۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں پر بھی قبر پرستی کی وجہ سے لعنت کی ہے ------- حالانکہ اس وقت حضرت عیسیٰ آسمان پر تھے اور ان کی قبر نہیں تھی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ یہود کو قتل کردے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان پر لعنت کرے۔ ''قتال'' کا لفظ یہاں پر رحمت سے دھتکارنے کے معنی میں ہے' اس کا اور لعنت کا مصداق واحد ہے' اس حدیث میں یہود کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ عیسائی بھی نبیوں کی قبروں پر سجدہ کرتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء یہود نے کی تھی اور انہوں نے اس میں بہت غلو کیا تھا۔

اس سے پہلی حدیث (صحیح البخاری: ۴۳۶) میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے' جنہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا' اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں بنی تھی اور وہ اس وقت آسمان میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت بھی عیسائیوں کے نبی تھے لیکن وہ رسول نہیں تھے جیسا کہ حوارئین تھے اور حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کی بھی قبر تھی' نیز عکرمہ' قتادہ اور الزہری کی روایت میں ہے کہ جو تین افراد انطاکیہ کی طرف بھیجے گئے تھے' وہ بھی رسول تھے' جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ. (یٰس: ۱۴)

جب ہم نے ان کے پاس دو (رسولوں) کو بھیجا تو ان لوگوں نے دونوں کی تکذیب کی' پھر ہم نے تیسرے (رسول) سے تائید کی۔

Marfat.com

اور ان تین رسولوں کے نام صادق' صدوق اور شلوم تھے' قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھیجا تھا' اس قول کی بناء پر وہ نبی نہیں تھے چہ جائیکہ وہ رسول ہوتے' اور حضرت مریم کے متعلق ابن حزم اور علامہ قرطبی کا قول یہ ہے کہ وہ نبیہ تھیں' اسی طرح حضرت سارہ ام اسحاق اور ام موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ وہ وہ نبیہ تھیں' لیکن جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی عورت نبیہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

قبروں پر تعمیر کرنے' چونا پھیرنے اور لکھنے کی ممانعت کی توجیہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنانا جائز نہیں ہے' کیونکہ آپ نے قبر کے اوپر مسجد بنانے والوں پر لعنت کی ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے: قبر پر تعمیر کرنا۔

نیز امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ نے قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا اور قبر پر چونا پھیرنے سے اور قبر پر تعمیر کرنے سے۔

(صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۵-۳۲۲۶' صحیح ابن حبان: ۳۱۶۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۴۸۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۳۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۴۸۔ ج ۲۲ ص ۵۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام ترمذی کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر چونا پھیرنے اور قبروں پر لکھنے اور قبروں پر تعمیر کرنے سے اور قبروں کو پیروں سے روندنے سے منع فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۲)

سنن نسائی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر تعمیر کرنے سے یا قبر پر اضافہ سے یا قبر کو زیادہ کرنے سے یا قبر پر چونا پھیرنے سے یا قبر پر لکھنے سے منع فرمایا۔

(سنن نسائی: ۲۰۲۳' سنن ابوداؤد: ۳۲۲۶' صحیح مسلم: ۹۷۰' سنن ترمذی: ۱۰۵۲' سنن ابن ماجہ: ۱۵۶۳)

ان احادیث میں جو قبر پر تعمیر کرنے کی ممانعت ہے' اس کا محمل یہ ہے کہ عین قبر کے اوپر اس کو ہموار کر کے تعمیر کی جائے یا عین قبر کے اوپر چونا پھیرا جائے یا عین قبر کے اوپر لکھا جائے' اگر قبر کے گرد چار دیواری بنا دی جائے یا اس کے سرہانے کتبہ لگا دیا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈال دی جائے یا اولیاء اللہ کی تعظیم کے لیے ان کی قبروں پر گنبد بنا دیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اولیاء اللہ اور عباد صالحین بھی شعائر اللہ میں سے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ O (الحج: ۳۲)

اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے تقویٰ کے سبب سے ہے O

اس آیت میں قربانی کے جانوروں کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے اور البقرہ ۱۵۸ میں صفا اور مروہ کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے اور المائدہ: ۲ میں حرمت والے مہینوں (رجب' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم) کو ''شعائر اللّٰہ'' فرمایا ہے' نیز فرمایا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ. (المائدہ: ۲)

اے ایمان والو! شعائر اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔

مفسرین نے اس آیت میں ''شعائر اللّٰہ'' کو عام قرار دیا ہے یعنی جو چیز بھی اللہ کی نشانی اور اللہ کی طرف منسوب ہے' اس کی بے حرمتی نہ کرو اور اس کی تعظیم کرو اور جب قربانی کے اونٹ' صفا اور مروہ کی پہاڑیاں اور حج اور عمرہ کے مہینے شعائر اللہ میں سے ہیں تو اولیاء اللہ بہ طریق اولیٰ شعائر اللہ میں داخل ہیں اور ان کی تعظیم بھی مطلوب ہے' اس لیے اولیاء اللہ کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے' اس کی زیادہ تفصیل ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

Marfat.com

٥٦ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جن سترہ جگہوں پر نماز پڑھنا مکروہ ہے' مثلاً اونٹوں کا باڑہ' مقابر اور شارع عام وغیرہ' وہاں کراہت تحریم کے لیے نہیں ہے کیونکہ تمام روئے زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے' علامہ عینی نے ان جگہوں میں بیت الخلاء کو بھی شامل کیا ہے۔

(عمدة القاری ج ۴ ص ۲۸۷)

لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جس جگہ نجاست ہو مثلاً بول و براز اور خون وغیرہ وہاں نماز پڑھنا حرام ہے کیونکہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

٤٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، هُوَ اَبُو الْحَكَمِ، قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا، لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا، وَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً، وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۹۲۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے حدیث بیان کی وہ ابو الحکم ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں' ایک ماہ کی مسافت سے میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا گیا ہے اور میری امت میں سے جو شخص کہیں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کردیا گیا اور (پہلے) نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کو کتاب التیمم میں ذکر کیا گیا تھا اور اس حدیث میں تیمم کا بھی ذکر ہے اور تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کا بھی ذکر ہے۔

٥٧ - بَابُ نَوْمِ الْمَرْاَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں عورت کا سونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا مسجد میں سونا جائز ہے یعنی جب اس کا اور کوئی ٹھکانا نہ ہو اور مسجد میں اس کی عزت اور ناموس کو خطرہ نہ ہو۔

٤٣٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ، فَاَعْتَقُوْهَا فَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عرب کے ایک قبیلہ

Marfat.com

مَعَهُمْ، قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَهُمْ، عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُورٍ، قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ، أَوْ وَقَعَ مِنْهَا، فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَهُوَ مُلْقًى، فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ، قَالَتْ فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ، قَالَتْ فَاتَّهَمُونِي بِهِ، قَالَتْ فَطَفِقُوا يُفَتِّشُونَ، حَتّٰى فَتَّشُوا قُبُلَهَا، قَالَتْ وَاللّٰهِ إِنِّي لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ، إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ، قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ، قَالَتْ فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُونِي بِهِ، زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيئَةٌ، وَهُوَ ذَا هُوَ، قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ، قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِينِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِي، قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِي مَجْلِسًا، إِلَّا قَالَتْ:

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ أَعَاجِيبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِي

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ، لَا تَقْعُدِينَ مَعِي مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هٰذَا؟ قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِي بِهٰذَا الْحَدِيثِ. [طرف الحدیث:۳۸۳۵]

کی ایک سیاہ فام باندی تھی' پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا' وہ ان کے ساتھ رہتی تھی' ایک دن ان لوگوں کی ایک بچی باہر نکلی' اس کے اوپر سرخ چمڑے کا ہار تھا (جس میں موتی جڑے ہوئے تھے) اس بچی نے اس ہار کو رکھ دیا یا اس سے کہیں گر گیا' وہاں سے ایک چیل گزری اور اس جگہ وہ ہار گرا ہوا تھا' اس چیل نے گمان کیا کہ وہ گوشت ہے' وہ اس کو جھپٹ کر لے گئی' اس باندی نے کہا: ان لوگوں نے اس ہار کو تلاش کیا وہ ان کو نہیں ملا' اس باندی نے کہا: پھر انہوں نے مجھ پر اس ہار کی تہمت لگائی' انہوں نے اس کی تلاشی لی حتیٰ کہ اس کے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی' اس باندی نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چیل گزری اور اس نے وہ ہار پھینک دیا اور وہ ہار ان لوگوں کے درمیان گرا' اس باندی نے کہا: یہ ہے وہ ہار جس کی تم نے اپنے گمان سے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی اور وہ یہ پڑا ہے' حضرت عائشہ نے بیان کیا: پھر وہ باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اسلام لے آئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اس کے لیے ایک مسجد میں ایک خیمہ تھا یا کٹیا تھی' حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے پاس آ کر باتیں کرتی تھی' وہ جب بھی میرے پاس بیٹھتی تھی تو یہ شعر پڑھتی تھی:

ہار کا دن ہمارے رب کی عجیب وغریب چیزوں سے ہے
سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے اس سے کہا: کیا وجہ ہے کہ جب بھی تم میرے ساتھ بیٹھتی ہو تو تم یہ شعر ضرور پڑھتی ہو؟ تب اس نے مجھے یہ واقعہ سنایا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں:

(۱) عبید بن اسماعیل' بعض روایات میں عبید اللہ ہے (۲) ابو اسامہ حماد بن اسامہ (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اس باندی کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔

Marfat.com

''وشاح' سعید' حُدَیَّاۃ' خباءٌ' حفش ''اور'' اعاجیب'' کے معانی

اس حدیث میں ''وِشَاح'' اور ''سُیُور'' کے الفاظ ہیں' ان دونوں لفظوں کا معنی ہے: چمڑا۔ سرخ چمڑے میں سفید موتی لگے ہوئے تھے تو چیل نے سمجھا یہ فربہ گوشت ہے۔

نیز اس حدیث میں ''حُدَیَّاۃ'' کا لفظ ہے' یہ ''حَدَأَۃٌ'' کی تصغیر ہے' اس کا معنی ہے: چیل' یعنی وہ چھوٹی چیل تھی۔

اس میں ''خِبَاءٌ'' اور'' حِفش'' کے الفاظ ہیں'' خِبَاءٌ'' کا معنی ہے: خیمہ' اور'' حِفش'' کا معنی ہے: چھوٹا سا گھر' جھونپڑی یا کٹیا۔

نیز اس میں ''اعاجیب'' کا لفظ ہے' یہ ''اعجوبۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: نہایت عجیب۔

جس کا کوئی مسکن نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں قیام کا جواز اور تذلیل اور دینی آزمائش کے موقع پر ہجرت کرنے کا لزوم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ جس شخص کا کوئی مسکن نہ ہو یا جس کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو' اس کے لیے مسجد میں رات گزارنا مباح ہے اور ایسا خیمہ لگانا جائز ہے جو مسکن کے مشابہ ہو' خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ انسان کسی فتنہ یا دینی مصیبت میں مبتلا ہو' اس کو چاہیے کہ وہ اس جگہ سے ہجرت کر کے کسی پر امن اور محفوظ جگہ میں چلا جائے' جیسے وہ باندی اسلام لا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسجد کی پناہ میں چلی گئی۔

قرآن مجید میں اس کی دلیل ہے:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا. کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے۔

(النساء: ۹۷)

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ جب اسے لوگوں کی طرف سے تذلیل یا آزمائش کا سامنا ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی محفوظ اور مامون جگہ چلا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔

چمڑے میں موتی جڑ کر اس کو دھاگے میں پرو کر ہار بنا دیا جائے تو عرب اس کو'' وشاح'' کہتے ہیں اور'' سیور''' سیر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا تسمہ۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۲۔۱۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۵۸ - بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ مردوں کا مسجد میں سونا

باب سابق میں امام بخاری نے عورت کے مسجد میں سونے کے متعلق واحد کا صیغہ ذکر کیا تھا کیونکہ حدیث میں صرف ایک عورت کے مسجد میں سونے کا ذکر ہے اور اس باب میں مردوں کے مسجد میں سونے کے متعلق جمع کے صیغہ کا ذکر کیا ہے' کیونکہ احادیث میں مسجد کے اندر متعدد مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ دونوں بابوں میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے باب میں مسجد کے اندر عورت کے سونے کا ذکر تھا اور اس باب میں مسجد کے اندر مردوں کے سونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ، عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ.

اور ابوقلابہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی تو وہ مسجد کے چبوترے میں ٹھہری۔

Marfat.com

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ كَانَ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: اور وہ اصحاب الصفہ کے فقراء میں تھے۔

اس تعلیق کی اصل، صحیح البخاری: ۶۰۲ میں ہے اور اس میں ایک طویل قصہ کا بیان ہے۔

ان دونوں تعلیقوں سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ قبیلہ عکل کے لوگ مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے اور اصحاب صفہ بھی مسجد نبوی کے چبوترے میں ٹھہرے، پس مردوں کا مسجد میں رہنا ثابت ہو گیا۔

۴۴۰- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَنَامُ، وَهُوَ شَابٌّ اَعْزَبُ لَا اَهْلَ لَهٗ، فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۱۱۲۱۔ ۱۱۵۶۔ ۳۷۳۸۔ ۳۷۴۰۔ ۷۰۱۵۔ ۷۰۱۶۔ ۷۰۲۹۔ ۷۰۳۰۔ ۷۰۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ، انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ نوجوان اور کنوارے تھے، ان کی بیوی نہیں تھی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں سوتے تھے۔

مسجد میں سونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ فقراء کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز ہے اور غیر فقراء کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جنہوں نے مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد میں رات کو سوتے تھے اور دن کو بھی سوتے تھے، اور سعید بن المسیب، الحسن البصری، عطاء اور ابن سیرین سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے فرمایا: مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تم نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں سو جاؤ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسجد میں رات کو سونے کی جگہ بناؤ نہ دن کو۔ (سنن ترمذی ص ۱۵۹، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۳ ھ)

امام مالک نے کہا: جس آدمی کا گھر ہو اس کے لیے مسجد میں نہ سونا مستحب ہے، اور جو آدمی ضعیف ہو اور جس کا گھر نہ ہو، اس کے لیے انہوں نے اجازت دی ہے، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے، اور امام مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان مسجد میں رہتے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، طاؤس، مجاہد اور اوزاعی نے مسجد میں سونے کو مکروہ کہا ہے۔

جن فقہاء نے مسافروں کو مسجد میں سونے کی اجازت دی ہے، ان کا قول اس باب کی احادیث کی وجہ سے اولیٰ ہے، سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے مسجد میں سونے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: تم کس وجہ سے یہ سوال کر رہے ہو حالانکہ اہل الصفہ مسجد میں سوتے تھے اور مسجد ہی ان لوگوں کا مسکن تھی اور طبری نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مسجد میں سوئے ہوئے دیکھا اور ان کے پاس اور کوئی نہیں تھا اور وہ اس وقت امیر المومنین تھے اور حسن بصری نے کہا: متقدمین کی ایک جماعت مسجد میں سوتی تھی، طبری نے کہا: مسجد میں حلال چیزوں سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً کھانے پینے میں، بیٹھنے میں اور سونے میں۔

Marfat.com

الحربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک سایا دار جگہ تھی جس کو الصفۃ کہتے تھے اس میں مساکین رہتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۴۔ ۱۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

(علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس عبارت کو بعینہ نقل کر دیا ہے۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۳)

مسجد میں سونے کے متعلق مصنف کا موقف

مصنف کے نزدیک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول راجح ہے اور مسجد کو سونے کی جگہ اور مسجد میں سونے کی عادت نہیں بنانی چاہیے الا یہ کہ کوئی شخص مسافر ہو یا اس کا کوئی گھر نہ ہو کیونکہ جب آدمی سوتا ہے تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور سوتے میں اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور بدبو پھیلتی ہے اور یہ مسجد کے آداب کے منافی ہے اور بدبو سے فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے اور نیند میں آدمی کو پتا نہیں چلتا اور کپڑوں سے اس کا ستر ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ بھی مسجد کے آداب کے منافی ہے صحابہ کرام سے جو مسجد میں سونا منقول ہے وہ ضرورت کی بناء پر تھا اور شاذ و نادر تھا اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق مسجد میں سونے کا معمول نہیں بنانا چاہیے لوگ حرم شریف میں بھی سو جاتے ہیں یہ زیادہ معیوب ہے۔

۴۴۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي سَهْلِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ. فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، وَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ، قُمْ أَبَا تُرَابٍ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۰۳۔ ۶۲۰۴۔ ۶۲۸۰]

(صحیح مسلم: ۲۴۰۹، الرقم المسلسل: ۶۱۱۲، الادب المفرد: ۸۵۲، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۹۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از ابی حازم از ابی سہل بن حازم از حضرت سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے پس آپ نے گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا پس آپ نے فرمایا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ حضرت سیدہ فاطمہ نے کہا: میرے اور ان کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا تھا وہ مجھ پر ناراض ہوئے پس گھر سے نکل گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا (دوپہر کو گھر میں نہیں سوئے) تب رسول اللہ ﷺ نے کسی شخص سے فرمایا: جاؤ دیکھو! وہ کہاں ہیں؟ وہ شخص آیا اور اس نے بتایا: یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ آئے تو وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے ان کی چادر ان کے پہلو سے ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی تو رسول اللہ ﷺ ان سے مٹی صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے: اے ابوتراب! اٹھو اے ابوتراب! اٹھو۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) عبد العزیز بن ابی حازم یہ مدنی ہیں امام مالک کے بعد مدینہ میں ان سے بڑا اور کوئی فقیہ نہیں تھا یہ ۱۸۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) ابو حازم ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج ہے (۴) حضرت سہیل بن سعد یہ صحابی ہیں اور صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۳)

Marfat.com

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔

حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا عم زاد کہنے کی توجیہ' کنیت کا معنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: تمہارے عم زاد کہاں ہیں؟ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں' اور وہ حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد تھے' آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ یا علی کہاں ہیں؟ کیونکہ آپ نے جان لیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی مناقشہ ہے تو آپ نے از راہ شفقت ان کے اور حضرت علی کے درمیان نسبی قرابت کا ذکر فرمایا' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ والد اپنی بیٹی کے گھر میں اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اے ابوتراب! اٹھو۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بیٹے یا بیٹی کی طرف نسبت ہو بلکہ جس چیز کے ساتھ بھی کسی کا اشتغال ہو اس کی طرف نسبت کی جا سکتی ہے۔ کنیت میں جو ''اب'' کا لفظ ذکر ہوتا ہے' اس کا معنی ہے: صاحب یا والا' ''ابوتراب'' کا معنی ہے: صاحب تراب یا مٹی والا' ابوہریرہ کا معنی ہے: بلی والا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بہت پسند تھا کہ ان کو ابوتراب کہہ کر پکارا جائے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے تھے' اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بلانے اور اٹھانے مسجد میں گئے۔

٭ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۱۰۷- ج ۶ ص ۹۶۰- ۹۵۵ پر مذکور ہے' وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل مذکور ہیں' مگر اس حدیث کی شرح نہیں ہے۔

۴۴۲- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ' عَنْ أَبِيهِ ' عَنْ أَبِي حَازِمٍ ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ ' مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ ' إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ ' قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ ' فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ ' وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ ' فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ ' كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا' ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا' جس کے پاس اوپر کے بدن کو ڈھانپنے والی چادر ہو یا تہبند ہوتا تھا یا پورے بدن پر اوڑھنے والی چادر ہوتی تھی' وہ اس چادر کو اپنی گردن میں باندھ لیتے تھے' پس بعض کی چادر نصف پنڈلیوں تک پہنچتی تھی اور بعض کی ٹخنوں تک' پس وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے تاکہ ان کا ستر نہ کھل جائے۔

ستر اصحاب صفہ کی تعیین اور ''رداء' ازار'' اور ''کساء'' کا معنی

یہ ستر اصحاب صفہ جن کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا' ان ستر اصحاب صفہ کے علاوہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ بیر معونہ میں بھیجا تھا' یہ بھی اصحاب صفہ میں سے تھے' لیکن یہ اصحاب صفہ' حضرت ابوہریرہ کے صفہ میں آنے سے پہلے اس چبوترہ میں موجود تھے۔

اس حدیث میں ''رداء' ازار'' اور ''کساء'' کے الفاظ ہیں' ''رداء'' کا معنی ہے: وہ چادر جس سے بدن کے اوپر کے نصف حصہ کو ڈھانپا جائے' اور ''ازار'' کا معنی ہے: جس سے نچلے نصف بدن کو ڈھانپا جائے یعنی تہبند اور کساء کا معنی ہے: جسم پر اوڑھنے والی

Marfat.com

چادر۔

اس باب کا عنوان ہے: مردوں کا مسجد میں سونا' ہر چند کہ اس حدیث میں صراحۃً مردوں کے سونے کا ذکر نہیں ہے لیکن اس حدیث میں اصحاب صفہ کا ذکر ہے اور وہ مسجد میں سوتے تھے' یوں یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔

۵۹ - بَابُ الصَّلٰوۃِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ — سفر سے آنے کے بعد نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے آئے تو اسے مسجد میں آ کر نماز پڑھنی چاہیے اور اب اکثر ابواب مسجد سے متعلق ہیں' اس لیے ان کی باہمی مناسبت بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تعلیق مذکور ہے:

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ' بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ.

اور کعب بن مالک نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپس آتے تو آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۴۴۱۸ ہے' یہ غزوۂ تبوک کے بیان میں بہت طویل حدیث ہے' جس کو ان شاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔

۴۴۳ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ ' قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى ' فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ دَيْنٌ ' فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

[اطراف الحدیث: ۱۸۰۱_ ۲۳۰۹_ ۲۳۸۵_ ۲۳۹۴_ ۲۴۷۰_ ۲۶۰۳_ ۲۶۰۴_ ۲۷۱۸_ ۳۰۸۷_ ۳۰۹۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ مسجد میں تھے' انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ پر قرض تھا' آپ نے وہ قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

(صحیح مسلم: ۷۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۳۴۷' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳' سنن ترمذی: ۱۲۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۹' صحیح ابن حبان: ۲۴۹۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۶۸' شرح السنۃ: ۴۸۰' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۳۱۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۶۷۳' المعجم الکبیر: ۳۲۸۰' المعجم الاوسط: ۴۳۲۱_ ۸۹۵۳_ ۹۱۷۱' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۹۴' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۲۳_ ج ۷ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۱۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' آپ نے مجھ سے چند اوقیہ کے عوض ایک اونٹ خرید لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مدینہ میں آ گئے' میں صبح کو پہنچا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: تم اب آئے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں' آپ نے فرمایا: پس مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یہ اس باب کے عنوان کے مطابق حدیث ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو مختصر بیان کیا ہے اور پوری حدیث ذکر نہیں کی' بہر حال امام بخاری نے جتنی حدیث روایت کی ہے' وہ اس باب کے عنوان کے

Marfat.com

مطابق نہیں ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح ہم اپنے مقام پر ان شاء اللہ کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

٦٠ - بَابٌ إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ (قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ) جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو (بیٹھنے سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

٤٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبداللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از حضرت ابوقتادہ سلمی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔

[طرف الحدیث: ۱۱۶۳] (صحیح مسلم: ۷۱۴' الرقم المسلسل: ۱۶۲۴' سنن ابوداؤد: ۴۶۸_۴۶۷' سنن ترمذی: ۳۱۶' سنن نسائی: ۷۴۹' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۵۲۳_ج ۳۷ ص ۲۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۷۱۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ جو اس باب کا عنوان ہے' وہ بعینہٖ اس حدیث میں مذکور ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اہل فتویٰ کی جماعت اس پر متفق ہے کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے' ہر وہ شخص جو مسجد میں باوضوء داخل ہو اور اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہو تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے' امام مالک نے کہا: یہ مستحسن ہے' واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک تحیۃ المسجد پڑھنے کا وجوب

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ شخص جو اس وقت مسجد میں داخل ہو جب نماز پڑھنا جائز ہو تو اس پر یہ نماز پڑھنا فرض ہے اور بعض اہل ظاہر نے کہا: یہ ہر وقت فرض ہے کیونکہ کسی نیک کام سے اس وقت تک منع نہیں کیا جاتا' جب تک اس کے خلاف اس کے معارض کوئی دلیل نہ ہو۔

غیر مقلدین کے دلائل کا ابطال

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک اس وقت آئے' جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا (صحیح البخاری: ۹۳۰' صحیح مسلم: ۸۷۵' سنن ابوداؤد: ۱۱۱۵' سنن ترمذی: ۵۱۰) اور ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آ کر بیٹھ گیا تو آپ نے اس کو یہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا' اور حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جاؤ' تم نے لوگوں کو ایذاء دی اور تم دیر سے آئے' پس یہ حدیثیں حضرت سلیک کی حدیث کے خلاف ہیں اور ان میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ حضرت سلیک کی حدیث کو استحباب پر محمول کیا جائے' جس طرح جمہور نے کہا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ ان اہل ظاہر کا قول غلط ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ نماز پڑھے'

Marfat.com

کیونکہ نبی ﷺ نے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح جب سورج سر پر ہو اس وقت بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے پس جو شخص ان اوقات میں مسجد میں داخل ہوگا تو اس کے لیے آپ کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے آپ کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو ان اوقات سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۸۱ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور متقدمین کی ایک جماعت سے یہ مروی ہے کہ وہ مسجد سے گزرتے تھے اور نماز نہیں پڑھتے تھے زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب مسجد میں داخل ہوتے تھے پھر باہر آتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۹۹)

زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا امام مالک نے اس کو حضرت زید بن ثابت اور سالم بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے اور قاسم بن عبد اللہ مسجد میں داخل ہوتے پھر مسجد میں بیٹھ جاتے اور نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۹۹) شعبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور جابر بن زید نے کہا: تم جب مسجد میں داخل ہو تو اس میں نماز پڑھو پس اگر تم نماز نہیں پڑھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو پھر گویا کہ تم نے نماز پڑھ لی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

٦١ - بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں وضوء توڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنے کا کیا حکم ہے ہر چند کہ وضوء توڑنا عام ہے مگر یہاں اس سے مراد ہوا خارج کرنا ہے۔

٤٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ آدمی اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے جب تک وہ اپنا وضوء نہیں توڑتا فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے وہاں اس کا عنوان تھا: جس کے نزدیک وضوء صرف بول و براز کے راستوں سے کسی چیز کے نکلنے سے ٹوٹتا ہے۔ اس حدیث کے مزید مسائل اور فوائد درج ذیل ہیں:

نماز کے بعد مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کی فضیلت اور مسجد میں وضوء توڑنے کا مکروہ ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السفاقسی نے کہا ہے کہ مسجد میں وضوء توڑنا گناہ ہے اس کی وجہ سے وضوء توڑنے والا فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب کہ اس گناہ کا کوئی کفارہ نہیں ہے اس وجہ سے وہ فرشتوں کے استغفار سے محروم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ بغیر کسی مشقت کے اس کے گناہ معاف ہو جائیں اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ میں بیٹھنے کو لازم کر لینا چاہیے تاکہ فرشتے اس کے لیے زیادہ دعائیں اور استغفار کریں کیونکہ فرشتوں کی دعا کے مقبول ہونے کی بہت امید ہے قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى. (الانبیاء:۲۸) اور وہ صرف ان ہی کی شفاعت کرتے ہیں جن کی شفاعت سے اللہ راضی ہو۔

مصنف کے نزدیک فرشتوں کی دعا کا مقبول ہونا دو وجہ سے ہے' ایک اس وجہ سے کہ جب کوئی شخص دوسروں کے لیے دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو' اس کی معصیت نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں' اور جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے صرف ایک دفعہ آمین کہتے ہیں اور جو نمازی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں جتنی دیر تک بیٹھا رہے' اتنی دیر تک فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں' لہٰذا اس موقع کی دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے لیے انتظار کرنے کو سرحد پر پہرہ دینے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس کو رباط (سرحد پر پہرہ دینا) فرمایا ہے اور اس کو تاکید کے ساتھ دو مرتبہ رباط فرمایا ہے' پس ہر عقل والے مومن پر لازم ہے کہ جب اس کو نماز کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھنے کے فضائل معلوم ہوں تو وہ نماز کی جگہ پر بیٹھ کر زیادہ سے زیادہ فرشتوں کے استغفار کے حصول کی کوشش کرے۔ سعید ابن المسیب اور حسن بصری نے کہا ہے کہ مسجد میں عمداً بغیر وضوء کے بیٹھنا مکروہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۱۔ ۱۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت ہے جو مطلقاً نماز کا انتظار کرتا ہے خواہ وہ مسجد میں اس جگہ بیٹھا ہو یا کسی دوسری جگہ چلا گیا ہو' اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسجد میں اپنا وضوء توڑ دے' اس کی یہ فضیلت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں وضوء توڑنا مسجد میں تھوکنے سے زیادہ مکروہ ہے۔

مسجد میں بغیر وضوء کے بیٹھنے میں فقہاء کا اختلاف

(علامہ عینی مزید لکھتے ہیں:) علامہ مازری نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد کرنے کا ارادہ کیا ہے' جو بے وضوء شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں یا مسجد میں بیٹھنے سے منع کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے' پھر انہوں نے پیشاب کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گئے اور وضوء نہیں کیا' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' اور یہ عطاء' النخعی اور ابن جبیر سے بھی مروی ہے' اور ابن المسیب اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں بغیر وضوء کے عمداً بیٹھنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور علامہ عینی کی شرحوں میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے دو چیزوں میں علامہ ابن بطال سے اختلاف کیا ہے' ایک یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے فرشتوں کی دعا کے حصول کے لیے مسجد میں نماز کی جگہ پر بیٹھنے کو لازم قرار دیا ہے اور علامہ عینی نے فرمایا ہے کہ جب تک نماز کے بعد وضوء نہ ٹوٹے اور انسان نماز کا انتظار کرتا رہے' اس کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا نہ ہو' دوسری چیز یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے حتماً کہا ہے کہ بے وضوء شخص مسجد میں نہ بیٹھے اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ پہلے مسئلہ میں بہ ظاہر حدیث کے الفاظ سے علامہ ابن بطال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے' غالباً علامہ عینی نے

Marfat.com

ان الفاظ سے عموم مراد لیا ہے کہ جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹے اور وہ نماز کا منتظر رہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فرشتوں سے مراد عام ہے خواہ وہ کراماً کاتبین ہوں‘ سیارگان ہوں یا کوئی اور فرشتے ہوں۔
(فتح الباری ج ۲ ص ۹۳‘ دار المعرفۃ‘ بیروت‘۱۴۰۶ھ)

۶۲ - بَابُ بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ — مسجد کو بنانا

اس باب میں مسجد نبوی کو بنانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔اس میں درج ذیل تعلیق ہے:

وَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ.

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بادل آئے‘ پس بارش ہوئی حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ چھت کھجور کی شاخوں سے ہموار کی گئی تھی‘ پھر نماز قائم کی گئی‘ پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے تھے‘ حتیٰ کہ میں نے مٹی کا اثر آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

(صحیح البخاری:۶۶۹‘ صحیح مسلم:۱۱۶۷‘ سنن ابوداؤد:۱۳۸۲‘ سنن ابن ماجہ:۱۷۶۶‘ السنن الکبریٰ:۳۳۴۲)

وَاَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ ‘ وَقَالَ اَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ ‘ وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ ‘ فَتَفْتِنَ النَّاسَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد (نبوی) کو بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ رنگ یا زرد رنگ لگانے سے اجتناب کرو کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

اس تعلیق کی اصل‘اس باب کی حدیث:۴۴۶ میں آ رہی ہے‘ فتنہ میں مبتلا ہونے کا معنی یہ ہے کہ لوگ مسجد کے رنگ و روغن دیکھنے میں مشغول اور منہمک ہوں گے اور ان کے خضوع اور خشوع میں فرق آئے گا۔

وَقَالَ اَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا‘ ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِيْلًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ مساجد بنا کر فخر کریں گے اور اس کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

ابوقلابہ الجرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ الزاویہ میں جانے کا ارادہ کرتے تھے‘ ہم ایک مسجد کے پاس سے گزرے اور صبح کی نماز کا وقت آ گیا‘ حضرت انس نے فرمایا: اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! کیونکہ بعض لوگ دوسری مسجد میں گئے ہیں‘ لوگوں نے پوچھا: کون سی مسجد میں؟ پس ہم نے ایک مسجد کا ذکر کیا تو حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو (نمازوں سے) بہت کم آباد کریں گے یا فرمایا: ان کو کم آباد کریں گے۔

امام ابوبکر (محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ) نے کہا: الزاویہ بصرہ کا ایک محل ہے‘ جو تقریباً دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ:۱۳۲۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ بڑھ چڑھ کر مساجد کو نقش و نگار سے مزین کریں گے‘ اس میں بیٹھ کر بحث کریں گے اور مساجد پر فخر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے‘ قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے میں مشغول نہیں ہوں گے یا بہت کم مشغول ہوں گے۔

Marfat.com

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ضرور مساجد کو مزین کرو گے‘ جس طرح یہود اور نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد پر چونے کا پلستر لگانے کا حکم نہیں دیا گیا‘ حضرت ابن عباس نے کہا: تم مساجد کو ضرور مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے مزین کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۸)

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ان احادیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا اور ان کو مزین کرنا مکروہ ہے‘ اور ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے یا خلاف اولیٰ ہے اور وقف کے مال سے مساجد کو مزین کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے مال وقف سے مساجد کو مزین کیا‘ اسے اس مال کا تاوان دینا ہوگا اور تاوان دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے وقف کے مال کو اس کے جائز مصرف میں خرچ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳‘ دار الکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں لوگ اپنے گھروں اور بنگلوں کو بہت خوب صورت اور حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا گھر لوگوں کے اپنے گھروں سے زیادہ خوبصورت بنایا جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب مساجد کو مزین کرنے سے منع کیا تھا‘ اس وقت لوگوں کے گھر بہت سادہ ہوتے تھے۔

٤٤٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ، وَسَقْفُهُ الْجَرِيدُ، وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ، وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ، وَأَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا، ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ، فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً، وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ، وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

(سنن ابوداؤد: ۴۵۱‘ صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۲۴‘ صحیح ابن حبان: ۱۶۰۱‘ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۱‘ مصنف عبد الرزاق: ۵۱۲۹‘ مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۶۱۳۹۔ ج ۱۰ ص ۲۸۷‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۶۲۲‘ مکتبۃ الرشد‘ ریاض‘ ۱۴۲۶ ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان‘ انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی‘ حضرت عبد اللہ (بن عمر رضی اللہ عنہما) نے ان کو خبر دی کہ مسجد (نبوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کی بناء پر تعمیر کیا‘ کچی اینٹوں اور شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑی کے بنا دیئے‘ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت اضافہ کیا‘ اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں اور چونے کی بنائیں اور اس کے ستون بھی منقش پتھروں کے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی کی بنائی۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح ابوالحسن' ان کو ابن المدینی البصری بھی کہا جاتا ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف الزہری' ان کی اصل مدنی ہے اور یہ عراق میں تھے (۳) ان کے والد ابراہیم بن سعد (۴) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب' عمر بن عبد العزیز کے بیٹے (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے۔

سلف صالحین کے نزدیک مسجد کی تزیین کا مکروہ ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متعدد احادیث اور سلف صالحین سے متعدد آثار میں منقول ہیں کہ مساجد کو منقش اور مزین بنانا مکروہ ہے' حبیب بن الشہید نے الحسن سے روایت کی ہے کہ جب مسجد بنائی گئی تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو کیسے بنائیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں اپنے بھائی موسیٰ سے اعراض نہیں کرتا' اس کی چھت حضرت موسیٰ کی چھت کی طرح بناؤ' اور یزید بن الاصم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے مساجد کو مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم اپنی مساجد کو مزین کرو گے اور اپنے مصاحف (قرآن مجید) کو زیور پہناؤ گے تو تم پر ہلاکت آ جائے گی۔

یہ آثار اور امام بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں معتدل طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور فتنہ انگیزی اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے خوف سے اس کی تزیین میں غلو کو ترک کر دینا چاہیے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے حضرت عمر سے مسجد کی تعمیر کے لیے کہا تو انہوں نے اس سے فرمایا: لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو اور سرخ اور زرد رنگ سے اجتناب کرو تا کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں' ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس چیز کو اس سے سمجھا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوجہم کی نقش ونگاروں والی چادر واپس کر دی تھی' جب نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی اور آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ یہ مجھے فتنہ میں ڈال دے گی' یعنی اس پر نظر پڑنے سے میرے خضوع اور خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف انہماک اور استغراق میں فرق آئے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۳' صحیح مسلم: ۵۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بہت سے ممالک پر فتح عطا فرمائی تھی اور ان کو بہت مال عطا فرمایا تھا' اس کے باوجود انہوں نے مسجد نبوی کو اس طرح سادہ رکھا' جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں سادہ تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے صرف اتنی تبدیلی کی کہ کچی اینٹوں کی جگہ (منقش) پتھر اور چونا لگایا اور کھجور کی شاخوں کے بجائے ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی' پس حضرت عثمان اور حضرت عمر نے مسجد نبوی کو بہت زیادہ مزین نہیں کیا کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک یہ کام مکروہ ہے اور تا کہ دنیاوی زیب و زینت کے حصول میں میانہ روی اور زہد میں ان کی اقتداء کی جائے۔

القاسم بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ انصار نے مال جمع کیا' پس کہا: یارسول اللہ! اس مسجد کو بنائیں تو آپ نے فرمایا: اس سے منافق خوش ہوں گے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومنین کو چاہیے کہ وہ منافقین کو خوش نہ کریں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

Marfat.com

مسجد کی تزیین کی ابتداء اور فقہاء احناف کے نزدیک مسجد کی تزیین کی گنجائش

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ جس نے سب سے پہلے مسجد کو مزین کیا ہے' وہ الولید بن عبد الملک بن مروان تھا اور یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اخیر میں ہوا اور اکثر اہل علم نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا' ابن المنیر نے کہا: جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوب صورت بنایا اور مزین کیا تو پھر یہ مستحب ہو گیا کہ مساجد کو بھی اسی طرح خوب صورت بنایا جائے اور مزین کیا جائے تاکہ مساجد کی بے وقعتی نہ ہو اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ جب مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو مزین کیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور اس تزیین پر بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مساجد کی تزیین مکروہ (تنزیہی) ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا قول یہ ہے کہ مساجد کو منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ خلافِ اولیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں زیادہ تر علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے اور علامہ عینی نے جو شرح کی ہے' وہ بھی ان کی کتاب میں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ص ۹۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۶۳ - بَابُ التَّعَاوُنِ فِیْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ — مسجد کی تعمیر میں تعاون

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور جو شخص جتنا زیادہ تعاون کرے گا' اتنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۸۔ ۱۷).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں جب کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے○ (التوبہ: ۱۸۔ ۱۷)

كَذَا فِىْ رِوَايَةِ الْاَكْثَرِيْنَ، وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ ذَرٍّ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (التوبہ: ۱۸۔ ۱۷) وَلَمْ يَقَعْ فِىْ رِوَايَتِهٖ لَفْظُ وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

اسی طرح اکثرین کی روایت میں ہے' اور ابوذر کی روایت میں ہے: مشرکین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں اس حال میں کہ وہ خود اپنے خلاف کفر کی گواہی دینے والے ہوں' ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں○ اللہ کی مساجد صرف وہی لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہوں اور انہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرے اور عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے○ (التوبہ: ۱۸۔ ۱۷) اور

Marfat.com

ایک روایت میں اللہ عزوجل کے قول کا لفظ نہیں ہے۔

صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ پوری دو آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔

اس آیت میں مساجد سے مراد جنس مساجد ہے یعنی مشرکین کے لیے کسی بھی مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور جب وہ کوئی مسجد بھی تعمیر نہیں کر سکتے تو مسجد حرام کو بہ طریق اولیٰ تعمیر نہیں کر سکتے' نیز مسجد کی تعمیر میں تعاون کرنا باعث اجر وثواب ہے اور مشرکین کا کوئی عمل باعث اجر وثواب نہیں ہے' اس وجہ سے ان کے لیے مساجد کی تعمیر کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ، فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا، فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً، وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ. قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ.

[طرف الحدیث: ۲۸۱۲]

(صحیح مسلم: ۲۹۱۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۶۰۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۵۴۹-۵۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۵۴۸' مسند احمد ج ۳ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۱۱- ج ۱۷ ص ۵۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث کا سماع کرو' پس ہم دونوں گئے' اس وقت حضرت ابوسعید اپنے باغ کی اصلاح کر رہے تھے' انہوں نے اپنی چادر لے کر اوڑھ لی' پھر ہمیں حدیث سنانے لگے حتیٰ کہ مسجد کی تعمیر کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھ لیا' آپ نے ان سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: عمار پر افسوس ہے! اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: حضرت عمار کہتے تھے: میں فتنوں سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام مسجد کی تعمیر میں تعاون کے لیے اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) عبد العزیز بن مختار ابو اسحاق الدباغ البصری الانصاری (۳) خالد بن مہران الحذاء (۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام عکرمہ (۵) علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب القرشی الہاشمی ابو الحسن' ان کو ابو محمد بھی کہا جاتا ہے' جس رات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اسی رات ان کی ولادت ہوئی' اس لیے حضرت علی کے نام پر ان کا نام علی رکھا گیا' اور ان کی کنیت پر ان کی کنیت ابو الحسن رکھی گئی' یہ عبادت' زہد' علم' عمل اور فقہ میں بہت فائق تھے اور بہت حسین وجمیل تھے' ہر روز ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے' یہ السفاح اور المنصور دونوں خلیفوں کے دادا تھے' ان کے پاس پانچ سو زیتون کے درخت تھے اور یہ ہر درخت کے پاس دو رکعت نماز پڑھتے تھے' ۱۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی (۶) حضرت

Marfat.com

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۶)

حضرت عمار کے جن قاتلین کا حدیث میں ذکر ہے وہ خوارج تھے اور اس حدیث کے دیگر مسائل اور فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی' یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس چیز کا بیان ہے' جس کا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قصہ میں اختلاف ہے اور یہ جو ارشاد ہے: یہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' یہ ان خوارج کے متعلق ہے جن کی طرف حضرت عمار کو بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو مسلمانوں کی جماعت کی طرف آنے کی دعوت دیں' اور صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی اس ارشاد کا مصداق بنانا صحیح نہیں ہے' کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں' وہ صحابہ کرام کے متعلق سب سے عمدہ تاویل کے علاوہ کچھ اور کہے' کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب ہیں' جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف اور تحسین فرمائی اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے' سو فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (آل عمران:۱۱۰) تم سب سے بہترین امت ہو جس کو لوگوں کے لیے ظاہر کیا گیا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے اولین مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب ہیں' اور یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ حضرت عمار کو خوارج کی طرف بھیجا گیا تھا' وہ ان کو مسلمانون کی جماعت کی طرف بلا رہے تھے' جس جماعت کی عصمت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہادت دی ہے اور فرمایا ہے: میری امت گم راہی پر جمع نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد مذکور سے حضرت عمار نے یہ سمجھا تھا کہ یہی (خوارج) دین میں وہ فتنہ ہیں' جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس فتنہ سے انہوں نے اس لیے پناہ طلب کی کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس فتنہ میں اس کو اجر ملے گا یا اس سے مواخذہ ہوگا' ماسوا غلبہ ظن کے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابوسعید نے اپنی چادر لی اور اوڑھ کر بیٹھ گئے' اور ہمیں حدیث سنانی شروع کر دی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محدث کو حدیث بیان کرنے کے لیے اہتمام سے بیٹھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے علی کو اور اپنے شاگرد عکرمہ کو حضرت ابوسعید خدری کے پاس حدیث کے سماع کے لیے بھیجا' اس میں یہ دلیل ہے کہ ایک عالم کو اپنے بیٹے اور اپنے شاگرد کو دوسرے عالم کے پاس استفادہ کے لیے بھیجنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص پورے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عمار دو' دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو نیکی کے کام میں زیادہ مشقت اٹھانی چاہیے تا کہ زیادہ اجر ملے' اسی وجہ سے ان کو یہ کرامت اور فضیلت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے مٹی جھاڑی اور ان کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا جو ان کو بعد میں حاصل ہوگی۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور ایسا ہی ہوا' اس میں آپ کی نبوت کی علامت ہے اور علم غیب کا ثبوت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵۔۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے لشکر نے قتل کیا تھا تو پھر وہ دوزخ کی طرف بلانے والے قرار پائے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے ان کو قتل کیا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی؟ علامہ ابن بطال نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے شہید کیا تھا اور وہی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں کہ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور صحابہ کرام کے متعلق صرف وہی تاویل کرنی چاہیے جو سب سے عمدہ ہو' علامہ ابن بطال نے اس جواب میں المہلب کی اتباع کی ہے اور ایک جماعت نے ان کی اتباع کی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خوارج نے حضرت علی کے خلاف خروج کیا تھا اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان حَکَم بنایا گیا تھا اور حَکَم بنانے کا واقعہ صفین میں قتال کے بعد ہوا تھا اور قطعی طور پر حضرت عمار کو اس سے پہلے شہید کر دیا گیا تھا۔

بعض علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ کفار قریش تھے اور یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن السکن اور کریمہ وغیرہما کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے کہ جو لوگ حضرت عمار کو دوزخ کی دعوت دے رہے تھے' وہ حضرت عمار کے قاتلین تھے اور وہ اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ شاید یہ اضافہ امام بخاری کے سامنے نہیں آیا' یا یہ اضافہ ان کے سامنے آیا تھا لیکن انہوں نے اس کو عمداً حذف کر دیا اور اس کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا۔ اسماعیلی اور برقانی نے اس اضافہ کے ساتھ اس حدیث کی روایت کی ہے۔

اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ مجتہدین تھے اور وہ اپنے گمان میں دوسرے فریق کو جنت کی طرف بلا رہے تھے' اگرچہ واقع میں اس کے خلاف تھا اور جو اپنے گمان کی اتباع کر رہا ہو' اس پر کوئی ملامت نہیں ہوتی' اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح نتیجہ پر پہنچے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ خطا کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں معاملہ کیسے ہوگا؟ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اقناعی ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی اور فرمایا ہے: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے (آل عمران:۱۱۰) اور مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کے مصداق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

اس تقریر کے بعد علامہ عینی نے اس حدیث کے وہی فوائد ذرا تفصیل سے بیان کیے ہیں' جن کو پہلے علامہ ابن بطال بیان کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن بطال اور المہلب کے جواب پر حافظ ابن حجر عسقلانی کا تبصرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کا جواب اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ جن لوگوں کی طرف حضرت علی نے حضرت عمار کو بھیجا تھا وہ اہل کوفہ تھے' وہ واقعہ جمل سے پہلے حضرت عائشہ اور ان کے حامیوں کے خلاف لوگوں کو تیار کر رہے تھے اور ان میں بھی صحابہ کی جماعت تھی' جیسے حضرت معاویہ کے ساتھ صحابہ تھے بلکہ ان سے افضل تھے' لہٰذا جس اعتراض سے بچنے کی المہلب نے کوشش کی تھی' وہ پھر ان پر لوٹ

Marfat.com

آیا۔ اس کے علاوہ خرابی یہ ہے کہ ان صحابہ کرام پر خوارج کا اطلاق لازم آئے گا۔

مہلب پر ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے اس ناقص روایت کی شرح کی ہے' کیونکہ مکمل روایت میں یہ ضمیر حضرت عمار کے قاتلین کی طرف راجع ہے یعنی حضرت عمار اپنے قاتلین کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلا رہے تھے اور حضرت عمار کے قاتلین اہل شام تھے' الحمیدی نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس اضافہ کو عمداً حذف کر دیا۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: امام بخاری نے اس اضافہ کو ایک نکتہ خفیہ کی بناء پر حذف کیا ہے' اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس اضافہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنا' اس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافہ اس روایت میں مدرجہ ہے اور جو روایت اس اضافہ کے ساتھ بیان کی گئی ہے' وہ امام بخاری کی شرط کے مطابق نہیں ہے' لہٰذا امام بخاری نے اس حدیث کے اتنے حصہ پر اقتصار کیا ہے جتنا حصہ حضرت ابوسعید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۷-۹۶' ملخصا' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عمار کے قاتلین پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کے اطلاق پر مصنف کی توجیہ

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں مذکور ہے: عمار پر افسوس ہے! اس کو باغی جماعت قتل کرے گی' وہ ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے' اور حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا اور ان پر اس حدیث میں باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والا فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر باغی اور دوزخ کی طرف بلانے والے کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' کیونکہ حقیقت میں ان کے گمان کے اعتبار سے ان کا اقدام برحق تھا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے طالب تھے حالانکہ واقع میں ان کا یہ اجتہاد مبنی برخطاء تھا کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کر رہے تھے اور وہ امیر برحق اور خلیفہ مسلمین تھے اور امیر برحق کے ساتھ جنگ کرنا بغاوت ہے اور دوزخ میں دخول کا سبب ہے' اس لیے ظاہر کے اعتبار سے وہ باغی تھے اور دوزخ کی طرف بلانے والے' لیکن حقیقت میں باغی نہیں تھے کیونکہ ان کا یہ اقدام اپنے اجتہاد کی وجہ سے تھا۔

اس حدیث کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى. (طٰہٰ:۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی معصیت کی' پس وہ بے راہ ہوئے۔

اس آیت میں شجر ممنوعہ سے کھانے پر حضرت آدم علیہ السلام پر معصیت اور غوایت کا اطلاق بہ اعتبار ظاہر ہے' حقیقت میں وہ نبی معصوم ہیں اور ان کا شجر ممنوعہ سے کھانا معصیت نہ تھا' ان کے اجتہاد سے تھا' انہوں نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے تنزیہاً منع فرمایا ہے اور وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریماً منع فرمایا ہے اور معصیت تب ہوتی' جب وہ قصداً ممنوع کام کا ارتکاب کرتے اور انہوں نے بھولے سے یہ کام کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۝ (طٰہٰ:۱۱۵) پس آدم بھول گئے اور ہم نے (ان کی معصیت کا) کوئی عزم نہ پایا۝

لہٰذا قرآن مجید میں حضرت آدم کے فعل پر معصیت کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی ہونے اور دوزخ کی طرف بلانے والے ہونے کا اطلاق ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے' حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے' اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت معاویہ اور

Marfat.com

ان کے لشکر کے متعلق بہت دعائیں کی ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہیں:

حضرت علی کے حضرت معاویہ کے متعلق دعائیہ کلمات اور اس سلسلے میں دیگر احادیث

حارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین سے واپس آئے تو آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جو اس سے پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے لوگو! حضرت معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو، اللہ کی قسم! اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تمہارے کندھوں سے تمہارے سر حنظل کے پھل کی طرح گرنے لگیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۴۳، کنز العمال: ۳۱۷۰۴، تاریخ دمشق ج ۶۲ ص ۱۰۶-۱۰۵)

عبد اللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو جنگ صفین میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے، آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما، پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہی دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کی طرف سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹، کنز العمال: ۳۱۷۰۰، تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷، بیروت)

نعیم بن ابی ہند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی، ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی، پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے۔ جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸۔ ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کنز العمال: ۳۱۷۰۷)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ اور حضرت اسماء، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہاتھ بلند کر کے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے، اے اللہ! دوزخ کی آگ کو معاویہ پر حرام کر دے۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۳۴۸۴۔ ج ۶۲ ص ۶۶۔ ۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے سامنے اہل جنت سے ایک شخص آئے گا، پھر حضرت معاویہ آئے۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۹۹۔ ج ۶۲ ص ۷۰)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور برادر نسبتی ہیں اور وحی کے کاتب اور اس پر امین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میرے لیے میرے اصحاب اور میرے سسرال والوں کو چھوڑ دو (ان کو برا نہ کہو) پس جس نے ان کو برا کہا، اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۳۷۔ ج ۶۲ ص ۱۴۳)

حضرت رویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! مجھ سے کشتی لڑیے، حضرت معاویہ نے کھڑے ہو کر کہا: میں تم سے کشتی لڑوں گا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ ہرگز کبھی مغلوب نہیں ہوگا، پھر حضرت معاویہ نے اس

Marfat.com

اعرابی کو پچھاڑ دیا' جنگ صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھ سے اس حدیث کا پہلے ذکر کیا جاتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (تاریخ دمشق: ۱۳۴۶۵۔ ج ۶۲ ص ۶۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لیے جو دعا فرمائی' اُسی کا اثر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ الغالب ہونے کے باوجود حضرت معاویہ کو مغلوب نہ کر سکے۔

حضرت علی کے قصاصِ عثمان نہ لینے کی وجوہ

حضرت معاویہ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیں اور حضرت علی اخیر وقت تک قاتلین عثمان سے قصاص نہیں لے سکے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کا شرعی ثبوت ہو اور شرعی ثبوت یہ ہے کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے قتل کا اعتراف کرتا یا اس پر دو گواہ قائم ہوتے کہ فلاں شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے' لیکن حضرت علی کی شہادت تک یہ ثبوت مہیا نہیں ہو سکا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کیسے قصاص لیتے؟ اوّل تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل مجہول اور نا معلوم تھے' ثانیاً: حضرت علی فرماتے تھے: مجھے سانس تو لینے دو' فتنے ختم ہو جائیں اور امن و امان قائم ہو جائے پھر میں تفتیش اور تحقیق کروں کہ قاتل فی الواقع کون ہے' کیونکہ اندھا قصاص تو نہیں لیا جا سکتا اور فی الفور قصاص لینا واجب نہیں ہے اور قصاص لینے میں تاخیر جائز ہے' لیکن ان پر پے در پے ایسی جنگیں مسلط کر دی گئیں کہ ان کو امن اور سکون کے ساتھ تفتیش اور تحقیق کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔

حضرت معاویہ کے باغی نہ ہونے پر مزید دلائل

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ کی جماعت صراحۃً باغی ہوتی تو وہ ان سے جنگ موقوف نہ کرتے اور کبھی تحکیم کو قبول نہ کرتے۔

حافظ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ روایت کرتے ہیں:

سفیان بن اللیل بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ آئے تو میں نے ان سے کہا: اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے فرمایا: اس طرح مت کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: دن اور رات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا حتیٰ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران بن جائیں گے' پس میں نے جان لیا کہ اللہ کا حکم نافذ ہونے والا ہے' پس میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان مسلمانوں کا خون بہایا جائے۔

(تاریخ دمشق الکبیر: ۱۳۵۰۲۔ ج ۶۲ ص ۱۷' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' کنز العمال: ۳۱۷۰۸)

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے' جس طرح حنظل کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (کنز العمال: ۳۱۷۱۲' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حافظ ابن کثیر' امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

صفوان بن عمرو نے بیان کیا ہے کہ اہل شام کا لشکر ساٹھ ہزار تھا' ان میں سے بیس ہزار قتل کیے گئے اور اہل عراق کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا' ان میں سے چالیس ہزار شہید کیے گئے اور امام بیہقی نے اس واقعہ کو ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی اس حدیث پر منطبق کیا ہے:

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو عظیم جماعتیں باہم عظیم جنگ نہیں کریں گی' حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا دین واحد ہوگا۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۷۱۲۱' صحیح مسلم: ۱۵۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ وہ جماعتیں اسلام کا دعویٰ کریں گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین پر منطبق ہوتی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۱۹۔ ۴۱۸' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۷۷۔ ۳۷۶)

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہوں گے' ایک گروہ ان دونوں سے خارج ہو جائے گا (یعنی خوارج) اور دونوں گروہوں میں سے جو گروہ حق کے زیادہ قریب ہوگا' وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹۷' سنن سعید بن منصور: ۲۹۷۲)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے اسی طرح واقع ہوا' اور اس حدیث میں آپ نے اہل شام اور اہل عراق کے دونوں گروہوں کے اوپر اسلام کا حکم لگایا ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح رافضی فرقہ کا زعم باطل ہے اور وہ اہل شام کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب حق کے زیادہ قریب تھے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ مجتہد تھے اور ان کو اجتہاد میں خطا لاحق ہوئی اور ان کو بھی ان شاء اللہ اجر ملے گا اور حضرت علی امام برحق ہیں اور ان کو دو اجر ملیں گے' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد کرے اور اس کی رائے درست ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب اس کے اجتہاد میں خطاء ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۵۲' صحیح مسلم: ۱۷۱۶' سنن ابوداؤد: ۳۵۷۴' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۴' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۸۲۔ ۳۸۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۱۹۴۔ ج ۷ ص ۹۷۷۔ ۸۷۷ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت عمار بن یاسر کی شہادت' اس کی بہت مختصر شرح ہے چند سطروں میں۔

٦٤ - بَابُ الْاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِيْ اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

منبر کی سیڑھیوں اور مسجد میں بڑھئی (ترکھان) اور مستری (کاری گر) سے مدد حاصل کرنا

''صناع'' کا لفظ عام ہے اور ''النجار'' کا لفظ خاص ہے اور اس عبارت میں عام کا عطف خاص پر ہے۔

٤٤٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اِمْرَاَةٍ اَنْ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ' يَعْمَلُ لِيْ اَعْوَادًا' اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے بیٹے کو حکم دو جو بڑھئی ہے کہ وہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بنا دے جن پر میں بیٹھوں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں کر دی گئی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: چھت' منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا۔

٤٤٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان

Marfat.com

اَيْمَنَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَ لَا اَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ؟ فَاِنَّ لِيْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ. فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۲۰۹۵۔ ۳۵۸۴۔ ۳۵۸۵]

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت جابر رضی اللہ کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے ایسی چیز نہ بنادوں جس پر آپ بیٹھیں؟ کیونکہ میرا لڑکا بڑھئی ہے آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو پس اس عورت نے منبر بنا دیا۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) خلاد بن یحییٰ (۲) عبد الواحد بن ایمن الحبشی المکی القرشی المخزومی (۳) ان کے والد ایمن جو حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۰)

منبر بنانے کے متعلق دو حدیثوں کے تعارض کا جواب

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے خود اس عورت سے فرمایا تھا کہ وہ اپنے بیٹے سے کہے کہ وہ میرے لیے منبر بنا دے اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ اس عورت نے اپنے بیٹے سے منبر بنوانے کی پیش کش کی تھی پھر اس نے منبر بنا دیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ پہلے اس عورت نے منبر بنوا کر دینے کی پیش کش کی ہو اور آپ کی اس میں رغبت نہ ہو پھر جب اس لڑکے نے بنا کر دینے میں تاخیر کر دی اور آپ کو پتا تھا کہ وہ خوشی سے منبر بنا کر دے رہی ہے اور آپ چاہتے تھے جلدی بن جائے تو آپ نے اس عورت سے تقاضا کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے عورت کے پاس اس لیے پیغام بھیجا ہو کہ یہ معلوم کریں کہ وہ لڑکا کس قسم کی سیڑھیاں بنا رہا ہے اور یہ چاہا کہ وہ سیڑھیاں منبر میں ہونی چاہئیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے اور اس کی مدت معین نہ کرے اس سے اس کام کا تقاضا کرنا چاہیے اور اس کام کو مکمل کرنے کے لیے کہنا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اسی شرح کو معمولی تغیر سے نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱۔ ۳۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت فتح الباری ج ۲ ص ۹۷ دار المعرفۃ بیروت)

۶۵ - بَابُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا — جس نے مسجد بنائی

اس باب میں مسجد بنانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

۴۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيَّ اَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ، عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمْ، وَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بے شک بکیر نے ان کو حدیث بیان کی کہ بے شک عاصم بن عمر بن قتادہ نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے عبید اللہ الخولانی سے سنا انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے رسول

Marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا. قَالَ بُکَیْرٌ حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ یَبْتَغِیْ بِہٖ وَجْہَ اللّٰہِ، بَنَی اللّٰہُ لَہٗ مِثْلَہٗ فِی الْجَنَّۃِ. (صحیح مسلم: ۵۳۳، الرقم المسلسل: ۱۱۶۹، سنن ترمذی: ۳۱۸، سنن ابن ماجہ: ۷۳۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۱۰، مسند احمد ج ۱ ص ۶۱ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱ ص ۴۸۹، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۲۱۷، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنائی اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیے تو انہوں نے فرمایا: بے شک تم نے بہت اعتراض کیے ہیں اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مسجد بنائی۔ بکیر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا: اور وہ مسجد بنانے سے اللہ کی رضا طلب کرتا تھا تو اللہ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنا دے گا۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ اس حدیث میں مسجد بنانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) یحییٰ بن سلیمان الجعفی (۲) عبد اللہ بن وہب (۳) عمرو بن الحارث، ان کا لقب تھا درۃ الغواص (۴) بکیر بن عبد اللہ الاشج المدنی، یہ بہت پہلے مدینہ سے مصر چلے گئے تھے (۵) عاصم بن عمر الاوسی الانصاری، یہ ۱۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے (۶) عبید اللہ بن الاسود الخولانی، یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے لے پالک تھے (۷) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۱)

مسجد بنانے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد کی اپنی طرف اضافت کی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ. (التوبہ: ۱۸) اللہ کی مساجد کی صرف وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مساجد پر گھروں کا اطلاق فرمایا ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ. (النور: ۳۶) جن گھروں کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کے نام کے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

پس مسجد دنیا میں سب سے افضل گھر ہے اور زمین کا سب سے عمدہ قطعہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد بنانے والے کو یہ فضیلت عطا کی ہے کہ وہ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا اور جب تک مسجد میں اللہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا اور اس کے لیے نماز پڑھی جاتی رہے گی، اس کا اجر اور ثواب مسجد بنانے والے کے لیے اس کی زندگی میں بھی لکھا جاتا رہے گا اور اس کی موت کے بعد بھی لکھا جاتا رہے گا اور مسجد بنانے کا وہ اجر ہے، جو اس کے عمل کی جنس سے دیا جاتا رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر پر لوگوں کے اعتراضات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمود بن لبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا، ان کی خواہش تھی کہ مسجد کو اس کی حالت پر رہنے دیا جائے (صحیح مسلم: ۵۳۳، الرقم المسلسل: ۱۱۷۰) یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

عہد میں مسجد تھی' اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے' امام بغوی نے شرح السنۃ میں کہا ہے: شاید صحابہ نے اس لیے ناپسند کیا تھا کہ حضرت عثمان نقش ونگار والے پتھروں سے مسجد بنا رہے تھے' انہوں نے محض مسجد کی توسیع کرنے کو ناپسند نہیں کیا تھا اور حضرت عثمان نے مسجد کی توسیع نقش ونگار والے پتھروں سے کی تھی اور اس کو مزین بھی کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۹۸' دار المعرفۃ' بیروت)

مسجد بنانے کی فضیلت میں دیگر احادیث

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے: جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۱۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ پرندے کے گڑھے جتنی ہو یا اس سے چھوٹی ہو' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۳۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اس حدیث میں مسجد بنانے والے کو جنت میں ایک مثل ملنے کا ذکر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں دس مثلوں کا بیان ہے

اس حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مثل بنا دے گا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مثل کے دو استعمال ہیں' ایک یہ کہ اس سے مراد مطلقاً مفرد ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا. (المؤمنون: ۴۷) پس انہوں نے کہا: کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لے آئیں۔

اس آیت میں ''بشرین'' تثنیہ ہے' اس کے باوجود اس کی صفت مفرد کے صیغہ کے ساتھ لائی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مثل کا لفظ صرف مفرد مستعمل ہوتا ہے اور دوسرا استعمال یہ ہے کہ اس کو موصوف کے مطابق لایا جاتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ. (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں۔

اب اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث کی بشارت کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی ایک مثل گھر دیا جائے' حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (الانعام: ۱۶۰) جو شخص ایک نیکی لائے گا اس کو اس نیکی کی دس مثلیں ملیں گی۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والے کو اس مسجد کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۲) بہ طور عدل اس کو مسجد کی مثل ایک گھر ملے گا اور بہ طور فضل اللہ تعالیٰ اس کی مثل دس گھر عطا فرمائے گا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس آیت (الانعام: ۱۶۰) کے نزول سے پہلے تھا' مگر یہ جواب بعید ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ایک مثل فرمایا ہے' اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہوتی۔

(۵) یہ زیادتی کیفیت کے اعتبار سے ہے' کئی چیزیں عدد میں کم ہوتی ہیں اور کیفیت میں زیادہ ہوتی ہیں مثلاً کسی کا ایک گھر دوسروں کے دس گھروں بلکہ سو گھروں سے افضل ہوتا ہے اور یہ فرق دنیا کی تنگی اور جنت کی وسعت کے اعتبار سے ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۵۰) امام احمد نے حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل گھر بنا دے گا' اور امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے: اللہ اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنا دے گا' اس سے معلوم ہوا کہ مثل ہونے سے من کل الوجوہ مساوات کا قصد نہیں کیا جاتا۔

Marfat.com

(فتح الباری ج ۲ ص ۹۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ عسقلانی کے جوابات پر حافظ عینی کا تبصرہ

تیسرے جواب کے بعید ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد' الانعام: ۱۶۰ کے نزول سے پہلے تھا' یہ تاریخ جاننے پر موقوف ہے اور وہ معلوم نہیں ہے۔ پانچویں جواب میں کہا ہے کہ یہ مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہے اور قرآن مجید میں جو دس مثلوں کا ذکر ہے وہ کمیت اور مقدار ہے' میں کہتا ہوں کہ جو مثلیت کمیت اور مقدار کے اعتبار سے ہو' اس کو مساوات کہتے ہیں جیسے ایک مقدار کا دوسری مقدار کے ساتھ متحد ہونا اور جو مثلیت کیفیت کے اعتبار سے ہو' اس کو مشابہت کہتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: مجھے جو جواب انوار الٰہیہ سے منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کو ایک گھر کی مثل دینا یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور اس ایک گھر کے اوپر کیفیت اور کمیت (مقدار) کے اعتبار سے اضافہ فرمانا' یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں حافظ عینی نے کوئی نئی بات نہیں پیش کی' یہی بات حافظ عسقلانی اپنے دوسرے جواب میں بیان کر چکے ہیں' نئی بات یہ ہے کہ حدیث میں مذکور ہے: مسجد بنانے والے کو جنت میں اس کی مثل ملے گی' اس سے ایک مثل مراد لینا مثل کے پہلے استعمال پر موقوف ہے' جس میں مثل سے مراد مفرد ہوتی ہے' جیسے ''اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا'' (المؤمنون: ۴۷) میں ہے'' کیا ہم اپنے جیسے دو بشروں پر ایمان لائیں''۔ اور کیا ضروری ہے کہ حدیث میں مثل کا لفظ پہلے استعمال پر ہو' اگر مثل کا لفظ دوسرے استعمال پر ہو' جیسے ''اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ'' (الانعام: ۳۸) تمہاری مثل گروہ ہیں' میں ہے تو پھر اس سے متعدد امثال مراد لی جاسکتی ہیں اور پھر یہ حدیث الانعام: ۱۶۰ کے خلاف نہیں ہوگی اور اس سے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ مسجد بنانے والے کو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی دس مثلیں عطا فرمائے اور یہی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے لائق اور اس کی سنت کے مطابق ہے۔ فافہم و تشکر۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۹۱۔ ج ۲ ص ۸۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٦ - بَابٌ يَاْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ اِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص مسجد سے گزرے تو تیر کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص مسجد کے پاس سے گزرے تو تیر کے پھل یا اس کی نوک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر رکھے' اگر وہ اس نوک کو پکڑ کر نہیں رکھے گا تو ہوسکتا ہے وہ نوک کسی کے چبھ جائے۔

٤٥١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ ' فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا؟

[اطراف الحدیث: ۷۰۷۳۔ ۷۰۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے' وہ کہتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گزرا اور اس کے ساتھ تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو؟

(صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۸' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۷' سنن نسائی: ۷۱۸' مسند الحمیدی: ۱۲۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۳۶۔ ج ۸ ص ۵۸۲' سنن دارمی: ۶۳۳۔ ۱۴۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۹۵۔ ۱۹۷۱۔ ۱۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۱۶' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۷' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۳'

Marfat.com

مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۱۰۔ ج ۲۲ ص ۲۱۳ 'موسسة الرسالة' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک یا پیکان کو پکڑ کر رکھو۔

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ عینی سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ سفیان نے کہا: میں نے عمرو سے پوچھا: کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے یہ حدیث سنی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ۔۔۔۔۔۔اس کے بعد عمرو کا جواب مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی تھی یا نہیں؟ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ قاری کے سوال کے بعد شیخ کے جواب کے ذکر کرنے کی شرط ہے یا نہیں' مذہب راجح جس پر محققین ہیں اور امام بخاری بھی انہی میں سے ہیں' وہ مذہب یہ ہے کہ شیخ کا یہ کہنا کہ ''ہاں'' یہ شرط نہیں ہے' بلکہ شیخ کا سکوت کافی ہے جب کہ اس سے سوال کرنے والا بیدار مغز ہو' اس لحاظ سے حضرت جابر کی سند پر کوئی اعتراض نہیں ہے' علاوہ ازیں الاصیلی کی روایت میں ہے: عمرو نے کہا: ہاں! لہٰذا اس سند سے اعتراض ساقط ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷۔۳۱۶)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ' علامہ ابن بطال سے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اسناد ظاہر نہیں ہے کیونکہ سفیان نے عمرو سے کہا: آپ نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک شخص مسجد کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس تیر تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھو' اور یہ نقل نہیں کیا کہ عمرو نے اس کے جواب میں کہا: ہاں' امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ کے علاوہ از علی بن عبد اللہ از سفیان' یہ حدیث ذکر کی ہے' اس میں ذکر ہے: سفیان نے عمرو سے کہا: کیا آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھو؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) لہٰذا ان کے ہاں کہنے سے سند کا ابہام دور ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۲۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حدیث مذکور کی سند میں ابہام کا ازالہ علامہ عسقلانی سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی سند میں سفیان کا ذکر ہے' اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں اور عمرو کا ذکر ہے' اس سے مراد عمرو بن دینار ہیں' قتیبہ نے اس سند میں عمرو بن دینار کا جواب ذکر نہیں کیا' لیکن اصیلی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آخر میں کہا: ہاں! امام بخاری نے کتاب الفتن میں قتیبہ کے غیر از علی بن عبد اللہ از سفیان' اس روایت کی مثل ذکر کی ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے: انہوں نے کہا: ہاں! (صحیح البخاری: ۷۰۷۳) امام مسلم نے اس حدیث کو از سفیان از عمرو از جابر بغیر سوال اور جواب کے روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۴۔ ۲۶۱۵) نیز امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو بغیر سفیان کے از حماد بن زید از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسجد میں تیروں کے ساتھ گزرا اور اس نے تیروں کی نوکوں کو ظاہر کیا ہوا تھا تو اس کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے تیروں کی نوکوں کو پکڑ کر رکھے تا کہ وہ نوکیں کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۷۰۷۴' صحیح مسلم: ۲۶۱۴' الرقم المسلسل: ۶۵۳۹)

حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ جب قاری شیخ سے پوچھے کہ کیا آپ کو فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ تو سند میں شیخ کے جواب کو

Marfat.com

ذکر نہ کرنا راجح مذہب ہے اور اس کے جواب کو ذکر کرنا مرجوح مذہب ہے اور امام بخاری نے دونوں مذہبوں پر عمل کیا ہے' کتاب الصلوٰۃ میں قاری کے سوال کے جواب میں شیخ کا قول ذکر نہیں کیا اور کتاب الفتن میں شیخ کا قول کا ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰۔۹۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما' ان سب کا تفصیلی تعارف ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے تیر کی نوک کو پکڑ لو۔

اس حدیث میں ''نصال'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تیر اور نیزہ کے آخر میں جو لوہے کی نوک ہوتی ہے' اس کو پیکان بھی کہتے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس یا کسی بازار میں گزرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ اس تیر کی نوک کو پکڑ کر رکھے۔ امام ابو داؤد کی روایت میں ہے: مبادا وہ کسی مسلمان کے لگ جائے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۵' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱' سنن ابو داؤد: ۲۵۸۷' سنن ابن ماجہ: ۳۷۷۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برہنہ تلوار پکڑنے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۲۵۸۸' سنن ترمذی: ۲۱۶۳)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو (میان سے نکالنے کو' اسی طرح کلاشنکوف لہرانے کو اور فائرنگ کرنے کو) اور خریدنے اور فروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو' اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو اور جمعہ کے دنوں میں اپنی مسجدوں کے دروازوں پر لوبان وغیرہ کی دھونی دو اور وضوء کرنے کی جگہوں کو مسجدوں کے دروازوں پر بناؤ۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۲۹۔ ج ۱ ص ۴۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' المعجم الکبیر: ۳۶۹۔ ج ۲۰ ص ۱۷۳' مسند الشامیین: ۳۵۸۱' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶' کامل بن عدی: ۱۴۵۴' کنز العمال: ۲۰۸۳۵)

مسلمانوں کا تھوڑا سا بھی ناحق خون بہانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسلمان کی حرمت کی تاکید ہے تاکہ اس کو کوئی شخص خوف زدہ کرے نہ زخمی کرے' کیونکہ مسلمان عموماً مساجد کے پاس سے گزرتے ہیں' خصوصاً پانچ نمازوں کے اوقات میں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کسی تیر کی نوک سے کسی مسلمان کو ایذاء نہ پہنچے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا اظہار ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی ہتھیار سے مسلمان کا کم خون نکلے یا زیادہ نکلے' دونوں قسم کے ہتھیاروں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۸۔۷۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ' سب نے یہی شرح نقل کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۰' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۲۵)

Marfat.com

مسلمانوں کا مسجدوں میں فائرنگ اور بم دھماکے کرنا دنیا میں اسلام کی بدنامی کا باعث ہے

آج کل نام نہاد مسلمان دہشت گرد مسجدوں میں فائرنگ کرتے ہیں' بم دھماکے کرتے ہیں اور خودکش حملے کرتے ہیں' انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کس قدر باعث اذیت ہے' زیادہ افسوس اس پر ہے کہ کئی مذہبی جماعتیں پہلے مخالف فرقوں کی مساجد میں بم دھماکے کراتی ہیں اور اپنے مخالف علماء کو ہلاک کرنے کے لیے ان پر خودکش حملے کراتی ہیں اور سادہ لوح نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے ان کے دلوں میں شوقِ شہادت پیدا کرتی ہیں کہ فلاں عالم کافر ہے' تم خودکش دھماکے میں اس کو اڑا دو' سیدھے جنت میں جاؤ گے نہ صرف تم جنت میں جاؤ گے بلکہ اپنے تمام گھر والوں کو جنت میں لے جاؤ گے' پھر اس کے ردعمل میں ان کے مخالف فرقے کے لوگ انتقام لینے کے لیے اسی طرح کی کارروائی کرتے ہیں' یوں ایک دوسرے کی مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور مسلمانوں کا خون بہتا رہتا ہے اور ملک میں بدامنی ہوتی ہے اور خوف و ہراس کی فضا پیدا ہوتی ہے اور غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ اس اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ امن اور سلامتی کا علم بردار ہے' بھارت میں جہاں آئے دن مسلم کش فسادات ہوتے رہتے ہیں' وہاں ہندو مسلمانوں پر طعنہ زن ہوتے ہیں: تم ہمیں مسلم کش حملوں پر کیوں مطعون کرتے ہو' تمہارے اسلامی ملک میں خود مسلمان ایک دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں' پاکستان میں مذہبی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں اور افغانستان اور عراق میں سیاسی اختلاف کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے غلطی سے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر اس قدر رنج ہوا اور آپ نے حضرت اسامہ کو اس قدر ملامت کی کہ انہوں نے کہا: کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا۔ (صحیح مسلم:۹۶' الرقم المسلسل:۲۷۲۔۲۷۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر پیر اور جمعرات کو امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور بُرے اعمال پر آپ استغفار کرتے ہیں۔ (الوفاء ص ۸۲۶) کفار مکہ تو آپ کو آپ کی صرف ظاہری حیات میں رنج پہنچاتے تھے' ہم اپنی اس خون ریزی سے آپ کو قبر میں رنج پہنچا رہے ہیں!!!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۵۳۷۔ ج ۲ ص ۲۳۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٦٧ - بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں گزرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تیر کے پیکان کو پکڑا ہو تو پھر اس تیر کو لے کر کوئی شخص مسجد میں جا سکتا ہے' تاہم امام بخاری کا قائم کردہ عنوان اس مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

٤٥٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا' أَوْ أَسْوَاقِنَا' بِنَبْلٍ' فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا' لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا.

[طرف الحدیث: ۷۰۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بردہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ سے سنا از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ یا ہمارے بازار میں سے کسی جگہ تیر لے کر گزرے' پس اس کو چاہیے کہ وہ اس کے پیکان کو پکڑ کر رکھے' وہ اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی (۲) عبد الواحد بن زیاد (۳) ابوبردہ بُرید بن عبد اللہ (۴) دوسرے ابوبردہ' ان کا نام عامر ہے اور یہ پہلے ابوبردہ کے دادا ہیں (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جو شخص ہماری مساجد میں سے کسی جگہ گزرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۱ کا مطالعہ فرمائیں۔

٦٨ - بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں شعر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں شعر پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

٤٥٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ، هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ، اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ. قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۱۲-۶۱۵۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے شہادت طلب کرتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح مسلم: ۲۴۸۵' الرقم المسلسل: ۶۲۶۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۴-۵۰۱۳' سنن نسائی: ۷۱۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۰۰۰' مسند الحمیدی: ۱۱۰۵' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۷۱' صحیح ابن حبان: ۱۴۸۷' المعجم الکبیر: ۳۵۹۶-۳۵۸۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۷' مصنف عبد الرزاق: ۱۷۴۴' المعجم الاوسط: ۶۲۸۳' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۹۳۶- ج ۳۶ ص ۲۶۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۹۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ' ابوحمزہ کا نام دینار الحمصی ہے (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) ابوسلمہ (۵) حضرت حسان بن ثابت بن المنذر بن الحرام' الانصاری المدنی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعت گو شاعر تھے' اسلام اور جاہلیت کے نامور شعراء میں سے تھے' ابونعیم نے کہا: عرب میں ان کی نظیر نہیں ہے کہ ایک شخص کے سلسلہ نسب میں چار ایسے افراد ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کی عمر برابر ہو' حضرت حسان کے آباء میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس سال تھی' حضرت حسان کی عمر بھی ایک سو بیس سال تھی' ساٹھ سال وہ جاہلیت میں زندہ رہے اور ساٹھ سال اسلام میں' یہ ۵۰ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے (۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۰)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ظاہر نہیں ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: مسجد میں شعر پڑھنا' اور حدیث مذکور میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے تاہم ایک اور حدیث ہے جس میں مسجد میں شعر پڑھنے کا ذکر ہے:

Marfat.com

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں گزرے اور حضرت حسان شعر پڑھ رہے تھے (حضرت عمر نے ان کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا) حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں آپ سے افضل موجود تھے' پھر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف سے جواب دو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۳۲۱۲' صحیح مسلم: ۲۴۸۵' سنن ابوداؤد: ۵۰۱۳' سنن نسائی: ۷۱۵)

جو شعر حق پر مشتمل ہو' وہ مقبول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان کے اشعار پر دعا دی ہے اور ایسے اشعار کو مسجد میں پڑھنے سے منع نہیں کیا جائے گا' اور اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرما رہے تھے: تم ان کفار کی ہجو کرو اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۷۰' صحیح البخاری: ۶۱۵۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۹۴)

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر آتے تھے' پس میں نے ان کو برا کہا (کیونکہ وہ بھی حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! ان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۸۷' الرقم المسلسل: ۶۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ابوسفیان کی ہجو کرنے کی اجازت دیجئے' آپ نے فرمایا: میری جو اس سے قرابت ہے تم اس کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی ہے! میں آپ کو ان لوگوں میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو نکالیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۱۴۶' ۴۱۴۵' صحیح مسلم: ۲۴۸۹' الرقم المسلسل: ۶۲۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کی ہجو کرو کیونکہ ہجو ان کے خلاف تیز تیروں سے زیادہ مؤثر ہے' پھر حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' آپ نے فرمایا: ان کی ہجو اور مذمت کرو' حضرت ابن رواحہ نے ان کی مذمت کی' لیکن آپ اس سے راضی نہیں ہوئے' پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا' جب وہ آپ کے پاس آئے تو حضرت حسان نے کہا: اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شیر کو بلاؤ جو اپنی دم سے مارتا ہے' پھر انہوں نے اپنے ہونٹوں سے زبان باہر نکالی اور اس کو ہلانے لگے' پھر کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو کیونکہ ابوبکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے' تاکہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں' حضرت حسان ابوبکر کے پاس گئے' پھر لوٹ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے' اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا' جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جواب دیتے رہو گے' روح القدس تمہاری تائید کرتا رہے گا' نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

Marfat.com

کہ حسان نے کفارِ قریش کی ہجو اور مذمت کر کے مسلمانوں کو شفا دی ہے (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۴۹۰' الرقم المسلسل: ۶۲۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت حسان کے لیے منبر رکھتے تھے' وہ اس پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی ہجو (مذمت) کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرتے تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک روح القدس حسان کے ساتھ ہوتے ہیں' جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے موافقت کرتے ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۱۵' سنن ترمذی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۶ ص ۷۲)

مسجد میں جن اشعار کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار کا پڑھنا جائز نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اشعار برحق ہیں' ان کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں جھوٹ' خیالی باتیں' عشقیہ مضامین' عورتوں اور شراب کی تعریف اور فسق و فجور کا ذکر ہو' ان کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ مسجد میں قصاص لیا جائے یا مسجد میں اشعار پڑھے جائیں یا مسجد میں حدود قائم کی جائیں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۹۰)

عمرو بن شعیب اپنے والد عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور اپنے دادا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے اور جمعہ کے دن نماز سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۲۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۷۹' سنن نسائی: ۷۱۴۔ ۷۱۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۳۳۔ ۷۶۶۔ ۷۴۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۹)

امام عبد الرزاق نے از ابن المنکدر از اسید بن عبد الرحمٰن روایت کی ہے کہ ایک شاعر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس وقت آپ مسجد میں تھے' اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں شعر پڑھوں' آپ نے فرمایا: نہیں' اس نے کہا: کیوں نہیں' تو آپ نے فرمایا: مسجد سے نکل جاؤ' اس نے مسجد سے باہر آ کر شعر پڑھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کپڑا عطا فرمایا اور فرمایا: یہ اس کا عوض ہے کہ تم نے اپنے رب کی مدح کی ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان اشعار کو جمع کیا ہے' جن کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے اور ان اشعار کو جمع کیا ہے' جن کا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے اور ابونعیم اصفہانی نے کتاب المساجد میں لکھا ہے کہ جاہلیت کے اشعار کو اور باطل لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا جائز نہیں ہے اور اسلام کے اشعار کو اور برحق لوگوں کے اشعار کو مسجد میں پڑھنا ممنوع نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے اور کس قسم کے اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز نہیں ہے

جن اشعار میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ہو یا جنت کی تنقیص کی گئی ہو' فسق' فجور اور فحش کلام ہو اور نیک مسلمانوں کی ہجو اور مذمت کی گئی ہو' ایسے شعر بنانا اور پڑھنا ناجائز ہے' ایسے اشعار کی حدیث میں مذمت کی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں قے بھری ہوئی ہو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس میں (بے ہودہ) شعر بھرا ہوا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ۵۰۰۹' صحیح مسلم: ۲۲۵۸' سنن ترمذی: ۲۸۵۲' سنن ابن ماجہ: ۳۷۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۵' صحیح البخاری: ۶۱۵۵)

Marfat.com

صحیح البخاری' صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے اور سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ اور مسند [احمد] میں یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے مروی ہے۔

اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد اور نعت ہو' قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے ہدایت اور نصیحت پر مشتمل [مض]امین ہوں' اولیاء اللہ کی منقبت اور کفار کی مذمت ہو' ان اشعار کا بنانا اور پڑھنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض اشعار میں ضرور حکمت ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۵' سنن ابوداؤد:۵۰۱۰_۳۰۷۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض اشعار میں حکمتیں ہوتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد:۳۷۵۶' سنن ترمذی:۲۸۴۵' مسند احمد ج۱ ص۳۶۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاعر کی کہی ہوئی سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید نے [کہ]ی ہے:

الا کل شیء ما خلا الله باطل. سنو! اللہ کے سوا ہر چیز باطل (فانی) ہے۔

(صحیح البخاری:۶۱۴۷' صحیح مسلم:۲۲۵۶' سنن ترمذی:۲۸۴۹' مسند احمد ج۲ ص۲۴۸)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے' حضرت عبداللہ بن [ر]واحہ رضی اللہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — اے اولادِ کفار! آپ کا راستہ چھوڑ دو۔
الیوم نضربکم علی تنزیلہ — آج ہم قرآن مجید کے حکم کے موافق تم پر ضرب لگائیں گے۔
ضربا یزیل الهام عن مقیلہ — ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دے گی۔
ویذهل الخلیل عن خلیلہ — اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت ابن رواحہ رضی اللہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حرم میں شعر پڑھ رہے [ہ]و! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو رہنے دو' یہ اشعار کفار میں تیروں سے زیادہ تیزی سے تاثیر کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی:۲۸۴۷' سنن نسائی:۲۸۹۳_۲۸۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی شعر پڑھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ حضرت ابن [ر]واحہ رضی اللہ کے اشعار پڑھتے تھے اور آپ یہ شعر پڑھتے تھے:

ویاتیک بالاخبار من لم تزود. — زمانہ تمہارے پاس ان لوگوں کی خبریں لاتا ہے جن کو تم نے زادِ راہ نہیں دیا۔

(سنن ترمذی:۲۸۴۸' مسند احمد ج۶ ص۱۳۸)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم:۲۲۶۲_ج۶ ص۱۱۵۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کی سوانح۔

٦٩ - بَابُ اَصْحَابِ الْحِرَابِ فِی الْمَسْجِدِ

مسجد میں جنگی مشق کرنے والے اصحاب

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا جائز ہے' اس باب کے عنوان میں اصحاب الحراب کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین اسلام کے دشمنوں کے خلاف ہتھیاروں سے جنگ کرنے کی مشق کرتے ہیں۔

٤٥٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى بَابِ حُجْرَتِيْ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ، اَنْظُرُ اِلٰى لَعِبِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپا رہے تھے' میں ان کی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔

[اطراف الحدیث: ٤٥٥-٩٥٠-٩٨٨-٥١٩٠-٥٢٣٦]

(صحیح مسلم: ۸۹۲' الرقم المسلسل: ۲۰۳۰' سنن النسائی: ۱۵۹۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۹۸' مسند الحمیدی: ۲۵۴' المعجم الاوسط: ۴۲۱۳' مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۹۶- ج ۴۰ ص ۳۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ابو القاسم القرشی العامری المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف (۳) صالح بن کیسان ابو محمد مدرّب' یہ عمر بن عبد العزیز کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) ابراہیم بن المنذر الحزامی (۷) عبد اللہ بن وہب (۸) یونس بن یزید الایلی (۹) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۴)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: اور حبشی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے۔

مسجد میں جنگی مشقوں کی توجیہ

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ مسجد کو مسلمانوں کی نماز با جماعت کے لیے بنایا گیا ہے اور جن کاموں کی دین میں منفعت ہو' ان کا مسجد میں کرنا بھی جائز ہے اور جنگی مشق کرنے سے جسم کی ورزش ہوتی ہے اور اعضاء اور پٹھے مضبوط ہوتے ہیں اور میدانِ جہاد میں کفار سے لڑنے کی مشق ہوتی ہے' لہٰذا اس کو مسجد اور غیر مسجد دونوں جگہ کرنا جائز ہے۔

اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو جائز کھیل ہو' اس کو دیکھنا جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو یہ کھیل اس لیے دیکھنے دیا ہو تا کہ حضرت عائشہ اس کھیل کی بعض حرکات کی روایت کریں اور مسلمانوں کو ان ہتھیاروں سے جنگ کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کریم اور اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاشرت کا ذکر ہے' تا کہ مسلمان اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آئیں اور ان کی جائز خواہشوں کو پورا کریں' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے حجاب کیا ہوا تھا اور وہ حبشیوں کے کھیل کو دیکھ رہی تھیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا' قرآن اور حدیث کے خلاف ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے ابوالحسن اللخمی سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں جنگی مشق کرنا قرآن اور سنت سے منسوخ ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِO (النور:۳۶)

جن گھروں کے بلند کرنے کا اور جن گھروں میں اپنے نام کے ذکر کو بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے' وہاں صبح اور شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیںO

ان گھروں سے مراد مساجد ہیں' جہاں اللہ کا نام ذکر کیا جاتا ہے اور صبح اور شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے' معترض کا مقصد یہ ہے کہ مساجد میں صرف اللہ کا ذکر اور تسبیح ہونی چاہیے اور جنگی مشقیں ایک قسم کا کھیل ہیں' اس سے مسجد کو پاک رکھنا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنگی مشقیں اور فوجی ورزشیں' جہاد کی تیاری اور اس کی تربیت کا حصہ ہیں اور جہاد اللہ تعالیٰ کے نام کو اور اس کے دین کو سربلند کرنے کا ذریعہ ہے' اس لیے یہ آیت جنگی مشقوں کے خلاف نہیں ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا ہے کہ درج ذیل حدیث بھی مسجد میں جنگی مشقوں کے خلاف ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پاگلوں اور بچوں کو اور اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو اور خرید وفروخت کرنے کو اور حدود قائم کرنے کو اور آپس میں جھگڑنے کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو۔ (مصنف عبدالرزاق:۱۷۲۹۔ ج ۲۰ص ۳۶۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ صحیح البخاری کی اس صحیح السند روایت کے معارض نہیں ہو سکتی اور اگر اس حدیث کو صحیح بخاری کی اس حدیث کے لیے ناسخ کہا جائے تو نسخ کے لیے تاریخ کا علم ہونا ضروری ہے اور یہاں تاریخ معلوم نہیں ہے۔

بعض فقہاء مالکیہ نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ وہ حبشی مسجد سے باہر جنگی مشق کر رہے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد میں تھیں' لیکن یہ امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور یہ اس حدیث کی بعض سندوں کے خلاف ہے' اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد میں کھیلنے سے منع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' اور جنگی مشق کرنا محض کھیل نہیں ہے' بلکہ اس میں جنگ کے موقع پر بہادری سے پیش آنے کی مشق کی جاتی ہے اور دشمن سے لڑنے کا حوصلہ ملتا ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی عبارت نقل کی ہے' جس کو ہم پیش کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۲' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۵۵- زَادَ إِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ یَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

امام بخاری لکھتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے اضافہ کیا ہے: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حبشی اپنی جنگی مشقوں کے ساتھ مشق کر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۴۵۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۹۶۱۔ ج ۲ ص ۶۶۷ پر مذکور ہے۔ اس کا عنوان ہے: حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو

Marfat.com

دیکھنا۔

٧٠ - بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کا ذکر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مسجد کے منبر پر خرید وفروخت کی خبر سنانا جائز ہے۔

٤٥٦ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَتْهَا بَرِيرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا، فَقَالَتْ إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لِي، وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا. وَيَكُونُ الْوَلَاءُ لَنَا، فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ، فَقَالَ ابْتَاعِيهَا فَأَعْتِقِيهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ! مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ. قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمْرَةَ. وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عُمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمْرَةَ أَنَّ بَرِيرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۹۳ـ ۲۱۵۵ـ ۲۱۶۸ـ ۲۵۳۶ـ ۲۵۶۰ـ ۲۵۶۱ـ ۲۵۶۳ـ ۲۵۶۴ـ ۲۵۶۵ـ ۲۵۶۸ـ ۲۷۱۷ـ ۲۷۲۶ـ ۲۷۲۹ـ ۲۷۳۵ـ ۵۰۹۷ـ ۵۲۷۹ـ ۵۲۸۴ـ ۵۴۳۰ـ ۶۷۱۷ـ ۶۷۵۱ـ ۶۷۵۴ـ ۶۷۵۸ـ ۶۷۶۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عمرہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور ان سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کا زرِکتابت ادا کر دیں حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو تمہارا زرِ کتابت ادا کر دوں اور ولاء میرے لیے ہوگی حضرت بریرہ کے مالکوں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو باقی رقم ادا کر دیں سفیان نے ایک بار کہا: اگر آپ چاہیں تو اس کو آزاد کر دیں اور ولاء ہمارے لیے ہوگی پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے ایک بار سفیان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی خواہ وہ سو شرطیں لگائے۔ علی نے کہا یحییٰ نے کہا اور عبد الوہاب نے از یحییٰ از عمرہ اور جعفر بن عون نے کہا از یحییٰ انہوں نے کہا: میں نے عمرہ سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ اس حدیث کو امام مالک نے روایت کیا ہے از یحییٰ از عمرہ کہ حضرت بریرہ اور اس میں منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

(السنن الکبریٰ: ۳۴۰۳' مصنف عبد الرزاق: ۱۶۱۶۱' المعجم الاوسط: ۳۷۷۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۳۹' مسند احمد ج ۶ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۵۳ـ ج ۴۰ ص ۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۲۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کرو۔

Marfat.com

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت بریرہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' یہ پہلے بنی ہلال کے کسی شخص کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ ابو احمد بن جحش کی باندی تھیں' ایک قول یہ ہے کہ چند انصار کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو مکاتب کر دیا' پھر انہوں نے ان کو حضرت عائشہ کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ان کے خاوند کا نام مغیث تھا' وہ غلام تھے' جب حضرت بریرہ آزاد ہوئیں تو ان کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس کے نکاح میں برقرار رہیں یا علیحدہ ہو جائیں' انہوں نے علیحدہ ہونے کو اختیار کر لیا' مغیث ان سے بہت محبت کرتے تھے' وہ ان کے فراق میں مدینہ کی گلیوں میں روتے ہوئے پھرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ان کی سفارش کی کہ وہ ان سے دوبارہ نکاح کر لیں' حضرت بریرہ نے حضور سے پوچھا: آیا یہ آپ کا حکم ہے یا آپ ان کی سفارش فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ میں سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: پھر میں ان سے نکاح کا ارادہ نہیں کرتی' اس میں اختلاف ہے کہ ان کے خاوند آزاد تھے یا غلام' صحیح بات یہ ہے کہ وہ غلام تھے۔ (ان کو بعد میں آزاد کر دیا گیا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

عبد الملک بن مروان نے بیان کیا کہ میں حضرت بریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے کہا: اے عبد الملک! میں تم میں چند خصلتیں دیکھ رہی ہوں' بے شک تم اس حکومت کی امارت کے اہل ہو' اگر تم حکمران بن جاؤ تو خون ریزی سے پرہیز کرنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی کا ناحق خون بہایا ہو گا تو اس کو جنت کے دروازے سے دھتکار دیا جائے گا۔ (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۱۴۰' تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۹' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۰۱' کنز العمال: ۳۹۲۱۱' اسد الغابہ ج ۷ ص ۳۸۔ ۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ ھ)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے صرف ایک حدیث روایت کی گئی ہے۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۴۸۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کا زرِ کتابت ادا کر دیں۔ جس غلام یا لونڈی کو اس کا مالک یہ کہے کہ تم اگر اتنی رقم مجھے لا کر دے دو تو تم آزاد ہو' اس غلام کو مُکاتب اور اس باندی کو مکاتبہ کہتے ہیں اور اس رقم کو زرِ کتابت یا بدلِ کتابت کہتے ہیں' خواہ وہ رقم کما کر لائے یا کسی سے لا کر دے دے' مکاتب غلامی کی ذلت سے نکل جاتا ہے کیونکہ وہ محنت مزدوری کر سکتا ہے لیکن ابھی مکمل آزاد نہیں ہوتا' اس لیے اگر وہ کسی کا نقصان کر دے تو اس کا تاوان اس کے مالک کو دینا ہو گا' وہ ایک طرح سے آزاد ہے اور ایک طرح سے غلام ہے' وہ شتر مرغ کی طرح ہے' اگر اس سے اڑنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو اونٹ ہوں' کیا اونٹ اڑتا ہے اور اگر اس پر بوجھ لادنے کے لیے کہا جائے تو وہ کہتا ہے: میں تو پرندہ ہوں' کیا پرندہ پر بوجھ لادا جاتا ہے' سو یہی حال مکاتب کا ہوتا ہے' بہر حال حضرت بریرہ سے ان کے مالکوں نے کہا تھا: تم اتنی رقم لا کر دو تو تم آزاد ہو' سو حضرت بریرہ اس رقم کے حصول کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں۔

Marfat.com

وَلاء کا معنی

اگر باندی یا غلام آزاد ہونے کے بعد کچھ مال و دولت کما کر حاصل کرے اور مر جائے' پھر اگر اس کے وارث ہوں تو وہ مال اس کے وارثوں کو دیا جائے گا اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو پھر وہ مال اس کے آزاد کرنے والے کو دیا جاتا ہے' اس کو عصبہ سببی اور مولائے عتاقہ کہتے ہیں اور اس غلام یا باندی کی اس وراثت کو وَلاء کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قاعدہ کے مطابق حضرت بریرہ سے یہ فرمایا تھا کہ میں تم کو مطلوبہ رقم دے دوں گی اور وَلاء میری ہوگی اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے مطلوبہ رقم لے کر آزاد کرنے کے لیے یہ شرط عائد کی تھی کہ وَلاء ہمارے لیے ہوگی' اس شرط کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رد فرمایا تھا۔

سنت پر کتاب اللہ کا اطلاق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے' جو ایسی شرط عائد کرتے ہیں' جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ کتاب اللہ سے مراد شریعت ہے خواہ قرآن مجید ہو یا سنت ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: وَلاء آزاد کرنے والے کے لیے ہوتی ہے (حدیث مذکور: ۴۵۶) اور حضرت بریرہ کے مالکان جو شرط لگا رہے تھے کہ وَلاء ان کے لیے ہوگی سو یہ شرط سنت کے خلاف تھی' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کتاب اللہ سے تعبیر فرمایا کیونکہ آپ کی سنت پر عمل کرنے کا حکم بھی کتاب اللہ میں ہے' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. (النساء: ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی۔

مسجد میں خرید و فروخت کا ناجائز ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مساجد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر' تلاوتِ قرآن اور نماز کے لیے بنایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے' امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کسی گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو کہو: اللہ تم پر وہ چیز واپس نہ کرے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵)

امام مالک نے عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جو شخص مسجد میں خرید و فروخت کا ارادہ کرے تو تم اس سے کہو کہ تم دنیا کے بازار میں جاؤ' یہ آخرت کا بازار ہے۔

مسجد صرف اُمور اللہ کے لیے ہے اور جو چیز اُمور اللہ سے نہ ہو' اس کو مسجد سے دور رکھنا واجب ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اپنے غلام یا باندی کو مکاتب کرنے کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: وہ ان کا زرِ کتابت ادا کریں' اس سے معلوم ہوا کہ غلام یا لونڈی کو مکاتب بنانا جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا. (النور: ۳۳)

اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو مکاتب ہونا چاہے سو تم اس کو مکاتب کر دیا کرو اگر تمہارے علم میں اس کے اندر

بھلائی ہو۔

یعنی تمہارا غلام یہ کہے کہ اگر میں آپ کو اتنا مال لا دوں تو آپ مجھے آزاد کر دیں اور تم اس کو قبول کر لو تو وہ غلام مکاتب ہو جائے گا خواہ وہ مال محنت مزدوری کر کے حاصل کرے یا کسی سے بہ طور مدد مانگے اور جب تک وہ مال ادا نہیں کرے گا' وہ مکمل آزاد نہیں ہوگا۔

جب باندی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کے لیے خیار عتق کا ثبوت

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا زر کتابت ادا کر دیا اور وہ آزاد ہو گئیں تو انہوں نے حضرت مغیث سے نکاح کو فسخ کر دیا کیونکہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہیں کیونکہ باندی کا شوہر اس کے اوپر دو طلاقوں کا مالک ہوتا ہے اور آزاد عورت کا شوہر اس پر تین طلاقوں کا مالک ہوتا ہے تو جب باندی آزاد کر دی جاتی ہے تو اس پر اس کے شوہر کی ملکیت بڑھ جاتی ہے' اس لیے اس موقع پر باندی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے اوپر خاوند کی اس زیادہ ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں؟ اس کو خیار عتق کہتے ہیں' حضرت بریرہ نے اس اختیار سے کام لیتے ہوئے آزاد ہوتے ہی حضرت مغیث رضی اللہ عنہ سے نکاح کو فسخ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' ان کا نام مغیث تھا' گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں' وہ حضرت بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا: کاش! تم مغیث سے رجوع کر لیتیں' انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں صرف سفارش کر رہا ہوں' حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۸۳)

اس حدیث میں ہماری دلیل ہے کہ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوتا ہے۔

اس کی تحقیق کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو اس وقت ان کے شوہر مغیث آزاد تھے یا غلام؟

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

باندی یا مکاتبہ جب آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے' امام شافعی نے کہا: جب باندی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار نہیں ہوتا جب اس کا شوہر آزاد ہو' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور اختلاف کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا تو اس میں اختلاف ہے کہ ان کے شوہر اس وقت آزاد تھے یا غلام تھے' بعض روایات میں ہے: اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے اور بعض میں ہے: وہ اس وقت غلام تھے۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا' ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط لگائی' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لیے خریدا ہے اور ان کے مالک ان کی ولاء کی شرط لگا رہے ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو' کیونکہ ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' اسود نے کہا: حضرت عائشہ نے اس کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا اور کہا: اگر مجھے اتنا اتنا مال بھی دیا جائے تو میں مغیث کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اسود نے کہا کہ ان کے خاوند آزاد تھے' امام بخاری نے کہا کہ اسود کا قول منقطع ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ان کے خاوند کو غلام دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس کا قول زیادہ صحیح ہے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۶۷۵۴، سنن ابوداؤد: ۲۲۲۹، سنن ترمذی: ۱۱۵۵، سنن نسائی: ۳۴۴۹)

امام نسائی نے علقمہ اور اسود سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جس دن حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا' اس دن حضرت بریرہ کے خاوند آزاد تھے یا غلام تھے؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس دن وہ آزاد تھے۔

(سنن نسائی: ۲۶۱۰۔ ۳۴۴۷۔ ۳۴۴۶' باب: خیار الامة تعتق وزوجها حر)

صحیح مسلم: ۱۵۰۴' سنن ابوداؤد: ۲۲۳۳' سنن ترمذی: ۱۱۵۴' اور سنن نسائی: ۳۴۵۱ میں مذکور ہے کہ حضرت بریرہ کے خاوند غلام تھے' اسی طرح صحیح البخاری: ۵۲۸۳ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' ان احادیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے' یہ ذکر نہیں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت وہ غلام تھے' لہٰذا ہوسکتا ہے کہ وہ پہلے غلام رہے ہوں اور جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت وہ آزاد ہو چکے ہوں' سو ان روایات میں دونوں احتمال ہیں اور امام نسائی کی صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا' اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے' پس یہ محتمل روایات امام نسائی کی صریح حدیث کے معارض نہیں ہوسکتیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب یہ آثار مختلف ہیں تو ان میں تطبیق دینا واجب ہے اور تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ وہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد کر دیئے گئے' اس کا الٹ تو نہیں ہوسکتا کیونکہ آزاد شخص پر غلامی نہیں آتی تو ان احادیث کو اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تو ان کے خاوند آزاد تھے' اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب کسی باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ نکاح سابق کو برقرار رکھے یا نہ رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے ارشاد فرمایا: جاؤ! تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد ہوگئی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۱۹' دار المعرفۃ' بیروت)

(فتح باب العنایۃ فی شرح النقایۃ ج ۲ ص ۳۹۹۔ ۳۹۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) جب کسی بدعت کا وقوع ہو تو امام کے لیے مستحب ہے کہ وہ لوگوں کو خطاب کر کے اس بدعت کا رد کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کا رد کیا' جنہوں نے حضرت بریرہ کو مکاتبہ کرنے کے لیے یہ شرط لگائی کہ ان کی ولاء وہ لیں گے۔

(۲) امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ جب وہ کسی کے برے کام کا رد کرے تو لوگوں کے سامنے اس برائی کے مرتکب کا نام لے کر اس کو رسوا نہ کرے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور ان کا نام نہیں لیا۔

(۳) اس حدیث میں برائی کا ازالہ کرنے میں بہت مبالغہ فرمایا ہے اور اس کی بہت مذمت کی ہے۔

(۴) حضرت بریرہ کو مکاتبہ کیا گیا تھا اور ان کے شوہر کو مکاتب نہیں کیا گیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شوہر کے صرف بیوی کو مکاتبہ کرنا جائز ہے' یہ اس تقدیر پر ہے جب حضرت مغیث بھی غلام ہوں جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(۵) جب کسی باندی کو مکاتب کر دیا جائے تو اس کے شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو زرِ کتابت کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے سے منع کرے' جیسا کہ حضرت مغیث نے حضرت بریرہ کو منع نہیں کیا۔

(۶) اس سے یہ بھی استدلال ہوسکتا ہے کہ مکاتبہ کے اوپر اس دوران اپنے خاوند کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے۔

Marfat.com

(۷) مکاتبہ کے خاوند کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مکاتبہ ہونے سے منع کرے جب کہ اس کو یہ علم ہو کہ اگر اس کی بیوی آزاد ہوگئی تو وہ خیار عتق سے اس کے نکاح کو مسترد کر سکتی ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے ایسا ہی کیا' اس کے باوجود حضرت مغیث نے ان کو مکاتبہ ہونے کی سعی سے منع نہیں کیا۔

(۸) شادی شدہ باندی کو فروخت کرنے سے اس پر طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو خرید لیا تب بھی حضرت بریرہ' حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں تا آنکہ حضرت بریرہ نے خود نکاح سابق کو مسترد کر دیا۔

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کا زرِ کتابت قسط وار ادا کیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ زرِ کتابت کو نقد اور ادھار دونوں طرح ادا کرنا جائز ہے۔

(۱۰) جن روایات میں مذکور ہے کہ حضرت مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ آزاد کر دی گئی تھیں تو اگر حضرت بریرہ اس سابق نکاح کو برقرار رکھتیں تو جائز تھا' اس طرح ایک آزاد عورت غلام کے نکاح میں ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کا غلام سے نکاح جائز ہے اور اس سے غیر کفو میں نکاح کا جواز ثابت ہوا' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں ذات پات کا اعتبار نہیں' بس فریقین کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پھر لڑکی کا اہل کتاب سے ہونا ضروری ہے۔

(۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باندی کا خبر دینا بھی معتبر ہے کیونکہ حضرت بریرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی کہ ان کے مالکوں نے ان کو مکاتبہ کر دیا ہے اور اس بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کارروائی کی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۵۔۳۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۱ - بَابُ التَّقَاضِيْ وَالْمُلَازَمَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض سے مسجد میں قرض کا تقاضا کرنا اور مقروض کو مسجد میں پکڑ لینا جائز ہے۔

۴۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبٍ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا، حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادٰى يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا وَاَوْمَا اِلَيْهِ اَيِ الشَّطْرَ، قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ قُمْ فَاقْضِهِ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۱۔۲۴۱۸۔۲۴۲۴۔۲۷۰۶۔۲۷۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبد اللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اپنے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جو ان پر تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا' آپ ان دونوں کی طرف نکلے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے آواز دی: اے کعب! انہوں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو اور ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا: نصف' انہوں نے کہا: میں نے کر دیا' یا رسول اللہ! پھر آپ نے (ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب ان کا قرض ادا کر دو۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۱۵۵۸، الرقم المسلسل: ۳۹۰۹، سنن ابوداؤد: ۳۵۹۵، سنن نسائی: ۵۴۱۴-۵۴۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۹۶۵، سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۹، المعجم الکبیر: ۱۷۷-ج ۱۹، الاحاد والمثانی: ۲۰۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۶ ص ۵۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۷۹۱-ج ۲۵ ص ۸۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن الیمان ابوجعفر الجعفی البخاری المعروف بالمسندی، یہ بہ روز جمعرات ۲۴ ذوالقعدہ ۲۲۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عثمان بن عمر ابن فارسی البصری (۳) یونس بن یزید (۴) محمد بن الزہری (۵) عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری السلمی المدنی (۶) حضرت کعب بن مالک الانصاری الشاعر رضی اللہ عنہ، یہ ان تین میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی اور جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا. (التوبہ: ۱۱۸) اور ان تین شخصوں کی توبہ قبول فرمائی جو (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہ گئے تھے۔

ان سے ۸۰ حدیثیں مروی ہیں، امام بخاری نے ان میں سے چار حدیثیں روایت کی ہیں، یہ مدینہ منورہ میں ۵۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، جب یہ نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹے ان کی قیادت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۶-۳۳۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت کعب نے حضرت ابن حدرد سے مسجد میں اپنے اس قرض کا مطالبہ کیا جو ان پر تھا، اور عنوان میں ''ملازمہ'' کا بھی ذکر ہے یعنی مقروض کو پکڑنا، اس پر اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کو کئی جگہ ذکر کیا ہے اور باب الصلح میں اس طرح روایت کی ہے: حضرت کعب بن مالک کا حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد پر قرض تھا، پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوئی تو حضرت کعب نے حضرت ابن ابی حدرد کو پکڑ لیا، الحدیث (صحیح البخاری: ۲۴۲۴)

اور امام بخاری کی بعض احادیث میں ایسی ہی مناسبت ہوتی ہے۔

مسجد میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا، دو فریقوں میں صلح کرانا، تنگ دست کی ادائیگی میں تخفیف کرانا اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے حقوق اور قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں دوسرے آدمی کا سونا ادا کرے لیکن اگر وہ بہ طور تجارت یا بہ طور بیع صرف ادا کرے تو جائز نہیں ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنگ دست سے قرض کی وصولی میں تخفیف کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے ایک فریق سے ادائیگی میں تخفیف کر دینی چاہیے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس سے تخفیف کی جائے، اس سے مشورہ بھی کیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن ابی حدرد سے استصواب کیے بغیر ان کی ادائیگی میں تخفیف کر دی۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے، یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار تھا کہ وہ کسی کے قرض کی رقم کو کم کر دیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

Marfat.com

جس کے حق میں صلح کی جائے' اگر اس صلح میں اس کی خیر خواہی ہو تو اس کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے' جس طرح آپ نے فرمایا: چلو اب کھڑے ہو اور ادا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: نصف ادا کرو' اس سے معلوم ہوا کہ جب اشارہ سے متکلم کی مراد سمجھ آ جائے تو اشارہ کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے عنوان سے معلوم ہوا کہ اگر قرض خواہ کو کہیں مقروض مل جائے خواہ مسجد میں ہی تو وہ اس کو پکڑ سکتا ہے۔

جب حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن حدرد کی آوازیں مسجد میں بلند ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ سے نکل کر باہر آئے' اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ان کی بلند آوازیں آپ کو ناگوار گزریں اور قرآن مجید کی قراءت اور اذان کے بغیر مسجد میں آواز بلند کرنا منع ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی آواز بلند کرنے میں معذور تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳ – ۷ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے اموال پر ان سے زیادہ اختیار تھا اور صحابہ اپنے اموال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک سمجھتے تھے' تب ہی تو آپ نے حضرت کعب سے استصواب کیے بغیر فرمایا: تم اپنے قرض کو آدھا کر دو اور انہوں نے کہا: میں نے کر دیا۔

حافظ ابن حجر کے تتبع سے مزید فوائد

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے فوائد نقل کرنے کے علاوہ لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ بہت زیادہ بلند نہ ہو' اور یہ فرق کرنا چاہیے کہ اگر علم اور نیکی کی بات کہنی ہو تو بلند آواز سے کہنا جائز ہے اور اگر فضول اور لغویات ہو تو اس کے لیے آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے' المہلب نے کہا ہے کہ اگر مسجد میں آواز بلند کرنا جائز نہ ہوتا تو آپ منع فرما دیتے' میں کہتا ہوں کہ آپ اس سے پہلے جو منع فرما چکے تھے آپ نے اس پر اکتفاء کر لیا اور چونکہ اس موقع پر آوازوں کو بلند کرنا ان کے درمیان قطع منازعت اور صلح کا سبب بنا تھا' اس لیے آپ نے یہاں ان سے درگزر فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دروازہ پر پردہ لٹکانا جائز ہے کیونکہ آپ نے اپنے حجرہ سے پردہ ہٹا کر دیکھا تھا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۸۷۲-۲۔ ج ۴ ص ۲۷۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حضرت ابن ابی حدرد کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔ اس عنوان کے تحت بارہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

۷۲ - بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ، وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذٰى وَالْعِيْدَانِ مِنْهُ

مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں' تنکے اور لکڑیاں چننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنی چاہیے اور مسجد سے دھجیاں' تنکے اور لکڑیوں کے ٹکڑوں کو چننا چاہیے۔

۴۵۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ، أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ، كَانَ يَقُمُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک سیاہ فام

Marfat.com

الْمَسْجِدَ، فَمَاتَ، فَسَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ، فَقَالُوا مَاتَ، قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِىْ بِهٖ؟ دُلُّوْنِىْ عَلٰى قَبْرِهٖ، اَوْ قَالَ قَبْرِهَا. فَاَتٰى قَبْرَهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۶۰۔ ۱۳۳۷]

مرد یا سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتے تھے، پس وہ شخص فوت ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا: مسلمانوں نے بتایا کہ وہ شخص فوت ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ مجھے اس مرد کی قبر بتاؤ یا اس عورت کی قبر بتاؤ' آپ اس کی قبر پر گئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(صحیح مسلم: ۹۵۶' الرقم المسلسل: ۲۱۸۰' سنن ابوداؤد: ۳۲۰۳' سنن ابن ماجہ: ۱۵۳۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۶' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۹۹' سنن بیہقی ج ۴ ص ۴۷' شرح السنۃ: ۱۴۹۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۴۲۹' صحیح ابن حبان: ۳۰۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۶۳۴۔ ج ۱۴ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۱۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سلیمان بن حرب الواشحی البصری' واشح قبیلہ ازد کی شاخ ہے (۲) حماد بن زید (۳) ثابت البنانی (۴) ابورافع' نُفَیع' یہ سنار تھے' بہت بڑے تابعی تھے' ابورافع صحابی ان کے علاوہ ہیں' کیونکہ ثابت البنانی نے ان صحابی کو نہیں پایا (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۳۹)

مسجد کی صفائی کرنا' صالحین کی خدمت کرنا اور قبرستان میں نماز پڑھنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسجد کی صفائی کی ترغیب ہے کیونکہ جو شخص مسجد کی صفائی کرتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت سے اس کے دفن ہونے کے بعد اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ وکیع نے عبداللہ بن حنطب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد قباء میں آئے' آپ نے وہاں نماز پڑھی' پھر کہا: اے یَرْفا! میرے پاس ایک شاخ لے کر آؤ' وہ شاخ لے کر آیا تو حضرت عمر نے اپنے کپڑے کس کر اس شاخ سے مسجد کی صفائی کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کی خدمت کرنی چاہیے اور ان سے برکت حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خادم ہو اور نظر نہ آئے تو اس کی تفتیش کرنی چاہیے۔

نیز جس شخص نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت اور ان کو نفع پہنچانے کے لیے وقف کر دیا ہو' اس کے لیے دعا کرنی چاہیے اور اس کی تحسین کرنی چاہیے۔

صالحین کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہونا چاہیے اور ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے۔

ابن القصار نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تدفین کے بعد اس سیاہ فام کی نماز جنازہ پڑھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث میں ''یقم المسجد'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: مسجد کی صفائی کرتا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت علی' حضرت ابوموسیٰ' حضرت ابن عمر' حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک دفن کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' اور ابراہیم نخعی' الحسن البصری اور ثوری نے اس سے منع کیا ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف اس وقت جائز ہے جب ولی اور والی نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو' پھر جو جواز کے قائلین ہیں' ان میں یہ اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے' ایک قول ہے: ایک ماہ تک' ایک قول ہے: جب تک میت کا جسم بوسیدہ نہ ہو جائے اور ایک قول ہے: ہمیشہ جائز ہے' اس پر مزید بحث ان شاء اللہ کتاب الجنائز میں آئے گی۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی موت کی خبر دینا مستحب ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر ملامت کی کہ آپ کو کیوں نہیں بتایا کہ مسجد کی صفائی کرنے والا فوت ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صدر الشریعہ علامہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ لکھتے ہیں:

جس کی نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تو جب تک یہ گمان نہ ہو کہ میت کا جسم پھٹ گیا ہو گا' اس وقت تک قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (النقایہ ج ۲ ص ۵۲)

نور الدین علی بن محمد بن سلطان (ملا علی قاری الہروی) متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

جس کو غسل دیئے یا تیمم کرانے کے بعد دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی تاکہ جہاں تک ممکن ہو واجب ادا کیا جائے' صحیح مذہب یہ ہے کہ جب تک یہ گمان نہ ہو کہ اس کا جسم پھٹ گیا ہو' اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ میت کے جسم کے پھٹنے کی مدت موسم کے سرد اور گرم ہونے کے اعتبار سے اور زمین کے نرم اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور میت کے جسم کے موٹے اور دبلے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے' لہٰذا اس میں غلبہ ظن معتبر ہے اور ہمارے ائمہ سے یہ بھی مروی ہے کہ تدفین کے تین دن بعد تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ (شرح النقایہ ج ۲ ص ۵۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی اسی قول کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ولی کے علاوہ کسی اور شخص نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو اس مدت میں ولی اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۱۱۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

غائبانہ نماز جنازہ کا عدم جواز

میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت باب مذکور کی حدیث کے عین مطابق ہے کیونکہ مسجد کی صفائی کرنے والے کے بلکہ سب مسلمانوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ولی ہیں اور آپ کے نماز جنازہ پڑھے بغیر اس کو دفن کر دیا گیا تھا تو آپ نے دوسرے دن اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے پر بہت حریص تھے' حتیٰ کہ اگر آپ کو بتائے بغیر کسی مسلمان کی تدفین کر دی جاتی تو آپ ملامت فرماتے اور اس مسلمان کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھتے' اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے' اگر آپ کے نزدیک بالعموم غائب کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہوتی تو آپ سب مسلمانوں کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ (اس مسئلہ میں نجاشی کی خصوصیت پر جن روایات سے معارضہ کیا جاتا ہے' اس کا جواب تبیان القرآن' سورۃ آل عمران: ۲۰۰ کی تفسیر میں ج ۲ ص ۵۳۳۔ ۵۳۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

Marfat.com

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۱۱۰- ج ۲ ص ۶۹۷- ۶۸ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۳- بَابُ تَحْرِيمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں خمر کی تجارت کو حرام قرار دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمر کی تجارت حرام ہے اور خمر کا پینا حرام ہے خواہ مسجد میں اس کو پیا جائے یا کسی اور جگہ پر- خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ جائے اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ نشہ آور ہو جائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے' اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے' خواہ اس کے پینے سے نشہ ہو یا نہ ہو' اس کے علاوہ باقی شرابیں حرام ظنی ہیں مثلاً جو شرابیں جَو' گندم یا کھجور وغیرہ سے بنائی جائیں' ان کی اتنی مقدار پینا حرام ہے اور حد لگانے کا موجب ہے جس مقدار سے نشہ ہو جائے اور اس سے کم مقدار میں پینا اگر سرور و مستی کے لیے ہو تو پھر بھی حرام ہے اور اگر طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے ہو تو پھر جائز ہے' اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب حرام ہے خواہ وہ انگور سے بنایا گیا ہو یا کسی اور چیز سے اور خواہ اس کو بہ مقدار نشہ پیا جائے یا اس سے کم۔

۴۵۹- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ' عَنْ أَبِي حَمْزَةَ' عَنِ الْأَعْمَشِ' عَنْ مُسْلِمٍ' عَنْ مَسْرُوقٍ' عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا' خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ' ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ. [اطراف الحدیث: ۲۰۸۴-۲۲۲۶-۴۵۴۰-۴۵۴۱-۴۵۴۲-۴۵۴۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از مسلم از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۃ البقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھا' پھر آپ نے خمر کی تجارت کو حرام کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۵۸۰' الرقم المسلسل: ۳۹۶۹' سنن ابوداؤد: ۳۴۹۰' سنن ابن ماجہ: ۳۳۸۲' سنن نسائی: ۴۶۶۵' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۰۵۶' سنن سعید بن منصور قسم التفسیر: ۴۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴۵' صحیح ابن حبان: ۴۹۴۳' سنن دارمی: ۲۵۶۹' المنتقی: ۵۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۶۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۴۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۱۹۳- ج ۴۰ ص ۲۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۷۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عَبدان' ان کا نام عبداللہ بن عثمان المروزی ہے' عَبدان ان کا لقب ہے' امام بخاری نے کہا: یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ بصرہ کے رہنے والے تھے (۲) ابوحمزہ' ان کا نام محمد بن میمون السکری ہے (۳) سلیمان الاعمش (۴) مسلم بن صُبیح' ان کی کنیت ابو الضحیٰ الکوفی ہے (۵) مسروق بن الاجدع الکوفی (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۱)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ مسجد میں آئے اور خمر کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

مسجد میں سود کی آیات پڑھنے کے بعد خمر کی تجارت کی تحریم بیان کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب کو منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ مسجد کو چونکہ نماز اور اللہ کے ذکر کے لیے بنایا گیا ہے اور مسجد کو بے حیائی اور بُرے کاموں سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور سود اور شراب نوشی بہت بڑے بے حیائی کے کام ہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تحریم

Marfat.com

مسجد میں بیان فرمائی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ کبائر کی ممانعت کا مسجد میں ذکر کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مسجد میں خمر (شراب) کی تحریم بیان کرنے کا یہ منشا نہیں تھا کہ اس کی تحریم مسجد کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ یہ ہر جگہ حرام ہے' قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ خمر کی تحریم' سود کی آیات کے نزول سے بہت پہلے ہوگئی تھی اور اس کو سود کی آیات کے ساتھ بیان کرنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ خمر کی تحریم دوسری بار نازل ہوئی ہے' علامہ عسقلانی فرماتے ہیں: یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے نفس خمر کی تحریم نازل ہوئی ہو اور اس موقع پر اس کی تجارت کی تحریم نازل ہوئی ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۰۶ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۳۹۳۴۔ ج ۴ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① اصل' اشیاء میں اباحت ہے ② قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان ③ احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم ④ امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب ⑤ الکوحل کا شرعی حکم ⑥ الکوحل آمیز دواؤں' پرفیوم اور الکوحل اور اسپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم' مذاہب اربعہ کی روشنی میں ⑦ خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۲۴۔ ۳۱۵ پر محیط ہے۔

۷۴ - بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ — مسجد کے خادمین

اس عنوان میں ''خَدَمٌ'' کا لفظ ہے' یہ ''خادم'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: (مسجد کے) خادمین۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا﴾ (آل عمران:۳۵) تَفِي مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: عمران کی بیوی نے کہا: میرے پیٹ میں جو بھی بچہ ہے میں نے اس کی تیرے لیے نذر مانی ہے (آل عمران:۳۵) ان کا ارادہ تھا: آزاد کیا ہوا' وہ مسجد کی خدمت کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ مسجد کی خدمت کر کے اس کی تعظیم کرنا پچھلی امتوں میں بھی مشروع تھا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت مریم کی والدہ حنہ نے یہ نذر مانی تھی کہ ان کے اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا' وہ اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے آزاد کر دیں گی یعنی وقف کر دیں گی' اگر مسجد کی خدمت اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ نہ ہوتی تو وہ یہ نذر نہ مانتیں۔

۴٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً، أَوْ رَجُلًا، كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ، وَلَا أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً، فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۱: ۴۴۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از ابی رافع از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد کی صفائی کرتا تھا اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ وہ عورت تھی' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ذکر کی کہ آپ نے اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۴۵۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مسجد کی صفائی کرنا اور مسجد سے کپڑے کی دھجیاں' تنکے اور لکڑی کے ٹکڑے چننا' اور یہ بھی مسجد کی خدمت ہے۔

۷۵ - بَابُ الْاَسِيْرِ اَوِ الْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا جائز ہے اور قاضی شریح یہ حکم دیتے تھے کہ مقروض کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔

٤٦١ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ. اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ، فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ، فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ﴾ (ص:٣٥) قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح اور محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی تا کہ وہ میری نماز منقطع کر دے' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کر دیا' پس میں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ تم سب صبح کو اس کی طرف دیکھتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) روح نے کہا: پھر آپ نے اس کو نا کام واپس کر دیا۔

[اطراف الحدیث: ۱۲۱۰۔ ۳۲۸۴۔ ۳۴۲۳۔ ۴۸۰۸]

(صحیح مسلم: ۵۴۱' الرقم المسلسل: ۱۱۸۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۳۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۹' شرح السنۃ: ۷۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۶۹۔ ج ۱۳ ص ۳۴۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۳۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم اور وہ ابن راھویہ ہیں (۲) روح بن عبادہ (۳) محمد بن جعفر' یہ غندر کے نام سے مشہور ہیں (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) محمد بن زیاد (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۳)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حدیث میں قیدی کو مسجد میں باندنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے اور رہا مقروض تو عنوان میں اس کو بھی باندھنے کا ذکر ہے اور حدیث میں اس کا اگر چہ ذکر نہیں ہے' مگر اس کو قیدی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

''عفریت'' اور ''جن'' کا معنی

اس حدیث میں ''عِفریت من الجن'' کا ذکر ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ. (النمل:۳۹) ایک سرکش جن نے کہا۔

''عفریت'' کا معنی ہے: اجنبی خبیث' زجاج نے کہا: ''عفریت'' کا معنی ہے: جو کسی مشکل اور غیر معمولی کام کو بہت سرعت

Marfat.com

کے ساتھ کرنے والا ہو' جو چیز موجود ہو اور جگہ نہ گھیرے وہ ارواح ہیں' ان میں جو ارواح اجسام کے ساتھ متعلق نہ ہوں' ان کی دو قسمیں ہیں' بعض ارواح علویہ ہیں جیسے فرشتے اور بعض ارواح سفلیہ ہیں' اور ارواحِ سفلیہ کی دو قسمیں ہیں: بعض خیرۃ (نیک) ہیں اور بعض شریرہ (بد) ہیں' جو خیرۃ ہیں وہ نیک جنات ہیں اور جو شریرہ ہیں وہ سرکش جنات ہیں' ''عفریت'' جن بھی ان ہی میں سے ہے۔

''جن'' کا معنی ہے: انسان کی آنکھ سے چھپی ہوئی چیز' جنات کو اسی لیے جنات کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو نظر نہیں آتے' اسی طرح جنت بھی نظر نہیں آتی' انسان کے دل کو جنان کہتے ہیں' پیٹ کے بچے کو جنین کہتے ہیں' یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اس حدیث میں ''تفلت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کا اچانک درپیش ہونا'' البارحۃ'' کا معنی ہے: گزشتہ شب۔

آیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس حدیث میں ہے: گزشتہ رات ایک سرکش جن مجھ پر حملہ آور ہوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جن کو دیکھ لیا تھا' نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس کو کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جنات کو دیکھنا ممکن ہے کیونکہ جنات اجسام لطیفہ ناریہ ہیں' لہٰذا ان کو دیکھنا محال نہیں ہے' اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الاعراف: ۲۷) بے شک وہ (شیطان) اور اس کا لشکر تمہیں اس طور سے دیکھتا ہے کہ تم اس کو نہیں دیکھتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنات کو نہیں دیکھتے اور انسانوں کا اسے دیکھنا اس آیت کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور بعض احوال میں انسانوں کا جنات کو دیکھنا ثابت ہے' جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جنات کو دیکھنا' ان سے کلام فرمانا اور ان سے کام لینا اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کا ذکر ہے' اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

مقروض وغیرہ کو ستون سے باندھنا' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنات پر تصرف کی قدرت اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی رعایت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو اور اس پر کسی قسم کا حق ہو' مثلاً اس پر قرض ہو' اس کو مسجد وغیرہ کے ستون کے ساتھ باندھنا جائز ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عفریت جن کو دیکھا تھا' یہ آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کا معجزہ تھا' جیسے فرشتوں کو دیکھنا آپ کی خصوصیت ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا اور جس دن آپ خندق سے واپس ہوئے' اس دن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ نے سرکش جن کو دیکھا' اور اللہ نے آپ کو اسے باندھنے پر قادر کر دیا کیونکہ وہ جسم لطیف ناری ہے لیکن آپ نے یہ چاہا کہ جنات پر تصرف کرنے کی صفت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ خاص اور منفرد رہے کیونکہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو' (ص: ۳۵) تو آپ کو یہ حرص تھی کہ اس دعا کی اجابت ان کے ساتھ خاص رہے اور یہ سلطنت دوسروں کے لیے ظاہر نہ ہو' لیکن چونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے کمالات اور معجزات کے جامع ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ معجزہ اور کمال عطا فرمایا اور آپ کو سرکش جن پر قادر کر دیا' لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا

Marfat.com

تا کہ یہ وہم نہ ہو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول نہیں ہوئی۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص تھا' عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے اور کوئی شخص شیطان کو اس کی صورت میں نہیں دیکھ سکتا' جیسا کہ الاعراف: ۲۷ میں اس کی تصریح ہے' لیکن باقی لوگ جن اور شیطان کو اس وقت دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی اصل صورت کے علاوہ کسی اور صورت اور شکل میں متشکل ہو کر آئے' جیسا کہ ایک انصاری نے اس وقت جن کو دیکھا تھا' جب وہ سانپ کی صورت میں متشکل ہو کر آیا' اس انصاری نے اس کو نیزہ گھونپ دیا تو اس جن نے اس انصاری کو قتل کر دیا اور وہ فوت ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جو جنات ہیں وہ اسلام لا چکے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

جنات کا سانپوں کی شکل میں متشکل ہونا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو حدیث کی ایک طرف ذکر کی ہے' اس کا پورا متن اس طرح ہے:

ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: میں بیٹھ کر ان کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا' اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں میں سے آواز آئی' میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ تھا' میں اس کو قتل کرنے کے لیے لپکا' حضرت ابو سعید نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا' سو میں بیٹھ گیا' جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مکان کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہاں' انہوں نے کہا: اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا' جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی' انہوں نے کہا: پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے' وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جاتا تھا' ایک دن اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار لے کر جاؤ' کیونکہ مجھے تم پر بنو قریظہ (کے حملہ) کا خطرہ ہے' وہ نوجوان اپنے ہتھیار لے کر چلا گیا' جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کی دو پٹیوں کے درمیان کھڑی ہے' اس نے غیرت میں آکر اس کو نیزہ مارنے کا قصد کیا' اس عورت نے کہا: اپنے نیزے کو روکو اور گھر کے اندر جا کر دیکھو' تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس وجہ سے باہر کھڑی ہوں' جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے' اس نوجوان نے اس کو مارنے کا قصد کیا اور نیزہ اس سانپ میں گھونپ دیا' پھر باہر نکل کر وہ نیزہ مکان میں گاڑ دیا' وہ سانپ اس نوجوان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور یہ پتا نہ چل سکا کہ سانپ پہلے مرا یا وہ نوجوان' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا' ہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے' آپ نے فرمایا: اپنے اس ساتھی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو' پھر فرمایا: مدینہ میں رہنے والے جنات مسلمان ہو گئے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۲۳۶' الرقم المسلسل: ۵۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۵۲۵۹۔ ۵۲۵۸۔ ۵۲۵۷' سنن ترمذی: ۱۴۸۴' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۸۷۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

حافظ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا تھا' تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا سنت ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اس نوجوان نے ایک مکروہ کام کیا تھا اور یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے جن مسلمان ہو چکے ہیں' پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو' اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ جنات کا وجود برحق ہے' زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام کی اخبار متواترہ

Marfat.com

سے ان کا وجود ثابت ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ عقل کے نزدیک جائز ہے اور شرع سے ثابت ہے' ان کے وجود کا انکار کرنا گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہ

جنات کھاتے پیتے ہیں اور جس طرح ہم احکام کے مکلف ہیں اور ہم کو بُرے کاموں سے منع کیا گیا ہے وہ بھی مکلف ہیں' اللہ تعالیٰ نے جنات اور ملائکہ کو اس پر قدرت دی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف حرکات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۲۲۔۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

صحیح مسلم: ۲۲۳۶ میں جو جنات کو تین دن تک خبردار کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

عبد الرحمان بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سانپ اپنے مسکن میں ظاہر ہو تو اس سے کہو کہ ہم حضرت نوح علیہ السلام کے عہد کے واسطے سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے سے تجھ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تو ہم کو ایذاء نہ پہنچا' پھر اگر سانپ لوٹ کر آئے تو اس کو قتل کر دو۔ (سنن ترمذی: ۱۴۸۵' سنن ابو داؤد: ۵۲۵۹)

جنات کے دوسری شکلوں میں متشکل ہونے کی قدرت پر بعض علماء کا اختلاف اور ان کی رائے کا بے وزن ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جنات مختلف صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں' وہ انسان کی' بہائم کی' سانپوں کی' بچھوؤں کی' اونٹوں کی' گایوں کی' بکریوں کی' گھوڑوں کی' خچروں کی' گدھوں کی اور پرندوں کی صورتوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنی شکل کو بدل لے اور کسی اور صورت میں متشکل ہو جائے' ان کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے کلمات کی تعلیم دے اور کچھ ایسے افعال سکھائے کہ جب وہ ان افعال کو کر لیں اور وہ کلمات بول لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل کر دے' رہا یہ کہ وہ از خود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں تو یہ محال ہے کیونکہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلی صورت فاسد ہو جائے اور اس کے اجزاء بکھر جائیں' اسی طرح فرشتوں کے دوسری صورت میں متشکل ہونے میں بھی یہی کلام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کو پچھاڑا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا' حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنی زبان پر پائی' علامہ ابن بطال وغیرہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ جب عفریت جن آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا تو وہ اپنی اصلی شکل میں نہیں آیا تھا اور جن کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن بطال' قاضی ابو بکر ابن العربی' علامہ عینی اور علامہ عسقلانی سب نے یہ لکھا ہے کہ جنات مختلف شکلوں میں متشکل ہوتے ہیں اور احادیث میں سانپ کی شکل میں جنات کے آنے کی تصریح ہے' جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ترمذی کے حوالوں سے گزر چکا ہے' لہٰذا اگر قاضی ابو یعلیٰ اس کا انکار کرتے ہیں تو کرتے رہیں' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۱۱۱۔ ج ۲ ص ۹۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جنات کا ثبوت (۲) جنات کی تخلیق (۳) جنات کی اقسام (۴) جنات کے افعال واحوال (۵) جنات کا مکلف ہونا (۶) جنات کی

Marfat.com

جزاء وسزا (۷) جنات میں رسل (۸) انسان پر جن آ جانا (۹) جنات کو دیکھنا (۱۰) ایک اشکال کا جواب (۱۱) حضرت سلیمان کی دعا سے معارضہ (۱۲) لعن یزید (۱۳) ترجمۃ الباب سے مناسبت۔ یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰۔ ۱۰۰ پر محیط ہے۔

٧٦ - بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ ، وَرَبْطِ الْاَسِيْرِ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے نیز قیدی کو مسجد میں باندھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی کافر اسلام لائے تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے اور قیدی کو مسجد میں باندھنے کا کیا حکم ہے؟

وكان شُرَيْحٌ يَاْمُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُّحْبَسَ اِلٰى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

اور شریح مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

٤٦٢ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ . فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ، فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۴۶۹-۲۴۲۲-۲۴۲۳-۴۳۷۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنوحنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کو ثمامہ بن اُثال کہا جاتا تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے' تو لوگوں نے کہا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب کھجور کے ایک درخت کی طرف گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (سیدنا محمد) اللہ کے رسول ہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۷۹' سنن نسائی: ۱۸۹' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۲' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۱' دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۷۹-۷۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۳۳- ج ۱۵ ص ۵۱۹-۵۱۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے چار رجال ہیں' اور ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ثمامہ اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

صوبہ نجد کا محل موقوع

اس حدیث میں ''نجد'' کا ذکر ہے' یہ جزیرہ عرب میں ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ جزیرہ عرب کی پانچ اقسام ہیں: (۱) تہامہ (۲) نجد (۳) حجاز (۴) عروض (۵) یمن۔ تہامہ' حجاز کی جنوبی سمت میں ہے' اور نجد حجاز اور عراق کے درمیان میں ہے اور حجاز ایک

Marfat.com

پہاڑ ہے جس نے یمن کو مسدود کر دیا ہے حتیٰ کہ وہ شام کے ساتھ متصل ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عروض' یمامہ ہے جو بحرین کی طرف ہے اور واقدی نے کہا ہے کہ حجاز' مدینہ سے تبوک کی طرف ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ کی طرف ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک نجد ہے اور عراق اور طائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے' اور تہامہ اور نجد کے درمیان حجاز ہے' اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے درمیان حاجز یعنی رکاوٹ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

''نجد'': لغوی معنی سطح مرتفع' مراد عرب کا وسطی علاقہ' جس کا مرکزی شہر ریاض ہے' اس کی حدود بدلتی رہیں' ایک زمانہ تھا کہ یمن' تہامہ' عراق اور شام بھی نجد میں شامل تھے' لیکن اب (۱۹۷۱ء) میں اس کی حدود یہ ہیں:

مشرق میں بحرین' مغرب میں حجاز' شمال میں عراق اور جنوب میں صحراء۔

''نجد'': عمان کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ (معجم البلدان ص ۳۳۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

اسلام قبول کرنے والے کے غسل کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اسلام لائے' اس کے غسل کرنے کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) امام مالک نے المدونہ میں کہا ہے کہ جب نصرانی اسلام لائے تو اس پر غسل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ لوگ طہارت حاصل نہیں کرتے' امام احمد بن حنبل اور ابوثور نے بھی اس پر غسل واجب کیا ہے۔

(۲) ابن وہب اور ابن ابی اویس نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مسلمان ہوا' آیا اس پر غسل واجب ہے یا اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی یہ حکم دیا ہو کہ وہ اسلام لائے تو غسل کرے۔

(۳) ابن المنذر نے کہا: امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے' اگر وہ جنبی نہیں ہے تو اس کا وضوء کرنا کافی ہے' اور ابن القاسم نے ''العتبیہ'' میں اسی کی مثل کہا ہے' انہوں نے کہا: جو اسلام لایا اس پر غسل کرنا واجب ہے' اگر اس نے وضوء کیا اور نماز پڑھی اور غسل نہیں کیا تو وہ ہمیشہ نماز کو دہرائے گا' جب کہ وہ پہلے جماع کر چکا ہو یا جنبی ہو' اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر وہ جنبی نہ ہو تو اس کے لیے وضوء کرنا کافی ہے' جیسے امام شافعی نے کہا ہے۔

المہلب نے کہا ہے: ثمامہ کی حدیث ابن وہب اور ابن ابی اویس کے خلاف حجت ہے کیونکہ ثمامہ جب گئے تو انہوں نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر انہوں نے اسلام کی گواہی دی' اسی لیے امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ہمیں یہ حدیث نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی اسلام لانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا ہو۔

ابوعبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے: رہا امام مالک کا دوسرا قول' جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اسلام لانے والے پر غسل کرنا واجب ہے' کیونکہ وہ طہارت حاصل نہیں کرتے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ نجاست سے اپنے بدنوں کو پاک نہیں کرتے' کیونکہ ان کے لیے جنابت سے پاک ہونا محال ہے' خواہ وہ اس کی نیت کریں کیونکہ ان کے لیے یہ مشروع نہیں ہے' لہٰذا امام شافعی' امام احمد اور ابن القاسم کا قول ساقط ہو گیا۔

Marfat.com

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب وہ جنبی نہیں ہوگا تو وہ بے وضوء ہوگا' پھر اس کے لیے نماز پڑھنا کس طرح مباح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ غیر جنبی اور بے وضوء ہوگا تو نماز پڑھنے کے لیے اس پر وضوء کرنا واجب ہوگا اور اس پر غسل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنبی نہیں ہے' اس پر غسل کرنا سنت ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۱۴۳۔۱۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

فقہاء احناف کے نزدیک اسلام لانے سے پہلے اگر کافر جنبی ہو یا حائض ہو یا نفساء ہو خواہ اس کا حیض اور نفاس منقطع ہو چکا ہو' اس پر غسل کرنا واجب ہے ورنہ اس کا غسل کرنا مستحب ہے یعنی وہ جنابت کے بعد غسل کر چکا ہو یا عورت حیض اور نفاس کے بعد غسل کر چکی ہو تو پھر اسلام لانے کے لیے اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔

(الدر المختار ورد المختار ج ۱ ص ۲۷۶۔۲۷۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

کفار اور اہل کتاب کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے' علامہ ابن التین نے بیان کیا ہے کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور عمر بن عبد العزیز اور قتادہ اور امام مالک اور مزنی شافعی نے کہا: یہ جائز نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اہل کتاب مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں اور دوسرے کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴۹)

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا مگر اہل ذمہ اور ان کے خدام۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹۔ ج ۳ ص ۳۹۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۲۲۱۔۱۴۹۴۹۔ ج ۲۳ ص ۳۸۷۔۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۱۹۳۵۷۔۹۹۸۲)

امام مالک کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ: ۲۸)

مشرک محض ناپاک ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اس آیت میں ''لا یقربوا'' اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن معنیً نفی ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا بلکہ یہ خبر دی ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام میں داخل نہیں ہوں گے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین سے مراد اہل کتاب کے ماسوا ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اہل کتاب کے احکام' مشرکین کے احکام کے مغائر ہیں۔

علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے اور امام مالک نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے مسجد حرام میں کافر کے داخل ہونے کو منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: یہ نہی تکوینی ہے تکلیفی نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فقہاء نے جنبی کے لیے مسجد کے عبور کرنے کو جائز کہا ہے اور اس وقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ مشرکین اس سال کے بعد برہنہ ہو کر حج یا عمرہ نہ کریں اور یہ سال نو ہجری تھا' جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سورت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ طواف کرے۔

Marfat.com

(صحیح البخاری: ۱۶۲۲، صحیح مسلم: ۱۳۴۷)

علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ اس عبارت کی شرح میں نہی تکوینی کا معنی لکھتے ہیں:

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات افعال اسی کی طرف راجع ہیں اور ''لا یقربوا'' کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کی طرف جانے کا فعل پیدا نہیں فرمائے گا اور امر تکوینی کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین سے فرمایا:

اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا. (حٰم السجدہ: ۱۱) تم دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے حاضر ہو جاؤ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ فعل پیدا کر دیا' اور امر تکلیفی کی مثال ہے: ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ'' (البقرہ: ۴۳) تم نماز کو قائم کرو' امر تکوینی اور امر تکلیفی میں فرق یہ ہے کہ امر تکوینی میں فرماں برداری کے خلاف نہیں ہو سکتا اور امر تکلیفی میں فرماں برداری کے خلاف ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''فلا یقربوا'' کا صیغہ اگرچہ صورۃً نہی کا صیغہ ہے لیکن یہ معنیً نفی ہے اور اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ مشرکین مسجد حرام کے قریب نہیں جائیں گے' کیونکہ یہ منقول نہیں ہوا کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے لے کر آج تک کبھی مشرکین نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو' جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

(رد المحتار مع الدر المختار ج ۹ ص ۲۷۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نبوت سے یہ جان لینا کہ ثمامہ اسلام لے آئیں گے' اس لیے آپ نے اس کو کھولنے کا حکم دیا

علامہ ابوالفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ثمامہ نے قید کیے جانے کو اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھا تھا' اس لیے وہ خود اسلام نہیں لایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو جان لیا' اس لیے آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پس جب اس کو قید سے کھول دیا گیا تو وہ اسلام لے آیا' اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثمامہ حنفی کو قید کر لیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو اس کے پاس گئے اور اس سے استفسار فرمایا: اے ثمامہ! اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک گناہ گار شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال لینے کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ جتنا مال چاہیں گے' آپ کو دیا جائے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب فدیہ لینے کو پسند کر رہے تھے' وہ کہہ رہے تھے: ہم اس کو قتل کر کے کیا کریں گے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اس کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ کے باغ میں بھیجا اور اس کو غسل کرنے کا حکم دیا' پس اس نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی بہت عمدہ اسلام لایا ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۸۶۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۳' صحیح ابن حبان: ۱۲۳۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۷' کشف المشکل لابن الجوزی ج ۱ ص ۲۸۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کا علامہ کرمانی اور علامہ ابن جوزی کی شرحوں پر اعتراض

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ امام کو یہ حق ہے کہ وہ کافر قیدی کو قتل کر دے یا غلام بنا لے' یا اس سے فدیہ لے کر اس کو چھوڑ دے یا اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر احسان کر کے اس کو چھوڑ دیا

Marfat.com

کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ نبی ﷺ نے نور نبوت سے یہ جان لیا تھا کہ وہ (آپ کے احسان کرنے کے نتیجہ میں) دل سے ایمان لے آئے گا اور عنقریب کلمہ شہادت پڑھنے سے اس کا ایمان ظاہر ہو جائے گا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۲۳ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی لکھا ہے۔ (ہم نے علامہ جوزی کی مفصل عبارت اس سے پہلے نقل کی ہے) علامہ بدرالدین عینی ان دونوں شارحین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس شرح کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان کی وہ حدیث رد کرتی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک دن نبی ﷺ ثمامہ کے پاس سے گزرے تو وہ اسلام لے آیا' پھر آپ نے اس کو کھول دیا' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا۔ علامہ کرمانی کو تو اس شرح میں معذور قرار دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اس شرح کو حتماً ذکر نہیں کیا' بلکہ یہ کہا ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے' اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے واقف نہیں تھے' لیکن علامہ ابن جوزی اس حدیث سے کیسے غافل ہو گئے حالانکہ وہ حدیث کی کثرت پر مطلع ہیں! (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کا علامہ ابن جوزی اور علامہ کرمانی کی طرف سے جواب اور تینوں شروح میں محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن جوزی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی اس حدیث سے غافل نہیں ہیں' جس میں یہ تصریح ہے کہ ثمامہ' نبی ﷺ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور اس کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا کیونکہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو خود اپنی مذکور شرح کے بعد امام عبد الرزاق کے حوالے سے مفصلاً ذکر کیا ہے' جس کو ہم نے دیگر متعدد حوالوں کے ساتھ نقل کیا ہے' لہٰذا علامہ ابن جوزی کو غافل کہہ کر خود علامہ عینی نے غفلت اور عجلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب یہ سوال رہ جائے گا کہ جب علامہ ابن جوزی کے علم میں مصنف عبد الرزاق کی یہ حدیث تھی کہ ثمامہ آپ کے کھولنے سے پہلے اسلام لے آیا تھا اور آپ نے اس کو اسلام لانے کے بعد کھولا تھا' تو انہوں نے اپنی شرح میں یہ کیوں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے ثمامہ کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھول دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو نور نبوت سے علم تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا' سو وہ آپ کے کھولنے کے بعد اسلام لے آیا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے۔

صحیح البخاری میں اس طرح مذکور ہے:

مسلمانوں نے ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' پھر ثمامہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پھر مسجد میں داخل ہوا' پھر کہا: "اشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ"۔ (صحیح البخاری: ۴۶۲)

دیکھئے اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم دیا تھا اور اس نے بعد میں غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور علامہ ابن جوزی نے اسی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو کھولنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ آپ نے (نور نبوت سے) جان لیا تھا کہ وہ اسلام لے آئے گا اور ایسا ہی ہوا' اور علامہ کرمانی بھی صحیح بخاری کی اسی حدیث کی شرح کر رہے تھے' لہٰذا ان کی شرح بھی صحیح ہے' البتہ ان کا اس شرح کو احتمال سے ذکر کرنا غلط ہے' ان کو چاہیے تھا وہ اس شرح کو جزم اور یقین کے ساتھ لکھتے' جس طرح علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے' پھر علامہ ابن جوزی کے وسعت علم کی یہ دلیل ہے کہ انہوں نے امام عبد الرزاق کی روایت کو ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ روایت صحیح بخاری کی حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت میں مذکور ہے کہ ثمامہ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے اس کو کھولا تھا اور ظاہر ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے

Marfat.com

مقابلہ میں مصنف عبدالرزاق کی روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے' جب کہ صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں بھی یہ واقعہ صحیح بخاری کی طرح زیادہ تفصیل کے ساتھ ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے کے بعد ثمامہ اسلام لایا تھا اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں اس کے خلاف یہ مذکور ہے کہ آپ کے کھولنے سے پہلے ثمامہ اسلام لایا تھا تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی کیا حیثیت ہے' کیا علامہ عینی صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی بنیاد پر علامہ ابن جوزی پر اعتراض کر کے جمہور کے خلاف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان' صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر راجح ہیں' لیکن ان کے اس نظریہ کو علمی دنیا میں کوئی قبول نہیں کرے گا۔

علامہ ابن جوزی کی تائید میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مفصل روایت

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۴۳۷۲' اور صحیح مسلم: ۱۷۶۴ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ہے' اس میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے تیسرے دن ثمامہ کو کھولنے کا حکم دیا' اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا' اس کی عبارت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے گھوڑے سواروں کے ایک دستہ کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا' پس انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' نبی ﷺ اس کی طرف نکلے اور فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میری رائے نیک ہے' اے محمد! اگر آپ مجھ کو قتل کریں گے تو اس شخص کو قتل کریں گے جس پر قصاص ہے' اور اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جتنا مال طلب کریں گے' آپ کو دیا جائے گا حتیٰ کہ دوسرے دن پھر آپ نے اس سے فرمایا: ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: جو میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر احسان کریں گے' آپ نے اس کو چھوڑ دیا' پھر تیسرے دن آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا: میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو' وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا' پس اس نے غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہو گیا' پھر کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله'' یا محمد! پہلے مجھے روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص ناپسند نہیں تھا اور آج صبح آپ کا چہرہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے' اور اللہ کی قسم! پہلے مجھے آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسند نہیں تھا اور اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ ناپسند تھا اور اب آپ کا شہر مجھے سب سے زیادہ پسند ہے' آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ ادا کرنے کے لیے جا رہا تھا' اب آپ بتائیں کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کو بشارت دی اور اسے عمرہ کرنے کا حکم دیا' جب وہ مکہ پہنچا تو کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور سنو! اب نبی ﷺ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷۲' صحیح مسلم: ۱۷۶۴)

علامہ ابن جوزی کی شرح اس حدیث کے مطابق ہے اور علامہ عینی نے علامہ ابن جوزی کی شرح پر جو اعتراض کیا ہے' وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی تصریح کے خلاف ہے اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی روایت کے موافق ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۷۰۔ ج ۵ ص ۴۷ ۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء (۲) طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں' بلکہ

Marfat.com

خدشہ کفر ہے۔

۷۷ - بَابُ الْخَيْمَةِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ

بیماروں اور دوسروں کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا

• اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بیماروں اور ان کے غیر کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا جائز ہے۔

۴۶۳ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُصِيبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْاَكْحَلِ، فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ، لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيبٍ، فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِنْ بَنِي غِفَارٍ، اِلَّا الدَّمُ يَسِيلُ اِلَيْهِمْ، فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ، مَا هٰذَا الَّذِي يَاْتِينَا مِنْ قِبَلِكُمْ؟ قَالُوْا سَعْدٌ يَغْذُو جُرْحُهُ دَمًا، فَمَاتَ فِيهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۱۳-۳۹۰۱-۴۱۱۷-۴۱۲۲]

(صحیح مسلم: ۱۷۶۹، الرقم المسلسل: ۴۵۱۸، سنن ابوداؤد: ۳۱۰۱، سنن نسائی: ۷۱۰، جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۵۱۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں زخم آ گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا تا کہ لوگ ان کی قریب سے عیادت کر لیں اور مسجد میں بنو غفار کا بھی خیمہ تھا' پھر لوگوں کو صرف اس چیز نے خوف زدہ کیا کہ ان کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا' پھر لوگوں نے کہا: اے خیمے والو! یہ کیا چیز ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہی ہے' پس لوگوں نے کہا: تو حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے' پس وہ اس میں فوت ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) زکریا بن یحییٰ بن عمر ابوالسکن الطائی الکوفی (۲) عبد اللہ بن نمیر (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ان کے والد عروہ (۵) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۱)

وفات کے وقت حضرت سعد کی عمر ۳۷ سال تھی۔ (کشف المشکل ج ۱ ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں خیمہ لگا دیا۔

مسجد سے نجاست کے زائل کرنے پر علامہ ابن بطال کا انکار اور مصنف کا ان پر رد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں رہنا جائز ہے' جیسے حضرت سعد بیماری کے ایام میں مسجد میں رہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد کا خیمہ مسجد میں لگایا' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہ ملک یا کسی بڑے عالم کے لیے بار بار کسی مریض کی عیادت کے لیے جانا دشوار ہو تو وہ مریض کو ایسی جگہ منتقل کر لے جہاں وہ آسانی سے اس کی عیادت کر سکے۔

حضرت سعد کے بازو سے خون نکل کر مسجد میں بہتا رہا اور کسی نے اس کو دھویا نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنا فرض نہیں ہے' اگر یہ فرض ہوتا تو اس کو دھو دیا جاتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی زخمی کو مسجد میں رہنے کی اجازت نہ دیتے' اس سے معلوم ہوا کہ نجاست کو دھونا فرض نہیں ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے دیا تھا اور فرمایا: اس کو چھوڑ دو' اور اگر اس کا پیشاب کرنا حرام ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے: اس کو چھوڑ دو یعنی اس کو پیشاب کرنے دو۔

Marfat.com

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۴ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض نہیں ہے' بلکہ مسجد سے نجاست کا زائل کرنا فرض ہے اور اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت سعد کے بازو سے نکلنے والے خون کو بعد میں بھی مسجد سے دھویا نہیں گیا اور کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا' ناک کی رطوبت اور بلغم پاک ہیں' لیکن ان کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد میں گرانے سے منع کیا ہے اور کسی نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے صاف کیا تو جب اس پاک چیز سے بھی مسجد کو صاف کیا گیا تھا تو خون جس کا ناپاک اور نجس ہونا مسلم ہے' اس سے مسجد کو کیوں کر نہ صاف کیا گیا ہوگا! اور علامہ ابن بطال کا اعرابی کے پیشاب پر قیاس کرنا بھی فاسد ہے کیونکہ جب صحابہ اس اعرابی کو منع کرنے کے لیے جھپٹے تو آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو اور اس کے پیشاب کے اوپر ایک ڈول پانی یا دو ڈول پانی بہا دو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۰)

آپ کا اس کے پیشاب پر دو ڈول پانی ڈلوانا' اس کی صریح دلیل ہے کہ مسجد میں اگر نجاست گر جائے تو اس نجاست کو زائل کرنا فرض ہے' باقی اس اعرابی کو پیشاب کرنے کے درمیان روکنے سے آپ نے منع فرمایا' کیونکہ اس سے اس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ تھا۔ بہر حال مسجد سے نجاست کو زائل کرنا فرض ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۴۸۵- ج ۵ ص ۸۱۴ پر مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی۔

۷۸ - بَابُ اِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا

بعض علماء نے اس باب کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ جب آدمی پر ضعف طاری ہو تو وہ مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آ جائے' مگر امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے' وہ عام ہے یعنی مسجد میں اونٹ پر سوار ہو کر آنا خواہ ضعف ہو یا نہ ہو' جیسا کہ حسب ذیل تعلیق ہے:

وقال ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعِيْرٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق حسب ذیل کتب حدیث میں ہے اور خود امام بخاری نے بھی اس کی پوری سند کے ساتھ کتاب الحج میں روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۰۷' صحیح مسلم: ۱۲۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۸۷۷' سنن نسائی: ۲۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۲۹۴۸۔

٤٦٤ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّي اَشْتَكِي، قَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ. فَطُفْتُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ، يَقْرَاُ ﴿وَالطُّوْرِ○ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ○﴾ (الطور: ۲-۱)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از محمد بن عبد الرحمان بن نوفل از عروہ از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کے پیچھے سواری پر بیٹھ کر طواف کرو' پس میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ یہ تلاوت کر رہے تھے: ''والطور○ وکتاب مسطور○'' (الطور: ۲-۱)

[اطراف الحدیث: ۱۶۱۹-۱۶۲۶-۱۶۳۳-۴۸۵۳] (صحیح مسلم: ۱۲۷۶' الرقم المسلسل: ۱۲۷۶' سنن ابوداؤد: ۱۸۸۲' سنن نسائی: ۲۹۲۵' سنن

Marfat.com

ابن ماجہ:۲۹۶۱' السنن الکبریٰ للنسائی:۳۹۰۳' موطأ امام مالک۔ کتاب الحج:۱۲۳' تنویر الحوالک ص ۳۴۰' المنتقیٰ:۴۶۲' مسند ابویعلیٰ:۶۹۷۶' صحیح ابن خزیمہ:۲۷۷۶' مصنف عبد الرزاق:۹۰۲۱' صحیح ابن حبان:۳۸۳۰' المعجم الکبیر:۸۰۴۔ج ۲۳' سنن بیہقی ج ۵ ص ۸۷' شرح السنۃ:۱۹۱۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۶۴۸۵۔ج ۴۴ ص ۸۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن عبد الرحمان بن الاسود بن نوفل' المعروف یتیم عروہ بن الزبیر (۴) عروہ ابن الزبیر (۵) زینب بنت ابی سلمہ' عبد اللہ بن الاسد المخزومی' ان کا نام پہلے برّہ تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (۶) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' ان کا نام ھند بنت ابی امیہ تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۵۴)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک کے دلائل اور دیگر فوائد حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کی اجازت دی ہے اور ان کے پیشاب سے مسجد نجس نہیں ہوتی اور باقی جانور جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے' اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

جو شخص کسی سواری پر سوار ہو' اس کو چاہیے کہ وہ حتی الامکان لوگوں کے گزرنے کی جگہوں سے اجتناب کرے اور پیدل چلنے والوں سے الگ رہے' اسی طرح خواتین کو چاہیے کہ وہ راستوں کے کناروں پر چلیں' بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مستنبط کیا ہے کہ بھیڑ اور رش کی وجہ سے عورتیں مردوں کے پیچھے سے طواف کریں' کیونکہ طواف بھی حکماً نماز ہے اور نماز میں عورتیں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی ہیں' سو اسی طرح طواف میں بھی ہونا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام احمد کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عبد الرحمان بن شہاب الدین بغدادی ابن رجب حنبلی متوفی ۷۹۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے' ان کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔

ہمارے اصحاب حنبلیہ اور اصحاب مالک نے کہا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر اونٹ کا پیشاب نجس ہوتا تو اس کو مسجد میں داخل نہ کیا جاتا' اور امام بخاری نے کتاب العلم میں حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر کے باندھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری:۶۳)

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ان کا پیشاب نجس ہے اور ان کو مسجد میں داخل کرنا مکروہ ہے' فقہاء شافعیہ نے اسی کی تصریح کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے' ان کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرنے کا حکم دیا۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا' ان کو مسجد میں داخل کرنا بالاتفاق مکروہ ہے' امام مالک نے کتوں اور شکاری پرندوں کے متعلق اس کی تصریح کی ہے اور امام احمد نے مسجد کے دروازے بند کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ اس میں کتے داخل نہ ہوں۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے گھوڑے وغیرہ پر بیٹھ کر طواف کرنے سے منع کیا ہے' سفیان نے عمرو بن دینار سے

Marfat.com

روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے بیت اللہ میں گھوڑے پر بیٹھ کر طواف کیا تو لوگوں نے اس کو منع کیا' اس نے کہا: تم مجھے منع کرتے ہو' پھر اس نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا' حضرت عمر نے جواب لکھا: اس کو منع کرو' علامہ ابن رجب نے کہا: حضرت عمر نے اس لیے منع کیا تھا تاکہ مسجد کی صفائی میں مبالغہ کیا جائے اور تاکہ سوار پیدل طواف کرنے والوں کو ایذاء نہ پہنچائے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۵۴۲' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

سواری پر بیٹھ کر طواف کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو شخص معذور ہو' اس کا سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' اس میں سب کا اتفاق ہے' اور جو شخص غیر معذور ہو تو امام شافعی کے نزدیک اس کا بھی سوار ہو کر طواف کرنا جائز ہے' امام احمد کی بھی ایک روایت اس طرح ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا طواف ہو جائے گا' لیکن اس پر ایک دم لازم آئے گا' یعنی اسے ایک قربانی کرنی ہوگی۔

(کشف المشکل ج ا ص ۲۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور کی حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے' اس لیے ان سے یہ خطرہ نہیں تھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کریں گی۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۱۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی کی توجیہ تو کر دی لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ تو پہلی بار مسجد میں آئے تھے اور انہوں نے اپنا اونٹ مسجد میں باندھ دیا تھا' اس کے متعلق تو یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ ان کا اونٹ سدھایا ہوا تھا۔

حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے مصنف کی طرف سے جوابات

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو اونٹنی پر بیٹھ کر طواف کیا' یا حضرت ضمام بن ثعلبہ نے جو مسجد میں اونٹ باندھا تھا' اس سے اونٹ اور دیگر حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر امام مالک اور امام احمد کا یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ ان کا پیشاب پاک ہے کیونکہ جس طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ ہے کہ وہ پیشاب کر دیں گے' اسی طرح ان کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ مسجد میں گوبر یا لید کر دیں گے تو پھر چاہیے کہ حلال جانوروں کے گوبر اور لید کو بھی پاک کہا جائے' حالانکہ اس کا فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور جب ان کا گوبر پاک نہیں ہے تو ان کا پیشاب بھی پاک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دلیل واحد ہے' نیز عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں داخل کیا جاتا تھا تو کیا اس وجہ سے ان کے پیشاب کو بھی پاک قرار دیا جائے گا؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کا اگر بالفرض پاک ہونا ثابت بھی ہو تو دوسری صحیح احادیث اس کے خلاف ثابت ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اکثر قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دار قطنی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۹-۳۸۸-۳۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۱۲۱' سنن

Marfat.com

دارقطنی: ۴۵۸، المستدرک ج ۱ ص ۱۸۳، الشریعۃ للآجری: ۳۶۲-۳۶۳، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ (سنن دارقطنی: ۴۵۷، دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام مالک اور امام احمد نے جس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر استدلال کیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ اباحت پر دلالت کرتی ہے اور یہ احادیث صریحہ مطلقاً پیشاب کے حرام اور نجس ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم کے دلائل میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے حیرت ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حلال جانوروں کے پیشاب کے پاک ہونے پر علامہ ابن بطال کی دلیل تو ذکر کی ہے لیکن اپنے موقف پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور نہ اس حدیث کا کوئی جواب لکھا ہے علامہ ابن حجر نے صرف یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی سدھائی ہوئی تھی اور حضرت ام سلمہ کی اونٹنی میں بھی یہی احتمال ہے لیکن حضرت ضمام بن ثعلبہ کے اونٹ میں ان کا یہ جواب جاری نہیں ہوگا وہ تو پہلی بار مسجد میں اونٹ پر بیٹھ کر آئے تھے اور اسی دن اسلام لائے اس لیے باب مذکور کی حدیث سے امام مالک اور امام احمد کے استدلال کے صحیح جوابات وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی تائید سے ہم نے ذکر کیا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۲۷۴- ج ۳ ص ۵۰۳ پر ہے اس کی شرح کا عنوان ہے: حلال جانوروں کے بول و براز میں مذاہب ائمہ۔

۷۹- بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا عام طور پر امام بخاری جس باب کا عنوان قائم نہ کریں وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور اس میں مذکور حدیث احادیث سابقہ کے مناسب ہوتی ہے لیکن اس باب کے تحت جو امام بخاری نے حدیث ذکر کی ہے اس کی سابقہ ابواب اور ان کی احادیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

۴۶۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ، وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ، یُضِیْئَانِ بَیْنَ اَیْدِیْهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ، مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَهْلَهٗ. [اطراف الحدیث: ۳۶۳۹-۳۸۰۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل کوئی دو چیزیں تھیں جو ان کے آگے روشنی کر رہی تھیں جب وہ جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی حتیٰ کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۴۵، الطبقات الکبریٰ: ۸۲۴۵، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۰۳۵، صحیح ابن حبان: ۲۰۳۲، دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۵۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۹۸۰- ج ۲۰ ص ۲۹۵، موسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۴، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کی احادیث سابقہ کے ساتھ بعید مناسبت ہے

بہ ظاہر اس حدیث کی احادیث سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ احادیث سابقہ مسجد کے متعلق ہیں اور اس حدیث کا بھی یہ مآل ہے کہ یہ دو صحابی جن کے نام اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیر تک عشاء کی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہے اور رات اندھیری تھی اور انہوں نے دور اپنے اپنے گھروں میں جانا تھا تو مسجد میں دیر تک ٹھہرنے کی وجہ سے ان کو یہ کرامت عطا کی گئی' اس وجہ سے اس حدیث کا مسجد کے ساتھ تعلق ہے اور احادیث سابقہ کا بھی مسجد کے ساتھ تعلق ہے۔

حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت اور اس کے صدور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو احکام مسجد کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دو صحابی عباد بن بشر اور اسید بن حضیر نماز میں مشغول تھے' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم پر مشتمل احادیث کے سماع میں مشغول تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اور مسجد کی فضیلت اور مسجد میں ٹھہرنے کی سعادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں نور عطا کر کے عزت اور کرامت سے سرفراز فرمایا۔

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے معجزات کے ساتھ ممتاز کیا ہے' جو آپ سے پہلے نبیوں کو عطا نہیں فرمائے' اور آپ کے اصحاب کو دنیا میں ایسے نور کی کرامت عطا فرمائی ہے' جس سے ضرورت کے وقت اندھیرے میں روشنی حاصل ہوگئی اور اس نور کا عطا کیا جانا خرقِ عادت اور خلافِ معمول ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کی تسبیح کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اور ان کے تمام اعضاء میں' ان کے آگے اور ان کے پیچھے نور ڈال دیتا ہے اور ان کی دنیا اور آخرت کو منور کر دیتا ہے اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہیں رکھتا' ان کے لیے کوئی نور نہیں ہوتا' پس جب وہ دونوں صحابی اندھیری رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اور آپ کی کرامت سے ان کے لیے ایسا نور مہیا کر دیا' جس کی وجہ سے وہ اپنے راستے کے اندھیرے میں روشنی حاصل کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد میں (نماز پڑھنے جاتے) ہیں' ان کو قیامت کے مکمل نور کی بشارت دے دو۔ (سنن ابوداؤد:۵۶۱' سنن ترمذی:۲۲۳) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی نور عطا فرمایا تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اولیاء اللہ کو نور عطا کیے جانے کی دیگر احادیث اور روایات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامت کے ثبوت پر واضح دلیل ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے' اور اس میں کرامت کے منکرین کا رد ہے اور اس کی مثل متقدمین اور متاخرین کے زمانوں میں بہ کثرت ہوتی رہی ہے' متقدمین کے زمانہ کی یہ مثالیں ہیں:

امام ابن عساکر وغیرہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں کھجور کی سوکھی ہوئی شاخ تھی' پس وہ روشن ہوگئی۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۲ ص ۱۸۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے' پھر بنو حارثہ کی طرف چلے جاتے' ایک رات اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی تو ان کی لاٹھی روشن ہو گئی' حتیٰ کہ وہ بنو حارثہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔

(دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٧٩-٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

محمد بن حمزہ بن عمرو الاسلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں بیٹھی ہوئی تھی' پس اچانک میری انگلیاں روشن ہو گئیں حتیٰ کہ سب نے میری انگلیوں کی طرف پیٹھ کی اور میری انگلیاں روشن تھیں۔

(دلائل النبوۃ ج ٦ ص ٧٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

تواتر سے ثابت ہے کہ طلباء علم کی جماعت اپنے شیخ امام علامہ حسان الدین الرھاوی کے ساتھ عینتاب کے شہر میں تھی اور سردی کی ایک اندھیری رات تھی' جب وہ منتشر ہو گئے تو ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ شیخ کو ان کے گھر تک روشنی دکھائیں کیونکہ گھپ اندھیرا تھا' مگر شیخ اس پر راضی نہ ہوئے تو وہ لوٹ آئے' لوگ قسم کھا کر بتا رہے تھے کہ انہوں نے فانوسوں کی طرح دو عظیم نور دیکھے' ایک شیخ کی دائیں جانب تھا اور دوسرا شیخ کی بائیں جانب تھا اور وہ نور شیخ کے ساتھ ساتھ رہے حتیٰ کہ شیخ اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے' پھر جب گھر کا دروازہ کھلا اور شیخ گھر کے اندر داخل ہوئے تو وہ دونوں نور غائب ہو گئے اور لوگوں نے اس کے علاوہ بھی شیخ کی اور کرامات بیان کی ہیں اور شیخ مذکور ان مشائخ میں سے ایک ہیں' جن سے علم حاصل کیا جاتا ہے اور ان کے علم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٤ ص ٣٥٧-٣٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث اور ان آثار میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے اور یہ خرقِ عادت کی قسم ہے' ہم اب خرقِ عادت کی اقسام بیان کر رہے ہیں:

خرقِ عادت کی چھ قسمیں

(۱) اعلانِ نبوت سے پہلے نبی کے لیے خرقِ عادت اور خلافِ معمول کام ظاہر کیا جائے تو اس کو ارہاص کہتے ہیں' جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعلانِ نبوت سے پہلے بادل کا سایا کرنا اور مکہ میں ایک پتھر کا آپ پر سلام پڑھنا اور درختوں اور پہاڑوں کا کہنا: ''السلام علیك یا رسول الله''۔

(۲) اعلانِ نبوت کے بعد نبی کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے کسی خلافِ معمول کام کا ظاہر کیا جانا جیسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے کیے گئے اور آپ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور آپ نے بغیر کسی سے پڑھے ہوئے ایسا فصیح و بلیغ کلام پیش کیا' جس کی آج تک کوئی نظیر نہیں لا سکا' حالانکہ مخالفین اسلام کی تعداد ہر دور میں بہت زیادہ رہی ہے اور دن بہ دن علوم میں ترقی ہو رہی ہے' اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

(۳) جو شخص کافر ہو اور نبوت کا مدعی ہو' اس کے لیے ایسا خلافِ معمول کام ظاہر کیا جانا جو اس کے دعوے کا مکذب ہو' جیسے ایک کانے شخص نے مسیلمہ کذاب سے کہا: آپ دعا کریں میری کانی آنکھ ٹھیک ہو جائے' اس نے دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ جو صحیح تھی' اس کی بینائی بھی جاتی رہی' اور جیسے غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا ہے کہ میری نبوت کی دلیل یہ ہے کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہو گا' اور محمدی بیگم کا نکاح دوسرے شخص سلطان محمد سے ہو گیا اور غلام احمد قادیانی اس سے نکاح کی حسرت میں ہی مر گئے' حالانکہ انہوں نے دوسری پیش گوئی یہ کی تھی کہ سلطان محمد مر جائے گا اور محمدی بیگم میرے نکاح میں آ جائے گی' لیکن اس کے بالکل الٹ ہوا' غلام احمد قادیانی مر گیا اور سلطان محمد تا دیر زندہ رہا' اس کو اہانت کہتے ہیں۔

Marfat.com

(۴) کافر جو مدعیٔ نبوت نہ ہو اس کے لیے کسی خلافِ عادت کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی کافر دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے جیسے بلعم باعور کی دعا قبول ہو جاتی تھی اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(۵) کسی مومن کامل اور اللہ کے ولی کے لیے کوئی خلافِ عادت کام ظاہر کیا جائے جیسے آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لاکر حاضر کر دیا اور جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر کی کرامت کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے اس کو کرامت کہتے ہیں۔

(۶) کسی عام مومن کے لیے کسی خلافِ معمول کام کو ظاہر کیا جائے جیسے کوئی عام شخص بارش کی دعا کرے بارش کا موسم نہ ہو اور بارش ہو جائے اس کو معونت کہتے ہیں۔

سو یہ خرقِ عادت کی چھ اقسام ہیں: (۱) ارہاص (۲) معجزہ (۳) اہانت (۴) استدراج (۵) کرامت (۶) معونت۔

۸۰ - بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ — مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کی جگہ

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مسجد میں ذیلی دروازہ اور گزرنے کا راستہ بنانا جائز ہے ذیلی دروازہ سے مراد یہ ہے کہ مسجد کے صدر دروازہ کے علاوہ کوئی چھوٹا دروازہ ہو مسجد نبوی میں ایسے متعدد چھوٹے چھوٹے دروازے تھے جو مختلف صحابہ کرام کے گھروں کی جانب کھلتے تھے۔

٤٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ. فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ مَا يُبْكِيْ هٰذَا الشَّيْخَ اِنْ يَّكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ، فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ؟ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ اَعْلَمَنَا، قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ، اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِنْ اُمَّتِيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ، وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ، لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ، اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ۳۶۵۴-۳۹۰۴]

(صحیح مسلم: ۲۳۸۲، سنن ترمذی: ۳۶۶۰، سنن ابن ماجہ: ۹۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۰۳، مسند احمد ج ۳ ص ۱۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۱۳۴ - ج ۷ اص ۲۱۶ - ۲۱۵، جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۹۹۰، مکتبۃ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النضر نے حدیث بیان کی از عبید بن حنین از بسر بن سعید از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا پس آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا پس اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو میں نے اپنے دل میں کہا: اس بوڑھے کو کیا چیز رُلا رہی ہے اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا کے درمیان اور جو اللہ کے پاس ہے اس میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم مت روؤ بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کے اعتبار سے بھائی ہونے کا رشتہ اور دوستی اپنی جگہ قائم ہے مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا

Marfat.com

الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ) مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابو بکر کے دروازہ کے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سنان (۲) فلیح بن سلیمان' ان کا نام عبد الملک تھا اور ان کا لقب فلیح تھا' لیکن نام کی جگہ ان کا لقب مشہور ہو گیا (۳) ابو النضر' ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے۔ (۴) عبید بن حنین ابو عبد اللہ المدنی (۵) بسر بن سعید (۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۵۷)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں "خوخة" کا ذکر ہے اور "خوخة" کا معنی ہے: چھوٹا دروازہ یا ذیلی دروازہ اور یہی باب کا عنوان ہے۔

تمام صحابہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ' سب سے زیادہ فہم وفراست والے تھے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔

کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جان لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بندے کے متعلق فرمایا ہے کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا ہے' اس سے آپ کی مراد اپنی ذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے' حدیث میں جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا' اس کو مبہم رکھا اور اس کا نام ذکر نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ صحابہ میں کون سب سے زیادہ فہم وفراست والا ہے اور وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے' اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کا واقعہ تھا' جیسا کہ عنقریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی رفاقت میں مجھ پر احسان کرنے والے تم ہو۔

اس حدیث سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایسے فضائل اور حقوق ثابت ہوئے' جن میں مخلوق میں سے ان کا کوئی شریک نہیں ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اپنی جان اور اپنے مال کو سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور کرنے والے تھے' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کے لیے ایسے حقوق تھے' اگر دوسرے کے لیے ایسے حقوق ہوتے تو وہ ان کی وجہ سے احسان جتاتا کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی' جب آپ نے غزوۂ تبوک میں مال کی اپیل کی تو اپنا سارا کا سارا مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا' ہجرت کی رات آپ کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مکارم اخلاق کی وجہ سے ان کے ان تمام احسانات کا اعتراف کیا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا بھی ہم پر احسان تھا' ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' سوائے ابو بکر کے' اس کا ہم پر ایسا احسان ہے' جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ اتارے گا اور مجھے کسی کے مال سے ایسا فائدہ نہیں پہنچا' جیسا فائدہ مجھے ابو بکر کے مال سے پہنچا ہے اور اگر میں کسی کو (دنیاوی) خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا' سنو! تمہارے پیغمبر اللہ عزوجل کے خلیل ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۶۶۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

"خلیل" کے متعدد معانی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو میں ابو بکر کو خلیل بناتا۔

Marfat.com

''خلیل'' کا معنی ہے: جو اپنے راستہ میں تمہارے موافق ہو جو تمہاری سیرت کا مظہر ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے خلیل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہیں ایک قول یہ ہے کہ ''خلت'' کا معنی ہے: انقطاع یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے منقطع ہو کر صرف اللہ عزوجل کی طرف راجع ہو گئے ایک قول یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جس کے دل میں اپنے خلیل کے سوا اور کسی کی گنجائش نہ ہو قاضی عیاض نے کہا: ''خِلّت'' کا معنی افتقار ہے یعنی آپ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف **مفتقر** اور اس کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل بنایا یعنی آپ کی نصرت کی اور آپ کو آپ کے بعد والوں کا امام بنا دیا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر کو خلیل بناتا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اس لائق تھے اور ان میں یہ استعداد اور صلاحیت تھی کہ آپ ان کو اپنا خلیل بنا لیتے کیونکہ ان کا دل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت سے سرشار تھا اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے سوا اور کسی کی محبت کی گنجائش نہ تھی اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خلیل کا زیادہ مرتبہ ہے یا حبیب کا زیادہ مرتبہ ہے' اور حق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر کی خصوصی تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ خصوصیت حاصل ہے' جو اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور آپ نے حضرت ابوبکر کا وہ اکرام کیا ہے' جو کسی اور کا اکرام نہیں کیا۔

اور آپ کے اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے نائب اور آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے' کیونکہ ان کو کارِ خلافت انجام دینے کے لیے اور نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں آنے کی ضرورت ہو گی' لہٰذا صرف ان ہی کے گھر کی طرف کھلنے والے دروازہ کو باقی رہنے دیا جائے گا' باقی سب دروازوں کو بند کر دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اس سے صحابہ نے یہ استدلال کیا کہ دین کا سب سے بڑا اور سب سے اہم رکن نماز ہے اور جب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو امام بنا دیا ہے تو دین کے باقی امور میں بھی امامت اور قیادت کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائق ہیں۔

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کی حدیث اور اس کی سند پر بحث ونظر

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا مسجد کے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲' مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے کہا: یہ حدیث غریب ہے' ہم اس حدیث کو صرف شعبہ کی اس سند سے پہچانتے ہیں۔

(سنن ترمذی ص ۱۴۲۳-۱۴۲۲' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنوط' اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابن تیمیہ نے کہا: اس حدیث کو شیعہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے مقابلہ میں حضرت علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے' حضرت ابوبکر کے لیے صحیح بخاری: ۴۶۷ میں حضرت ابن عباس سے اور صحیح مسلم: ۲۳۸۲ میں حضرت

Marfat.com

ابوسعید خدری سے اور صحیح مسلم: ۸۳۲۳ میں حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہیں رہنے دیا جائے گا' مگر اس کو بند کر دیا جائے گا سوائے ابوبکر کے دروازہ کے' تو شیعہ نے جعلی سند وضع کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ایسی حدیث بنالی۔

امام ابن ابی حاتم نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام عبدالرزاق اور امام احمد نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں عثمان الجزری ہے' میں نے امام احمد سے عثمان الجزری کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: وہ احادیث منکرہ روایت کرتا ہے اور اس کی کتاب گم ہو چکی تھی۔ (الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۱۷۴)

یہ حدیث حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (المعجم الکبیر: ۸۲۴۔ ج ۱۹) علامہ ابن جوزی نے کہا: اس کی سند میں دو راوی بہت زیادہ ضعیف ہیں۔ (العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے: امام احمد نے کہا: یہ حدیث منکر ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۶)

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ عمرو بن میمون نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دو' یہ حدیث منکر ہے۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۱۳۸۴)

حضرت علی کے دروازے کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق اور بھی احادیث ہیں' علامہ ابن جوزی نے کہا: ان احادیث میں سے کسی حدیث کی سند صالح نہیں ہے۔ (الموضوعات ج ۱ ص ۳۶۵)

(حاشیۃ مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷۔ ۱۸۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت')

حضرت علی کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی کے دروازہ کے سوا باقی تمام دروازوں کو بند کر دو تو اس پر لوگوں نے نکتہ چینی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں نے کسی چیز کو بند کیا نہ میں نے کسی چیز کو کھولا ہے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا ہے' میں نے اس کی پیروی کی ہے' اس حدیث کو امام احمد' امام نسائی اور حاکم نے ثقہ راویوں سے بیان کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۶۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹)

امام طبرانی نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے جائیں تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! علی کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کر دیئے گئے' تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے دروازوں کو بند نہیں کیا لیکن اللہ نے ان دروازوں کو بند کیا ہے۔

(المعجم الاوسط: ۳۹۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں سوا حضرت علی کے دروازہ کے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت علی کے دروازے کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے' حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوتے تھے اور وہ جنبی ہوتے تھے اور ان کے لیے اس دروازہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

(السنن الکبریٰ: ۸۳۷۴۔ ۸۳۵۵)

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے: تمام لوگوں میں افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' پھر حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور حضرت ابن ابی طالب کو تین وصف دیئے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک وصف بھی مجھے مل جاتا تو وہ میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سے ان کا نکاح کیا اور ان سے ان کی اولاد ہوئی (۲) اور ان کے دروازہ کے سوا مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے (۳) اور آپ نے جنگ خیبر کے دن ان کو جھنڈا عطا کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹' مسند ابو یعلیٰ :۵۶۰۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶' مسند احمد :۴۷۹۷- ج ۸ ص ۴۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام نسائی نے العلاء بن عراء سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ مجھے حضرت علی اور حضرت عثمان کے بارے میں بتایئے تو انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اور کہا: حضرت علی کے متعلق کسی سے سوال نہ کرو' یہ دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کا کیا مرتبہ تھا' مسجد میں ہمارے دروازے بند کر دیئے گئے اور ان کا دروازہ برقرار رکھا گیا۔

حضرت علی کے دروازہ کو باقی رکھنے کی احادیث کی تقویت

یہ تمام احادیث ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں اور ان میں سے ہر حدیث استدلال کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' چہ جائیکہ ان احادیث کا مجموعہ۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا ہے اور انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت زید بن ارقم اور حضرت ابن عمر کی روایات کو اختصار سے ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے جو ان کی سندوں پر جرح کی ہے' اس کو نقل کیا ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیثیں بہت سندوں سے مروی ہیں اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے' جن میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے اور ان کا یہ زعم ہے کہ یہ حدیث رافضیوں نے اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں گھڑ لی ہے' جس میں یہ فضیلت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت علی کے دروازوں کو باقی رکھنے کے متعلق وارد حدیثوں میں تطبیق

یہ علامہ ابن جوزی کی سنگین خطا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کو رد کرنے کے طریقہ پر چل پڑے ہیں اور ان کا یہ وہم ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے معارض ہے کیونکہ ان دونوں قصوں کو جمع کرنا ممکن ہے اور امام بزار نے اپنی مسند میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے' انہوں نے کہا: اہل کوفہ کی روایات اسانید حسنہ کے ساتھ حضرت علی کے قصہ میں ہیں اور اہل مدینہ کی روایات حضرت ابوبکر کے قصہ میں ہیں' پس اگر اہل کوفہ کی روایات ثابت ہوں تو ان کی اہل مدینہ کی روایات کے ساتھ تطبیق اس طرح سے ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میرے اور تمہارے سوا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسجد میں جنبی ہو۔ علی بن منذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا: اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حالت جنابت میں اس مسجد سے گزرے یا اس مسجد کو راستہ بنائے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور ان کے گھر کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کے دروازہ کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے سوا اور کسی کو بھی مسجد میں حالت جنابت کے ساتھ گزرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ ان کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں کھلنے والے ایک دروازے کے سوا باقی تمام دروازوں کو دو مرتبہ بند کرنے کا حکم دیا گیا' ایک مرتبہ حضرت علی کے لیے اور

Marfat.com

دوسری مرتبہ حضرت ابوبکر کے لیے اور یہ تطبیق اس وقت مکمل ہوگی' جب حضرت علی کے قصہ میں دروازے سے مراد حقیقی دروازہ (صدر دروازہ) ہو اور حضرت ابوبکر کے قصہ میں دروازہ سے مراد مجازی دروازہ ہو (ذیلی دروازہ)' گویا کہ جب صحابہ کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے مسجد میں داخل ہونے کے لیے ایک چھوٹا دروازہ بنالیا' جس کو' 'خوخہ' ' کہتے ہیں' پھر بعد میں حضرت ابوبکر کے قصہ میں ان چھوٹے دروازوں کو بھی بند کرنے کا حکم دیا' سوائے حضرت ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے' اس طریقہ سے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی' امام ابوجعفر طحاوی نے بھی مشکل الآثار میں اسی طرح سے ان حدیثوں میں تطبیق دی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۹ ۔ ۴۸ ۷ ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۵ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ ھ کی عبارت یہ ہے:

مسجد کے دروازوں کے بند کرنے کے عمومی حکم سے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے دروازے مستثنیٰ ہیں اور جس کے دروازہ کے سوا باقی دروازوں کو بند کرنے کا بعد میں حکم دیا تھا' اس سے پہلے جس کے لیے دروازہ باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' اس سے رجوع نہیں فرمایا تھا (پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا' بعد میں مرض الموت میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے کا حکم دیا تھا) پس حضرت ابوبکر کا دروازہ اور حضرت علی کا دروازہ دونوں مستثنیٰ ہیں اور یہ دروازوں کو بند کرنے کے عمومی حکم سے خارج ہیں اور یہ حضرت' ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کی خصوصیت ہے' جیسا کہ دوسرے اصحاب کی اور خصوصیات ہیں۔

(تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۹ ص ۱۴۰ ' دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ باقی رکھنے کی جو حدیث ہے' وہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جو دروازہ باقی رکھنے کی حدیث ہے' وہ بعد کا واقعہ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض الموت طاری ہوا تھا' پھر ملا علی قاری نے اپنی شرح میں ان تمام احادیث کو نقل کیا ہے' جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے حضرت علی کے لیے دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں ذکر کیا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۴۸۷ ' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں دروازہ باقی رکھنے کے ثبوت میں تمام احادیث کو ذکر کیا ہے اور حضرت ابوبکر کے لیے مسجد کے دروازہ کی بقاء اور حضرت علی کے لیے مسجد میں دروازہ کی بقاء کی حدیثوں میں وہ تطبیق ذکر کی ہے' جو حافظ ابن حجر نے بیان کی ہے' نیز لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے دروازہ کی بقاء کا قصہ بعد کا واقعہ ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۴۸ ۔ ۶۴۷ ' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ محمد عبد الرحمان مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ ھ نے بھی شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی لمعات کے حوالے سے اس کا خلاصہ لکھا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱۰ ص ۲۲۲ ۔ ۲۲۱ ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام شارحین حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس فضیلت کو ثابت کیا ہے اور شیخ ابن تیمیہ اور علامہ ابن جوزی کا رد کیا ہے۔

۴۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد الجعفی نے

Marfat.com

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ، غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ. [اطراف الحدیث: ٣٦٥٦-٣٦٥٧-٦٧٣٨] (جامع المسانید لابن الجوزی: ٣١٨١، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے یعلیٰ بن حکیم سے سنا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے تھے آپ اس مرض میں سر پر پٹی باندھے ہوئے گھر سے نکلے پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا: لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان کیا ہو اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے اس مسجد میں کھلنے والے ہر دروازہ کو بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ٤٦٦ کا مطالعہ فرمائیں۔

٨١ - بَابُ الْأَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان میں قفل لگانا

اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ اور مساجد کے دروازے بنانا اور ان میں قفل لگانا جائز ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ، لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن محمد نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھ سے ابن ابی ملیکہ نے کہا: اے عبد الملک! کاش تم حضرت ابن عباس کی مساجد اور ان کے دروازوں کو دیکھتے۔

٤٦٨ - **حَدَّثَنَا** أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ، فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ، فَفَتَحَ الْبَابَ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، ثُمَّ أُغْلِقَ الْبَابُ، فَلَبِثَ فِيهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَجُوا، قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا، فَقَالَ صَلَّى فِيهِ، فَقُلْتُ فِي أَيٍّ؟ قَالَ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ٣٣٥٨، مکتبۃ الرشد ریاض ١٤٢٦ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان اور قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں آئے آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو بلایا پھر (کعبہ کا) دروازہ کھولا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ کے اندر داخل ہوئے پھر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا آپ اس میں کچھ ساعت ٹھہرے پھر سب نکل آئے حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے سبقت کی اور حضرت بلال سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے میں نے پوچھا: کس جگہ؟ تو انہوں نے بتایا: دو ستونوں کے درمیان

Marfat.com

حضرت ابن عمر نے کہا: مجھے یہ خیال نہیں رہا کہ میں یہ پوچھتا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ مشرق ہے' وہاں اس حدیث میں قبلہ کا ذکر بھی تھا۔ دیگر ضروری فوائد یہاں بیان کیے جائیں گے۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ الحجبی کے والد اور چچا جنگ احد میں کفر کی حالت میں قتل کر دیئے گئے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے حضرت خالد بن ولید اور عمرو کے ساتھ ہجرت کی تھی اور نبی ﷺ نے ان کے اور ان کے عم زاد شیبہ بن عثمان کے حوالہ کعبہ کی چابیاں کی تھیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے تھے اور کعبہ کی چابیاں انہیں فتح مکہ کے دن عطا کی تھیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے آل ابی طلحہ! تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ چابیاں رکھو' تم سے صرف ظالم شخص ہی یہ چابیاں چھینے گا' پھر حضرت عثمان بن طلحہ مدینہ آ گئے اور نبی ﷺ کی وفات تک وہیں رہے' پھر وہ مکہ مکرمہ منتقل ہو گئے اور ۴۲ھ میں وہیں فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۴)

مسجد کے دروازوں کا ثبوت اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کو کعبہ کے اندر لے جانے کی تخصیص کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے دروازے بنانا صحیح ہے تاکہ مسجد کو عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں سے منزہ کیا جائے اور مسجد کی حفاظت کی جائے۔

نبی ﷺ کعبہ کے اندر حضرت عثمان بن ابی طلحہ' حضرت بلال اور حضرت اسامہ کے ساتھ داخل ہوئے' حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ کعبہ کے کلید بردار تھے اور کعبہ کو بند کرنا اور کھولنا ان ہی کے ذمہ تھا' حضرت بلال کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ نمازوں کے لیے اذان دیتے تھے اور حضرت اسامہ کو اس لیے ساتھ لیا تھا کہ وہ مسجد کی دیگر خدمات کو انجام دیتے تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام جس کو چاہے' مسجد کی خدمت سپرد کر دے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۸۲ - بَابُ دُخُوْلِ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ

مشرک کا مسجد میں دخول

۴۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ، يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۴۰۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۶۲ کا مطالعہ فرمائیں، وہاں اس کا عنوان تھا: جب کوئی شخص اسلام لائے تو غسل کرے اور قیدی کو مسجد میں باندھنا۔

۸۳ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسَاجِدِ — مساجد میں آواز بلند کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنے کا کیا حکم ہے، آیا یہ جائز ہے، مکروہ ہے یا ممنوع ہے۔

۴۷۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ، فَحَصَبَنِي رَجُلٌ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ مَنْ أَنْتُمَا، أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں جُعید بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن خصیفہ نے حدیث بیان کی از حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ، انہوں نے کہا: میں مسجد میں کھڑا ہوا تھا تو مجھے ایک شخص نے کنکر مارا، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ، میں ان دونوں کو لے آیا، حضرت عمر نے پوچھا: تم کون ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں، حضرت عمر نے کہا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ مساجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ حضرت عمر نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن المدینی (۲) یحییٰ القطان (۳) الجعید، ان کا نام الجعد بن عبد الرحمٰن بن اوس ہے، یہ ثقہ راوی ہیں، امام مسلم نے حضرت السائب سے ان کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے (۴) یزید ابو خصیفہ، یہ حضرت السائب مذکور کے بھتیجے ہیں اور خصیفہ ان کے دادا ہیں، اور ان کے والد عبد اللہ بن خصیفہ ہیں (۵) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ، یہ التمر کنوی کے بھانجے ہیں اور صحابی ہیں، ان کا مفصل تعارف پہلے ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۶)

مسجد میں آواز بلند کرنے والوں کو حضرت عمر کے سزا نہ دینے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دو آدمیوں کے مسجد میں آواز بلند کرنے کو اس لیے ناپسند کیا تھا کہ وہ مسجد میں بلند آواز سے شور کر رہے تھے اور لغو باتیں کر رہے تھے، حضرت عمر نے معلوم کیا کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں، اگر وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ مسجد میں فضول باتیں کرنا اور شور کرنا ممنوع ہے اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ اس شہر کے رہنے والے نہیں ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا۔

Marfat.com

مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں بالکل آواز بلند نہ کی جائے' خواہ کوئی علم کی بات ہو یا نہ ہو' امام مالک نے کہا: میں نے متقدمین علماء کو دیکھا' وہ مسجد میں آواز بلند کرنے کی مذمت کرتے تھے' اور اگر کسی علمی مسئلہ میں آواز بلند کی جائے تو میرے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے اور میرے نزدیک اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔

محمد بن مسلمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ کسی نیکی کی خبر دینے کے لیے اور کسی جھگڑے کی وجہ سے اور لین دین کے متعلق مسجد میں آواز بلند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے' کیونکہ مسجد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے اور جہاں لوگ جمع ہوں' وہاں آواز بلند کرنے کی ضرورت پڑتی ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے مسجد میں آواز بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: میں امام ابوحنیفہ کے پاس سے گزرا' وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی' میں نے کہا: اے ابوحنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز نہیں بلند کرنی چاہیے' امام ابوحنیفہ نے کہا: رہنے دو! جب تک آواز بلند کر کے بات نہ کی جائے' یہ لوگ بات نہیں سمجھتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حاکم کو یہ اختیار ہے کہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہ ہو' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' نیز حضرت عمر کا یہ کہنا کہ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو دردناک سزا دیتا' اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہوگی۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی' اس شرح پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ضروری نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق کوئی حدیث سنی ہو' یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو اپنے اجتہاد سے سزا دیتے' کیونکہ ملک کے سربراہ کو یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر شرعی کام پر اپنے اجتہاد سے سزا دے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان شارحین کا یہ لکھنا کہ جو جہالت کی وجہ سے غیر شرعی کام کرے' اس کا عذر قبول کر لینا چاہیے' صحیح نہیں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک تو یہ بات صحیح تھی کیونکہ اس وقت تک احکام شرعیہ کی مکمل تبلیغ نہیں ہوئی تھی' لیکن اب تمام احکامِ شرعیہ کی مکمل تبلیغ ہو چکی ہے اور تمام احکام پر مشتمل کتابیں لکھی جا چکی ہیں' اب جہالت کا عذر مقبول نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے اور کہے: مجھے پتا نہیں تھا کہ اس سے بیوی حرام ہو جاتی ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا یا کوئی شخص اپنی رضاعی بہن سے نکاح کر لے اور کہے کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ نکاح حرام ہے تو اس کا یہ عذر مقبول نہیں ہے۔

٤٧١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَقَاضٰی ابْنَ اَبِیْ حَدْرَدٍ دَیْنًا لَهٗ عَلَیْهِ، فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس بن یزید نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ

Marfat.com

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا، حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، وَنَادٰى يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ. قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۱۱۲، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

سے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد کے اندر اپنے قرض کا تقاضا کیا، پھر دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سن لیا تو رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی طرف نکلے، حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا اور آپ نے آواز دی، اے کعب بن مالک! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنا آدھا قرض کم کر دو، حضرت کعب نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مسجد میں تقاضا کرنا اور مقروض کو پکڑنا، اور یہاں عنوان ہے: مسجد میں آواز بلند کرنا اور یہ حدیث ان دونوں عنوانوں کی صلاحیت رکھتی ہے۔

٨٤ - بَابُ الْحِلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسجد میں علم کے لیے یا ذکر کے لیے یا قرآن مجید کے درس کے لیے حلقہ بنایا جائے تو یہ جائز ہے۔

٤٧٢ - **حَدَّثَنَا** مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرٰى فِيْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ؟ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً، فَاَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى. وَاِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ وِتْرًا، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳-۹۹۰-۹۹۳-۹۹۵-۱۱۳۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بشر ابن المفضل نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے سوال کیا، اس وقت آپ منبر پر تھے (اس نے کہا:) رات کی نماز کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: دو، دو رکعت نماز پڑھو، پھر جب تم کو صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت ملا لو تو تمام نماز وتر ہو جائے گی، اور حضرت ابن عمر یہ کہتے تھے کہ تم اپنی آخری نماز وتر پڑھو، کیونکہ نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۷۴۹، الرقم المسلسل: ۱۷۱۷، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۶، سنن ترمذی: ۴۳۷، سنن ابن ماجہ: ۱۳۱۹، شرح السنۃ: ۹۵۶-۹۵۷، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۰۸- ج ۱۰ ص ۲۰۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان سب کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا، اور اس حدیث کی اس کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت صحابہ بیٹھے ہوئے آپ کے ارشادات سن رہے ہوں گے اور یہ ایک قسم کا حلقہ بنانا ہے یا حلقہ کے مشابہ ہے۔

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ مسجد میں حلقہ بنانے کی ممانعت ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس نکل کر آئے تو ہم کو حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم کو گروہوں میں بیٹھے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۴۳۰)

اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی فائدہ اور منفعت کے بغیر حلقہ بنایا جائے تو وہ ممنوع ہے اور جب علم کی بات سننے کے لیے اور تعلیم و تعلم کے لیے یا درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے لیے حلقہ بنایا جائے تو وہ مستحسن ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خطیب منبر پر خطبہ دے رہا ہو اور اس سے دورانِ خطبہ دینی سوال کیا جائے تو اس کا جواب دینا جائز ہے۔

رات اور دن کے نوافل کی رکعات میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نوافل کی رکعات میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دن اور رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات اور دن میں چار' چار رکعات نماز پڑھی جائے اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ رات میں دو' دو رکعت نفل پڑھے جائیں اور دن میں چار' چار رکعت نفل پڑھے جائیں' امام ابوحنیفہ نے رات کی نماز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے' پھر اپنے اہل کی طرف لوٹ آتے' پھر چار رکعت نماز پڑھتے' پھر اپنے بستر پر چلے جاتے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۳۴۸)

اور دن کی نماز کے متعلق امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: چار رکعات اور جتنی چاہتے زیادہ کر دیتے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

امام ابویعلیٰ نے اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ اس میں کلام کے ساتھ فصل نہیں کرتے تھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ۴۳۶۶)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رات کی نماز دو' دو رکعت ہے۔ (سنن ترمذی: ۴۳۷) اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۰۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دن کی نماز کا ذکر نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا سنن ابوداؤد اور صحیح مسلم سے استدلال ہے اور ان کی احادیث زیادہ قوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۷۔ ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رات اور دن کے نوافل میں امت پر آسانی ہے' چار چار رکعات کا بھی ثبوت ہے اور دو' دو رکعات کا بھی

میں کہتا ہوں کہ احادیث میں رات کی نماز چار' چار رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے اور دو دو رکعت پڑھنے کا بھی ذکر ہے' دو' دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا:

Marfat.com

دو دو رکعت، پس جب تمہیں صبح کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ساتھ (آخری دو رکعت کو) وتر کر لو۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۷ صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابوداؤد: ۱۳۲۶، سنن نسائی: ۱۶۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۴۸۴۸۔ ج ۸ ص ۴۵۷، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اور رات کو چار رکعت نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعات نماز پڑھتے، تم ان کے حسن اور طول کے متعلق نہ پوچھو، پھر چار رکعات نماز پڑھتے، تم ان کے طول اور حسن کے متعلق نہ پوچھو، پھر آپ تین رکعات پڑھتے، حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رات کے نوافل میں رکعات کی کوئی حتمی اور لازمی قید مقرر نہیں فرمائی بلکہ آپ نے رات کو دو رکعت نماز بھی پڑھی ہے اور چار رکعت نماز بھی پڑھی اور سنن اور نوافل کے باب میں امت پر آسانی رکھی ہے، اسی طرح دن کے نوافل میں بھی آپ نے آسانی رکھی ہے۔

دو، دو رکعت پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: رات اور دن کی نماز دو، دو رکعت ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۱۲۹۵، سنن ترمذی: ۵۹۷، سنن نسائی: ۱۶۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعات کی حفاظت کی اور ظہر کے بعد چار رکعات کی حفاظت کی، اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۶۹، سنن نسائی: ۱۸۱۳)

سہل بن معاذ بن انس الجہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنی نماز کی جگہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس نے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھی اور اس دوران اس نے نیکی کے سوا اور کوئی بات نہیں کی تو اللہ اس کے گناہوں کو بخش دے گا، خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں۔ (سنن ابوداؤد: ۱۲۸۷)

حضرت معاذہ سے چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۱۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رات اور دن کے نوافل اور سنن میں امت پر تنگی نہیں کی اور آپ نے ہر طرح نماز پڑھی ہے، چار رکعات بھی اور دو رکعات بھی۔ وللہ الحمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ان احادیث میں وتر کی نماز کا بھی ذکر آ گیا ہے تو ہم اس سلسلہ میں وتر کی نماز کی رکعات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں، ابھی ہم نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آٹھ رکعات کے بعد تین رکعات وتر کی نماز پڑھی۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱، سنن ترمذی: ۴۳۹، سنن نسائی: ۱۶۹۶، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۴۳، مسند احمد ج ۶ ص ۳۶)

اس کے علاوہ تین رکعات نماز وتر کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

Marfat.com

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے' پہلی رکعت میں ''سبح اسم ربك الاعلی'' پڑھتے تھے' دوسری رکعت میں ''قل یایها الکافرون'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں ''قل هو الله احد'' پڑھتے تھے' اور نماز سے فارغ ہو کر تین بار ''سبحان الملك القدوس'' پڑھتے تھے۔

(سنن نسائی: ۱۶۹۷۔۱۶۹۶۔۱۶۹۵' سنن ابوداؤد: ۱۴۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''سبح اسم ربك الاعلی'' اور ''قل یایها الکفرون'' اور ''قل هو اللّٰه احد'' کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲' سنن نسائی: ۱۶۹۹۔۱۶۹۸' سنن ترمذی: ۴۶۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹۔ج ۱۴ ص ۲۶۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۵۵۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۸' سنن دارمی: ۱۵۸۹' المعجم الکبیر: ۱۲۶۷۹۔ ۱۲۴۳۴' صحیح ابن حبان: ۲۴۴۸۔۲۴۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۲۰۔ج ۴ ص ۴۵۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبد الرحمان بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں ''سبح اسم ربك الاعلی'' اور ''قل یایها الکافرون'' اور ''قل هو اللّٰه احد'' پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۷۰۹۔۴۷۰۸۔۴۷۰۷' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۶)

عبد العزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے بتایا: آپ پہلی رکعت میں ''سبح اسم ربك الاعلی'' پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں ''قل یایها الکافرون'' پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں ''قل هو الله احد'' اور معوذتین پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳' سنن ابوداؤد: ۱۴۲۴' سنن ترمذی: ۴۶۲' مصنف عبد الرزاق: ۴۷۱۰)

عامر شعبی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق سوال کیا' ان دونوں نے کہا: تیرہ رکعت' ان میں سے آٹھ رکعت (تہجد) تھیں اور تین وتر تھے اور دو رکعت فجر کے بعد۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات کے وتر تین رکعت ہیں' جیسے دن کے وتر ہیں مغرب کی نماز۔ (سنن دار قطنی: ۱۶۳۵۔ج ۲ ص ۱۴۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۱۔۳۰' المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۱۷۰' مجمع البحرین للطبرانی: ۱۰۸۹' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اخیر شب میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۲)

صحابہ کرام سے تین رکعت وتر کا ثبوت

ابن السباق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا' پھر تین رکعت وتر پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۱۔ج ۲ ص ۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ' مصنف عبد الرزاق: ۴۶۵۱)

حمید بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۳' مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۵)

زاذان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' اخیر شب میں تین رکعت وتر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۳)

ابوغالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۵)

مکحول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰)

Marfat.com

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رات کے وتر دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۶۳۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی طرح اس کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔
(مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۱)

فقہاء تابعین سے تین رکعت وتر کا ثبوت

حسن بصری نے کہا: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان کی صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

علقمہ نے کہا: وتر تین رکعت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۹)

سعید بن جبیر تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۴)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

زیاد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے وتر کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: مغرب کی نماز کی طرح وتر پڑھو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۸)

وتر کی نماز کی مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت پر ایک اعتراض کا جواب

ابراہیم التیمی نے کہا: فقہاء وتر کو مغرب کے ساتھ مشابہ کرنے کو مکروہ کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۱)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تین رکعت میں مشابہت مراد نہیں ہے' بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مغرب سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی' اگر اسی طرح وتر سے پہلے بھی کوئی نماز نہ پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

العلاء بن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دم کٹے تین رکعت وتر نہ پڑھے جائیں' اس سے پہلے دو رکعت پڑھو یا چار رکعت پڑھو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۲۷)

ایک رکعت نماز وتر پڑھنے کی ممانعت

حنابلہ' شوافع اور غیر مقلدین اس طرح تین رکعت وتر پڑھتے ہیں کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتے ہیں' پھر دم کٹی ایک رکعت نماز پڑھتے ہیں' حالانکہ متعدد احادیث میں یہ وارد ہے کہ تین رکعت نماز وتر میں دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (سنن نسائی: ۱۶۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین رکعت کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ صرف تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۶۷۱)

حسن بصری نے کہا: تین رکعت کے آخر میں سلام پھیرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۳)

مکحول تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۳۵)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص ایک رکعت نماز

Marfat.com

پڑھ کر اس سے (نمازوں کو) وتر کرے۔ (تمہید ابن عبد البرج ۵ ص ۲۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

قارئین کو وتر کے تمام اہم عنوانات پر محیط اور باحوالہ بحث شاید کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

ذالک فضل اللہ یوتیه من یشاء.

۴۷۳ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ؟ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى، فَاِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ. قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۳۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے' اس نے پوچھا: رات کی نماز کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا: دو' دو رکعت' پس جب تمہیں صبح ہونے کا خوف ہو تو (آخری دو رکعت کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ لو' یہ تمہاری تمام پڑھی ہوئی رکعات کو وتر (طاق) کر دے گی۔ الولید بن کثیر نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عمر نے ان کو حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا اور اس وقت آپ مسجد میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۷۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَاَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ، فَاَقْبَلَ اثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ. فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فَجَلَسَ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ الثَّلَاثَةِ؟ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہ عقیل بن ابی طالب کے غلام ابومرّہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین شخص آئے' دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھ گئے اور ایک چلا گیا' ان دو میں سے ایک شخص نے مجلس میں کشادگی دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کی خبر نہ دوں؟ رہا ان میں سے ایک شخص تو اس نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دے دی' رہا دوسرا شخص تو اس نے اللہ سے حیاء کی تو اللہ بھی اس سے حیاء فرمائے گا (یعنی اس کو عذاب نہیں دے گا)' رہا تیسرا تو اس نے اعراض کیا' سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۶۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جو شخص مجلس کے آخر میں بیٹھ گیا اور جس شخص نے حلقہ میں

Marfat.com

کشادگی دیکھی تو وہاں بیٹھ گیا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۸۵ - بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَمَدِّ الرِّجْلِ

مسجد میں لیٹنا اور ٹانگ پھیلانا

اس عنوان میں ''استلقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چت لیٹنا' اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں چت لیٹنا جائز ہے۔

٤٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ اَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى. وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عباد بن تمیم از عم خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا' آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے اوپر رکھی ہوئی تھی' از ابن شہاب از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۹۶۹۔ ۶۲۸۷] (صحیح مسلم: ۲۱۰۰' الرقم المسلسل: ۵۴۰۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۶' سنن ترمذی: ۲۷۶۵' سنن نسائی: ۷۲۱' مسند الحمیدی: ۴۱۴' سنن دارمی: ۲۶۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۵۵۲' شرح السنۃ: ۴۸۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۴۳۰۔ ج ۲۶ ص ۳۵۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کے تمام رجال کا تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

اس اعتراض کا جواب کہ بعض احادیث میں چت لیٹنے اور ٹانگ پر ٹانگ رکھنے کی ممانعت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے اور وہ شخص اپنی پشت پر (چت) لیٹا ہوا ہو۔

(صحیح مسلم: ۲۰۹۹' سنن ابوداؤد: ۴۸۶۵' سنن ترمذی: ۲۷۶۶' سنن نسائی: ۵۳۵۷' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۹۱)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح لیٹنے سے اس لیے منع فرمایا کہ جب انسان نے شلوار نہ پہنی ہو اور صرف تہبند باندھ کر لیٹا ہوا ہو تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہونے کا خدشہ ہے اور اس زمانہ میں زیادہ تر لوگ تہبند باندھتے تھے اور وہ بھی پورے نہیں ہوتے تھے اور جب تہبند چھوٹا ہو اور کوئی شخص چت لیٹ کر اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھ لے تو وہ اپنی ران کے کھل جانے سے محفوظ نہیں رہے گا اور ران بھی شرم گاہ ہے اور جب تہبند پورا ہو اور تہبند باندھنے والا تہبند کے کھلنے سے بچتا ہو تو پھر مسجد میں چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۷ ص ۲۰۸۔ ۲۰۷' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو چت لیٹنے کی ممانعت منقول ہے وہ منسوخ ہے' کیونکہ امام بخاری نے باب مذکور کی حدیث کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مسجد میں چت لیٹتے تھے' اگر اس طرح لیٹنا ممنوع ہوتا تو حضرت عمر اور حضرت عثمان اس طرح نہ لیٹتے اور یہ متصور نہیں ہے کہ ان سے اس کی ممانعت مخفی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۸۔۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر نے علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض احتمال سے حضرت جابر کی حدیث کو منسوخ قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے یہ نہیں کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے منسوخ ہونے کا احتمال ہے' بلکہ انہوں نے پورے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی چت لیٹنے سے ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اس طرح لیٹتے تھے اور ان سے اس ممانعت کا مخفی ہونا متصور نہیں ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ضرورت کی بناء پر بیان جواز کے لیے چت لیٹے ہوں' یا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیادہ صحابہ نہ ہوں' کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ ہوتے تھے تو آپ مسجد میں وقار کے ساتھ چار زانو بیٹھتے تھے اور تواضع کے ساتھ بیٹھتے تھے' دو زانو بیٹھتے تھے یا اکڑوں بیٹھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے' البتہ مسجد میں منہ کے بل اوندھا لیٹنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اوندھے منہ لیٹ کر سونے کی ممانعت اور لیٹنے اور سونے کی چار اقسام

میں کہتا ہوں کہ اوندھے منہ لیٹنے کی ممانعت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا' وہ اپنے پیٹ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' آپ نے فرمایا: یہ لیٹنے کا ایسا طریقہ ہے جس کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ (سنن ترمذی: ۲۷۶۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۷)

یعیش بن طخفہ بن قیس الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ اصحاب الصفہ میں سے تھے (وہ بیان کرتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ عائشہ کے گھر چلو' چنانچہ ہم گئے' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہم کو کچھ کھلاؤ' وہ جشیشہ (گندم کے موٹے آٹے میں گوشت یا کھجوریں ڈال کر بنایا ہوا طعام) لے کر آئیں' وہ پرندے کی خوراک کے برابر تھا' ہم نے اس کو کھالیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ' وہ العس (بہت بڑا پیالہ جس میں چار کلو سما سکے) میں دودھ لے کر آئیں' سو ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اے عائشہ! ہمیں پلاؤ تو وہ چھوٹا پیالہ لائیں' پس ہم نے اس کو پی لیا' پھر فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو سو جاؤ' اور اگر تم چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ تو جس وقت میں سحر کے وقت مسجد میں منہ کے بل (اوندھا) لیٹا ہوا تھا' میں نے دیکھا: ایک شخص مجھے اپنے پیر سے ہلا رہا ہے' میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' آپ نے فرمایا: اس طرح لیٹنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

(سنن ابو داؤد: ۵۰۴۰' سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۳' صحیح ابن حبان: ۵۰۵۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے تھوڑی دیر پہلے لیٹتے تو اپنی دونوں کلائیوں کو کھڑا کر کے اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیتے۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۳۱۳' الرقم المسلسل: ۶۸۳' شرح السنۃ: ۵۹ ۳۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مؤخر الذکر حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ جب رات کے آخری حصہ میں آپ لیٹتے تو دائیں کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح کا وقت قریب ہوتا تو دونوں کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھ لیتے اور سو جاتے اور یہ اس لیے کرتے تھے تا کہ گہری اور میٹھی نیند نہ آئے اور نماز فجر فوت نہ ہو جائے' اور پہلی صورت میں جب آپ دائیں کروٹ پر سوتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ پھر بائیں جانب دل معلق رہتا تھا اور قرار اور سکون کم ہوتا تھا اور گہری نیند نہیں آتی تھی۔

اگر بائیں کروٹ پر لیٹا جائے تو دل اپنی جگہ پر سکون رہتا ہے اور گہری نیند آتی ہے اور اطباء چونکہ جسم کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں' اس لیے وہ کہتے ہیں بائیں کروٹ پر سونا چاہیے تا کہ کھانا اچھی طرح ہضم ہو جائے اور ظاہر کی حرارت باطن میں پہنچ جائے' جو کھانے کے ہضم ہونے کی موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۶' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

نیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

سونے کی چار قسمیں ہیں: (۱) چت لیٹ کر سونا' یہ غور وفکر کرنے والوں کا طریقہ ہے' جو آسمان اور اجرامِ فلکیہ کو دیکھ کر ان میں غور وفکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر استدلال کرتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے بھی چت لیٹنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث: ۴۷۵ میں مذکور ہے۔ سعیدی غفرلہ) (۲) دائیں کروٹ پر سونا' یہ عبادت گزاروں کے سونے کا طریقہ ہے' کیونکہ اس صورت میں گہری نیند نہیں آتی اور انسان عبادت کے لیے اپنے وقت پر بیدار ہو جاتا ہے (۳) بائیں کروٹ پر سونا یہ اطباء کا طریقہ ہے کیونکہ اس صورت میں کھانا جلد ہضم ہوتا ہے اور جسم کو راحت اور آرام ملتا ہے (۴) منہ کے بل اوندھے لیٹ کر سونا' یہ غافل لوگوں کے سونے کا طریقہ ہے کیونکہ انسان کے بدن کا سب سے عزت والا حصہ سینہ ہے' وہ خاک ذلت پر ہوتا ہے یا نیچے ہوتا ہے اور یہ وہ طریقہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ان حدیثوں کی شرح میں حضرت محدث دہلوی منفرد ہیں' میں نے ان حدیثوں کی شرح کے لیے عمدۃ القاری' فتح الباری لابن رجب' فتح الباری لابن حجر' شرح نووی' معالم السنن' عارضۃ الاحوذی' تحفۃ الاحوذی اور مرقاۃ المفاتیح کو دیکھا' کسی نے بھی دائیں کروٹ پر سونے اور جب فجر قریب ہو تو کلائیوں کو نصب کر کے ہتھیلیوں پر سر رکھنے کی توجیہ نہیں بیان کی' نہ سونے کی مذکور الصدر اقسام بیان کیں' یہ صرف حضرت محدث دہلوی کا تفرد ہے' اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر نور اور رحمتیں نچھاور فرمائے اور ان کے فیوضات سے ہمیں بھی حظ وافر عطا فرمائے۔ (آمین)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۵۳۹۰۔ ج ۶ ص ۴۰۸ پر مذکور ہے' وہاں کسی عنوان کے تحت شرح نہیں ہے' صرف فائدہ بیان کیا گیا ہے۔

۸۶ - بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

لوگوں کے ضرر کے بغیر راستے میں مسجد کا ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ میں مسجد بنانا جائز ہے' بہ شرطیکہ اس سے لوگوں کو حرج نہ ہو' مسجد بنانے کی کئی اقسام ہیں' ایک قسم بالاتفاق جائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ملکیت میں مسجد بنائے' دوسری قسم بالاتفاق ناجائز ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی ملکیت میں مسجد بنائے' اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملتا بلکہ دوسرے کی جگہ میں تصرف کرنے کی وجہ سے انسان

Marfat.com

عذاب کا مستحق ہوتا ہے' شہروں میں عموماً لوگ سرکاری زمین پر حکومت یا اس کے مجاز نمائندہ کی اجازت کے بغیر مسجد بنا لیتے ہیں' یہ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہے' اور تیسری قسم راستہ میں مسجد بنانا ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب اس سے کسی کو حرج نہ ہو' بعض فقہاء نے اس کو بھی ناجائز ہے کہا ہے' امام بخاری نے اس عنوان سے ان کا رد کرنے کا قصد کیا ہے۔

وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ.

اور حسن بصری' ایوب اور مالک کا یہی قول ہے۔

ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں اور مالک سے امام مالک بن انس مراد ہیں' ہر چند کہ جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے لیکن چونکہ ان تین فقہاء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

٤٧٦ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَيَّ اِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ اِلَّا يَاْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً، ثُمَّ بَدَا لِاَبِيْ بَكْرٍ، فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ، فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ، فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ، يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاَفْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

[اطراف الحدیث: ۲۲۹۷-۳۹۰۵-۴۰۹۳-۵۸۰۷-۶۰۷۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں: میں نے اسی وقت ہوش سنبھالا تھا' جب میرے والدین دین کے احکام پر عمل کرتے تھے اور ہر روز دن کی دونوں طرفوں میں صبح اور شام ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لیں' پھر وہ اس مسجد میں نماز پڑھتے تھے' اور (بلند آواز سے) قرآن مجید پڑھتے تھے' مشرکین کے بیٹے اور ان کی عورتیں سب اس کو سنتے اور اس پر تعجب کرتے اور حضرت ابوبکر کی طرف دیکھتے اور حضرت ابوبکر پرسوز اور دل گداز طبیعت کے مالک تھے' جب وہ قرآن پڑھتے تو ان کی آنکھیں بے قابو ہو جاتیں اور وہ آنسو بہاتے' قریش کے سردار اس منظر سے بہت گھبرا گئے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۹۷۴۳' صحیح ابن حبان: ۶۲۷۷' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۳۰' شرح السنۃ: ۳۷۶۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۴-۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۴۷۵-۴۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۹۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۲۶- ج ۴۲ ص ۴۱۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر ضرر کے راستہ میں مسجد بنانے کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ابن شعبان نے کتاب الزاھی میں لکھا ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے جو راستوں میں' رہائش کی جگہوں میں اور کشتی کے لنگر انداز ہونے کی جگہوں پر بنائی گئی ہوں کیونکہ وہ ناحق جگہوں پر بنائی گئی ہیں اور جس شخص نے اس مسجد میں اس تاویل سے نماز پڑھی کہ وہ راستہ میں نماز پڑھ رہا ہے اور جس طرح راستہ پر اوروں کا حق ہے اس کا بھی حق ہے' تو اس کی نماز ہو جائے گی' اور اگر مسجد کسی وسیع جگہ پر ہو اور امام کا یہ ارادہ ہو کہ اس جگہ کو اور وسیع کرے' جس سے چلنے والوں کو ضرر نہ ہو تو امام مالک

Marfat.com

کے نزدیک اس کو منع نہیں کیا جائے گا' اور ربیعہ نے راستہ میں مسجد بنانے سے منع کیا ہے' اور میرے نزدیک یہ قول زیادہ صحیح ہے اور میں نے ربیعہ کے قول کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ راستہ میں حیض اور نفاس والی عورتیں بھی چلتی ہیں اور نابالغ اور ذمی بھی چلتے ہیں' اگر وہاں مسجد بنا دی جائے تو ان کو ضرر ہو گا۔

امام مالک کے قول کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اضافہ کرنا امام کا حق ہے' اور امام مالک نے راستہ میں مسجد بنانے کو جائز کہا ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گھروں کے صحن میں اگرچہ کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا اور راستہ پر چلنے والے گھروں کے منافع کے مستحق نہیں ہوتے' لیکن مسجد مسلمانوں کی جماعت کا حصہ زمین ہے' اور کسی کے لیے اس کو ملکیت بنانا جائز نہیں ہے' لہٰذا مسجد راستہ کے حکم میں ہے' بلکہ اس میں راستہ سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھی جاتی ہے' جو اسلام کے اعظم امور سے ہے' اور اس کے قائم کرنے میں احتیاط برتنا راستہ میں بچوں' حائض عورتوں اور ذمیوں کی رعایت کرنے سے زیادہ افضل ہے' امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں امام مالک کے قول کی طرف میلان کیا ہے۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے' جس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کی تبلیغ اور اس کے اظہار کے مقابلہ میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہی اس مرتبہ پر ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کی شرح کا خلاصہ لکھ دیا ہے' علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے بھی ان ہی کا خلاصہ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۴' شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۸)

۸۷- بَابُ الصَّلٰوةِ فِی مَسْجِدِ السُّوْقِ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ کرمانی' علامہ ابن بطال اور علامہ ابن حجر کی شروح پر علامہ عینی کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان میں مسجد سے مراد مجازاً وہ جگہ ہے' جہاں نماز پڑھی جائے' خصوصیت کے ساتھ مسجد کی عمارت مراد نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۴۰' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انہوں نے بغیر ضرورت کے امام بخاری کے عنوان میں مسجد کو مجاز پر محمول کیا ہے' اور اس سے نماز پڑھنے کی جگہ مراد لی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے یہ اس لیے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص بازار میں دکان میں نماز پڑھے تو یہ عنوان اس کو بھی شامل ہو جائے' لہٰذا مجاز کا ارادہ بلاضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اسواق'' (بازاروں) سے مراد نماز پڑھنے کی جگہیں ہیں' ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا کون سا ہے؟ تو آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ زمین کا سب سے بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور سب سے بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' اس حدیث کو امام آجری نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے' امام بخاری کو خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا' اس کو یہ وہم ہو گا کہ جب بازار زمین کا بدترین ٹکڑا ہیں تو وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہو گا' اس لیے انہوں نے حضرت ابوہریرہ کی یہ

Marfat.com

حدیث روایت کی کہ جس نے بازار میں تنہا نماز پڑھی تو اس کو نماز کے پچیس درجوں میں سے ایک درجہ ملے گا' جیسے کوئی شخص اپنے گھر میں اکیلے نماز پڑھے' تو امام بخاری نے یہ استدلال کیا کہ جب بازار میں تنہا نماز پڑھنا جائز ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ بازار میں مسجد بنالی جائے تاکہ بازار میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب مل جائے' جس طرح عذر کی حالت میں گھروں میں مسجد بنالی جاتی ہے تاکہ گھروں میں بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ علامہ ابن بطال کو یہ کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری کو یہ خوف ہوا کہ جو شخص اس حدیث کو پڑھے گا کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں تو وہ بازار میں نماز نہیں پڑھے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ اعتراض بالکل بے جان ہے' اس قسم کی عبارت محاورۃً لکھی جاتی ہے' اس عبارت سے علامہ ابن بطال کی مراد یہ تھی کہ اس حدیث کی بناء پر یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہے تو پھر بازار میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے' اس وہم کے ازالہ کے لیے امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا کہ بازار میں نماز جائز ہے اور جواز پر اس باب کی حدیث سے استدلال کیا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس حدیث میں مذکور ہے کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں اور زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں' جیسا کہ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے' اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض اس کی سند صحیح ہو تو یہ بازار میں مسجد بنانے سے مانع نہیں ہے' کیونکہ اب جس زمین کے ٹکڑے میں مسجد ہوگی' وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہوگا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شرح سب سے بعید ہے' اس قائل کو کہاں سے پتا چلا کہ امام بخاری نے اس عنوان سے اس طرح اشارہ کیا ہے' جس کا اس نے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷)

میں کہتا ہوں کہ اشارہ کا منشاء یہ ہے کہ امام بزار کی اس حدیث کو کہ زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں' اصالۃً روایت کیا نہ تعلیقاً روایت کیا' بلکہ اس کے برخلاف اس حدیث کو روایت کیا کہ بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس درجہ اجر ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام بزار کی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جب بازار میں مسجد بن جائے گی تو وہ زمین کا بدترین ٹکڑا نہیں رہے گی' بلکہ وہ زمین کا بہترین ٹکڑا ہو جائے گی' علاوہ ازیں علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ اس عنوان سے اس طرف اشارہ ہے' یہ تو نہیں کہا: یہ عنوان اس باب میں عبارۃ النص ہے' لہٰذا اس شرح پر علامہ عینی کا اعتراض بالکل بے معنی اور مہمل ہے۔

دوسرے شارحین کی شرح پر تنقید کرنے کے بعد علامہ عینی خود امام بخاری کے عنوان کی شرح لکھتے ہیں:

جب امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کو روایت کرنے کا ارادہ کیا' جس میں یہ اشارہ ہے کہ نمازی کی نماز یا تو اس مسجد میں ہوگی جو نماز کے لیے بنائی گئی یا اس کے اپنے گھر میں ہوگی یا بازار میں ہوگی تو انہوں نے اس حدیث کا یہ عنوان لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کا جواز' اور ان تین جگہوں میں سے بازار کی مسجد کا خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ بازار ایسی جگہ ہے جہاں شور و شغب زیادہ ہوتا ہے اور لوگ خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اور اس میں سچی' جھوٹی قسمیں بہت کھائی جاتی ہیں تو یہاں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ بازار میں نماز نہیں ہوگی' اس لیے امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

چاروں شرحوں کے درمیان مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے امام بخاری کے عنوان کی بہت عمدہ اور جامع شرح کی ہے' لیکن ان کی شرح بھی علامہ عسقلانی کی شرح کا عکس ہے' علامہ عسقلانی نے یہ کہا تھا: چونکہ بعض احادیث میں یہ مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کا بدترین ٹکڑا بازار ہیں (اس معنی کی حدیث' صحیح مسلم: ۲۸۸ میں بھی ہے) اس لیے کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید بازار میں نماز نہیں ہوگی' لہٰذا امام بخاری نے عنوان میں لکھا: بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا' یعنی اس کا جواز' حافظ ابن حجر نے اس وہم کا منشاء ایک حدیث کو بنایا اور حافظ عینی نے اس وہم کا منشاء اپنے اجتہاد سے بازار کے شور وشغب وغیرہ کو بنایا' نیز علامہ عینی کی شرح علامہ کرمانی سے بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے' انہوں نے کہا تھا کہ مساجد سے مراد نماز کی جگہیں ہیں تا کہ یہ عنوان گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو بھی شامل ہو جائے اور علامہ عینی نے بھی لکھا ہے کہ اس باب کی حدیث مسجد' گھر اور دکان میں پڑھی ہوئی نمازوں کو شامل ہے' فرق یہ ہے کہ علامہ کرمانی نے حدیث کے عموم کی وجہ سے عنوان کو عام کر دیا اور یہ کہا کہ عنوان میں جو مساجد کا ذکر ہے' اس سے مراد عموم ہے یعنی نماز کی جگہیں تا کہ امام بخاری کا عنوان حدیث کے مطابق ہو جائے اور اس اعتبار سے علامہ کرمانی کی شرح بہت اچھی ہے اور علامہ عینی کی شرح بھی بہت خوب ہے' انہوں نے عنوان میں بازار کی مسجد کے خصوصی ذکر کی توجیہ کی ہے۔'' **وللناس فیما یعشقون مذاهب** ''لوگوں کی پسند اور رجحان مختلف ہیں'' وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ '' (البقرہ: ۱۴۸) ہر کسی کی خاص جہت ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ○ (الروم: ۳۲) ہر گروہ اس چیز سے خوش ہونے والا ہے جو اس کے پاس ہے○

وصلى ابْنُ عَوْنٍ فِيْ مَسْجِدٍ فِيْ دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ. اور ابن عون نے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند کیا ہوا تھا۔

امام بخاری کے عنوان میں بازار کی مسجد کا ذکر ہے اور اس اثر میں گھر کی مسجد کا ذکر ہے' لہٰذا یہ اثر امام بخاری کے عنوان کے مطابق نہیں ہے' علامہ کرمانی اس اثر کو ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہیں:

اس اثر کو ذکر کرنے سے شاید امام بخاری کی غرض فقہاء احناف پر رد کرنا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ گھر میں ایسی مسجد کا بنانا ممنوع ہے' جس کا دروازہ لوگوں سے محجوب ہو' یعنی بند کیا ہوا ہو۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' فقہاء احناف کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ (علامہ) کرمانی نے فقہاء احناف پر افتراء کیا ہے کیونکہ فقہاء احناف نے اس طرح نہیں کہا بلکہ اس سلسلہ میں مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور اس کا دروازہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی' اور جب اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس میں نماز پڑھی تو یہ بھی کراہت کے ساتھ جائز ہے' اسی طرح باقی مساجد کا بھی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۷۸۔۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی علامہ کرمانی پر رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے اس صورت میں نماز کو مکروہ لکھا ہے حرام نہیں لکھا' اور اس اثر کی عنوان کے ساتھ یہ مناسبت بیان کی ہے کہ امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ بازار کے اندر جو مسجد بنائی گئی ہو اس میں نماز پڑھنی جائز ہے کیونکہ ابن عون نے گھر کے اندر بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھی' جس کا دروازہ لوگوں پر بند تھا۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

میں کہتا ہوں: یہ بہت بعید مناسبت ہے، مگر علامہ کرمانی کی بیان کردہ مناسبت سے بہتر ہے۔

٤٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، وَصَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ، خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً، فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ، وَاَتَى الْمَسْجِدَ، لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً، وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ، وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّيْ، كَانَ فِيْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهُ، وَتُصَلِّيْ يَعْنِيْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ، مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ.

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۰۷۰، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز، کسی شخص کی اپنے گھر میں نماز اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص عمدہ طریقہ سے وضوء کرے اور مسجد میں آئے اور اس کا صرف نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے، حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے اور جب وہ مسجد میں داخل ہو تو جب تک وہ نماز کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرا رہتا ہے، اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس پر رحم فرما، جب تک وہ وضوء نہ توڑے۔

جب تک وہ نماز کے انتظار میں مسجد میں رہے، فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، اس کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے، باقی اہم امور کی شرح حسب ذیل ہے:

باب کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت اس جملہ میں ہے: اور اس کی بازار میں نماز پر پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اچھی طرح وضوء کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے: ہر عضو کو تین تین بار دھوئے اور وضوء کی تمام سنتوں اور وضوء کے تمام مستحبات پر عمل کرے اور جو کام وضوء میں مکروہ ہیں، ان سے اجتناب کرے۔

اور اس حدیث میں ہے: وہ کسی کو ایذاء نہ دے یعنی اپنے قول اور فعل سے کسی کو ایذاء نہ دے۔

جماعت سے نماز پڑھنے پر پچیس درجہ فضیلت اور ستائیس درجہ فضیلت کی احادیث میں تطبیق کی توجیہات

اس حدیث میں ذکر ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پچیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے جب کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ ستائیس درجہ زائد اجر ہوتا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز، تنہا نماز پر ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۵، صحیح مسلم: ۶۵۰، الرقم المسلسل: ۱۴۹۰، سنن نسائی: ۸۳۷)

ان حدیثوں میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس درجہ فضیلت کی خبر دی، پھر بعد میں ستائیس درجہ فضیلت کی خبر دی کیونکہ ناقص مقدم ہوتا ہے اور زائد مؤخر ہوتا ہے۔

(۲) مسجد کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز میں پچیس درجہ فضیلت ہے اور مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ستائیس درجہ فضیلت

Marfat.com

ہے۔

(۳) جس حدیث میں پچیس درجہ فضیلت بیان کی گئی ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا بھی ذکر ہے جب کہ وہ حدیث جس میں ستائیس درجہ فضیلت مذکور ہے اس میں ہر قدم پر نیکی عطا فرمانے اور گناہ مٹانے کا ذکر نہیں ہے۔ یوں ایک اضافی فضیلت کے ذریعہ پچیس کو ستائیس کے برابر کیا گیا ہے۔

(۴) ثواب کے درجات کا یہ اختلاف نمازیوں کے مختلف احوال کے اعتبار سے ہے جو شخص نماز کو کامل طریقہ سے اس کے تمام آداب کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو ستائیس درجہ ثواب ملتا ہے اور جو ان آداب کی رعایت نہیں کرتا اس کو پچیس درجہ ثواب ملتا ہے۔

(۵) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درجات کا یہ اختلاف نمازی کے خضوع اور خشوع کی کمی اور بیشی کے اعتبار سے ہو۔

(۶) عصر اور فجر کی نمازوں میں چونکہ دن اور رات کے فرشتے مجتمع ہوتے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے ان میں ستائیس درجہ ثواب ہو اور باقی نمازوں میں پچیس درجہ ثواب ہو۔

(۷) ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ قلیل کثیر کے منافی نہیں ہے۔

(۸) علامہ فضل اللہ بن سعید الحسن التورپشتی متوفی ۶۶۱ ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے پچیس درجات کی خبر دی پھر ستائیس درجات کی خبر دی حقیقت میں اس کی وجہ علوم نبوت کی طرف راجع ہے ہماری عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے فوائد مثلاً نمازیوں کا جمع ہونا اور ان کا صفیں بنانا' اقتداء کے فوائد اور شعائر اسلام کا اظہار' یہ تمام چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف کی گئیں اور ان کی وجہ سے پہلے آپ کو پچیس درجہ جماعت کی فضیلت پر مطلع فرمایا اور پھر ستائیس درجہ فضیلت پر مطلع فرمایا لیکن اس کے حقیقی سبب کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۱ ص ۲۸۵' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۲ ھ)

(۹) علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ' پچیس درجہ فضیلت کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

اس قسم کی چیزوں کے اسرار کا تو شارع علیہ السلام ہی کو علم ہے' لیکن بہ طور احتمال یہ کہا جا سکتا ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر بڑھایا اور پانچ کو پانچ میں ضرب دی تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا' لہٰذا ہر نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا' پھر اگر یہ کہا جائے کہ ستائیس درجہ فضیلت کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دن اور رات کی فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد سترہ ہے اور دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس ہے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا تو اس طرح جماعت کے ساتھ نماز کا اجر ستائیس گنا کر دیا۔ (شرح الکرمانی ج ۴ ص ۱۳۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ دن اور رات کی سنن مؤکدہ کی تعداد دس نہیں بارہ ہے' اس طرح انتیس کا عدد حاصل ہو گا' پھر علامہ عینی لکھتے ہیں:

(۱۰) مجھے اس مقام پر انوار الٰہیہ' اسرار ربانیہ اور عنایات محمدیہ سے جو وجہ منکشف ہوئی ہے' وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو دگنا کر دیا اور چونکہ انسان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے تو ان بیس میں پانچ اور ملائے تو پچیس کا عدد حاصل ہو گیا' لہٰذا جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا' اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عدد میں

Marfat.com

اکائی ہے' دہائی ہے سینکڑہ ہے' ہزار ہے اور لاکھ ہے' اور ان میں متوسط سینکڑہ ہے اور اس کا چوتھائی پچیس ہے اور چوتھائی کل کے حکم میں ہوتا ہے' لہٰذا متوسط پچیس کا عدد ہو گیا اور اس لیے جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر پچیس گنا کر دیا گیا۔

ستائیس درجہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں کہ سابقہ تقریر کے لحاظ سے بہ طور فضل نمازوں کا اجر بیس درجہ ہے اور ہفتہ کے دن سات ہیں' لہٰذا جب بیس کے ساتھ سات ملائے تو ستائیس کا عدد حاصل ہو گیا اور یوں جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا اجر ستائیس درجہ زیادہ ہو گیا۔ (عمدة القاری ج ٤ ص ٣٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ سب تُک بندیاں ہیں اور ان کے انکشاف کی انوارِ الٰہیہ' اسرارِ ربانیہ اور عنایاتِ محمدیہ کی طرف نسبت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جو علامہ تورپشتی نے کہی ہے کہ اس کا حقیقی علم علومِ نبوت ہی کی طرف راجع ہے۔

٨٨ - بَابُ تَشْبِيْكِ الْاَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالنا جائز ہے' خواہ مسجد میں انگلیوں کے اندر انگلیاں ڈالی جائیں خواہ کسی اور جگہ۔

٤٧٨، ٤٧٩ - **حَدَّثَنَا** حَامِدُ بْنُ عُمَرَ' عَنْ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' اَوِ ابْنِ عَمْرٍو' قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ. [طرف الحدیث: ٤٨٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر' انہوں نے کہا ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واقد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر یا ابن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

٤٨٠ - **وَقَالَ** عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ' فَلَمْ اَحْفَظْهُ' فَقَوَّمَهٗ لِيْ وَاقِدٌ' عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو' كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا؟ (مسند الحمیدی: ٢٧٧' مصنف عبد الرزاق: ٢٠٧٤١' مسند ابو یعلیٰ: ٥٥٩٣' صحیح ابن حبان: ٥٩٥١۔ ٥٩٥٠' المعجم الکبیر: ٥٩٦٨۔ ٥٨٨٤' مجمع الزوائد ج ٧ ص ٢٧٩' مسند احمد ج ٢ ص ١٦٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٥٠٨۔ ج ١١ ص ٥٤)

اور عاصم بن علی نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث اپنے والد سے سنی تھی' میں نے اس کو محفوظ نہیں رکھا' پھر واقد نے اپنے والد کے واسطے سے نقل کر کے مجھے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح باقی رہ جاؤ گے (پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں)۔

حدیث: ٤٨٠۔ ٤٧٨ کے رجال کا تعارف

(١) حامد بن عمر البکراوی' یہ ابوبکر الثقفی کی اولاد سے ہیں' یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور کرمان کے قاضی تھے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ ٢٣٤ھ میں نیشاپور میں ہی فوت ہو گئے (٢) بشر بن المفضل الرقاشی' یہ حجت ہیں' یہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور ہر روز چار سو رکعات پڑھتے تھے' ١٨٩ھ میں فوت ہو گئے تھے (٣) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن

Marfat.com

عمر بن الخطاب العمری المدنی' ان کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی ہے (۴) عاصم مذکور کے بھائی' یہ واقد بن محمد بن زید ہیں' ان کی امام ابوزرعہ وغیرہ نے توثیق کی ہے (۵) ان کے والد محمد بن عبد اللہ' ان کی بہت ائمہ نے توثیق کی ہے (۶) حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما (۷) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما (۸) ابوعبد اللہ' اس سے مراد خود امام بخاری ہیں (۹) عاصم بن علی بن عاصم بن صہیب الواسطی' یہ امام بخاری اور امام دارمی کے شیخ ہیں' تہذیب التہذیب میں لکھا ہے: یہ ثقات شیوخ سے تھے' ابن معین نے کہا: یہ ضعیف تھے' ایک روایت میں ہے: یہ کچھ بھی نہیں تھے' دوسری روایت میں ہے: یہ کذاب تھے' یہ ۱۵ رجب ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳۔۳۸۲)

حدیث مذکور کا مکمل متن

علامہ بدر الدین عینی نے امام الحمیدی کی الجمع بین الصحیحین کے حوالہ سے مسند ابن عمر میں حدیث مذکور کا مکمل متن اس طرح لکھا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا عبد اللہ بن عمرو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں اس طرح رہ جاؤ گے اور آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' ان کی عہود اور امانتیں خلط ملط ہو جائیں گی' پھر وہ اس طرح ہو جائیں گے' پھر آپ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں' حضرت عبد اللہ بن عمرو نے پوچھا: یا رسول اللہ! میں اس وقت کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: جو نیک بات ہو اس پر عمل کرنا اور جو بُری بات ہو اس کو چھوڑ دینا' اپنے خاص لوگوں کی طرف آنا اور عام لوگوں کو چھوڑ دینا۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۲)

''حثالہ'' کا معنی

کسی چیز کا اصل جوہر نکلنے کے بعد جو اس کے ردی اجزاء باقی رہ جاتے ہیں' اس کو ''حثالہ'' کہتے ہیں' اردو میں اس کو تلچھٹ کہتے ہیں یا جیسے بادام یا سرسوں کا تیل نکالنے کے بعد پھوک باقی رہ جاتا ہے' جس کو کھل کہتے ہیں یا جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی رہ جاتی ہے یا جیسے تیل صاف کرنے کے بعد یا شربت صاف کرنے کے بعد یا کسی چیز کے عرق کو کپڑے سے چھاننے کے بعد اس کا گاڑھا سیال مادہ بچ جاتا ہے یا جیسے مٹی کے تیل کو صاف کر کے پٹرول نکالتے ہیں' پھر جو گاڑھا سیال بچ جاتا ہے' جس کو ڈیزل اور موبل آئل کا نام دیا جاتا ہے' تارکول بھی اسی کی قسم ہے' یہاں مراد یہ ہے کہ جب نیک لوگوں کے اٹھ جانے کے بعد گھٹیا اور ردی لوگ رہ جائیں گے اور علماء کے اٹھ جانے کے بعد جہلاء رہ جائیں گے' اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا! تم ان لوگوں کے ساتھ خلط ملط اور گتھم گتھا ہو جاؤ گے اس طرح پھر آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔

''مرجت عھودھم'' کا معنی

''مرج'' کا معنی ہے: دو چیزوں کا ملانا'' مرجت عھودھم'' کا معنی ہے: لوگ اپنے کیے ہوئے عہود کو خلط ملط کر دیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے اور'' مرجت اماناتھم'' کا معنی ہے: لوگ امانتوں کو ضائع کر دیں گے۔

انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے میں اختلاف فقہاء

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد وغیرہ میں تشبیک کرنا جائز ہے' یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا' امام مالک اور ابراہیم نخعی نے نماز میں تشبیک سے منع کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۸) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور سالم نے نماز میں تشبیک کی اجازت دی

Marfat.com

ہے، وہ خود بھی نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۱۔۴۸۲۹) اور حسن بصری مسجد میں تشبیک کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۳۰) یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالتے تھے اور امام مالک نے کہا: یہ لوگ مسجد میں تشبیک سے منع کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۶۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

معمولی تغیر سے علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۳، فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶)

مسجد کو جاتے وقت اور مسجد میں تشبیک کی ممانعت میں احادیث اور آثار

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضوء کرے، پھر نماز کے قصد سے مسجد کی طرف نکلے تو وہ اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۸۶، سنن ابن ماجہ: ۹۶۷، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں وضوء کرے، پھر وہ نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے تو وہ اپنے واپس لوٹنے تک نماز میں ہی رہتا ہے، پس تم اس طرح نہ کرو: آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۰، یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے، مصنف عبد الرزاق: ۳۳۳۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج، محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ایک شخص سے ملے، وہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالے ہوئے تھا، آپ نے فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: مسجد کی طرف، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کی انگلیوں کو کھول دیا اور فرمایا: جب تم اپنے گھر سے مسجد کی طرف جاؤ تو اس طرح تشبیک نہ کرو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۴، یہ حدیث حضرت کعب بن عجرہ سے بھی مروی ہے، مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۲۔۳۳۴۱)

طاؤس کہتے ہیں: نماز میں تشبیک کرنا مکروہ ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۳۴۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا، وہ مسجد کے وسط میں بیٹھا ہوا تھا اور تشبیک کرتے ہوئے خود سے باتیں کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا، وہ نہیں سمجھا، پھر آپ نے حضرت ابو سعید خدری کی طرف مڑ کر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے کیونکہ تشبیک شیطان کے عمل سے ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو وہ تشبیک نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے وضوء کرے تو اپنی انگلیوں میں تشبیک نہ کرے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۴۰۰، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند کے رجال صحیح ہیں، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: جب تم مسجد میں ہو تو اپنی انگلیوں میں تشبیک ہرگز نہ کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۴۰، المستدرک ۵۷۴، کنز العمال: ۱۹۹۹۲)

Marfat.com

تشبیک کی مختلف اور متعارض احادیث میں تطبیق کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۸۰ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشبیک کر کے دکھائی اور حضرت عبد اللہ بن عمر اور فقہاء تابعین سے بھی تشبیک کرنا منقول ہے اور مذکور الصدر احادیث اور آثار میں تشبیک کی ممانعت ہے۔ ابن المنیر نے کہا: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فضول' بے فائدہ اور عبث طریقہ سے تشبیک کی جائے تو وہ ممنوع ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تشبیک کی تھی تو آپ نے خلط ملط اور گتھم گتھا ہونے کے معنی کو سمجھانے کے لیے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالی تھیں کہ تم اپنے زمانہ کے خسیس اور گھٹیا لوگوں کے ساتھ اس طرح مخلوط اور گتھم گتھا نہ ہو جانا' سو آپ نے جو تشبیک کا عمل کیا تھا' وہ با معنی اور با مقصد تھا۔

اور وہ ان احادیث کی ممانعت سے خارج ہے۔

اسماعیلی نے کہا: تشبیک اس صورت میں منع ہے جب انسان نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے قصد سے جا رہا ہو یا مسجد میں نماز کا منتظر ہو کیونکہ وہ بھی نمازی کے حکم میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تشبیک کی تھی' وہ ان تمام صورتوں سے خارج تھی' اور حضرت ابو ہریرہ کی جس حدیث میں ہے کہ جب تک تم مسجد میں ہو' اس وقت تک تشبیک نہ کرو' اس کی سند ضعیف ہے۔ علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۶' دار المعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

تشبیک کی ممانعت کے اسباب

تشبیک کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شیطان کا عمل ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۸۲۴)

اس ممانعت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ اس عمل سے عموماً نیند آتی ہے اور نیند آنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

اس ممانعت کا تیسرا سبب یہ ہے کہ تشبیک کی صورت میں اختلاف کی صورت ہے' یعنی ہر ہتھیلی کی انگلیاں مخالف جانب ہو جاتی ہیں' سو جو مسجد میں نماز کا منتظر ہو' وہ تشبیک نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورتِ اختلاف سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (صفوں میں) اختلاف نہ رکھو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور تم بازاروں کے فتنوں اور خرابیوں سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ۴۳۲' سنن ابوداؤد: ۶۷۵' سنن ترمذی: ۲۲۸' سنن نسائی: ۸۱۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۷)

۴۸۱ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا. وَشَبَّكَ اَصَابِعَهٗ. [اطراف الحدیث: ۲۴۴۶-۶۰۲۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی بردہ بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مومن بنیاد کی طرح ہیں' وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر مضبوط ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۵' الرقم المسلسل: ۶۴۶۲' سنن ترمذی: ۱۹۲۸' سنن نسائی: ۲۵۶۰' مسند الحمیدی: ۷۷۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۳' صحیح ابن حبان: ۵۷۹' مسند ابویعلیٰ: ۷۲۷۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۲۴ - ج ۳۲ ص ۳۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۳۹۳' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابومحمد السلمی الکوفی' یہ مکہ میں رہتے تھے اور ۲۱۳ھ میں وہیں فوت ہو گئے (۲) السفیان الثوری (۳) ابو بردہ' ان کا نام بُرید ہے' یہ عبداللہ بن بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی ہے (۴) ابو بردہ بن ابی موسیٰ الکوفی الفقیہ قاضی الکوفہ' ان کا نام الحارث ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عامر ہے (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۴)

اس حدیث میں ''بنیان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی بنیاد ہے جو دیوار کی طرح ہو' اور اس میں ''تشبیک'' کا لفظ ہے' اس کی مکمل شرح' گزشتہ حدیث: ۴۸۰ میں گزر چکی ہے۔

تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں' لہٰذا ایک فرد کو دوسرے فرد کی' ایک شہر کو دوسرے شہر کی اور ایک ملک کو دوسرے ملک کی مدد کرنی چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمان ایک بنیاد کی طرح ہیں' یعنی مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں ایک بنیاد کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں خبر حکم کے معنی میں ہے یعنی مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑ کر رہنا چاہیے' جس طرح ایک بنیاد اور دیوار کی اینٹیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں اور فرائض' واجبات اور مستحبات کی ادائیگی میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے' اسی طرح جائز کاموں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے' البتہ ناجائز کاموں میں تعاون نہیں کرنا چاہیے بلکہ حتی الامکان ناجائز کاموں سے منع کرنا چاہیے' یہ بھی ان کی خیر خواہی اور مدد ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے دوستی رکھنے' ایک دوسرے پر رحم کرنے اور نرمی کرنے میں مؤمنین ایک جسم کی مانند ہیں' جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بے خوابی میں اس کا شریک ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۱۱' صحیح مسلم: ۲۵۸۶)

اس حدیث کا بھی یہی معنی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مل کر رہنا چاہیے' جس طرح جسم کے تمام اعضاء ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر رہتے ہیں۔

حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں' اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۶' الرقم المسلسل: ۶۴۶۶)

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جس طرح انسان بیماری میں اپنا علاج کرتا ہے تو اگر اس کا پڑوسی یا خاندان کا کوئی فرد بیمار ہو اور وہ اپنا علاج نہ کر سکتا ہو تو وہ اس کا علاج کرائے' اسی طرح اگر پورے شہر کے لوگ کسی وبائی مرض میں یا قدرتی آفت اور مصیبت میں مبتلا ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی مدد کرے اور آج کل چونکہ مواصلات اور رسد کے وسائل کی کثرت کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے تو اگر ایک اسلامی ملک کسی آفت کا شکار ہو جائے تو تمام اسلامی ممالک کو اس کی مدد کے لیے اٹھ کر آگے بڑھنا چاہیے' جس طرح ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ء کو صبح سات بجے جب انڈونیشیا میں سمندری طوفان آیا' جس میں تین لاکھ افراد جاں بحق ہو گئے تھے تو تمام اسلامی ملکوں نے اس وقت انڈونیشیا کی مدد کی اور ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو جب پاکستان میں کشمیر اور سرحد کے علاقہ میں بہت

Marfat.com

بڑا زلزلہ آیا' جس میں ہزاروں افراد جاں بحق ہو گئے تو اس وقت تمام اسلامی دنیا نے وہاں کے مسلمانوں کی مدد کی۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم :۱۲۶۴ ۔ج ۷ ص ۱۶۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

٤٨٢ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ. قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَعْرُوضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى، وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ، فَقَالُوْا قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ وَفِي الْقَوْمِ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَهَابَاهُ أَنْ يُكَلِّمَاهُ، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُولٌ، يُقَالُ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتِ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ. فَقَالَ أَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ؟ فَقَالُوْا نَعَمْ، فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى مَا تَرَكَ، ثُمَّ سَلَّمَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ. فَرُبَّمَا سَأَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۶۰۵۱۔ ۷۲۵۰]

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۴' سنن ترمذی: ۳۹۹' سنن نسائی: ۱۲۲۱' صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۲۵۶۔ ۲۲۵۳' سنن بیہقی ج ۲ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۷۶۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۰۱۔ ج ۱۲ ص ۱۳۰' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۰۷۴' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شمیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر اور عصر کی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز پڑھائی' ابن سیرین نے کہا: حضرت ابوہریرہ نے اس نماز کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا' مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا' آپ اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے' گویا کہ آپ غصہ میں تھے' آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور اپنا دایاں رخسار بائیں ہتھیلی پر رکھا اور لوگ سرعت سے چلتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکل گئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ نماز کی مقدار کم ہو گئی؟ لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے' وہ آپ سے بات کرنے سے ڈرے اور لوگوں میں لمبے ہاتھوں والا ایک شخص تھا اس کو ذوالیدین کہتے تھے' اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کی مقدار کم ہوئی ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا اسی طرح ہوا ہے جس طرح ذوالیدین نے کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں' پھر آپ آگے بڑھے اور جتنی نماز ترک کی تھی وہ پڑھا دی' پھر آپ نے سلام پھیرا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پھر اللہ اکبر کہا اور پہلے کی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا اور اللہ اکبر کہا' پس بعض اوقات لوگ ابن سیرین سے سوال کرتے: آیا پھر آپ نے سلام پھیر دیا (یا پہلے سلام پر اکتفاء کیا)؟ ابن سیرین نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت عمران بن حصین نے کہا: پھر آپ نے سلام پھیر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور بن بہرام (۲) النضر بن شمیل (۳) عبداللہ بن عون (۴) محمد بن سیرین (۵) حضرت ابوہریرہ۔

Marfat.com

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۲)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تشبیک کی اور جب مسجد میں تشبیک جائز ہے تو دوسری جگہ بہ طریق اولیٰ جائز ہے' اور جن وجوہ سے آپ نے تشبیک سے منع فرمایا ہے' یہ ان وجوہ سے نہیں ہے۔

''العشی'' کا معنی اور اس قصہ میں نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ''صلوٰۃ العشی'' میں ایک نماز پڑھائی اور سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸ میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی کوئی ایک نماز تھی' اور سنن ابوداؤد: ۱۰۱۴ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے تو آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی' پھر (سہو کے) دو سجدے کیے۔

اس طرح اس قصہ میں صحیح البخاری: ۱۰۵۱ میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' ان حدیثوں سے یہ متعین ہو گیا کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا تھا۔

حضرت ذوالیدین کا تذکرہ

حضرت ذوالیدین کا نام خرباق بن عبد عمرو اسلمی تھا' اس کو ذوالشمالین بھی کہا جاتا تھا' یہ ان کا لقب تھا' ان کے ہاتھ لمبے تھے اور یہ دونوں ہاتھوں سے کام کرتے تھے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ذوالشمالین ایک اور صحابی تھے' وہ خزاعی تھے اور بنو زہرہ کے حلیف تھے' ان کو جنگ بدر میں شہید کر دیا گیا تھا' قاضی عیاض نے لکھا ہے: ان کا نام عمیر بن عبد عمرو تھا اور یہ خزاعی تھے' علامہ عینی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین' حضرت خرباق کے دو لقب تھے' کیونکہ امام نسائی نے اس قصہ میں ذوالیدین اور ذوالشمالین دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۸۹۔ ۳۸۷ ملخصاً)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے' اس کلام کے صادق ہونے پر ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ذوالیدین نے کہا: آیا نماز کی مقدار کم ہو گئی ہے یارسول اللہ! یا آپ بھول گئے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کچھ نہیں ہوا' تو حضرت ذوالیدین نے کہا: یارسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہو گیا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ!' پھر رسول اللہ ﷺ نے باقی نماز پوری کی اور سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح مسلم: ۵۷۳' الرقم المسلسل: ۱۲۶۷' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۸' سنن ترمذی: ۳۹۹)

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کلام کیسے صادق ہو گا کہ نہ میں بھولا ہوں نہ نماز میں تقصیر کی گئی ہے کیونکہ واقع میں ایک بات تو ضرور ہو گئی تھی یا آپ بھول گئے تھے یا نماز کم کر دی گئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کا محمل یہ ہے کہ اپنے ظن اور گمان کے مطابق نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی کی گئی ہے' کیونکہ آپ کا ظن یہی تھا کہ آپ نے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آپ کا یہ کلام آپ کے ظن میں واقع کے مطابق تھا' اس لیے آپ کا کلام صادق تھا' اگرچہ آپ کا ظن واقع کے مطابق نہ تھا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اسی لیے آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' اسی طرح جتنی مرتبہ بھی آپ نے سہو کے سجدہ کیے' اپنے گمان میں آپ نے نماز درست پڑھی تھی لیکن واقع میں آپ کو سہو ہو گیا تھا۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں تین رکعت کے بعد سلام پھیر دیا تو ایک شخص آپ کی طرف کھڑا ہوا' جس کا نام خرباق تھا اور اس کے دونوں ہاتھ لمبے تھے' اس نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! کیا نماز میں تقصیر کردی گئی ہے؟ آپ (اس عجیب اور خلافِ معمول سوال پر) غصہ میں چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے' پھر آپ نے پوچھا: کیا اس نے سچ کہا ہے؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں! ' پھر آپ نے اس ایک رکعت کو پڑھا' پھر سلام پھیرا' پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے' پھر سلام پھیرا۔ (صحیح مسلم: ۵۷۴' الرقم المسلسل: ۱۲۷۰' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۸' سنن نسائی: ۱۲۳۶' سنن ابن ماجہ: ۱۲۱۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھیں' آپ سے کہا گیا: کیا نماز کی رکعات میں اضافہ کردیا گیا ہے؟ آپ نے پوچھا: اس سوال کا کیا سبب ہے؟ کسی نے کہا: آپ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں' آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

(صحیح البخاری: ۴۰۴' صحیح مسلم: ۵۷۲' سنن ابوداؤد: ۱۰۱۹' سنن ترمذی: ۳۹۲' سنن نسائی: ۱۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدہ ہائے سہو کرنے کی توجیہات

احادیث میں تین سجدہ ہائے سہو کے واقعات ہیں۔ صحیح البخاری: ۴۰۴ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں' صحیح البخاری: ۶۰۵۱ میں ہے کہ آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھا دیں' اور صحیح مسلم: ۵۷۴ میں ہے کہ آپ نے عصر کی نماز کی تین رکعت پڑھا دیں۔ سہو کے یہ کل تین واقعات ہیں' بعض منکرین کمالِ نبوت پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سہو ہو جاتا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کو نمازوں میں سہو نہ ہوتا تو ہمیں جن نمازوں میں سہو ہوتا' ہماری وہ نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں' اور ہماری نمازیں کس طرح درست ہوتیں' آپ نے سہو واقع ہونے کے بعد سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے' پھر تشہد' درود اور دعا پڑھ کر دوبارہ سلام پھیر کر نماز مکمل کر دی تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر نماز میں واجب کے ترک یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس طرح سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملاً سہو نہ ہوتا اور آپ صرف زبانی ہم کو سجدہ سہو ادا کرنے کا طریقہ بتا دیتے' پھر بھی ہم کو اس کا علم ہو جاتا' اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) اس طرح ہمیں مسئلہ کا علم تو ہو جاتا لیکن سجدہ سہو ادا کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کا ہمیں اجر و ثواب نہ ملتا اور ہمیں سجدہ سہو کی ادائیگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء اور اتباع نصیب نہ ہوتی۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ'' (الاحزاب: ۲۱) تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ میں تمہارے لیے عمدہ نمونہ ہے۔

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شرعی عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بہترین عملی نمونہ ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ نماز میں سہو ہونے کی وجہ سے نماز کی اصلاح کے لیے بھی آپ کی زندگی میں عملی نمونہ ہوتا۔

نیز حدیث میں ہے:

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ میں کسی عمل کو سنت بنا دوں۔ (موطا امام مالک۔ کتاب السہو۔ حدیث: ۲۔ ج ۱ ص ۱۰۸' دار المعرفہ بیروت)

Marfat.com

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب نمازوں میں سہو ہوا تو یہ معلوم ہو گیا کہ اتنے عظیم کمالات کے باوجود آپ بندہ اور بشر ہیں، خدا نہیں ہیں تا کہ آپ کے عظیم کمالات کو دیکھ کر آپ کے متعلق کوئی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھ لے، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں علم اور قدرت کے چند کمالات دیکھ کر ان کے بعض ماننے والوں نے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا، اور آپ کے کمالات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھے۔

(۴) سہو کی حقیقت یہ ہے کہ ایک چیز سے توجہ ہٹ کر دوسری چیز کی طرف مبذول ہو جائے، جیسے نماز میں ہماری توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر دنیاوی کاموں کی طرف لگ جاتی ہے اور ہم کو پتا نہیں چلتا کہ ہم نے کتنی رکعت پڑھی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز کے افعال کی طرف متوجہ رہتے تھے لیکن کبھی آپ کی توجہ نماز کے افعال سے ہٹ کر حسن الوہیت کی تجلیات کی طرف منعطف ہو جاتی تھی اور آپ تجلیاتِ ذات اور مطالعہ صفات میں اس طرح منہمک اور مستغرق ہو جاتے کہ نماز کی رکعات کی طرف آپ کی توجہ نہ رہتی اور آپ کو سہو ہو جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہمارا سہو دنیا میں ڈوب جانا ہے اور آپ کا سہو مولا میں کھو جانا ہے، ہمارا سہو نقص ہے اور آپ کا سہو عین کمال ہے۔

ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے کیے اور اس کے بعد نماز کا سلام پھیرا اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۱۸۹۔ ج ۲ ص ۱۴۹ پر مذکور ہے، وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی، لیکن اس باب میں مذکور دیگر سجدہ ہائے سہو کی شرح کی گئی ہے اور ان کی شرح کے عنوان درج ذیل ہیں:

① سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح ② مذہب احناف ③ شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی ④ خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ⑤ بشریت ⑥ مثلیت ⑦ آپ کا نسیان ⑧ پانچ رکعات کی تصحیح۔

۸۹ - بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلٰی طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ، وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلّٰى فِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ مساجد جو مدینہ منورہ کے راستہ پر ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی

اس باب میں ان مساجد کا بیان کیا گیا ہے جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں ہیں اور جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَاَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَتَحَرّٰى اَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّيْ فِيْهَا، وَيُحَدِّثُ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْهَا، وَاَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ. وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ تِلْكَ الْاَمْكِنَةِ. وَسَاَلْتُ سَالِمًا، فَلَا اَعْلَمُهُ اِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْاَمْكِنَةِ كُلِّهَا، اِلَّا اَنَّهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا، وہ راستہ میں جگہوں کو تلاش کر رہے تھے تا کہ ان میں نماز پڑھیں اور وہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ ان کے والد ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے، بے شک جن جگہوں پر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہتے تھے: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن

Marfat.com

اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۱۵۳۵-۲۳۳۶-۷۳۴۵]

عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور میں نے سالم سے سوال کیا تو انہوں نے ان تمام جگہوں میں نافع کی موافقت کی، مگر ان دونوں کا شرف الروحاء کی مسجد میں اختلاف تھا۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: سالم بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان جگہوں پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جن جگہوں پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابی بکر بن علی بن عطاء بن مقدم البصری، یہ ۲۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) فضیل بن سلیمان النمیری (۳) موسیٰ بن عقبہ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب (۵) نافع، حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام (۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۴)

شرف الروحاء کی تعیین اور اس وادی کی فضیلت میں احادیث

شرف الروحاء ایک بلند جگہ ہے، یہ قبیلہ مُزینہ کی بستی ہے، جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت کے فاصلہ پر ہے، مدینہ منورہ اور اس بستی کے درمیان ۴۱ میل کا فاصلہ ہے، اس فاصلہ کے متعلق اور بھی اقوال ہیں۔

اصحاب الزہری نے حنظلہ بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحاء کی وادی میں ضرور حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزریں گے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ اس مسجد میں پہنچے جو عرق الظبیہ کے پاس بطن الروحاء میں ہے اور یہ وادی جنت کی وادیوں میں سے ہے اور مجھ سے پہلے اس وادی میں ستر انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر اسرائیلیوں کے ساتھ اس جگہ سے حج اور عمرہ کرتے ہوئے گزرے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۹۵)

حدیث مذکور سے حافظ ابن حجر کا آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے پر استدلال اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس جگہ نماز پڑھنے کا استحباب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں سے برکت حاصل کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع میں ان کا شدید لگاؤ بہت مشہور ہے۔

اس حدیث کے خلاف اس روایت سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا، جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جگہ پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے ہیں، حضرت عمر نے اس کا سبب معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا: اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی ہے، حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے نماز پڑھنی ہے وہ پڑھے ورنہ لوٹ جائے، اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے، پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنا لیتے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر نے نماز پڑھنے کے بغیر اس جگہ کی زیارت کرنے کو مکروہ جانا یا

Marfat.com

ان کو یہ خطرہ ہوا کہ بعد کے لوگوں میں سے جس کو اس واقعہ کی حقیقت کا علم نہیں ہوگا' وہ اس جگہ کی زیارت کرنے کو واجب سمجھے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں باتوں سے مامون تھے' اس سے پہلے (یہ حدیث گزر چکی ہے' البخاری: ۴۲۵ کہ) حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر آ کر نماز پڑھیں تاکہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا' سو یہ حدیث بھی آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے میں حجت اور قوی دلیل ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کا حافظ ابن حجر عسقلانی پر ردّ کرنا اور جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی ہے' اس کے تلاش کرنے کو اور وہاں نماز پڑھنے کو غیر مشروع اور ذریعہ شرک بتانا

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے فتح الباری کے اس مقام پر حاشیہ لکھ کر حافظ ابن حجر عسقلانی کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

یہ لکھنا خطاء ہے اور صحیح وہ ہے جو ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غیر کو آپ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور حق یہ ہے کہ حضرت عمر نے انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرنے سے منع کیا ہے اور شرک کے ذریعہ کو بند کیا ہے اور وہ اپنے بیٹے کی بہ نسبت اس چیز کو زیادہ جاننے والے تھے اور جمہور علماء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا ہے اور حضرت عتبان بن مالک کی حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت عتبان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا قصد کیا تھا' اس کے برخلاف راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں' ان کو تلاش کرنا اور ان پر نماز پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور جیسا کہ اس پر حضرت عمر کا فعل دلالت کرتا ہے' اور جو شخص یہ فعل کرے گا اس کا یہ فعل اس کو بسا اوقات غلو اور شرک کی طرف لے جائے گا' جیسا کہ اہل کتاب کا فعل تھا۔

(حاشیہ فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۹' دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے شیخ عبدالعزیز بن باز کی عبارت کا محاسبہ اور اس کی تردید

صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں ہم شیخ بن باز کی عبارت پر مفصل رد کر چکے ہیں' یہاں پر ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی وغیرہ نے حضرت عمر سے جو یہ نقل پیش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے راستہ میں جن جگہوں پر نماز پڑھی تھی' ان جگہوں کے تلاش کرنے کو حضرت عمر نے پسند نہیں فرمایا اور یہ کہا کہ اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہوئے تھے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کو تلاش کرتے تھے' پھر ان جگہوں پر گرجے اور معبد بنالیتے تھے' سو حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس نقل کا کوئی حوالہ نہیں لکھا اور نہ یہ قول کسی صحیح سند سے ثابت ہے۔ اس کے برخلاف حضرت عمر کا جو قول صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے' وہ یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور ان آثار پر عبادت کرتے تھے اور ان کو نماز پڑھنے کی جگہ بتاتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں' تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. (البقرہ: ۱۲۵) اور تم مقام ابراہیم کو اپنے نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

(صحیح البخاری: ۴۰۲)

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہے' حضرت عمر نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کے آثار کی تعظیم کرتے تھے اور تمام امت مسلمہ سے اس مقام کی تعظیم کرانا چاہتے تھے۔ اس صحیح حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

حضرت عمر کی طرف اس غیر مستند قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے راستوں پر ان جگہوں کو تلاش کرنے اور وہاں نماز پڑھنے سے منع کیا' جہاں ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ نے اثناء سفر میں نمازیں پڑھی تھیں' جو شخص انبیاء علیہم السلام کی اس قدر تعظیم کا معتقد ہو کہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیر کا نشان ہو' اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لینے کی درخواست کرتا ہو' یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ سید الانبیاء کے نماز پڑھنے کی جگہ پر نماز پڑھنے اور اس جگہ کو تلاش کرنے سے منع کرے' لہٰذا صحیح بخاری کی اس حدیث اور قرآن مجید کی اس آیت کے معارض جن لوگوں نے بھی اس غیر مستند قول کو گھڑا ہے' وہ قطعاً باطل اور مردود ہے' یہ غیر مستند قول صحیح بخاری اور قرآن مجید کی اس آیت سے معارضہ کی بالکل صلاحیت نہیں رکھتا۔

شیخ بن باز نے جو یہ کہا ہے کہ راستے میں جن جگہوں پر نبی ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں ان کو تلاش کرنا اور ان پر نمازیں پڑھنا غیر مشروع اور ناجائز ہے اور یہ عمل شرک کی طرف لے جاتا ہے تو کیا ان کے نزدیک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام کام کیا تھا اور اس حدیث کے ذریعہ قیامت تک کی امت کو حرام کام کی ترغیب دی اور شرک کا سبب بنے۔

اسی طرح حضرت عمر نے جو مقام ابراہیم کی تعظیم کے لیے اس کو نماز کی جگہ بنانے کی رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تو کیا وہ بھی حرام کے مرتکب ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس حرام کام سے منع کیوں نہیں کیا' پھر شیخ بن باز کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر کیا حکم عائد ہوگا کیونکہ آپ نے اس کو برقرار رکھا اور آج تک امت مسلمہ مقام ابراہیم کے قریب نمازیں پڑھ رہی ہے اور اس کو اپنی سعادت گردانتی ہے اور قرآن کی آیت' البقرہ: ۱۲۵ کے متعلق وہ کیا کہیں گے۔

اور جہاں تک آثارِ صالحین سے برکت حاصل کرنے اور اس کے قرب میں مسجد بنانے کا تعلق ہے تو ہم اس سے پہلے صحیح البخاری: ۴۲۵ کی شرح میں بہت تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے ہم مشاہیر علماء دیوبند کے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں کہ مسجد کے قریب صالحین کا مزار بنانا کوئی نیا طریقہ اور بدعت نہیں ہے بلکہ صدیوں سے سلف اور خلف کا معمول چلا آ رہا ہے۔

مساجد کے احاطہ میں صالحین کے مزار بنانے پر شیخ محمد تقی عثمانی کی شہادت

شیخ محمد تقی عثمانی اپنے سفرنامہ میں بغداد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جدید شہر کے مختلف علاقے یکے بعد دیگرے گزرتے چلے گئے' یہاں تک کہ کار شہر کے قدیم حصے میں داخل ہو گئی' اور گلی کوچوں سے عہدِ گزشتہ کی بُو باس آنے لگی۔ تھوڑی دیر میں گاڑی ایک نیم پختہ سڑک کے کنارے رک گئی۔ یہاں ایک عالی شان مسجد کی دیوار نظر آئی' برابر میں ایک گلی تھی' اور مسجد کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ دروازہ قدیم شاہی عمارتوں کی طرح بڑا پُرشکوہ تھا۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ کی مسجد اور ان کا مدرسہ تھا' جس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ خود بھی آسُودہ ہیں۔

یہ مسجد یہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے زمانے ہی سے قائم ہے اور اسی کی دیوارِ قبلہ کے پیچھے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۱۹' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ۱۴۲۶ھ)

حضرت موسیٰ الکاظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار ہی کے احاطے میں جنوبی جانب ایک مسجد جامع ابی یوسف رحمہ اللہ کے نام سے بنی ہوئی ہے۔ اسی مسجد کے ایک حصے میں حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہاں حاضری ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۳۶)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے نکلے تو سورج ڈھلنے کے قریب تھا' اور اب دل میں شدید اشتیاق حضرت امام

Marfat.com

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کا تھا' جو یہاں سے کافی ڈور واقع ہے' لیکن ہمارے ڈرائیور نے جو صرف ڈرائیونگ نہیں بلکہ مہمان نوازی کے فرائض بھی بڑے خلوص و محبت کے ساتھ انجام دے رہا تھا' مغرب کے وقت جامع الامام الاعظم رحمہ اللہ میں پہنچا دیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے' لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عہدِ مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا' اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ''خیزران'' یہاں دفن ہوئی تھی' اس لیے مقبرۃ الخیزران کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مشہور راوی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں' لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے' البتہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ابھی باقی ہے' اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد ''جامع الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۴۰)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص و عام رہا بلکہ خطیب بغدادی اپنی سند سے امام شافعی کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے روزانہ ان کی قبر پر جاتا ہوں' اور جب کبھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے' میں دو رکعتیں پڑھ کر ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں' اور وہاں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتے ہیں۔ حضرت امام صاحب کی قبر پر بیٹھ کر ایسا سکون محسوس ہوا جیسا بچہ ماں کی آغوش میں بیٹھ کر سکون محسوس کرتا ہے۔ (جہاں دیدہ ص ۴۳۔۴۲)

مدائن کے تذکرہ میں شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

مدائن میں داخل ہو کر سب سے پہلے ایک جامع مسجد آتی ہے' اس جامع مسجد کے احاطے میں تین صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) مدفون ہیں: حضرت سلمان فارسی' حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان تینوں مزارات پر حاضر ہو کر سلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جہاں دیدہ ص ۴۸۔۴۷)

صالحین کے قرب میں مسجد بنانے پر سید احمد رضا بجنوری کی شہادت

مسجد بہ جوار صالحین کے عنوان سے سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

یہاں یہ مسئلہ بھی لائق ذکر ہے کہ مقابر کے اندر یا قبورِ صالحین کے پاس مسجد بنانا کیسا ہے؟ نجدی حضرات نے تو حرمین شریفین کے پختہ مزارات صحابہ و تابعین کا انہدام کیا تھا تو جن مزارات کے ساتھ مساجد تھیں' وہ بھی منہدم کرادی تھیں' حالانکہ اکابر اہل سنت (یعنی علماء دیوبند۔ سعیدی غفرلہٗ) نے اگرچہ مزارات پختہ بنانے کو ناجائز قرار دیا مگر جو بن گئے تھے' ان کا انہدام بھی کبھی پسند نہیں کیا تھا' کیونکہ اس سے بھی مقبورین کی توہین ہوتی ہے اور اس اہانت سے بچنا چاہیے تھا' تاہم انہدام مساجد کی تو کوئی بھی شرعی معقولیت نہ تھی' لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علماء و عوام نے ان مساجد کو مقابر کی مساجد قرار دیا۔ حافظ نے لکھا کہ امام احمد و اہل ظاہر مقبرہ میں نماز کو ناجائز فرماتے ہیں' کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ مقبرہ اور حمام نماز کی جگہ نہیں ہے' امام احمد وغیرہ نے اس کے ظاہر پر عمل کیا اور دوسرے اس کی علت نکال کر اس پر مدار رکھتے ہیں' مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبرے میں اگر قبریں ٹوٹی پھوٹی یا اُدھڑی پڑی ہوں اور مقبورین کے لحم و شحم خون و پیپ وہاں کی مٹی میں مل گیا ہو تو ایسے مقبرہ میں نماز نہ پڑھی جائے اور اگر پاک صاف جگہ ہو تو نماز جائز بلا کراہت ہے' امام مالک بھی مقبرے میں نماز بلا کراہت جائز فرماتے ہیں' امام ابوحنیفہ' ثوری و اوزاعی کراہت کے قائل ہیں'

Marfat.com

بوجہ نجاست وغیرہ۔

علامہ بیضاوی نے لکھا کہ یہود ونصاریٰ' قبور انبیاء علیہم السلام کو سجدہ تعظیمی کرتے اور ان کو قبلہ بناتے تھے کہ نماز بھی ان ہی کی طرف کو پڑھتے تھے' اس لیے ان پر لعنت کی گئی لیکن اگر کسی صالح کے قرب میں محض برکت کے خیال سے مسجد بنائی جائے تو وعید میں داخل نہ ہو گی' غرض ممانعت صرف اس ڈر سے ہے کہ قبر کو وثن وبت نہ بنالیا جائے' لیکن اس سے امن واطمینان ہو تو کوئی ممانعت نہ ہوگی' البتہ بعض لوگوں نے سد ذرائع کے طور پر روکا ہے تو یہ بھی معقول وجہ ہے۔ (فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) علامہ ابن حزم نے پانچ صحابہ سے ''ممانعت صلوٰۃ عند القبر'' نقل کی ہے اور پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس کے خلاف کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے' حالانکہ علامہ خطابی نے معالم السنن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ''رخصت صلوٰۃ فی المقبرہ'' نقل کی ہے اور حسن بصری نے بھی مقبرہ میں نماز پڑھی ہے۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲۱) حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ ابن عمر وسط قبور میں نماز کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے خود حضرت عائشہ وحضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے قبرستان میں پڑھی ہے' حضرت ابوہریرہ امام تھے اور مقتدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وغیرہ تھے۔ (اوجز ج ۲ ص ۲۱۱' از سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۵)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے' اس طرح کہ اس کی قبر مسجد سے باہر رہے اور مقصد اس کے قرب سے برکت حاصل کرنا ہو' اس کی تعظیم یا اس کی طرف رخ کرنا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس سے نفع کی بھی امید ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ جس طرح دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبرہ میں مسجد ہے یا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے قبور سے متصل مسجد ہے یا سرہند شریف ودیگر مقامات میں اولیاء عظام کے قرب میں مساجد بنی ہوئی ہیں' وہ سب جواز بلاکراہت کے تحت ہیں اور ان کے اندر نماز بھی بلاکراہت جائز ہے۔ (اسی طرح داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری کے مزار کے قرب میں مسجد ہے اور لاہور میں ایسی کئی مساجد ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

چونکہ جامع صغیر کے حوالہ سے سترہ کے ساتھ نماز میں عندالحنفیہ کسی قسم کی بھی کراہت نہیں ہے چونکہ ایک زمانہ میں علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کے تشددات کا اثر دور دور تک پھیلا تھا' تو خیال ہوتا ہے کہ اس کے اثرات ہندوستان میں بھی آئے تھے' اور بعض مسائل میں ہمارے اکابر کا تشدد بھی شاید اسی کے تحت ہوا ہو' چنانچہ یہ بھی نقل ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے جو مسجد شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر بنوائی ہے' اس کو شاہ اسحٰق صاحب اچھا نہ جانتے تھے' کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ قبرستان میں مسجد نہیں بنوانا چاہیے اور استدلال میں یہی بخاری والی حدیث پیش کرتے تھے' جس کی یہ تشریح چل رہی ہے اور اسی لیے شاہ اسحٰق صاحب اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھتے' الا نادراً' ایک مرتبہ قبروں پر مسجد بنانے کے متعلق کسی نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ نہ چاہیے' اس نے کہا کہ پھر آپ کے نانا نے کیوں بنوائی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان سے پوچھو' میرا مسلک یہی ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۹۰)

ایسا ہی ایک واقعہ ص ۳۳ پر بھی ہے وغیرہ' جس سے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے مسلک میں توسع اور شاہ اسحٰق صاحب کے مزاج میں تشدد ثابت ہوتا ہے اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے مزاج میں بھی غیر معمولی تشدد تھا' حضرت شاہ اسحٰق رحمہ اللہ نے ''اربعین'' و ''مائۃ مسائل'' میں بھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی' حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے خلاف رائے و تشدد مسئلہ استمداد قبور وغیرہ میں اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے میں توسع اور عدم تشدد ان کے رسالہ ''تحلیل الذبائح فی حریم الضرائح'' سے ثابت ہے' جو کشمیر سے شائع ہوا تھا اور احقر کے پاس ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جن مسائل میں حنفی

Marfat.com

مسلک پر گنجائش نکل سکتی ہو ان میں تشدد مناسب نہیں اور اس بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا اعتدال ہمارے لیے اسوہ بنے تو اچھا ہے۔ واللہ المسؤل ان یوفقنا لما یحب ویرضاہ. (انوار الباری ج ۱۴ ص ۳۸۔ ۳۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی جگہوں اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے پر شیخ گنگوہی اور شیخ کاندھلوی کی شہادت

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو لانے سے یہ قصد کیا ہے کہ ان جگہوں کو بیان کریں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے ٹھہرتے تھے تا کہ وہاں نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔

(لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱، ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی)

شیخ محمد زکریا کاندھلوی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام مشاہد اور مکہ اور مدینہ کی تمام جگہوں اور جہاں آپ نے عبادت کی ہے اس کی تعظیم کی جائے اور جن چیزوں کو آپ نے چھوا ہے ان کی بھی تعظیم کی جائے۔ صفیہ بنت نجدہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو محذورہ کے سر کے اگلے حصہ کے بال بہت لمبے تھے جو زمین تک لٹکتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو مونڈ کیوں نہیں دیتے انہوں نے بتایا کہ ان بالوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چھوا تھا اور جن بالوں پر آپ کا مبارک ہاتھ لگا تھا میں ان کو مونڈ نہیں سکتا' اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جہاں بیٹھتے تھے حضرت ابن عمر اس جگہ اپنے ہاتھ لگا کر پھر اپنے ہاتھوں کو چومتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۷۴ دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

اس کے بعد شیخ کاندھلوی نے سنن ابوداؤد اور صحیح بخاری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے تھے (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) اور حضرت ام سلمہ نے آپ کا ایک مبارک بال ایک ڈبیا میں رکھا ہوا تھا' اس ڈبیا کو پانی میں ڈال کر وہ پانی بیماروں کو پلاتی تھیں تو ان کو شفاء ہو جاتی تھی۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۶) صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں سے آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے واقعات اس قدر کثیر ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

(حاشیہ لامع الدراری ج ۱ ص ۱۹۱' ایچ۔ایم' سعید کمپنی' کراچی)

شیخ کشمیری کا حضرت ابن عمر کے عمل کو مستحسن قرار دینا

شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثناء سفر میں جن جگہوں پر نمازیں پڑھی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان میں سے بعض جگہوں پر مساجد بنالی تھیں تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار باقی رہیں' آپ کا مدینہ سے مکہ کا سفر سات ایام پر مشتمل تھا' اور جن جگہوں پر آپ نے نماز پڑھی ان کی تعداد ۳۵ ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کام اتفاقاً صادر ہوئے' ان میں بھی آپ کی اتباع کرنا اس وقت حسن ہے' جب وہ کام اتفاقاً یعنی بغیر قصد کے کیے جائیں لیکن جب کوئی شخص تلاش کر کے اور غور وفکر سے وہ کام کرے تو اس کو ابن تیمیہ اچھا نہیں جانتے۔ (جیسے حضرت ابن عمر نے ان جگہوں کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھی۔ سعیدی غفرلہٗ) شیخ کشمیری لکھتے ہیں: لیکن میرے نزدیک ان کاموں میں بھی آپ کی اتباع کرنا باعث اجر ہے' جیسے وادیٔ محصب میں نماز پڑھنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ

Marfat.com

نماز پڑھی تھی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھنے کو سنت کہتے تھے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۷ 'ملخصا' مطبعہ حجازی' قاہرہ' ۱۳۵۷ھ)

٤٨٤ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَنْزِلُ بِذِى الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ، وَفِى حَجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ، تَحْتَ سَمُرَةٍ، فِى مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ بِذِى الْحُلَيْفَةِ، وَكَانَ اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ، كَانَ فِى تِلْكَ الطَّرِيْقِ، اَوْ فِى حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ، هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، فَاِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ، اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِىْ عَلَى شَفِيْرِ الْوَادِى الشَّرْقِيَّةِ، فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتّٰى يُصْبِحَ، لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ بِحِجَارَةٍ، وَلَا عَلَى الْاَكَمَةِ الَّتِىْ عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ، كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُصَلِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهُ، فِىْ بَطْنِهِ كُثُبٌ، كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّىْ، فَدَحَا السَّيْلُ فِيْهِ بِالْبَطْحَاءِ، حَتّٰى دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِىْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّىْ فِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۷۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کرتے تھے اور جب آپ نے حج کیا تو آپ ذوالحلیفہ میں ببول کے درخت کے نیچے اترتے تھے' اس مسجد کی جگہ میں جو ذوالحلیفہ میں ہے اور جب آپ کسی غزوہ سے لوٹتے اور راستہ میں ذوالحلیفہ سے ہو کر گزرتے یا حج یا عمرہ سے واپسی ہو رہی ہوتی تو وادی عقیق کے نشیبی علاقے میں اترتے' پھر جب وادی کے نشیب سے اوپر آتے تو وادی کے بالائی کنارے بطحاء کے اس مشرقی حصہ پر اونٹنی بٹھاتے' جہاں کنکریوں اور ریت کا کشادہ نالہ ہے' یہاں آپ رات کے آخری حصہ سے صبح تک آرام فرماتے تھے' اس وقت آپ اس مسجد کے قریب نہیں ہوتے تھے جو پتھروں کی ہے اور آپ اس ٹیلے پر بھی نہیں ہوتے تھے' جس پر مسجد بنی ہوئی ہے' وہاں ایک گہرا نالہ تھا' حضرت عبداللہ وہیں نماز پڑھتے تھے' اس کے نشیب میں ریت کے کافی ٹیلے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھتے تھے' کنکریوں اور ریت کے کشادہ نالہ کی طرف' سیلاب نے اس جگہ کے آثار و نشانات کو مٹا دیا' جہاں حضرت عبداللہ بن عمر نماز پڑھا کرتے تھے۔

"ذوالحلیفہ' سمرۃ' بطحاء' شفیر' اکمہ' خلیج" اور "کثب" کے معانی

حدیث مذکور میں "ذوالحلیفہ" کا لفظ ہے' یہ اہل مدینہ کا میقات ہے' یہ مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے اور مکہ سے ۱۹۸ میل کے فاصلہ پر ہے' اور اس میں "سمرۃ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ببول کا درخت' اس درخت میں کانٹے ہوتے ہیں' اور اس میں "بطحاء" کا لفظ ہے' جس زمین پر ریت اور بجری پھیلی ہوئی ہو اس کو بطحاء کہتے ہیں' اور اس میں "شفیر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کنارہ' اور اس میں "اکمہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ' اور اس میں "خلیج" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھاڑی' سمندر کا پانی کسی نالہ میں جمع ہو جائے تو اس کو "خلیج" کہتے ہیں۔ "کثب"' "کثیبۃ" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ریت کا ٹیلہ۔

٤٨٥ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِىْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَقَدْ

اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی' جہاں اب شرف الروحاء والی مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد ہے' اور حضرت عبداللہ بن عمر اس جگہ کی علامت بتاتے

Marfat.com

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِىْ كَانَ صَلّٰى فِيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ، حِيْنَ تَقُوْمُ فِى الْمَسْجِدِ تُصَلِّىْ، وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنٰى، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ، بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ، اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ.

تھے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' وہ کہتے تھے کہ یہاں تمہاری دائیں جانب جب تم مسجد میں (قبلہ کی طرف) نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے ہو' جب تم مدینہ سے مکہ جاؤ تو یہ چھوٹی مسجد راستے کے دائیں جانب پڑتی ہے' اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان پتھر پھینکنے کی مقدار یا اسی کے قریب قریب فاصلہ ہے۔

''حیث'' اور ''جنب'' کا معنی' شرف الروحاء کا محل وقوع' ''یُعْلِم'' اور ''حافۃ الطریق'' کا معنی

اس حدیث میں ''حیث المسجد الصغیر'' ہے' اس کا معنی ہے: جہاں چھوٹی مسجد ہے' ایک روایت میں ''جنب المسجد الصغیر'' ہے' یعنی چھوٹی مسجد کے پہلو میں' اور اس میں ''شرف الروحاء'' کا لفظ ہے' یہ ایک بستی ہے جو مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے اور جو شخص مکہ کی طرف جا رہا ہو اس کے لیے یہاں آخری مسجد ہے' اور مسجد اوسط اس وادی میں ہے جو اب وادی بنو سالم کے نام سے معروف ہے' اور اس میں ''یُعْلِم'' کا لفظ ہے' یہ علامت سے یا علم سے ماخوذ ہے یعنی حضرت عبد اللہ بن عمر اس کی علامت بتاتے تھے یا اس کی خبر دیتے تھے' اور اس میں ''حافۃ الطریق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: راستے کی جانب۔

٤٨٦ - وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّىْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِىْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ، وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهٖ عَلٰى حَافَّةِ الطَّرِيْقِ، دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِىْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ، وَقَدِ ابْتُنِىَ ثَمَّ مَسْجِدٌ، فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّىْ فِىْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ، كَانَ يَتْرُكُهٗ عَنْ يَسَارِهٖ وَوَرَاءَهٗ، وَيُصَلِّىْ اَمَامَهٗ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهٖ. وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ، فَلَا يُصَلِّى الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِىَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ، فَيُصَلِّىْ فِيْهِ الظُّهْرَ، وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ، فَاِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ، اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ، عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّىَ بِهَا الصُّبْحَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شرف الروحاء سے واپسی میں چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے' اس کا کنارہ اس راستہ پر ختم ہوتا ہے جو مسجد سے قریب ہے' مسجد اور شرف الروحاء کے آخری حصہ کے درمیان مکہ جاتے ہوئے' اب وہاں ایک مسجد بن گئی ہے' حضرت عبد اللہ بن عمر اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کو اپنی بائیں جانب اور اپنے پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آخر میں اس چھوٹی پہاڑی پر نماز پڑھتے تھے' حضرت ابن عمر شرف الروحاء سے روانہ ہوتے تو اس وقت تک ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جائیں اور یہاں پہنچنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے' اور اگر وہ مکہ سے آتے ہوئے صبح صادق سے کچھ پہلے یا سحری کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو فجر کی نماز تک وہیں آرام کرتے' پھر وہاں فجر کی نماز پڑھتے۔

''العِرق'' اور ''منصرف الروحاء'' کا معنی

اس حدیث میں ''العِرق'' کا لفظ ہے' یعنی ''عرق الظبة''۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ چھوٹی پہاڑی ہے اور شور والی بنجر زمین کو بھی ''العِرق'' کہا جاتا ہے۔ خلیل نے کہا: اس کا معنی ریت کا پہاڑ ہے۔ داؤدی نے کہا: اس کا معنی بلند جگہ ہے' ابو منصور نے کہا: اس کا معنی چھوٹی پہاڑی ہے' اور اس میں ''عند منصرف الروحاء'' کا لفظ ہے' یعنی اس کے آخر میں۔

٤٨٧ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ، عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوُجَاهِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ، حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ اَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ، وَقَدِ انْكَسَرَ اَعْلَاهَا فَانْثَنٰى فِيْ جَوْفِهَا، وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ، وَفِيْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

نبی ﷺ ایک بہت گھنے درخت کے قریب اترتے' جو رویثہ کی بستی کے قریب ہے' راستے کی دائیں جانب اور راستے کے سامنے نرم اور وسیع جگہ میں حتیٰ کہ رویثہ سے دو میل کے قریب جو ٹیلہ ہے اس سے گزر جاتے' اس درخت کا اوپری حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان سے مڑ گیا ہے' وہ ایک جڑ پر کھڑا ہوا ہے اور اس کی جڑ میں بہت سے ٹیلے ہیں۔

''سرحة' الرويثة' وجاه''اور''بطح''کے معانی

اس حدیث میں''سرحة''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: بہت بڑا اور بہت گھنا درخت اور اس میں''دون الرويثة''کا لفظ ہے یعنی''الرويثة''کے قریب'''الرويثة''ایک بستی ہے'اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان سترہ فرسخ کی مسافت ہے اور اس میں ''وجاه''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: مقابل اور اس میں''بطح''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: وسیع اور کھلا۔

۴۸۸ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلّٰى فِيْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلَاثَةٌ، عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ، عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ، بَيْنَ اُولٰئِكَ السَّلِمَاتِ، كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ، بَعْدَ اَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ، فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے عرج نامی بستی کے پیچھے ایک نالے کے کنارہ پر نماز پڑھی' جب کہ تم ایک بڑے پہاڑ کی طرف جا رہے ہو'اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں' ان قبروں کے اوپر سفید پتھر ہیں' راستے کے دائیں طرف راستے کے درختوں کے پاس'ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ بن عمر دوپہر کے وقت سورج کے ڈھلنے کے بعد عرج نامی بستی سے روانہ ہوتے اور پھر ظہر کی نماز اس مسجد میں پڑھتے۔

''تلعة' العَرج' هضبة' رضم' سلمات''اور''هاجره''کے معانی

اس حدیث میں''تَـلْعَةٌ''کا لفظ ہے'بلند اور چوڑی جگہ جس میں پانی بہتا ہو'یا وادی کے اوپر سے پانی بہنے کی جگہ'اور اس میں ''العرج''کا لفظ ہے' یہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے راستہ میں ایک بستی ہے'اس کے اور''الرويثة''کے درمیان چودہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں''هضبة''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: بہت بڑا وسیع پہاڑ اور اس میں''رضم حجارة''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: سفید پتھر اور اس میں''سلمات''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: درخت'اور اس میں''هاجره''کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: دوپہر کا وقت۔

۴۸۹ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ، فِيْ مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى، ذٰلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى، بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِّنْ غَلْوَةٍ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّيْ اِلٰى سَرْحَةٍ، هِيَ

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ ان گھنے درختوں کے پاس اترے جو راستے کی بائیں جانب ھرشٰی کے قریب والے نالے میں ہیں' وہ نالہ ھرشٰی کے کنارے سے مل گیا ہے'اس کے اور راستے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک تیر پھینکنے سے جاتا ہے'

اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَى الطَّرِيْقِ ، وَهِيَ اَطْوَلُهُنَّ.

حضرت عبد اللہ بن عمر اس گھنے درخت کے پاس نماز پڑھتے تھے جو ان گھنے درختوں میں راستے کے سب سے زیادہ قریب ہے' اور وہ درخت سب سے لمبا ہے۔

''هَرْشٰى، غَلْوَةٌ'' اور ''مسيل'' کا معنی

اس حدیث میں ''هـرشـى'' کا لفظ ہے' ابو عبید نے کہا: یہ تہامہ کے شہروں میں سے ایک پہاڑ ہے اور یہ شام اور مدینہ منورہ کے راستوں کے ملنے کی جگہ پر ہے اور اس حدیث میں ''غَلْوَةٌ'' کا لفظ ہے'' غلوة'' اتنے فاصلہ کو کہتے ہیں کہ تیر کو کمان سے پھینکا جائے تو جتنے فاصلہ تک وہ تیر جاتا ہے اور اس میں'' مسیل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نالہ۔

٤٩٠ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِيْ اَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ ، قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ ، حِيْنَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ ، يَنْزِلُ فِيْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِيْلِ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيْقِ ، وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ اِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نالہ میں اترتے تھے' جو مدینہ منورہ کی جانب سے مر الظہران کے قریب ہے' جب تم صفراوات سے نیچے اترو تو راستہ کی بائیں جانب اس نالہ کے نشیب میں اترو گے اور تم مکہ مکرمہ کی طرف جا رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہے جتنے فاصلہ تک پتھر پھینکنے کے بعد جاتا ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

''مر الظهران'' اور ''صفراوات'' کا معنی

اس حدیث میں ''مَـرّ الظهـران'' کا لفظ ہے' یہ ایک وادی ہے' اس کے اور بیت اللہ کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور اس میں'' صفراوات'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ وادیاں اور پہاڑ ہیں' جو'' مر الظہران'' کے بعد ہیں۔

٤٩١ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَ يَنْزِلُ بِذِيْ طُوًى ، وَيَبِيْتُ حَتّٰى يُصْبِحَ ، يُصَلِّي الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ ، وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ ، لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ ، وَلٰكِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ.

اور نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذی طویٰ میں اترتے تھے اور وہیں صبح تک رات گزارتے تھے اور مکہ مکرمہ روانہ ہوتے ہوئے صبح کی نماز یہیں پڑھتے تھے اور ذی طویٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ بڑے ٹیلہ پر ہے' یہ وہ مسجد نہیں ہے جو اس سے نیچے بڑے ٹیلہ پر بنائی گئی ہے۔

''ذی طوی'' کا معنی

اس حدیث میں'' ذی طوی'' کا لفظ ہے' جوہری نے کہا: یہ مکہ میں ایک جگہ ہے اور طویٰ شام کی ایک جگہ ہے۔

٤٩٢ - وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ ، الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ ، فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف متوجہ ہوئے' جو آپ کے اور کعبہ کی طرف والے طویل پہاڑ

Marfat.com

اَلَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَکَمَةِ ، وَمُصَلَّی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَی الْاَکَمَةِ السَّوْدَاءِ ، تَدَعُ مِنَ الْاَکَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا، ثُمَّ تُصَلِّی مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَیْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الْكَعْبَةِ.

کے درمیان ہے، پس جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے، اسے اس مسجد کے بائیں جانب رکھا جو ٹیلے کے کنارے پر بنی ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے سیاہ ٹیلے پر ہے، ٹیلے سے تقریباً دس ہاتھ چھوڑ کر تم اس جگہ اس پہاڑ کے دونوں راستوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو، جو پہاڑ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

''فرضتی الجبل'' کا معنی

اس حدیث میں ''فرضتی الجبل'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: پہاڑ پر جانے کے دو راستے۔

ان احادیث میں جو الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں، وہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۰۔۱۱۸ اور کشف المشکل ج ۱ ص ۳۰۲۔ ۲۹۸ اور تنقیح الزرکشی مع کشف المشکل میں مذکور ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین امت کی نماز کی جگہ سے حصولِ برکت کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مکہ کے راستے میں جن جگہوں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیں پڑھی تھیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان جگہوں پر اس لیے نماز پڑھتے تھے کہ ان جگہوں سے برکت حاصل کریں اور ان جگہوں کی فضیلت میں رغبت کرتے تھے اور ہمیشہ سے لوگ صالحین اور اہل فضل کی جگہوں سے برکت حاصل کرتے رہے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ وہ اس جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے خلاف از شعبہ از سلیمان التیمی از المعرور بن سوید روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے، انہوں نے فجر کی نماز پڑھی، پھر وہ ایک جگہ آئے، پس لوگ بھی وہاں آئے اور کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے، حضرت عمر نے کہا: اہل کتاب صرف اس لیے ہلاک ہو گئے تھے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کو تلاش کر کے وہاں گرجے اور ہیکل بنا لیتے تھے، پس جو شخص نماز کا وقت پائے، وہ نماز پڑھ لے ورنہ روانہ ہو جائے۔

حضرت عمر کو صرف یہ خوف تھا کہ لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو لازم کر لیں گے اور بعد کے لوگ ان جگہوں پر نماز پڑھنے کو واجب سمجھ لیں گے، اور اسی طرح عالم دین کو یہ چاہیے کہ جب وہ یہ دیکھے کہ لوگ نوافل اور مستحبات میں شدید التزام کرتے ہیں، پس بعض اوقات تو وہ ان کاموں کو کرے اور بعض اوقات ان کاموں کو ترک کر دے تاکہ عالم دین کے فعل سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کام واجب نہیں ہیں۔ اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے ان جگہوں میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مسجد قباء کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام مالک نے مسجد قباء کا استثناء اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں پیدل یا سواری پر جا کر نماز پڑھتے تھے اور ان جگہوں میں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ اور علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ ھ نے مذکورہ عبارت من وعن نقل کی ہے اور دونوں نے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ:

علامہ بغوی شافعی نے کہا ہے: جن مساجد کے متعلق یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے، اگر کوئی شخص وہاں نماز

Marfat.com

پڑھنے کی نذر مان لے تو اس نذر کو پورا کرنا اسی طرح واجب ہے' جس طرح مساجد ثلاثہ کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے' نیز علامہ قسطلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان مساجد میں سے اب صرف دو مسجدیں معروف ہیں: مسجد ذوالحلیفہ اور مسجد شرف الروحاء۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ارشاد الساری ج ۲ ص ۱۶۷' دار الفکر' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی علامہ ابن بطال کی عبارت مذکورہ کو من وعن نقل کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۸)

علامہ ابن بطال نے حضرت عمر کے اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اثر حدیث کی کس کتاب میں ہے اور انہوں نے جو سند ذکر کی ہے تو علامہ ابن بطال اور شعبہ کے درمیان بہت وسائط ہیں' اس لیے ان کا نقل کیا ہوا اثر حجت نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو خود آثار صالحین سے برکت حاصل کرتے تھے اور ان آثار کے قرب میں نماز پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے' جیسا کہ ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى'' (البقرہ:۱۲۵) سے واضح ہے اور اگر بالفرض یہ روایت ثابت ہو تو اس کے وہی جوابات ہیں' جو علامہ ابن بطال اور ان کی اتباع میں دوسرے شارحین نے دیئے ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

اَبْوَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلّٰى

نمازی کے سترہ کے ابواب

۹۰ - بَابُ سُتْرَةِ الْاِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ امام کا سترہ‘ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب امام نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے دیوار یا ایسی کوئی اور چیز نہ ہو تو اس امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے نمازیوں کا بھی سترہ ہے۔

اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ یہ باب‘ ابوابِ سابقہ اور اس کے بعد کے پندرہ ابواب‘ سب کا تعلق احکامِ مسجد سے ہے۔

٤٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ، وَاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما‘ انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک گدھے بلکہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منٰی میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے‘ سامنے دیوار نہیں تھی‘ پس میں صف کے بعض حصے سے آگے گزرا‘ پھر میں اترا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا‘ اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح‘ صحیح البخاری: ۷٦ میں گزر چکی ہے‘ وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: کم عمر لڑکے کا سماع حدیث کب صحیح ہوتا ہے‘ اور اس حدیث کا عنوان ہے: امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

٤٩٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ، اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے‘ جو آپ کے سامنے گاڑ دیا

Marfat.com

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ. جاتا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اس طرح سفر میں کرتے تھے'اسی وجہ سے حکام نیزہ رکھتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۴۹۸-۹۷۲-۹۷۳]

(صحیح مسلم: ۵۰۱' الرقم المسلسل: ۱۰۹۵' سنن ابوداؤد: ۶۸۷' سنن نسائی: ۷۴۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۲' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۱۴- ج ۸ ص ۲۳۰' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق' ابوعلی جیانی نے کہا: اسحاق کے ساتھ کسی نسبت کا ذکر نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا: بعض نسخوں میں اسحاق بن منصور لکھا ہے' ابونعیم وغیرہ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے (۲) عبداللہ بن نمیر' ان کا تعارف ہو چکا ہے (۳) عبید اللہ بن عمر بن عاصم بن عمر بن الخطاب' ابوعثمان القرشی العدوی المدنی' یہ ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) نافع' حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام (۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کی وجوہ

بہ ظاہر اس حدیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے' جو اس پر دلالت کرے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا سترہ ہے' تاہم علامہ عینی نے اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت کی تین وجوہ بیان کی ہیں:

(۱) مقتدیوں میں سے کسی ایک کے سترہ کو بھی نقل نہیں کیا گیا اور اگر مقتدیوں میں سے کسی ایک کا بھی سترہ ہوتا تو اس کو ضرور نقل کیا جاتا کیونکہ احکامِ شرعیہ کو نقل کرنے کے اسباب بہت کثرت کے ساتھ میسر تھے' پس اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سترہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نیزہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ اس سترہ میں داخل تھے کیونکہ وہ تمام افعال میں امام کے تابع تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگ آپ کے پیچھے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ لوگ سترہ کے بھی پیچھے تھے' کیونکہ اگر ان کا کوئی الگ سترہ ہوتا تو پھر وہ آپ کے پیچھے نہ ہوتے' بلکہ اس سترہ کے پیچھے ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۵)

سترہ کے متعلق دیگر احادیث اور سترہ کی تحقیق

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی جتنی چیز رکھ لے' پھر نماز پڑھے تو پھر اس کی پرواہ نہ کرے کہ اس کے پیچھے سے کون گزر رہا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۹۹' الرقم المسلسل: ۱۰۹۱' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے آگے سے گزرتے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی لکڑی کی طرح کی کوئی چیز ہو تو پھر اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۵۰۱- الرقم المسلسل: ۱۰۹۳' سنن ابوداؤد: ۶۸۵' سنن ترمذی: ۳۳۵' سنن ابن ماجہ: ۹۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے

Marfat.com

کوئی چیز رکھ لے اگر اس کو کوئی چیز نہ ملے تو لاٹھی کو نصب کرے اگر وہ بھی نہ ملے تو ایک لکیر کھینچ دے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گزرا تو اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ابوداؤد: ۶۸۹ 'سنن ابن ماجہ: ۹۴۳ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۶۔۲۵۵۔۲۴۹ 'مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴ 'مکتب اسلامی بیروت)

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پالان کے پچھلے حصہ کی مقدار اور جو اس کے قریب ہو یہ سترہ کی لمبائی کی مقدار ہے اور نماز کی سنت ہے اس کی کم از کم مقدار ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) ہے اور اس کی موٹائی نیزہ جتنی ہونی چاہیے یہ امام مالک کے نزدیک ہے ہمارے نزدیک سترہ نماز کے فضائل اور اس کے مستحبات سے ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ سترہ کے پار انسان کی نظر نہ جائے اور سترہ پر جمی رہے اور اس کے خیالات ادھر اُدھر منتشر نہ ہوں کیونکہ جب وہ دوسری چیزوں کو دیکھے گا تو ان کی طرف توجہ ہوگی اور اس کی جو مقدار مقرر کی گئی ہے وہ اس کو منضبط کرنے کے لیے ہے اور یہ مقدار کم از کم ہے اور لکیر کھینچنے کا جو قول ہے وہ باطل ہے ہر چند کہ اس کے متعلق حدیث وارد ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس پر عمل کیا ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ 'دار الوفاء ۱۴۱۹ھ)

امام کا سترہ مقتدیوں کا بھی سترہ ہے اس کے متعلق صریح احادیث اور آثار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے۔

(المعجم الاوسط: ۴۶۸ 'مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۵ھ 'علامہ الہیثمی نے کہا: اس کی سند کا ایک راوی سوید بن عبدالعزیز ضعیف ہے 'مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶۲)

عون بن ابی جحیفہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نیزہ لے کر نکلے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ریتلی زمین میں گاڑ دیا 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیزہ کی طرف ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی 'اس کے پار سے کتا 'گدھا اور عورت گزر رہی تھی۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷ 'مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۷۔ ج ۲ ص ۹ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت ۱۴۲۱ھ 'مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں تھا 'پس حضرت عمر نے نماز پڑھائی اور نیزہ ان کے سامنے تھا اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور اس سے ان کی نماز منقطع نہیں ہوئی۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۸)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ اسود نے کہا کہ بسا اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیزہ گاڑ دیتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے اور مسافر عورتیں ان کے سامنے سے گزر رہی ہوتیں۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۱۹)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا بھی سترہ ہے 'امام عبدالرزاق نے کہا: میں اسی پر عمل کرتا ہوں اور یہی وہ چیز ہے جس پر تمام لوگوں کا عمل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۳۲۰)

سُترہ کے فوائد اور سُترہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۹۴ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عید کے دن باہر نکلتے تو آپ نیزہ لانے کا حکم دیتے 'جو آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا 'پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے اور آپ اسی طرح سفر میں کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے اور احتیاط کی بناء پر اپنے ساتھ نیزہ رکھنا چاہیے اور اس میں خدام کو ساتھ رکھنے اور ان سے خدمت لینے کا جواز ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے نمازیوں کا بھی سترہ ہے 'علامہ ابن بطال نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے 'انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ سترہ سنت اور مستحب

Marfat.com

ہے'علامہ ابہری نے کہا: مقتدی کا سترہ اس کے امام کا سترہ ہے'لہٰذا اس کے آگے کسی کے گزرنے سے اسے ضرر نہیں ہوگا' کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متعلق ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جہاں انسان لوگوں کے گزرنے سے مامون نہ ہو'وہاں پر سترہ رکھنا مشروع اور جائز ہے' اور جہاں یہ اطمینان ہو کہ وہاں سامنے سے لوگ نہیں گزریں گے' وہاں سترہ کے متعلق امام مالک کے دو قول ہیں اور امام شافعی کے نزدیک احادیث کے عموم کی وجہ سے سترہ مطلقاً مشروع ہے اور اس لیے بھی کہ سترہ سے نظر کی حفاظت ہوتی ہے۔

اگر انسان کھلی فضاء میں ہو تو آیا بغیر سترہ کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ابن القاسم مالکی نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی وجہ سے اس کی اجازت دی ہے اور ابن ماجشون مالکی نے کہا ہے کہ سترہ پھر بھی ضروری ہے۔

عروہ' عطاء' سالم' قاسم' شعبی اور حسن بصری نے کہا ہے کہ لوگ کھلے میدان میں بغیر سترہ کے نماز پڑھتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۵)

سترہ کی مقدار اور کن چیزوں کو سترہ بنانا جائز ہے اور کن چیزوں کو سترہ بنانا ممنوع ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد نے کہا: جو شخص کھلے میدان میں نماز پڑھتا ہے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ اس کے سامنے لاٹھی کی طرح کی کوئی چیز ہو' اگر کوئی چیز نہ ملے تو وہ درخت وغیرہ کو سترہ بنالے۔

اگر تم یہ کہو کہ سترہ کے لیے جس نیزہ کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی طول میں کتنی حد ہے؟ تو میں کہوں گا کہ ہمارے اصحاب نے اس کی حد ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ مقرر کی ہے اور اس میں انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے سامنے پالان کے پچھلے حصہ کی مثل رکھ لو' پھر تمہارے سامنے سے کسی کے گزرنے سے تمہیں ضرر نہیں ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۵۰۱- الرقم المسلسل: ۱۰۹۲)

شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں حضرت ابو جحیفہ کی حدیث (۴۹۵) ذکر کر کے یہ بیان کیا کہ نیزہ ایک ذراع (ڈیڑھ فٹ) لمبا اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے' اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سترہ کے لیے تیر کافی ہے اور الذخیرہ میں مذکور ہے کہ تیر کا طول ایک ذراع ہے اور اس کا عرض ایک انگلی جتنا ہے' اگر سترہ کا طول ایک ذراع سے کم ہو تو اس میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے' شیخ الاسلام نے کہا: اگر ترکش کو سامنے رکھا جائے اور وہ ایک ذراع بلند ہو تو وہ بلا اختلاف سترہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو اس میں اختلاف ہے۔

غریب الروایۃ میں مذکور ہے: بڑا دریا اور راستہ سترہ نہیں ہے' مالکیہ نے کہا ہے: اونچی ٹوپی اور تکیہ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چابک کو سترہ بنانا جائز نہیں ہے' آدمی کی پیٹھ کو سترہ بنانا جائز ہے اور چہرہ کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور کروٹ میں اختلاف ہے' عورت کو سترہ بنانا ممنوع ہے اور محارم میں اختلاف ہے' سوئے ہوئے کو' مجنون کو اور کافر کو سترہ نہ بنایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۱۷- ج ۱ ص ۱۳۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان حسب ذیل ہے:
سترہ کی تعریف اور اس کا حکم۔

۴۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عون

Marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، اَلظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ.

بن ابی جحیفہ' وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھلے میدان میں نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا' ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت' اور آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے' دیگر ضروری فوائد ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان صحراء میں ہو تو اس کو اپنے سامنے سترہ رکھنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نمازی کے سامنے سے عورت اور گدھا گزر جائے تو اس سے اس کی نماز منقطع نہیں ہوتی' یہ جمہور علماء کا قول ہے اور حضرت انس' مکحول' ابوالاحوص' حسن بصری اور عکرمہ سے اس کے خلاف منقول ہے۔

عورت' کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت اور کتے اور گدھے کا (سامنے سے گزرنا) نماز کو منقطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۵۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۹۸۳۔ ج ۱۳ ص ۳۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۱' المعجم الکبیر: ۳۱۶۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۵' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۷۶۔ ج ۵ ص ۲۰۲۱۔ ج ۷ ص ۲۵۹۱۔ ج ۶ ص ۲۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شعبہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: حائض عورت اور کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۰۳' سنن نسائی: ۷۵۰' سنن ابن ماجہ: ۹۴۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۲۷' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۲' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۲۴' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۳۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۲۴۱۔ ج ۵ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پالان کی آخری لکڑی کی مثل کو سترہ بنا لے اور اگر اس کے سامنے پالان کی آخری لکڑی کی مثل کوئی چیز نہیں ہوگی تو اس کی نماز کو گدھا' عورت اور سیاہ کتا قطع کر دے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵' الرقم المسلسل: ۱۱۱۷' سنن ابوداؤد: ۷۰۲' سنن ترمذی: ۳۳۸' سنن ابن ماجہ: ۹۵۲' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۵۳' سنن دارمی: ۱۴۱۴' صحیح ابن حبان: ۲۳۸۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۴' صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۱۔ ۸۳۰' المعجم الصغیر: ۵۰۵۔ ۱۹۵' المعجم الاوسط: ۸۲۹۵۔ ۳۳۴۹' المعجم الکبیر: ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۳۲۳۔ ج ۳۵ ص ۲۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت اور کتے اور گدھے کا گزرنا نماز کو قطع کر دیتا ہے۔

عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے نماز منقطع نہ ہونے کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز کو کوئی چیز منقطع نہیں کرتی' نماز کے آگے سے گزرنے والے کو جتنا تم دفع کر سکتے ہو دفع کرو' وہ صرف شیطان ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۷۱۹' مشکوٰۃ: ۷۸۵)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے' گدھے اور عورت کا نمازی کے سامنے سے گزرنا' اس کی نماز کو قطع کر دیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے ضرور دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام ہوتا تو میں آپ

Marfat.com

کے سامنے بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ نبی ﷺ کو ایذاء دوں تو میں آپ کے پیروں کی طرف سے چپکے سے نکل جاتی۔

(صحیح البخاری: ۵۱۴، صحیح مسلم: ۵۱۲، الرقم المسلسل: ۱۱۲۳، سنن ابوداؤد: ۷۱۳۔ ۷۱۲۔ ۷۱۱، سنن نسائی: ۱۶۸۔ ۱۶۷۔ ۱۶۶)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہ تھیں اور آپ نماز پڑھتے رہے، اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے سامنے ہونے سے مرد کی نماز منقطع نہیں ہوتی، اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت بلوغت کے قریب تھا، اس وقت رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، میں بعض صف کے آگے سے گزرا، پھر میں اترا اور گدھی کو میں نے چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور میں صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پر اعتراض نہیں کیا۔

(صحیح البخاری: ۴۹۳، صحیح مسلم: ۵۰۴، سنن ترمذی: ۳۳۷، سنن نسائی: ۷۵۱، سنن ابن ماجہ: ۹۴۷، مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹)

ان مختلف احادیث میں وجہ تطبیق

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور جن اول الذکر احادیث میں یہ بیان ہے کہ عورت، کتے اور گدھے کے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا تو وہ احادیث ثانی الذکر احادیث سے منسوخ ہیں اور جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے اور یا پھر اول الذکر احادیث کی یہ تاویل ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے عورت، کتا یا گدھا گزرے گا تو نمازی کی توجہ اس کی طرف مبذول ہوگی اور نماز میں اس کا جو خشوع اور خضوع تھا، وہ منقطع ہو جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ان مختلف احادیث میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱)

۹۱ - بَابُ قَدْرِ كَمْ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَالسُّتْرَةِ

نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار فاصلہ ہونا چاہیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور سترہ کے درمیان کتنی مقدار کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ. [طرف الحدیث: ۷۳۳۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے خبر دی از والد خود، از حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ کی جا نماز اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۸، الرقم المسلسل: ۱۰۲۱، سنن ابوداؤد: ۶۹۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۴۳۵، ۸۰۴۔ ۱۴۳۴، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۲۸، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زُرارہ ابومحمد نیشاپوری، یہ ۲۸۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد حازم

Marfat.com

(۴) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰۹)

نمازی اور سترہ کے درمیان کی مقدار میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان یہ کم سے کم فاصلہ ہے۔ عطاء' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کہ اس کی کم از کم مقدار تین ذراع (ساڑھے چار فٹ) ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب میں نماز پڑھی اور آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا' اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی' ابواسحاق السبیعی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تھے اور اپنے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے' اور سہل بن ابی حثمہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترہ کے قریب ہو تاکہ اس کی نماز کو شیطان قطع نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسی عبارت کو معمولی تغیر سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۰' فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۳)

٤٩٧ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی' اس سے بکری بہ مشکل گزر سکتی تھی۔

(صحیح مسلم: ۵۰۹' الرقم المسلسل: ۱۱۱۵' سنن ابوداؤد: ۱۰۸۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۳۰' المعجم الکبیر: ۶۲۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۲' مسند احمد ج ۴ ص ۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۴۲۔ ج ۲۷ ص ۸۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث ثلاثی ہے' اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں' اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت آپ کی مسجد میں محراب نہیں تھا' پس آپ کے اور دیوار قبلہ کے درمیان اتنی مسافت تھی جتنی مسافت منبر اور دیوار قبلہ کے درمیان تھی' پس گویا کہ حضرت سلمہ نے کہا: نمازی اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہیے جتنا فاصلہ آپ کے منبر اور دیوار قبلہ کے درمیان تھا۔

٩٢ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْحَرْبَةِ — چھوٹے نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس عنوان میں ''حربۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا نیزہ۔

٤٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ، فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چھوٹا نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا' پھر آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۷۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

٩٣ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْعَنَزَةِ — نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اور قبلہ کے درمیان جو نیزہ گاڑا ہوا ہے' اس نیزہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

٤٩٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ، فَاُتِىَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ، فَصَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ، وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَائِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عون بن ابی جحیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت ہماری طرف نکلے' پس آپ کے وضوء کا پانی لایا گیا' پھر آپ نے وضوء کیا' پھر آپ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے نیزہ تھا اور عورت اور گدھا اس نیزہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٥٠٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، تَبِعْتُهُ اَنَا وَغُلَامٌ، وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ، اَوْ عَصًا، اَوْ عَنَزَةٌ، وَمَعَنَا اِدَاوَةٌ، فَاِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ نَاوَلْنَاهُ الْاِدَاوَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از عطاء ابن ابی میمونہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو میں اور ایک اور لڑکا آپ کے پیچھے جاتے اور ہمارے ساتھ ڈنڈا یا لاٹھی یا نیزہ ہوتا' اور ہمارے ساتھ چمڑے کا برتن ہوتا' جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتے تو ہم آپ کو وہ چمڑے کا برتن دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: پانی کے ساتھ استنجاء کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نیزہ کی طرف نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں نیزہ کا بھی ذکر ہے اور پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا بھی ذکر ہے۔

٩٤ - بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا — مکہ وغیرہا میں سترہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو روکنے کے لیے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ سترہ مکہ میں ہو یا غیر مکہ میں اور مکہ کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ سترہ قبلہ ہے اور مکہ میں کعبہ کے سوا اور کسی کو قبلہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر وہ شخص جو کسی کھلی اور وسیع جگہ میں نماز پڑھے' اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ سترہ کی طرف نماز پڑھے خواہ وہ مکہ میں نماز پڑھے یا کسی اور جگہ نماز پڑھے' ہاں! اگر وہ مکہ مکرمہ کی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جو مکہ کے قریب ہو اور وہاں کسی کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کو سترہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مکہ کا قبلہ اس کا سترہ ہے اور اگر اس نے مسجد کے مؤخر حصے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے آگے سے گزرنا ممکن تھا یا مکہ مکرمہ کی باقی جگہوں میں بغیر کسی دیوار یا درخت یا اس جیسی کسی چیز کے نماز پڑھی تو پھر اس کو اپنے آگے سترہ رکھنا چاہیے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے علاوہ دیگر مقامات پر کھلی جگہ میں نیزہ کی طرف

Marfat.com

نماز پڑھی۔

۵۰۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ، فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً، وَتَوَضَّأَ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت نکلے' پھر آپ نے بجری والی ریتلی زمین (مدینہ کی وادی) میں ظہر اور عصر کی دو' دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے سامنے نیزہ گاڑ دیا اور وضوء کیا' پھر لوگ آپ کے وضوء کے پانی کو اپنے جسم پر لگا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: لوگوں کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: مکہ وغیرہ میں سُترہ' اور اس حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔

۹۵ - بَابُ الصَّلٰوةِ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ — ستون کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستون کی طرف نماز پڑھنا مستحب ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

ادریس الصنعانی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں' جس کو ہمدان کہا جاتا تھا' وہ اہل یمن کی ڈاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ستونوں کی طرف باتیں کرنے والوں کی بہ نسبت نماز پڑھنے والے زیادہ مستحق ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

نمازیوں کے زیادہ مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ باتیں کرنے والے ستونوں کی طرف ٹیک لگانے کے محتاج ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے والے ستون کو سترہ بنانے کے محتاج ہوتے ہیں' سو دونوں ستونوں کی طرف احتیاج میں مشترک ہیں لیکن نمازی چونکہ عبادت کرنے والے ہیں' اس لیے وہ ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں۔

وَرَاٰى عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ، فَأَدْنَاهُ إِلٰى سَارِيَةٍ، فَقَالَ صَلِّ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا' وہ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا' انہوں نے اس کو ایک ستون کی طرف قریب کر کے کہا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

اس تعلیق کی اصل اس حدیث میں ہے:

معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا' میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے میری پیٹھ کو پکڑ کر مجھے سترہ کے قریب کر دیا اور فرمایا: اس کی طرف نماز پڑھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۰۱' ج ۲ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

۵۰۲ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے

Marfat.com

بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ كُنْتُ اٰتِیْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ، فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ، اَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ؟ قَالَ فَاِنِّیْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ المصحف کے پاس ایک ستون کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے پس میں نے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کو تلاش کر کے اس کے پاس نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قصد کر کے اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح مسلم:۵۰۹، الرقم المسلسل:۱۱۱۵، سنن ابن ماجہ:۱۴۳۰، جامع المسانید لابن الجوزی:۲۲۵۵، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

یہ حدیث ثلاثی ہے اس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

المصحف کے ستون کا معنی

اس حدیث میں ''المصحف'' کا ذکر ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں مصحف کی ایک خاص جگہ تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اس جگہ وہ مصحف رکھا ہوا تھا، صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ صندوق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے گویا کہ وہ مصحف (قرآن مجید) اس صندوق میں رکھا جاتا تھا اور جس ستون کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، وہ ''اسطوانة المهاجرين'' کے نام سے مشہور تھا۔ آپ اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور اس ستون کو پہلو میں نہیں رکھتے تھے، تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۵)

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم:۱۰۳۸۔ ج ۷ ص ۱۳۲۰ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۵۰۳ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِیَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. وَزَادَ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَنَسٍ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث:۶۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن عامر از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے اصحاب کو دیکھا، وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف سبقت کرتے تھے۔ شعبہ نے از عمرو از حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا: حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے نکل آتے۔

(سنن نسائی:۶۸۱، صحیح ابن خزیمہ:۱۲۸۸، صحیح ابن حبان:۱۵۸۹، سنن دارمی:۱۴۴۱، مصنف عبد الرزاق:۳۹۸۶، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۷۶، مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۰، مسند احمد:۱۳۹۸۳۔ ج ۲۱ ص ۴۰۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قبیصہ بن عقبہ الکوفی (۲) سفیان ثوری (۳) عمرو بن عامر الکوفی الانصاری، یہ عمرو بن عامر البصری نہیں ہیں کیونکہ وہ سلمی ہیں (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۵)

Marfat.com

ستون کو سترہ بنانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحراء میں نیزہ گاڑ کر اس کو سترہ بناتے تھے تو مسجد کا ستون نیزہ کی بہ نسبت سترہ بنانے کے زیادہ لائق تھا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ سترہ کی مقدار پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہونی چاہیے تو اس سے معلوم ہوا کہ پالان کی پچھلی لکڑی اور نیزہ کی بہ نسبت مسجد کا ستون سترہ بنانے کے زیادہ لائق ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ ستون کو اپنے سامنے رکھے اور اس کے پہلو میں نہ کھڑا ہو' تاکہ صفوں میں خلل نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۲۔۱۸۱)

٩٦ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ

بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اکیلا ہو تو وہ مسجد کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' البتہ ستونوں کے درمیان جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے' کیونکہ اس سے صف منقطع ہوتی ہے۔

٥٠٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ، وَبِلَالٌ، فَاَطَالَ، ثُمَّ خَرَجَ، كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلٰى اَثَرِهٖ، فَسَاَلْتُ بِلَالًا اَيْنَ صَلّٰى؟ قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے' پس بہت دیر اندر رہے' پھر باہر نکلے تو سب سے پہلے میں ان کے پیچھے داخل ہوا' پھر میں نے حضرت بلال سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ انہوں نے بتایا: سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اہل مدینہ' اہل شام کا قبلہ' اور یہاں اس کا عنوان ہے: بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا' اور اس حدیث میں ان دونوں عنوانوں کا ذکر ہے۔

٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَبِلَالٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ، فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ، وَمَكَثَ فِيْهَا، فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَسَارِهٖ، وَعَمُوْدًا عَنْ يَمِيْنِهٖ، وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَرَاءَهٗ، وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ، ثُمَّ صَلّٰى. وَقَالَ لَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، وَقَالَ عَمُوْدَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ الحجبی کعبہ کے اندر داخل ہوئے' پھر اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس میں کچھ دیر ٹھہرے پھر جب وہ کعبہ سے باہر نکلے تو میں نے حضرت بلال سے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں کیا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ نے ایک ستون کو بائیں جانب رکھا اور ایک ستون کو دائیں جانب رکھا اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے اور بیت اللہ ان دنوں چھ ستونوں پر تھا' پھر

Marfat.com

عَنْ يَمِيْنِهِ.

آپ نے نماز پڑھی اور ہم سے اسماعیل نے بیان کیا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی اور کہا: دوستون آپ کے دائیں جانب تھے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

٩٧ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی ترجمہ یا عنوان قائم نہیں کیا' اور اس کتاب میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ وہ جس باب کا عنوان قائم نہیں کرتے' وہ ابواب سابقہ کے ساتھ ملحق ہوتا ہے۔

٥٠٦ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ' مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِيْنَ يَدْخُلُ' وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ' فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ صَلّٰى' يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ' قَالَ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدِنَا بَاْسٌ' اِنْ صَلّٰى فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوئے تو دخول کے وقت وہ اپنے منہ کی طرف چلے اور دروازہ کو اپنی پشت کے پیچھے رکھا' پھر چلے حتیٰ کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو ان کے منہ کی طرف تھی تقریباً تین ذراع (ساڑھے چارفٹ) کا فاصلہ تھا' (پھر) انہوں نے نماز پڑھی اور اس جگہ کا قصد کیا' جس جگہ کے متعلق ان کو حضرت بلال نے یہ خبر دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی ہے' اور کہا: ہم میں سے جو شخص بیت اللہ کی کسی جانب نماز پڑھے' اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۹۷ کا مطالعہ فرمائیں۔

٩٨ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

سواری' اونٹ' درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ اشیاء کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا' قُلْتُ اَفَرَاَيْتَ اِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ كَانَ يَاْخُذُ الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهٗ' فَيُصَلِّيْ اِلٰى اٰخِرَتِهٖ' اَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهٖ' وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی البصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو عرض میں کر لیتے' پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے' میں نے کہا: یہ بتائیں کہ جب سواریاں اچھلتیں (تو آپ کیا کرتے تھے)؟ انہوں نے کہا: پھر آپ اس پالان یا کجاوے کو پکڑ لیتے' اس کو برابر رکھتے اور اس کی آخری لکڑی کو کھڑا کر کے اس کی طرف نماز پڑھتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

Marfat.com

بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: اونٹوں کی جگہوں میں نماز پڑھنا' اس حدیث میں سواری اور پالان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے' درخت اور اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' اونٹ کا ذکر تو سواری کے ذکر میں آ گیا ہے اور درخت کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام نسائی سند حسن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا ہم میں سے ہر شخص سویا ہوا تھا اور آپ ایک درخت کی طرف نماز پڑھ رہے تھے' حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۱۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹۹ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى السَّرِيْرِ

تخت یا چارپائی پر نماز پڑھنا

۵۰۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ؟ لَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ، فَيَجِىْءُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّىْ، فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهٗ، فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَىِ السَّرِيْرِ، حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے؟ میں نے خود کو دیکھا کہ میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے' آپ نے تخت کو وسط میں کر لیا' پھر آپ نماز پڑھ رہے تھے' میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں نماز میں آپ کے سامنے رہوں' پس میں تخت کے پیروں کی جانب سے آہستہ سے نکل کر اپنے لحاف سے باہر نکل آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری امور بیان کیے جا رہے ہیں۔

علماء غیر مقلدین کا نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیال کو اپنے گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر قرار دینا

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جملہ اس موقع پر کہا تھا' جب بعض لوگوں نے یہ حدیث بیان کی: نمازی کے سامنے سے کتا' گدھا اور عورت گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے' حضرت عائشہ کو ان کی یہ حدیث اس لیے ناگوار گزری کہ اس ایک جملہ میں عورت کو کتے اور گدھے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور چونکہ حضرت ام المومنین بھی عورت ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے' جب حضرت عائشہ کو اس سے ایذاء پہنچی کہ آپ کا ذکر کتے اور گدھے کے ساتھ کیا گیا تو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر گدھے اور بیل کے ساتھ کیا جائے تو اس سے آپ کو کتنی ایذاء پہنچے گی۔

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے (نماز میں) اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں' کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا' اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

(صراط مستقیم ص ۸۶' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' لاہور)

اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کی صرف یہی وجہ نہیں ہے کہ گدھے اور بیل کے تصور کے ساتھ آپ کی طرف توجہ

Marfat.com

لگا دینے کا ذکر ہے بلکہ آپ کی طرف توجہ لگا دینے کو گدھے اور بیل کے تصور میں استغراق سے زیادہ بُرا قرار دیا گیا ہے' سوچیے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس عبارت سے کس قدر ایذاء پہنچی ہوگی! قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں' اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

عبارت مذکورہ کی توجیہ کا ردّ

اس عبارت کی توجیہ میں شیخ اسماعیل دہلوی نے یہ لکھا ہے کہ:

بیل اور گدھے کا خیال دل میں اس قدر تعظیم کے ساتھ نہیں آتا' جس قدر تعظیم اور اجلال کے ساتھ نبی ﷺ کا تصور آئے گا اور نماز میں غیر اللہ کا تعظیم کے ساتھ تصور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ (صراطِ مستقیم ص۸۶' مکتبہ سلفیہ' لاہور)

یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ نماز میں غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً شرک نہیں ہے بلکہ تعظیم بہ طریقہ عبادت شرک ہے اور نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم معمول اور مشروع ہے۔ دیکھئے: سلام تعظیم کے لیے کیا جاتا ہے اور نماز کے تشہد میں ''السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته'' پڑھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کی بالفعل تعظیم کی ہے' حدیث میں ہے:

عین حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کے متعلق احادیث

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف کی آپس میں صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے' نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں' پھر حضرت ابوبکر نماز پڑھانے لگے' (اسی اثناء میں) رسول اللہ ﷺ آ گئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے' نبی ﷺ صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے' پس لوگوں نے تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابوبکر نے توجہ کی اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا' رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ قائم رہو' پھر حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پیچھے صف کے برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی' نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں (نماز پڑھانے سے) کس چیز نے روکا جب میں نے تمہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم لوگوں کو نماز میں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے کیوں دیکھا' جس شخص کو نماز میں کوئی تشویش ناک بات پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے' کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو امام اس کی طرف متوجہ ہوگا' تالیاں بجا کر امام کو متوجہ کرنا صرف خواتین کے لیے مشروع ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴-۱۲۱۸-۱۲۳۴' صحیح مسلم: ۴۲۱' الرقم المسلسل: ۹۳۴' سنن ابوداؤد: ۹۴۰' سنن نسائی: ۷۸۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۳۵' صحیح ابن حبان: ۲۲۶۰' المعجم الکبیر: ۵۷۷۱' سنن بیہقی ج۲ ص۲۴۶-۲۴۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۶۳' شرح السنۃ: ۷۴۹' مسند الامام الطحاوی: ۲۶۷۱' مکتبۃ الحرمین' دبئی' مسند احمد ج۵ ص۳۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۸۵۲- ج۳۷ ص۵۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۴۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے دوران آ گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت چھوڑ کر پیچھے

Marfat.com

صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استفسار پر اپنے پیچھے ہٹنے کی یہ وجہ بیان کی: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے' اور اس میں کیا شک ہے کہ حضرت ابوبکر کا نماز میں پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے تھا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تعظیم نماز میں کی تھی' اسی طرح تمام صحابہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے پر جو تالیاں بجا رہے تھے' وہ بھی اس لیے کہ حضرت ابوبکر تالیوں کی آواز سن کر توجہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر امامت چھوڑ کر پیچھے آ جائیں اور ان تمام صحابہ نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی تھی۔

اس کے بعد دوسری بار بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابوبکر ان کو نماز پڑھاتے تھے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض میں تخفیف محسوس کی' آپ حجرے سے باہر آئے تو حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہو گئے' آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ تم اسی طرح نماز پڑھاتے رہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے' پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۸۳' صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۹۱۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۳' موطأ امام مالک۔ کتاب صلوٰۃ الجماعۃ: ۱۸' تنویر الحوالک ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۲۷۔ ۲۲۶' مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۷۔ ۳۵۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۳۵۵۔ ج ۵ ص ۳۵۸۔ ۳۵۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ بھی کیا کہ نماز پڑھاتے رہو' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہو گئے اور یہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا' آپ نے مجھے اپنے آگے کیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پھر پیچھے ہو گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی' پھر نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے فرمایا: یہ کیا بات ہے؟ میں تمہیں اپنے آگے کرتا تھا اور تم پیچھے ہٹ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ آپ کے آگے نماز پڑھے حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' جس نے آپ کو (بلند رتبہ) عطا کیا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات سن کر خوش ہوئے' پھر آپ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور میرے فہم کو زیادہ کرے۔

نوٹ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے دائیں جانب کرنے کے لیے انہیں اپنے آگے سے دائیں جانب لا رہے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۰۶۰۔ ج ۵ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ شیخین کی شرط کے مطابق اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ۳۰۶۰)

اس حدیث میں بھی تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعا دی۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی' میں (آپ کے ساتھ) مسلسل کھڑا رہا' حتیٰ کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کیا' ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قیام میں چھوڑ دوں۔ (صحیح البخاری: ۱۱۳۵' صحیح مسلم: ۷۷۳' سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۱۹۹۔ ج ۷ ص ۲۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے' پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کو بُرا کام کیوں جانا' صرف اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہوئے تھے' اور آپ کھڑے ہوں اور حضرت ابن مسعود بیٹھ جائیں' اس کو انہوں نے آپ کی تعظیم کے خلاف جانا' اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے جتنی دیر نماز میں قیام کیا' وہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم کے لیے تھا۔

جب نمازی حضور ذہن اور غور وفکر کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور نہ کرے

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے زیادہ بُرا ہے' میں پوچھتا ہوں کہ جب نمازی نماز میں ''یا ایھا النبی' یا ایھا الرسول' یا ایھا المزمل' یا ایھا المدثر'' اور ''محمد رسول اللّٰہ'' پر مشتمل آیات پڑھے گا تو کیا ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''السلام علیك ایھا النبی'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا اور جب ''اللھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد'' اور ''اللھم بارك علٰی محمد وعلٰی آل محمد'' پڑھے گا تو آپ کا تصور نہیں آئے گا' نماز میں شروع سے آخر تک آپ کا ذکر آتا ہے۔ شیخ اسماعیل دہلوی نمازی کو کہاں کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور سے روکیں گے' جب بھی نمازی نماز میں پڑھے جانے والے الفاظ پر غور وفکر کرتے ہوئے نماز پڑھے گا اور حضور ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو یہ ممکن نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کرے اور اس کے ذہن میں آپ کا تصور نہ آئے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ نے کہا ہے کہ جب نمازی نماز میں ''السلام علیك ایھا النبی'' کہے تو ذہن میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کرکے کہے: ''السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ''۔

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۱۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

امام عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے کہا ہے کہ نماز کا موضوع اصالۃً اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس سے مناجات ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام احکام شرعیہ میں ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ عظمیٰ ہیں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) پڑھنا نہ بھولیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے (الیٰ قولہ) اور نماز میں تشہد اس لیے مشروع کیا گیا ہے کہ جو نمازی غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہوئے ہیں' ان کو اس پر متنبہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اس دربار میں تشریف فرما ہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی آپ کو نماز میں بالمشافہ خطاب کرکے آپ کو سلام پیش کرے۔

(المیزان الکبریٰ الشعرانیہ ج ۱ ص ۱۹۸۔ ۱۹۷ ملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب نمازی غور وفکر اور استحضار ذہن کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نماز میں شروع سے آخر تک کسی نہ کسی رکن میں آپ کا تصور ضرور کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا تصور کرے گا' شیخ اسماعیل دہلوی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے

Marfat.com

بغض کی وجہ سے نماز میں آپ کے تصور کو اپنے گدھے اور بیل کے تصور سے برا کہہ کر اور آپ کے تصور سے منع کر کے کہیں' یہ تلقین تو نہیں کر رہے کہ نمازی غفلت کے ساتھ بغیر غور وفکر کے اور بغیر حضور ذہن کے نماز پڑھے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم :۱۰۴۶۔ ج۱ ص ۱۳۳۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس پر بحث نہیں کی گئی۔ اس عبارت پر جتنی مفصل بحث کی گئی ہے اور نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم پر دلائل دیئے گئے ہیں' وہ صرف نعمۃ الباری کی خصوصیت ہے۔ وللہ الحمد.

۱۰۰ - بَابُ يَرُدُّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ
نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دھکا دے کر دور بھگائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کو دور کرے رہا یہ کہ وہ کس جگہ سے گزرنے والے کو دور کرے اور یہ دور کرنا آیا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ الْمَارَّ بَيْنَ يَدَيْهِ فِي التَّشَهُّدِ، وَفِي الْكَعْبَةِ، وَقَالَ إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں اپنی نماز کے تشہد میں سامنے سے گزرنے والے کو دور کیا اور فرمایا: اگر گزرنے والا بغیر لڑائی کے باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے' اس کو مت چھوڑو' اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۸۔ ج ۲ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نافع بیان کرتے ہیں: جو شخص بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نماز کے آگے سے گزرتا تھا' وہ اس کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۹)

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے سے گزرا' وہ نماز کے قعدہ میں تھے' وہ قعدہ سے کھڑے ہو گئے' پھر میرے سینہ میں دھکا دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۲۱۔ ج۱ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کو علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا کعبہ میں بھی عام قرار دینا

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام بخاری کے شیخ ابو نعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں اس روایت کے اندر کعبہ کا ذکر کیا ہے اور کعبہ کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ یہ وہم نہ کیا جائے کہ چونکہ کعبہ میں نمازیوں کا بہت اژدھام اور رش ہوتا ہے' اس لیے کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت ہوگی کیونکہ غیر کعبہ میں بھی جمعہ اور عید کے اجتماعات میں نمازیوں کا بہت اژدھام ہوتا ہے' اس لیے نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں کو شامل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۳' فتح الباری ج ۲ ص ۱۲۹)

مصنف کا کعبہ میں بھی ممانعت کے شمول پر تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اور اب کعبہ میں نمازیوں کا اس قدر اژدھام ہوتا ہے کہ کعبہ میں ہر جگہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اگر وہاں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی جگہ سے گزر ہی نہیں سکتا اور بعض اوقات انسان کا گزرنا ضروری ہوتا ہے مثلاً اس کو بول و براز کی شدید حاجت ہو اور تاخیر کرنے میں مسجد حرام کے نجاست سے متلوث ہونے کا خطرہ ہو یا اس کو شدید بھوک یا پیاس ہو یا اس کا وضوء ٹوٹ گیا ہو اور اس کو دوبارہ وضوء

Marfat.com

کرنے کی شدید ضرورت ہو یا اس کو کوئی ضروری دوا کھانی ہو اور ایسی دوسری بہت ضروریات ہو سکتی ہیں' بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے' ہم اس حدیث کو اس بحث کے آخر میں ذکر کریں گے' اس لیے علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں عام ہے۔

۵۰۹ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) . وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِىْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِىَّ فِىْ يَوْمِ جُمُعَةٍ ، يُصَلِّىْ اِلٰى شَىْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِىْ اَبِىْ مُعَيْطٍ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِىْ صَدْرِهِ ، فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَعَادَ لِيَجْتَازَ ، فَدَفَعَهُ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰى ، فَنَالَ مِنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ ، ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَشَكَا اِلَيْهِ مَا لَقِىَ مِنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ ، وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلٰى مَرْوَانَ ، فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ اَخِيْكَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَىْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ ، فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَلْيَدْفَعْهُ ، فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ ، فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ . [طرف الحدیث: ۳۲۷۴]

(صحیح مسلم: ۵۰۵' الرقم المسلسل: ۱۱۰۹' سنن ابوداؤد: ۷۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۱۲۴۰' صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۷' مسند احمد ج ۳ ص ۶۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۶۰۷۔ ج ۱۸ ص ۱۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۰۳' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از ابوصالح کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا' (تحویل) اور امام بخاری نے کہا: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن ھلال العدوی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح السمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو لوگوں سے سُترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے' بنوابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر دھکا دیا' اس نوجوان نے ادھر اُدھر دیکھا مگر اس نے حضرت ابوسعید کے سامنے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائی' وہ دوبارہ ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابوسعید نے اس کو پہلی بار سے زیادہ زور سے دھکا دیا' اس نے حضرت ابوسعید سے تکلیف اٹھائی' اس نے مروان کے پاس جاکر حضرت ابوسعید سے پہنچنے والی تکلیف کی شکایت کی' حضرت ابوسعید بھی اس کے پیچھے پیچھے مروان کے پاس آئے' مروان نے کہا: اے ابوسعید! آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شخص شیطان ہے۔

Marfat.com

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر' ان کا نام عبد اللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المقعد البصری ہے' یہ ۲۲۴ھ میں بصرہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) عبد الوارث بن سعید (۳) یونس بن عبید بن دینار ابو عبد اللہ البصری' یہ ۲۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حمید بن ھلال العدوی' یہ بہت عظیم تابعی ہیں (۵) ابو صالح ذکوان السمان (۶) آدم بن ابی ایاس (۷) سلیمان بن المغیرہ القیس البصری (۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۲۴)

باب کے عنوان سے اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو لوگوں سے سترہ بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی شخص اس کے سامنے سے گزرنے کا ارادہ کرے تو وہ اس کو دفع کرے' اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑے کیونکہ وہی شیطان ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

عبد الرحمان بن ابی سعید الخدری بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے' ایک جوان شخص ان کے سترہ کے قریب سے گزرنا چاہتا تھا' ان دنوں مدینہ کا امیر مروان تھا' حضرت ابو سعید نے اس کو زور سے دھکا دیا حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرا دیا' پھر وہ نوجوان مروان کے پاس گیا اور کہا: یہاں پر ایک پاگل بوڑھا ہے' اس نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' مروان نے کہا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں' اور جمعہ کے دن انصار بھی مروان کے پاس آتے تھے' پس حضرت ابو سعید بھی وہاں آ گئے' مروان نے اس نوجوان سے پوچھا: کیا تم ان کو پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! یہ وہ بوڑھا ہے' مروان نے اس نوجوان سے کہا: کیا تم پہچانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: نہیں' مروان نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں' پھر مروان نے حضرت ابو سعید کو مرحبا کہا اور ان کو اپنے قریب بٹھایا' پھر ان سے کہا: یہ نوجوان آپ کی شکایت کر رہا ہے کہ آپ نے اس کو دھکا دے کر گرا دیا' حضرت ابو سعید نے فرمایا: میں نے اس کو نہیں دھکا دیا میں نے تو شیطان کو دھکا دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تمہارے اور تمہارے سترہ کے درمیان سے گزرنے کا ارادہ کرے تو اس کو دفع کرو' پس اگر وہ لڑائی کے بغیر باز نہ آئے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۳۱۔ ج ۲ ص ۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' اس اثناء میں عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام آیا اور ان کے سامنے سے گزرنے لگا' حضرت ابو سعید نے اس کو روکا' وہ گزرنے کے بغیر نہیں مانا تو حضرت ابو سعید نے اس کو دھکا دے کر زمین پر گرا دیا' کسی نے کہا: آپ نے عبد الرحمان کو گرا دیا' حضرت ابو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ باز نہ آتا تو میں اس کو بالوں سے پکڑتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اگر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو امام مالک کے نزدیک اس کو نرمی سے روکے اور اس سے لڑنا منع ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہا ہو' پھر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہے تو اس کو دفع کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور جب کوئی شخص بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو منع کرے کیونکہ جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے' وہاں دوسرے لوگوں کے لیے بھی چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے

Marfat.com

اور وہ اور دوسرے لوگ اس جگہ تصرف کرنے میں مساوی ہیں الا یہ کہ وہ سترہ قائم کرے۔

امام مالک نے کہا: جب نمازی نے سترہ قائم کیا ہو اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرے تو وہ اس کو نرمی سے روکے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ تلوار سے اس کے ساتھ نہ لڑے اور نہ اس سے خطاب کرے اور اس سے اس حد تک نہ لڑے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے' کیونکہ اگر نمازی نے ایسا کیا تو اس میں خود اس کا نقصان ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۸۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمانے کی وجہ اور اگر سترہ نہ ہو تو پھر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو منع نہیں کیا جائے گا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی شافعی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نمازی سے آگے سے گزرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ شیطانی فعل ہے اور اس کے بہکانے کی وجہ سے ہے اور اس حدیث میں اس سے لڑنے کا جو حکم دیا ہے' یہ اس وقت ہے جب وہ سترہ اور نمازی کے درمیان سے گزرنے کی کوشش کرے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۳۴۳ 'دار المعرفۃ' بیروت)

فقہاء احناف کے نزدیک نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو سبحان اللہ کہہ کر منع کیا جائے گا یا اشارہ سے

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جب نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرے یا اس کے سامنے سترہ ہو اور کوئی اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو نمازی اس کو منع کرے اور اس کو اشارہ سے منع کرے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دو بچوں کے ساتھ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نماز پڑھ رہے تھے تو ان کا بیٹا عمر آپ کے آگے سے گزرنے لگا' پس آپ نے اس کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ تو وہ ٹھہر گیا' پھر ان کی بیٹی زینب آپ کے آگے سے گزرنے لگی تو آپ نے اس کو بھی ٹھہرنے کا اشارہ کیا' اس نے انکار کیا اور آپ کے آگے سے گزر گئی تو آپ نے فرمایا: یہ عورتیں ناقصاتِ عقل اور ناقصاتِ دین ہیں' حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی عورتوں کی طرح ہیں' شریف لوگوں پر غالب آ جاتی ہیں اور بُرے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) لیکن حدیث کی اصل عبارت یہ ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یہ عورتیں زیادہ غالب ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۹۴۸ 'مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۴) یا سبحان اللہ پڑھ کر ان کو گزرنے سے منع کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز میں تمہارے سامنے کوئی چیز پیش ہو تو سبحان اللہ کہو۔ (صحیح البخاری: ۶۸۴)

(الہدایۃ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۹-۴۱۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا جواز

کثیر بن المطلب بن وداعہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ (کعبہ میں) باب بنو سہم کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپ کے آگے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور کعبہ کے درمیان کوئی سترہ نہیں تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۱۶' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸' شرح معانی الآثار: ۲۵۸۷' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳' المعجم الکبیر: ۶۸۴-ج ۲۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۷۳' مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۷۲۴۱-ج ۴۵ ص ۲۱۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۳ھ لکھتے ہیں: میں نے ''البحر العمیق'' میں دیکھا' انہوں نے عزالدین بن جماعہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے امام طحاوی کی مشکل الآثار سے کہ کعبہ میں نمازی کے آگے سے گزرنا جائز ہے۔ (اور اس عبارت سے پہلے

Marfat.com

علامہ شامی نے علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:)

اس مسئلہ میں قیاس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں نص صریح ہے کہ المطلب بن ابی وداعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعی سے فارغ ہوئے تو آپ حجر اسود کے سامنے آ کر مطاف میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور مرد اور عورتیں آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ کے اور ان کے درمیان سترہ نہیں تھا۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۹' سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۸' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳' یہ حدیث صحیح ہے)(رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۷' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۱۔ ج ۱ ص ۱۳۱۸ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی' البتہ سترہ کی بحث میں سترہ کی تعریف کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب سترہ نہ ہو تو گزرنے والا نمازی کے آگے سے گزر سکتا ہے اور یہ لکھا ہے کہ صحراء اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے اور مسجد صغیر میں مکروہ ہے۔

۱۰۱ - بَابُ اِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّىْ — نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص نمازی کے آگے سے گزرتا ہے' اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے اور وہ کتنی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

۵۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ اَبِى النَّضْرِ' مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهُ اِلٰى اَبِىْ جُهَيْمٍ' يَسْاَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَارِّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ؟ فَقَالَ اَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّىْ مَاذَا عَلَيْهِ' لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِىْ' اَقَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا' اَوْ شَهْرًا' اَوْ سَنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از بُسر بن سعید کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا' وہ ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ تو حضرت ابو جہیم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ ابو النضر نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ بُسر بن سعید نے چالیس دن کہا تھا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

(صحیح مسلم: ۵۰۷' الرقم المسلسل: ۱۱۱۲' سنن ابوداؤد: ۷۰۱' سنن ترمذی: ۳۳۶' سنن نسائی: ۷۵۶' سنن ابن ماجہ: ۹۴۵' موطأ امام مالک۔ کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر: ۳۴' تنویر الحوالک ص ۱۷۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۲۲۲' سنن دارمی: ۱۴۱۷' صحیح ابن حبان: ۲۳۶۶' المعجم الکبیر: ۵۲۳۵' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۸' شرح السنۃ: ۵۴۳' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۴۰۔ ج ۲۹ ص ۸۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۸۲' مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن بطال کا حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال لینا اور جاہل کو معذور قرار دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ایک حدیث میں چالیس سال کی تعیین ہے:

امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے، ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن عبد الرحمان بن موہب از عم خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص یہ جان لے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ چالیس سال تک ٹھہرا رہے تو یہ اس کے لیے نمازی کے سامنے چلنے سے بہتر ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوجہیم کی حدیث میں چالیس سے مراد چالیس سال ہے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ ایک سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۷) اور کعب الاحبار نے کہا: اگر وہ زمین میں دھنس جائے تو یہ اس کے لیے نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۶)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس کو ممانعت کا علم ہو اور پھر وہ نمازی کے آگے سے گزرنے کو ہلکا جان کر گزرے تو وہ اس عذاب کا مستحق ہوگا اور جس کو ممانعت کا علم نہ ہو، اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ جس کو ممانعت کا کوئی علم نہ ہو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ دار الاسلام میں احکام شرعیہ سے جہالت کوئی عذر نہیں ہے ورنہ زانی، چور، ڈاکو اور قاتل یہ کہہ سکیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کام ممنوع ہیں، ہر مسلمان مکلف کے اوپر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو یہ کہے کہ مجھے اس کی ممانعت کا علم نہیں تھا، اس کے دو گناہ ہیں: ایک گناہ علم حاصل نہ کرنا اور دوسرا گناہ ممنوع کام کو کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے مصنف ابی شیبہ کے حوالہ سے جو چالیس سال کی تعیین کی حدیث ذکر کی ہے، وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے، بلکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوجہیم کی وہی حدیث ذکر کی ہے، جس میں چالیس کا عدد ذکر ہے اور سال یا ماہ یا ایام کا ذکر نہیں ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۰)

نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے مزید وعید کی احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص یہ جان لے کہ اپنے بھائی کی نماز کے آگے سے گزرنے سے اس کو کتنا عذاب ہوگا تو وہ سو سال تک کھڑا رہے تو یہ اس کے لیے اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۹۴۶، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۱، صحیح ابن خزیمہ: ۸۱۴، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عمداً نمازی کے آگے سے گزرتا ہے، وہ قیامت کے دن یہ تمنا کرے گا کہ کاش! وہ سوکھا ہوا درخت ہو۔ (المعجم الاوسط: ۱۹۲۸)

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے زمین میں دھنسایا جانا، اس سے بہتر ہے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

(تنویر الحوالک: ۱۷۴، مصنف عبد الرزاق: ۲۳۲۶)

Marfat.com

یزید بن جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الحمید بن عبد الرحمان سے سنا' جو عمر بن عبد العزیز کی طرف سے گورنر تھے' وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے سامنے سے گزرا' انہوں نے اس کو بہت زور سے پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ اس کے کپڑے پھٹنے کے قریب تھے' جب وہ مڑا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا (اپنے گناہ کو) جان لے تو وہ یہ پسند کرے گا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے اور وہ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۱ ۔ ج ۱ ص ۲۵۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے تھے: انسان راکھ ہو کر فضا میں بکھر جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ عمداً کسی نمازی کے سامنے سے گزرے۔

حافظ ابن رجب نے کہا: اس حدیث کو امام ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ تمہید میں روایت کیا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب حنبلی ج ۲ ص ۶۸۰ ' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۰۳۴ ۔ ج ۱ ص ۱۳۱۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۰۲ - بَابُ اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي — کسی شخص کا دوسرے شخص کی طرف منہ کرنا جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو آیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟

وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي. وَاِنَّمَا هٰذَا اِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ ' فَاَمَّا اِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ ' فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ ' اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ.

اور حضرت عثمان نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دوسرے کی طرف منہ کرے جب کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو' (امام بخاری نے کہا:) یہ اس وقت ہے کہ جب نمازی اس کی طرف مشغول ہو جائے' لیکن جب وہ اس کی طرف مشغول نہ ہو تو حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں اس کی پرواہ نہیں کرتا' ایک شخص دوسرے شخص کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حضرت عمر کے بجائے حضرت عثمان کا نام ذکر کرنے میں امام بخاری کی خطاء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں نے اب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اثر نہیں دیکھا' میں نے مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس اثر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی دیکھا ہے اور ان کتابوں میں حضرت عثمان کا ایسا اثر ہے' جو اس کی کراہت پر دلالت نہیں کرتا اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے غلطی سے حضرت عمر کی جگہ حضرت عثمان کا نام لکھ دیا ہو۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۳ ' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو لکھا ہے کہ اس چیز کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکروہ قرار دیتے تھے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

ھلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے تو حضرت عمر نمازی کی طرف درّہ لے کر بڑھے اور فرمایا: تم نماز پڑھ رہے ہو اور یہ تمہاری طرف منہ کیے ہوئے ہے! پھر دوسرے شخص کی طرف درّہ لے کر بڑھے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا ہے اور تم اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہو!

Marfat.com

(مصنف عبدالرزاق: ۲۳۹۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۱ ھ)

لوگوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت کا یہ مذہب کہ جب ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا شخص اس کا سترہ بن سکتا ہے' مگر اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا نمازی کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر کو مسجد کے کسی ستون کی طرف راستہ نہ ملتا تو وہ مجھ سے کہتے کہ میری طرف اپنی پیٹھ کرلو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۱۶ ھ)

یہی امام مالک کا قول ہے اور اشہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آدمی کی پیٹھ کے پیچھے نماز پڑھے لیکن اس کے پہلو کی طرف نماز نہ پڑھے۔

ابراہیم نخعی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب ایک آدمی بیٹھا ہوا ہو تو وہ دوسرے آدمی کی نماز میں سترہ بن سکتا ہے اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ایک آدمی نمازی کا سترہ بن سکتا ہے اور انہوں نے یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ بیٹھا ہوا ہو اور نہ یہ شرط لگائی ہے کہ اس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو۔

فقہاء احناف' ثوری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ باتیں کر رہے ہوں' ان کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ابن سیرین نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص کسی نمازی کے لیے سترہ نہیں بن سکتا۔

اس باب کی حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نمازی کے لیے سترہ بن سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو عورت ہیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قبلہ کی جانب تھیں تو مرد تو بہ طریق اولیٰ مرد کے قبلہ کی جانب ہو سکتا ہے' جن فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نمازی کے سامنے کوئی مرد بیٹھا ہو گا تو یہ خدشہ ہے کہ اس کی نظر نماز میں اس مرد کی طرف پڑے گی' اسی وجہ سے جو لوگ کسی حلقہ میں بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جو لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہوں' ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ان میں سے بعض کا منہ اس کی طرف ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اس میں توسع (گنجائش) ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باتیں کرنے والوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو مکروہ کہا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے متعلق باتیں کر رہے ہوں تو پھر ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۱۹۲ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '۱۴۲۴ ھ)

۵۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، يَعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ، فَقَالُوْا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ، قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا، لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَإِنِّيْ لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، وَأَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از الاعمش از مسلم یعنی ابن صبیح از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کیا چیز نماز کو توڑتی ہے' لوگوں نے کہا: کتا' گدھا اور عورت (کا نمازی کے سامنے سے گزرنا) نماز کو توڑ دیتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے ہم کو کتا بنا دیا' تحقیق یہ

Marfat.com

مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ، فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ، فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهُ، فَاَنْسَلُّ اِنْسِلَالًا . وَعَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تھی اور میں تخت پر لیٹی ہوئی تھی' مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں آپ کے سامنے سے اٹھنا ناپسند کرتی تو میں چپکے سے نکل جاتی' اور از اعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۳ - بَابُ الصَّلٰوةِ خَلْفَ النَّائِمِ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّوْتِرَ اَيْقَظَنِيْ فَاَوْتَرْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے بستر کے عرض میں لیٹی ہوئی تھی' پس جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بیدار کرتے' پھر میں وتر پڑھتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: بستر پر نماز پڑھنا۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص سویا ہوا ہو' اس کو عبادت کے لیے بیدار کرنا مستحب ہے اور یہ کہ جو شخص تہجد کے لیے اٹھتا ہو' وہ سونے کے بعد وتر پڑھے۔

۱۰۴ - بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْاَةِ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کے پیچھے نفل پڑھنا جائز ہے۔

۵۱۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي النَّضْرِ، مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهِ، فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ، فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ، فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا، قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر جو عمر بن عبید اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابی سلمہ بن عبد الرحمن از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری دونوں ٹانگیں آپ کے قبلہ میں ہوتی تھیں' آپ جب سجدہ کرتے تو مجھے چھوتے تو میں اپنی دونوں ٹانگیں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر اپنی ٹانگیں پھیلا لیتی اور ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کے عنوان میں نفل پڑھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں نفل پڑھنے کی صراحت نہیں ہے، لیکن اس حدیث میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ فرائض مسجد میں پڑھتے تھے اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔

۱۰۵ - بابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

جس شخص نے یہ کہا کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی

یعنی نمازی کے اپنے فعل کے علاوہ اور کسی کے فعل سے نماز منقطع نہیں ہوتی۔

۵۱٤ - **حَدَّثَنَا** عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ (ح). قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِيْ مُسْلِمٌ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ، اَلْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ، فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ؟ وَاللّٰهِ، لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاِنِّيْ عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ، فَتَبْدُوْ لِيَ الْحَاجَةُ، فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ، فَاُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ح) الاعمش نے کہا: اور مجھے مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے اور گدھے اور عورت (کا سامنے سے گزرنا) نماز کو قطع کر دیتا ہے، حضرت عائشہ نے کہا: تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے اور اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان تخت پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھنا ناپسند کرتی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دوں، پھر میں تخت کے پیروں کی جانب سے چپکے سے نکل جاتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۵۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۵۱۵ - **حَدَّثَنَا** اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ سَاَلَ عَمَّهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ؟ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ، اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ، وَاِنِّيْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهٖ. (مسند الامام الطحاوی: ۹۳۴۰، مکتبۃ الحرمین، دبئی، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھ سے میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے اپنے چچا سے سوال کیا کہ کیا چیز نماز کو قطع کرتی ہے (توڑتی ہے)؟ انہوں نے کہا: نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی، مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور آپ کے قبلہ کے درمیان گھر کے بستر پر جانب عرض میں لیٹی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

۱۰۶- بَابُ مَنْ حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلٰى عُنُقِهٖ فِي الصَّلٰوةِ

جس شخص نے نماز میں اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اٹھایا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ نماز میں چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس باب کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ نماز میں بچی کو اپنی گردن پر اٹھانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے زیادہ شدید ہے' جب اس سے نماز میں ضرر نہیں ہوتا تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہ طریق اولیٰ نمازی کی نماز میں ضرر نہیں ہوگا۔

۵۱۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ، بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِاَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عامر بن عبد اللہ بن الزبیر از عمرو بن سلیم الزرقی از ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اُمامہ کو اٹھائے ہوئے تھے' جو ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو نیچے رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو ان کو اٹھا لیتے۔

[طرف الحدیث:۵۹۹۶] (صحیح مسلم:۵۴۳' الرقم المسلسل:۱۱۹۲' سنن ابوداؤد:۹۲۰_۹۱۹_۹۱۸_۹۱۷' سنن نسائی:۷۱۱' السنن الکبریٰ:۷۱۱۲' صحیح ابن حبان:۱۱۰۹' المعجم الکبیر:۱۰۶۷_ج ۲۲' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۶۳_۲۶۲' شرح السنۃ:۷۴۱' مسند الشامیین:۱۸۲۹' موطأ امام مالک۔ جامع الصلوٰۃ:۸۱' تنویر الحوالک ص ۱۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم' مسند احمد:۲۲۵۲۴_ج ۳۷ ص ۲۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی:۱۳۴۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (۲) امام مالک بن انس اصبحی (۳) عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بن العوام (۴) عمرو بن سلیم الزرقی' ان کا تعلق انصار سے تھا' یہ زریق بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ بن مالک بن عصب بن جشم بن الخزرج ہیں (۵) حضرت ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی السلمی ہے' ابن الکلبی اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام النعمان ہے' الہیثم بن عدی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں ۳۸ھ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۰)

حضرت اُمامہ رضی اللہ عنہا کو اٹھا کر نماز پڑھانے کی کیفیت کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچی کو اٹھایا ہوا تھا' لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اٹھا کر کہاں رکھا ہوا تھا' دوسری احادیث میں اس کا ذکر ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' آپ نے حضرت اُمامہ بنت ابی العاص بن الربیع کو اٹھایا ہوا تھا' ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں اور حضرت اُمامہ بچی تھیں' آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور وہ آپ کے کندھے پر تھیں' جب آپ رکوع میں جاتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر ان کو اٹھا لیتے حتیٰ کہ آپ نے اسی طرح نماز پوری کر لی۔ (سنن ابوداؤد:۹۱۸)

Marfat.com

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی گردن پر تھیں' جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر رکھ دیتے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بیان کرتے ہیں: ہم ظہر یا عصر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا' آپ تشریف لائے اور حضرت اُمامہ بنت ابی العاص آپ کی صاحب زادی رضی اللہ عنہما کی بیٹی آپ کی گردن پر تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جانماز پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے' اور حضرت ابوامامہ آپ کی گردن پر ہی تھیں' آپ نے اللہ اکبر' پھر ہم نے اللہ اکبر کہا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو ان کو پکڑ کر زمین پر رکھ دیا' پھر آپ نے رکوع کیا اور سجدہ کیا حتیٰ کہ جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے تو پھر آپ نے ان کو پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت اسی طرح پڑھاتے رہے حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔

(سنن ابوداؤد: ۹۲۰)

بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء' اس عمل کثیر کی متعدد علماء سے توجیہات' اور عمل کثیر کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلالت کرتی ہے کہ بچے یا بچی کو نفل نماز میں اٹھانا جائز ہے' خواہ وہ امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے' جیسا کہ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ نے بیان کیا ہے کہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل نماز کو فاسد نہیں کرتا اور عمل کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت ہو اور عمل قلیل وہ ہے جس میں دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

(۱) جب کسی شخص نے کمان اٹھا کر تیر چلایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۲) اسی طرح اگر عورت نے اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلایا کیونکہ اس میں بھی عمل کثیر ہے جو نماز کو فاسد کر دیتا ہے لیکن بچہ کو دودھ پلائے بغیر اٹھایا تو وہ نماز کے فساد کو واجب نہیں کرتا' پھر علامہ کاسانی نے اس حدیث کا ذکر کر کے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مکروہ نہیں تھا کیونکہ آپ کو اس کی احتیاج تھی' وہاں پر اس بچی کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں تھا یا آپ اپنے اس فعل سے اس کا حکم شرعی اور جواز بیان کرنا چاہتے تھے' اور یہ فساد نماز کا موجب نہیں ہے' اس طرح ہمارے زمانہ میں بھی ہم میں سے کسی کے لیے یہ عمل مکروہ نہیں ہے اور بغیر ضرورت کے نماز میں بچی کو اٹھانا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اشہب نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچی کو اٹھانے کا یہ واقعہ نفل نماز میں تھا' اور اس قسم کا فعل فرض نماز میں جائز نہیں ہے اور ابوعمر نے کہا ہے: تمہارے لیے امام مالک کی تفسیر کافی ہے کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس قسم کا فعل نماز میں مکروہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ نے کہا ہے کہ یہ تاویل فاسد ہے کیونکہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ (سنن ابوداؤد: ۹۱۹) اور اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ فرض نماز تھی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے' ابوعمر نے کہا ہے کہ اس کی ناسخ یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز میں سلام کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیتے

Marfat.com

تھے' پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' آپ نے ہمیں جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں مشغولیت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸' سنن ابن ماجہ: ۱۰۱۹' مسند الامام الطحاوی: ۵۰۴۳' مکتبۃ الحرمین' دبئی' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے نماز میں بچی اٹھانے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود حبشہ سے آئے تھے' اسی وقت حضرت زینب اور ان کی بچی رضی اللہ عنہما بھی حبشہ سے آئے تھے اور اس کے بعد آپ نے ان کی بچی کو نماز میں اٹھایا تھا' ابن شہاب اور ابن نافع نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے نماز میں بچی کو اٹھایا تھا' دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' یہ جوابات قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیے ہیں۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۴۷۴)

علامہ نووی نے کہا ہے: یہ تمام دعاوی باطل اور مردود ہیں کیونکہ ان کے اوپر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی ضرورت ہے' بلکہ حدیث صریح اس کے جواز میں موجود ہے اور اس میں کوئی چیز قواعد شرع کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ آدمی طاہر ہے اور اس کے پیٹ میں جو نجاست ہے وہ معاف ہے کیونکہ وہ اپنے معدن میں ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے اجسام طاہر ہیں اور دلائل شرع سے یہ ثابت ہے کہ اس قسم کے افعال نماز کو باطل نہیں کرتے جب وہ افعال کم ہوں یا متفرق ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل جواز بتانے کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۱۹-۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس قسم کا فعل کرے تو میرے نزدیک اس حدیث کی وجہ سے نماز کا اعادہ نہیں ہے' ہرچند کہ میں کسی کے لیے اس فعل کو پسند نہیں کرتا' امام احمد بن حنبل اس فعل کو جائز قرار دیتے تھے' اثرم بیان کرتے ہیں: امام احمد سے سوال کیا گیا: ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے اپنے بیٹے کو پکڑ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اس حدیث سے استدلال کیا۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ حق کے قریب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فعل نماز میں عمداً دانستہ نہیں کیا' اور وہ بچی غیر نماز میں آپ کے ساتھ رہنے کی عادی تھی' سو وہ نماز میں بھی آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہیں کر سکے' وہ آپ کے کندھے پر تھی اور جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اس کو کندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا' حتیٰ کہ آپ سجدہ سے فارغ ہو گئے اور جب آپ نے قیام کا ارادہ کیا تو بچی پھر آپ کے ساتھ لپٹ گئی اور آپ اس کو اپنے سے دور نہ کر سکے اور نہ منع کر سکے حتیٰ کہ جب آپ کھڑے ہوئے تو وہ اسی طرح آپ کے کندھے پر تھی' میرے نزدیک اس حدیث کی یہی توجیہ ہے۔

اس پر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بچی کو بار بار کندھے پر بٹھانے اور کندھے سے اتارنے میں عمل کثیر ہے اور یہ نمازی کو اس کی نماز میں مشغولیت سے باز رکھتا ہے اور جب چادر کے نقش و نگار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے خشوع میں خلل انداز ہوتے تھے' حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو وہ چادر واپس کر کے ان سے ان کی سادہ چادر منگوائی تو یہ عمل کثیر تو اس سے زیادہ نماز کے خشوع میں باعث خلل ہے؟ اس کا یہی جواب ہے کہ آپ نے یہ عمل قصداً اور دانستہ نہیں کیا تھا اور ایسی صورت میں عام مسلمانوں کے لیے بھی اس طرح کرنا جائز ہے۔ (معالم السنن وابی سلیمان الخطابی الشافعی ج ۱ ص ۴۳۱' دار المعرفۃ' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے علامہ خطابی کے کلام کا خلاصہ نقل کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ علامہ خطابی نے جو کہا ہے وہ باطل ہے کیونکہ وہ خالی زبانی دعویٰ ہے اور علامہ خطابی کے جواب کو یہ بات رد کرتی ہے کہ جب آپ کھڑے ہوتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو بچی کو اٹھا لیتے اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچی کو اٹھائے ہوئے ہمارے پاس آئے۔

Marfat.com

(سنن ابوداؤد: ۹۱۸) اور باقی رہا نقش و نگار والی چادر کا قصہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل کو بے فائدہ نماز کے خشوع سے روکتی ہے' اور حضرت اُمامہ کو اٹھانے سے دل کے خشوع میں فرق نہیں آتا اور اگر اس سے فرق بھی آتا ہو تو اس میں یہ فائدہ ہے کہ امت کو یہ تعلیم دینا مقصود تھا کہ بچوں کا جسم اور ان کے کپڑے پاک ہوتے ہیں اور جب افعال متعدد اور متفرق ہوں تو وہ نماز کو باطل نہیں کرتے' پس صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے' اور یہ حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور اس میں ان فوائد پر تنبیہ ہے' پس یہ عمل ہمارے لیے بھی جائز ہے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے شریعت مستمرہ ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۸۲۰۔۱۸۱۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ خطابی کی تقریر کو رد کرنے کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: آپ نے اس بچی کو پکڑ کر پھر اس کی جگہ (یعنی کندھے پر) رکھ دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ بچی کو اٹھانے اور رکھنے کا عمل آپ نے کیا تھا' اس بچی یعنی حضرت اُمامہ نے نہیں کیا تھا' بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ بچی کو چھوڑ دیتے تو وہ روتی اور آپ کی توجہ نماز سے ہٹتی اور نماز میں خلل پڑتا اور یہ خلل بچی کو اٹھانے کے خلل سے زیادہ تھا اور امام مالک کے بعض اصحاب نے فرض نماز اور نفل نماز میں فرق کیا ہے۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی متوفی ۴۹۴ھ نے یہ کہا ہے: اگر کوئی شخص بچی کی حفاظت کرنے والا ہو تو پھر بھی یہ عمل نفل نماز میں جائز ہے' فرض نماز میں جائز نہیں ہے' اور اگر کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو تو پھر یہ عمل فرض اور نفل دونوں میں جائز ہے۔

(المنتقی ج ۱ ص ۳۰۴' دار الکتاب العربی' بیروت)

اکثر اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ ایسا عمل ہے جو بار بار نہیں ہوا کیونکہ نماز کے ارکان میں طمانیت حاصل تھی۔

علامہ فاکہانی نے کہا ہے: نماز میں حضرت اُمامہ کے اٹھانے میں یہ نکتہ ہے کہ عرب والے بچیوں کو برا جانتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے تو آپ نے بچیوں سے محبت کرنے کی تلقین کرنے کے لیے نماز میں حضرت امامہ کو بار بار اٹھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ اس بات کو زبانی بھی بتا سکتے تھے لیکن عمل کر کے دکھانا تبلیغ کی تاثیر میں زیادہ قوت رکھتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۴۴۔۴۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰۷ - بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشٍ فِيهِ حَائِضٌ

جب کسی شخص نے ایسے بستر کی طرف نماز پڑھی جس پر کوئی حائض عورت ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص ایسے بستر کی طرف نماز پڑھے جس میں کوئی حائض عورت ہو تو اس کی نماز جائز ہے' مکروہ نہیں ہے۔

۵۱۷ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِي حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے خبر دی از الشیبانی از عبداللہ بن شداد بن الهاد' انہوں نے کہا: مجھے میری خالہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میرا بستر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے کے برابر ہوتا تھا اور بعض اوقات آپ کا کپڑا مجھ پر لگ جاتا اور میں اپنے بستر پر ہوتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا باب بغیر عنوان کے تھا۔

Marfat.com

۵۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا اِلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ، فَاِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ، وَاَنَا حَائِضٌ. وَزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَاَنَا حَائِضٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوئی تھی' جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگتا اور میں حائض ہوتی تھی' اور مسدد نے از خالد یہ اضافہ کیا: ہمیں سلیمان شیبانی نے حدیث بیان کی: اور میں حائض تھی۔

یہ حدیث بھی صحیح البخاری: ۳۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۱۰۸ - بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ؟

کیا کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرے تاکہ وہ سجدہ کر لے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اپنی بیوی کو ہاتھ لگا لے تو اس سے اس کا وضوء ٹوٹتا ہے' نہ اس کی نماز ٹوٹتی ہے' اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۱۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ، لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ، وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ، فَقَبَضْتُهُمَا.

(مسند الامام الطحاوی: ۵۳۳۹' مکتبۃ الحرمین' الدبی' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے فرمایا: کتنی بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی' پس جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میرے پیروں کو ہاتھ لگا کر اشارہ کرتے' پس میں اپنے پیر سکیڑ لیتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۰۸ اور ۳۸۲ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۹ - بَابُ الْمَرْاَةِ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْاَذٰى

عورت نمازی سے کوئی نجاست اٹھا کر پھینک دے

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ ابواب سابقہ میں نمازی کے سامنے سے عورت کے گزرنے کا بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عورت کا نمازی سے نجاست اٹھا کر پھینکنے کا بیان کیا گیا ہے اور یہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کی بہ

Marfat.com

نسبت زیادہ شدید ہے۔

٥٢٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ السُّوْرَمَارِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْن ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّیْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ، وَجَمْعٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فِیْ مَجَالِسِهِمْ، اِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَ لَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى هٰذَا الْمُرَائِیْ؟ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ ، فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا، فَيَجِیْءُ بِهٖ ، ثُمَّ يُمْهِلُهٗ ، حَتّٰى اِذَا سَجَدَ ، وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ ، فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، وَثَبَتَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ، فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ ، وَهِیَ جُوَيْرِيَةٌ، فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى ، وَثَبَتَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا، حَتّٰى اَلْقَتْهُ عَنْهُ ، وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ ، وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَيْطٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ ، لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ، ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ ، قَلِيْبِ بَدْرٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن اسحاق السورماری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور (کفار) قریش کی ایک جماعت اپنی مجالس میں بیٹھی ہوئی تھی اس وقت ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس ریاکار کی طرف نہیں دیکھ رہے؟ تم میں سے کوئی شخص آل فلاں کی اونٹنی کی طرف جائے اور اس کے گوبر اور خون اور اس کی بچہ دانی (اس سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے) لے آئے پھر اس کو مہلت دے حتیٰ کہ جب یہ سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے پھر جو ان میں سب سے زیادہ بدبخت تھا وہ اٹھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں برقرار رہے سو وہ کفار ہنستے رہے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے پھر کوئی جانے والا حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے پاس گیا اور وہ کم سن لڑکی تھیں پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بہ دستور) سجدہ میں تھے حتیٰ کہ انہوں نے اس اوجھڑی کو آپ کے اوپر سے اٹھا کر پھینک دیا اور کفار قریش کی طرف متوجہ ہو کر ان کو سخت سست کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ نے ان کے خلاف دعاء ضرر کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے اے اللہ! قریش کو پکڑ لے اے اللہ! قریش کو پکڑ لے پھر ان کے نام لیے: اے اللہ! عمرو بن ہشام کو ہلاک کر دے اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور عمارہ بن الولید کو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پس اللہ کی قسم! غزوۂ بدر کے دن میں نے دیکھا یہ سب زمین پر (مردہ) پڑے ہوئے تھے پھر ان سب کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈالا

Marfat.com

گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جب نمازی کی پشت پر نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

الحمد للہ رب العلمین! استقبال القبلۃ' احکام المساجد اور نمازی کے سترہ اور اس کے متعلق ابواب ختم ہو گئے اور اب ان شاء اللہ ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' شروع ہو گی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۹ - كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ
نماز کے اوقات کا بیان

امام بخاری نے ''کتاب الطھارۃ'' کے بعد ''کتاب الصلوٰۃ'' کو شروع کیا اور ''کتاب الصلوٰۃ'' کے بعد ابواب قبلہ ابواب المساجد اور نمازی کے سترہ کے ابواب سے فارغ ہونے کے بعد ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' کو شروع کیا۔

''مواقیت'' ''میقات'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: وقت کی مقدار' جس جگہ سے حج کے لیے احرام باندھا جاتا ہے' اس کو بھی میقات کہتے ہیں۔

۱ - بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا

نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت

وَقَوْلِهِ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:۱۰۳) مُوَقَّتًا ' وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک مؤمنین پر نماز مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء:۱۰۳) ''موقت'' کا معنی ہے: ان پر وقت مقرر میں فرض کی گئی ہے۔

۵۲۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا ' فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَخْبَرَهُ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا ' وَهُوَ بِالْعِرَاقِ ' فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ ' اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ صَلّٰى ' فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ . فَقَالَ عُمَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک پر قراءت کی از ابن شہاب کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے نماز کو مؤخر کر دیا' پھر ان کے پاس عروہ بن الزبیر آئے اور ان کو یہ خبر دی کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور وہ اس وقت عراق میں تھے' پھر ان کے پاس حضرت ابومسعود الانصاری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے مغیرہ! یہ کیا وقت ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' پھر

Marfat.com

لِعُرْوَةَ اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ ، اَوْ اَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ ؟ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۲۱ - ۴۰۰۷]

آپ نے فرمایا: مجھے اس چیز کا حکم دیا گیا ہے' پھر عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو' کیا حضرت جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نماز کا وقت مقرر کیا تھا؟ عروہ نے کہا: اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' سنن ابوداؤد: ۳۹۴' سنن نسائی: ۴۹۳' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۱' مسند احمد ج ۲۸ ص ۳۱۷' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۴۳۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عمر بن عبد العزیز بن مروان' امیر المؤمنین' ان کو بھی خلفاء راشدین میں شمار کیا جاتا ہے (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ صحابی ہیں (۷) حضرت ابو مسعود الانصاری' ان کا نام عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ہے رضی اللہ عنہ (۸) ان کے بیٹے بشیر بن ابو مسعود' یہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵)

عمر بن عبد العزیز نے جو نماز میں تاخیر کی تھی' یہ ان کا معمول نہیں تھا اور مؤخر ہونے والی نماز کی تعیین

اس حدیث میں ہے کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ نے ایک دن نماز کو مؤخر کر دیا اور امام بخاری کی دوسری روایت میں ہے: ایک دن حضرت المغیرہ نے عصر کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۰۷)

عمر بن عبد العزیز نے اس طرح نماز کو مؤخر نہیں کیا تھا' جس طرح بنو امیہ کے امراء نماز کو مؤخر کرتے تھے' کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ولید نماز کو مؤخر کر کے پڑھتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر انکار کرتے تھے' عطاء نے کہا: ایک دفعہ ولید نے جمعہ میں اتنی تاخیر کر دی حتیٰ کہ شام ہو گئی' اسی طرح حجاج بھی کیا کرتا تھا۔ عمر بن عبد العزیز نے جو نماز کو مؤخر کیا تھا تو مستحب وقت سے مؤخر کیا تھا نہ کہ اس کے اصل وقت سے مؤخر کیا تھا اور ان کی جلالت کی وجہ سے ان کے متعلق یہ اعتقاد نہیں کیا جائے گا' اور عروہ نے ان پر اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے عصر کی فضیلت والے وقت کو ترک کر دیا تھا' جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نماز پڑھائی تھی' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ انہوں نے اس نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر دیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے عصر کو اتنا مؤخر کر دیا تھا' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

حضرت جبریل کا پانچ نمازوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت کرانا

نیز اس حدیث میں ہے: حضرت جبریل نازل ہوئے' پھر انہوں نے نماز پڑھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی۔

اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ حضرت جبریل نے نماز پڑھائی' پھر اس کے فوراً بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شب معراج جو پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں' حضرت جبریل ان پانچ نمازوں کی کیفیت کے بیان کے لیے نماز پڑھا رہے تھے۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے' یعنی ان اوقات میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر عمر بن عبد العزیز نے کہا: سمجھو! تم کیا حدیث بیان کر رہے ہو۔

Marfat.com

بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز کو یہ معلوم نہیں تھا کہ حضرت جبریل نے ان نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امامت کرائی تھی، ہوسکتا ہے ان تک یہ حدیث پہنچی نہ ہو یا وہ بھول گئے ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۔ ۵ ملخصا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقتدی ہونا' آپ کے افضل ہونے کے منافی نہیں

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام امام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی تھے اور امام مقتدی سے افضل ہوتا ہے' اس سے لازم آئے گا کہ حضرت جبریل علیہ السلام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہوں' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الخلق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محض امام ہونے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی' اسی طرح بعض مرتبہ استاذ اپنے شاگرد کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اور والد اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے' جب کہ افضل استاذ اور والد ہی ہوتا ہے' اس لیے افضل تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے' اگرچہ امام اس وقت حضرت جبریل تھے' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لیے بھی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں امامت کا نمونہ ہے' اسی طرح آپ کی زندگی میں اقتداء کا بھی نمونہ ہے' آپ کی امت میں کم لوگ امام ہوتے ہیں اور آپ کی امت کی اکثریت مقتدی ہوتی ہے' اگر آپ کسی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھتے تو آپ کی امت کی اکثریت آپ کی سنت کی اتباع سے محروم ہو جاتی۔

۵۲۲ - قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس سے پہلے کہ دھوپ ان کے حجرے سے اوپر چڑھے۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۳۱۰۳]

(صحیح مسلم: ۶۱۱' الرقم المسلسل: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۰۷' سنن ابن ماجہ: ۶۶۸' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۶۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب' علماء کا امراء کو غلط کام پر ٹوکنا اور اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا فرض ہے اور نماز کو اس کے وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

(۲) نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا افضل ہے سوا ان نمازوں کے جن کے متعلق احادیث میں تاخیر سے پڑھنے کا حکم ہے' مثلاً فجر کی نماز کو سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے' ظہر کی نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) عروہ' عمر بن عبد العزیز کے پاس گئے اور ان کو تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے پر ٹوکا' اس سے معلوم ہوا کہ جب علماء حکام کے پاس جائیں اور ان کو خلاف سنت کام کرتے ہوئے دیکھیں تو ان کو اس پر ملامت کریں۔

(۴) عمر بن عبد العزیز نے عروہ سے پوچھا: اس پر کیا دلیل ہے کہ عصر کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے تو عروہ نے اس پر یہ دلیل بیان کی کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوّل وقت میں عصر کی نماز پڑھائی۔

(۵) پہلے عروہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث بیان کی' جب اس سے عمر بن عبد العزیز مطمئن نہیں ہوئے تو انہوں نے حضرت ابو مسعود

Marfat.com

انصاری کی حدیث مرفوع بیان کی' اس سے معلوم ہوا کہ اگر طالب علم قوی دلیل کا مطالبہ کرے تو شیخ کو چاہیے کہ اس کا مطالبہ پورا کرے۔

(۶) علامہ ابن العربی نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض تھی اور چونکہ حضرت جبریل مکلّف نہیں ہیں' اس لیے ان کی نماز نفل تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی وہ نماز نفل تھی ورنہ حضرت جبریل بیان کرتے کہ آپ کی یہ نماز فرض ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب حضرت جبریل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ یہ نماز پڑھائیں تو ان پر بھی اس نماز کو پڑھانا فرض ہو گیا۔

(۷) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت جبریل کی امامت کرنے کی حدیث ضعیف ہے' اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ پہلے دن حضرت جبریل نے ہر نماز کو اوّل وقت میں پڑھایا اور دوسرے دن ہر نماز کو آخر وقت میں پڑھایا اور کہا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو عروہ' عمر بن عبد العزیز کو آخر وقت میں نماز پڑھنے پر انکار نہ کرتے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی' جب عصر کا مختار وقت نکل چکا ہو' عصر کا مختار وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' نہ کہ وقت جواز میں پڑھی ہو اور وہ غروبِ آفتاب کا وقت ہے اور چونکہ عمر بن عبد العزیز نے مختار وقت کے نکلنے کے بعد عصر کی نماز پڑھی تھی' اس لیے عروہ نے ان پر اعتراض کیا تھا' اس لیے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۸) حضرت ابو مسعود کی حدیث روایت کرنے کے بعد عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ ان کے حجرے میں ہوتی تھی' اس حدیث کو روایت کرنے سے عروہ کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۔۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم میں پانچ نمازوں کے اوقات پر دلائل اور دیگر مباحث

یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۸۱۔ ج ۲ ص ۲۲۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی وہاں شرح نہیں کی گئی' البتہ باب کے شروع میں حسب ذیل عنوان ہیں:

① پانچ نمازوں کے اوقات پر قرآن مجید سے استدلال ② احادیث سے استدلال ③ اجماع امت سے استدلال ④ عقل سے تائید ⑤ بلغاریہ اور قطبین میں اوقاتِ نماز ⑥ حدیث دجال کی تحقیق ⑦ ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں ⑧ ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۲۲ پر مذکور ہے۔

۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الروم: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے لوگو!) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم: ۳۲)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس میں مشغولیت اللہ کی اطاعت سے روکتی ہو اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کے احکام کی اطاعت کرو اور نماز پڑھتے رہو کیونکہ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار ہوتا ہے' جس نے نماز کو قائم

Marfat.com

کیا' اس نے دین کو قائم کیا اور جس نماز کو ترک کیا' اس نے دین کی عمارت کو منہدم کر دیا' نماز پڑھنا مؤمنوں کا شعار ہے اور نماز نہ پڑھنا مشرکین کا طریقہ ہے' اس لیے فرمایا ہے: نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

٥٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ، عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَبِيْعَةَ، وَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَیْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ، وَنَدْعُوْ اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا، فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ، وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ. ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَیَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ، وَاَنْهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ، وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ، وَالنَّقِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن عباد ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا' انہوں نے کہا: ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں پہنچ سکتے ہیں' آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو اس کی طرف دعوت دیں' تب آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' اللہ پر ایمان لانے کا' پھر انہوں نے ان کے لیے اس کی تفسیر کی: اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور تم میری طرف مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تم کو کھوکھلے کدو' سبز گھڑے اور تارکول سے لیپے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی میں (پینے سے) منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی اُمورِ ایمان میں سے ہے' اور یہاں اس حدیث کو نماز قائم رکھنے کے لیے بیان کیا ہے اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣ - بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ
اقامت نماز پر بیعت کرنا

یہاں بیعت سے مراد ہے: اسلام کو قبول کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا عہد کرنا' اور وہ شخص جو اپنی اطاعت کو کسی کے لیے فروخت کر دے تو کہا جاتا ہے: اس نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

٥٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از جریر بن عبد اللہ' انہوں نے کہا: میں نے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۴ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: اللہ' اس کے رسول' ائمہ مسلمین اور عام لوگوں کی خیر خواہی کرنا دین ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: نماز قائم کرنے کے لیے بیعت کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٤ - بَابٌ اَلصَّلٰوةُ كَفَّارَةٌ — نماز کفارہ ہے

کفارہ اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کو مٹا دے اور چونکہ نماز پڑھنے سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں' اس لیے کہا جاتا ہے: نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

٥٢٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِىْ شَقِيْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ' فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْفِتْنَةِ؟ قُلْتُ اَنَا' كَمَا قَالَهُ. اِنَّكَ عَلَيْهِ. اَوْ عَلَيْهَا. لَجَرِىْءٌ' قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِىْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ' تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ وَالنَّهْىُ' قَالَ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ' وَلٰكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِىْ تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ' قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَاْسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ' اِنَّ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ اَيُكْسَرُ اَمْ يُفْتَحُ؟ قَالَ يُكْسَرُ' قَالَ اِذًا لَا يُغْلَقُ اَبَدًا' قُلْنَا اَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ؟ قَالَ نَعَمْ' كَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ' اِنِّىْ حَدَّثْتُهٗ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ' فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ' فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ' فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

[اطراف الحدیث: ۱۴۳۵_۱۸۹۵_۳۵۸۶_۷۰۹۶]

(صحیح مسلم: ۱۴۴' الرقم المسلسل: ۳۶۲' سنن ترمذی: ۲۲۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۰۸' مسند الحمیدی: ۴۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۵' مسند البزار: ۲۸۷۴' السنن الکبریٰ: ۳۲۷' المعجم الاوسط: ۴۸۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۳۸۶' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۷۵۲' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲_۴۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۴۱۲_ ج ۳۰ ص ۴۱۴' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۴۳۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پوچھا: تم میں سے کسی شخص کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ میں نے کہا: مجھے اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ نے فرمایا تھا' (انہوں نے کہا:) تم اس کی ہمت رکھنے والے ہو' میں نے کہا: آدمی کی بیوی' اس کے مال' اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں جو فتنہ ہوتا ہے' نماز' روزہ' صدقہ' نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے منع کرنے سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے' حضرت عمر نے کہا: میری یہ مراد نہیں ہے لیکن میری مراد اس فتنہ سے ہے جس کی موجیں سمندر کی موجوں کی طرح ہوں گی' میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے' حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: توڑا جائے گا' حضرت عمر نے کہا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں کیا جائے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر اس دروازہ کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! جیسے وہ جانتے تھے کہ کل (کے دن) سے پہلے رات ہے' میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو بجھارت نہیں ہے' پھر ہم خود حضرت حذیفہ سے پوچھنے سے ڈرے' ہم نے مسروق سے کہا تو انہوں نے پوچھا پس حضرت حذیفہ نے بتایا: دروازہ حضرت عمر تھے۔

Marfat.com

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز پڑھنے سے آدمی کے اہل وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

فتنہ کے معانی اور بیوی' مال اور اولاد کے فتنہ کا بیان

اس حدیث میں ''فتنہ'' کا لفظ ہے' ''فتنہ'' کا معنی ہے: گناہ اور گمراہی اور ''فتنہ'' کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کے نیک طریقہ سے ہٹا دینا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ. (بنی اسرائیل: ۷۳) اور جو وحی ہم نے آپ کی طرف کی ہے' یہ لوگ آپ کو (اس کے بیان کرنے سے) ہٹا دینا چاہتے ہیں۔

اور ''فتنہ'' کا معنی ہے: کفر اور شرک' قرآن مجید میں ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ. (البقرہ: ۱۹۳) اور ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ کفر اور شرک نہ رہے۔

لوگوں کے درمیان جو لڑائی اور جھگڑا ہوتا ہے' اس کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' نیکی سے بدی کی طرف منتقل ہونے کو بھی فتنہ کہا جاتا ہے' عورتوں سے بدکاری کو بھی فتنہ کہتے ہیں' برائی اور بھلائی' خوش حالی اور تنگ دستی کے امتحان کو بھی فتنہ کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً. (الانبیاء: ۳۵) اور ہم تم کو مصیبت اور راحت کے امتحان میں مبتلا کرتے ہیں۔

انسان کا اس کی بیوی میں فتنہ یہ ہے کہ بیوی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے وہ ایسی بات کہے یا ایسا کام کرے جو جائز نہ ہو' اور انسان کا اس کے مال میں فتنہ یہ ہے کہ مال کے حصول میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے یا مال کو خرچ کرنے میں جائز اور ناجائز کا فرق نہ کرے اور انسان کا اس کی اولاد میں فتنہ یہ ہے کہ وہ اولاد کی فرط محبت میں نیک کاموں سے رک جائے یا بُرے کاموں کا ارتکاب کرے یا ان کو نیک کام کرنے کا حکم نہ دے اور ان کو بُرے کاموں سے نہ روکے اور انسان کا اس کے پڑوسی میں فتنہ یہ ہے کہ وہ غربت اور افلاس میں پڑوسی کی مدد نہ کرے' وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرے' وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو' اپنی خوش حالی کی وجہ سے ان کے ساتھ تکبر سے پیش آئے اور اگر وہ خوش حال ہوں تو ان سے حسد کرے۔ جو شخص بیوی' مال' اولاد اور پڑوسی کے ساتھ ایسے کام کرے' اگر وہ گناہ کبیرہ کی حد سے کم ہوں تو نماز اور روزہ وغیرہ سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

نیک کاموں سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ سے کم ہوں اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ. (ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

اور اگر وہ کام ایسے ہوں جو حرام کی حد تک پہنچ جائیں تو پھر ان کی معافی کے لیے توبہ کرنا ضروری ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نیک کاموں کے کرنے سے گناہ کبیرہ کا بھی کفارہ ہو جاتا ہے' یہ صحیح نہیں ہے' ورنہ قرآن مجید میں توبہ کرنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. (التحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو خالص توبہ۔

Marfat.com

حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳ سنن ترمذی: ۲۱۴ مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۴)

حضرت عمر کی ذات فتنوں کے سیلاب کے سامنے بہ منزلہ بند تھی اس بند کے ٹوٹنے کے بعد جو فتنوں کا سیلاب آیا وہ آج تک جاری ہے

دروازہ کھلنے سے مراد حضرت عمر کی طبعی موت ہے اور دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمر کی شہادت ہے فتنوں کے موج در موج سمندر کی موجوں کی طرح آنے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان باہم قتل اور خون ریزی کریں اور لوگوں کی جان مال اور عزت اور آبرو محفوظ نہ رہے۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے فتنوں کا سد باب حضرت عمر سے تھا اور وہ ان فتنوں کے لیے دروازہ تھے اور جب حضرت عمر کو شہید کر دیا گیا تو ان فتنوں کو در آنے کا راستہ مل گیا ان فتنوں کے سیلاب کے آگے حضرت عمر بہ منزلہ بند تھے اور جب یہ بند ٹوٹ گیا تو باہم قتل اور خون ریزی کا سیلاب آ گیا پھر خوارج کا فتنہ نمودار ہوا اور پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا پھر پیہم مختلف گم راہیوں کے فتنے نمودار ہوتے رہے اور اس کے نتیجہ میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں ہمارے دور کا بڑا فتنہ لسانی تعصب کا فتنہ ہے اسی فتنہ کے نتیجہ میں پاکستان دو ٹکڑے ہوا اور بنگالی پاکستان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے بنگلہ دیش بنا لیا اور اب چاروں صوبے زبان کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں قتل خون ریزی اور لوٹ مار کر رہے ہیں اور ملک کی وحدت کو تباہ کر رہے ہیں اور باقی ماندہ ملک کو بھی توڑنا چاہتے ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۲۷۷۔ ج ۱ ص ۶۱۲ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان ہیں: عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت (پہیلی) نہ ہونے کا بیان۔

۵۲۶- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (ھود: ۱۱۴) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ.

[طرف الحدیث: ۴۶۸۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از ابی عثمان النہدی از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسا لے لیا پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) اس شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! آیا یہ حکم صرف میرے لیے ہے (یا تمام امت کے لیے ہے؟) آپ نے فرمایا: میری تمام امت کے لیے ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۳ الرقم المسلسل: ۶۸۶۸ سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۴ السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۷ سنن ترمذی: ۳۱۱۴ مصنف عبد الرزاق: ۱۳۸۳۰ صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۴۹۸ صحیح ابن حبان: ۱۷۲۹ المعجم الکبیر: ۱۰۵۶۰ سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۴۱ اسباب النزول للواحدی ص ۲۶۹ شرح السنۃ: ۳۴۶ مسند احمد

Marfat.com

ج ا ص ۸ طبع قدیم' مسند احمد : ۳۶۵۳ ۔ ج ۶ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی : ۴۰۷۵' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبہ بن سعید (۲) یزید بن زریع (۳) سلیمان بن طرخان ابوالمعتمر (۴) ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی' یہ نہد بن زید بن لیث بن اسلم کی طرف نسبت ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے' لیکن آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' لیکن انہوں نے آپ کی طرف صدقات روانہ کیے اور تقریباً ۱۳۰ سال زندہ رہے اور ۹۵ھ میں فوت ہوئے' یہ نماز پڑھتے پڑھتے بے ہوش ہو جاتے تھے (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ حسنات سے مراد پانچ نمازیں ہیں کہ جب کوئی شخص پانچ نمازیں پڑھے گا تو ان سے اس کے گناہ مٹ جائیں گے بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب رہے۔

حدیث مذکور کی متعدد روایات

اس حدیث میں جس شخص کا واقعہ ہے' اس کا نام ابوالیسر تھا' اس کے متعلق متعدد روایات ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا: میں مدینہ کے آخر میں ایک عورت سے لپٹ گیا' میں نے اس سے خوب بوس و کنار کیا بس اس میں دخول نہیں کیا' اب میں آپ کے سامنے حاضر ہوں' آپ جو چاہیں میرے متعلق فیصلہ فرمائیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھ پر پردہ رکھ لیا تھا' کاش! تو بھی اپنا پردہ رکھتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا' وہ شخص اٹھ کر جانے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلوایا اور اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی: اور دن کی دونوں طرفوں میں نماز پڑھیے اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی' بے شک نیکیاں بُرائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴) لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ سب کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۳' الرقم المسلسل: ۶۸۷۱' سنن ابوداؤد: ۴۴۶۸' سنن ترمذی: ۳۱۱۲' مسند احمد ج ا ص ۴۴۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' پس آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' اس نے پھر دوبارہ عرض کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' آپ خاموش رہے اور نماز کی اقامت کہی گئی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ میں بھی دیکھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں' وہ شخص پھر آپ سے ملا اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے ایک ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' سو آپ مجھ پر حد قائم کیجئے' حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ جب تم اپنے گھر سے نکلے تو کیا تم نے اچھی طرح وضوء کیا تھا' اس نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! پھر اس سے رسول اللہ نے فرمایا: پس بے شک اللہ نے تمہارے گناہ کو معاف فرما دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۵' الرقم المسلسل: ۶۸۷۴' سنن ابوداؤد: ۴۳۸۱' السنن الکبریٰ: ۷۳۱۵)

اس شخص نے جو کہا تھا: میں نے ایسا کام کیا ہے جو مستوجب حد ہے' اس سے مراد حد کا معروف معنی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے: بہت بڑا گناہ۔

Marfat.com

ھود: ۱۱۴ کی تفسیر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

سورہ ھود: ۱۱۴ میں جو فرمایا ہے: دن کی دو طرفوں میں نماز پڑھیے اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے' مجاہد اور ضحاک نے اسی طرح تفسیر کی ہے' اور حسن بصری اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد فجر اور عصر کی نماز ہے اور ''رات کی کئی ساعتوں میں'' اس سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے' اور فرمایا: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں' ان نیکیوں سے مراد پانچ نمازیں ہیں' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حسن بصری' قتادہ' سعید بن المسیب وغیرھم کا بھی یہی قول ہے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آدمی کسی عورت سے صرف بوس و کنار وغیرہ کرے اور اس سے جماع نہ کرے تو یہ ان صغیرہ گناہوں میں سے ہے' جن کو اللہ تعالیٰ کبائر سے اجتناب کرنے کی وجہ سے معاف فرما دیتا ہے اور انسان صغیرہ گناہ کرے اور کبیرہ سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ. (النجم: ۳۲)

جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوا صغیرہ گناہوں کے (تو) بے شک آپ کا رب بہت وسیع مغفرت والا ہے۔

رہا گناہ کبیرہ کا حکم تو اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ اس میں ضروری ہے کہ وہ نادم ہو اور توبہ کرے اور اس کی ہر ممکن تلافی کرے اور یہ عزم کرے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا تو پھر پانچ نمازیں اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جب کہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں بہ شرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت تو مجھے نہیں ملی' البتہ اس سلسلہ میں دیگر صحابہ سے مروی حسب ذیل احادیث ہیں:

پانچ نمازوں کے پڑھنے سے ان کے درمیان کے گناہوں کی معافی کے متعلق احادیث

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اس طرح پورا وضوء کیا' جس طرح اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جائیں گی۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۵' مسند عبد بن حمید: ۵۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۴۳' صحیح مسلم: ۲۳۱' شرح السنۃ: ۱۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۷' مسند البزار: ۴۰۷' مسند احمد ج ۱ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۰۶۔ ج ۱ ص ۴۶۷' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں۔ الحدیث (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں جو حقائق ہیں' ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ وہ شخص کبائر سے مجتنب ہو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۵۰۹۰)

حضرت ابو مالک یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نمازیں ان کے درمیان کے

Marfat.com

گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (ھود: ۱۱۴)

(المعجم الکبیر: ۳۴۶۰' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسماعیل بن عیاش ہے' ابو حاتم نے کہا: اس کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے اور یہ اس کے والد سے روایت ہے اور اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرض نماز اس سے پہلی نماز کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جمعہ اس سے پہلے جمعہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور رمضان کا مہینہ اس سے پہلے رمضان کے مہینہ کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج اس سے پہلے حج کے بعد کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۸۰۱۶' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی المفضل بن صدقہ ہے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۹۹)

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔

ھود: ۱۱۴ میں ''الحسنات'' سے پانچ نمازیں مراد لینا راجح ہے

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: مجاہد نے کہا: ھود: ۱۱۴ میں ''الحَسَنٰتِ'' سے مراد یہ کہنا ہے: ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر''۔

امام طبری نے کہا: ان مفسرین کا قول صحیح ہے جنہوں نے کہا کہ ''الحسنات'' سے مراد پانچ نمازیں ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے:

آپ نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال اس دریا کی طرح ہے جس میں کوئی شخص ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کون سا میل باقی رہے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۸۔ ۴۲۷' المعجم الاوسط: ۴۹' المعجم الکبیر: ۶۱۵۱)

نمازیں پڑھنے پر عظیم ثواب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے جب کہ باقی نیک اعمال پر اس قسم کی بشارت نہیں ہے' اس لیے ''الحسنات'' سے پانچ نمازوں کو مراد لینا راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۰۔ ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۸۷۳۔ ج ۷ ص ۵۲۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف حد کی توجیہ کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا — نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

۵۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ، وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ. قَالَ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الولید ہشام بن عبد الملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: الولید بن العیزار نے مجھے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو عمرو الشیبانی سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا' انہوں نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا' انہوں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: پھر ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' انہوں نے پوچھا: پھر کون

[اطراف الحدیث: ۲۷۸۲-۵۹۷۰-۷۵۳۴] سا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' حضرت ابن مسعود نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ان کے متعلق بتایا اور اگر میں اور زیادہ طلب کرتا تو آپ اور زیادہ بتاتے۔

(صحیح مسلم: ۸۵' الرقم المسلسل: ۲۴۶' سنن ترمذی: ۱۸۹۸-۱۷۳' سنن النسائی: ۶۱۰' مسند الحمیدی: ۱۰۳' المعجم الکبیر: ۹۸۰۳-۹۸۰۲' شعب الایمان: ۷۹۲۷-۷۹۲۶' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۰۱' مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۲۲۳- ج ۷ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۰۵۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبد الملک الطیالسی البصری (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) الولید بن العیزار بن حریث الکوفی (۴) ابو عمرو الشیبانی اور وہ سعید بن ایاس ہیں' یہ المخضرم ہیں' یعنی انہوں نے اہل جاہلیت اور اسلام کا زمانہ پایا ہے' یہ ایک سو بیس سال زندہ رہے' یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' اس وقت میں اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا اور جنگ قادسیہ میں میرا شباب کامل ہوا' اس وقت میری عمر ۴۰ سال تھی اور یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۹)

''برّ الوالدین'' اور ''جهاد فی سبیل الله'' کا معنی

اس حدیث میں ''برّ الوالدین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا' ان کی خدمت کرنا' ان کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کو ترک کرنا۔

''الجهاد فی سبیل الله'' اللہ کے دین کو سربلند کرنے اور شعائر اسلام کا اظہار کرنے کے لیے اپنی جان اور مال کے ساتھ کفار کے خلاف جنگ کرنا۔

مذکورہ تین اعمال کو ذکر کرنے کی خصوصیت

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین کاموں کو افضل اعمال میں شمار کیا ہے (۱) نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا (۲) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو شخص نماز میں سستی کرے گا' وہ باقی احکام پر عمل کرنے میں زیادہ سستی کرے گا اور جو شخص ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا' باقی حقوق کی ادائیگی میں اس کی کوتاہی زیادہ متوقع ہے اور جو شخص جہاد میں تقصیر کرے گا' دیگر نیک اعمال میں اس کی تقصیر زیادہ متوقع ہے۔

افضل اعمال کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

نیک اعمال ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے: کھانا کھلانا اسلام کا سب سے اچھا عمل ہے (صحیح البخاری: ۱۲) اور ایک حدیث میں ہے: سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں زیادہ دوام ہو (صحیح البخاری: ۴۳) اور یہاں فرمایا ہے: سب سے افضل عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا ہے' ان میں موافقت کس طرح ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر سائل کو اس کی غرض کے موافق جواب دیا یا اس کے حال کے لائق جواب دیا' یا اس وقت کے اعتبار سے جواب دیا' ابتداء اسلام میں جہاد افضل اعمال تھا کیونکہ یہ اسلام کو قائم کرنے کا وسیلہ تھا' اور اس کی وجہ سے اسلام کے باقی احکام پر عمل ہو سکتا تھا یا آپ نے حال اور موقع کے لحاظ سے جواب دیا' کیونکہ نصوص سے نماز کی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے

Marfat.com

لیکن بعض اوقات کسی شدید ضرورت مند کا حال تقاضا کرتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے' اس وقت صدقہ کرنا افضل ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۱۔ ۲۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کی فضیلت پر دلیل اور نماز کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ رو رہے تھے' ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے معمولات اب نظر نہیں آتے۔ کہا گیا کہ لوگ نماز تو پڑھ رہے ہیں' حضرت انس نے کہا: اس نماز کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے یعنی لوگ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے لیے سبقت کرنی چاہیے۔

المہلب نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا نماز کو ضائع نہیں کر دیا گیا؟ اس کا معنی یہ ہے کہ لوگ نماز کو اس کے مستحب وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ لوگ نماز کو اس کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم: ۵۹)

پھر (اللہ کے نیک بندوں کے بعد) ایسے بُرے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب انجامِ بد سے دوچار ہوں گے' ان کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا ۝

اس آیت میں فرمایا ہے کہ انہوں نے نماز کو ضائع کر دیا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کو بالکل ترک کر دیا کیونکہ نماز کو بالکل ترک کر دینا تو کفر کی علامت ہے' بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ وہ نماز کو اس کے اوّل وقت یا مستحب وقت میں نہیں پڑھتے تھے' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ افضل عمل نماز کو اوّل وقت یا مستحب وقت میں پڑھنا ہے۔

نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو افضل عمل فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں بھی یہی ترتیب ہے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ. (لقمان: ۱۴)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے شکر کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے کی وجوہ

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا.

اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ (البقرہ: ۸۳)

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے ذکر کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش اور اس کی پرورش کا حقیقی سبب ہے اور والدین اس کی پیدائش اور پرورش کے ظاہری سبب ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی انسان پر بے شمار نعمتیں ہیں' وہ انسان کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتا ہے اور اکتاتا نہیں ہے' اسی طرح والدین

Marfat.com

بھی اولاد کو مسلسل اور لگاتار نعمتیں عطا فرماتے ہیں اور تھکتے اور اکتاتے نہیں ہیں۔

(۳) انسان کے کفر اور معصیت کے باوجود اللہ تعالیٰ بندوں کی روزی اور رزق کو بند نہیں کرتا' اسی طرح والدین بھی اولاد کی نافرمانی کے باوجود ان پر اپنی عطاؤں کی بارش کو بند نہیں کرتے۔

(۴) بڑی سے بڑی معصیت کے بعد جب بندہ ندامت اور توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندہ کو معاف فرما دیتا ہے' اسی طرح بڑی سے بڑی خطاء کے بعد جب اولاد والدین سے معافی طلب کرتی ہے تو وہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔

یوں والدین اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کے مظہر ہیں' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کے ساتھ نیکی کرنے اور اپنے شکر کے ساتھ ان کا شکر ادا کرنے کا ذکر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنے کے ساتھ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۶۰۔ ج ۱ ص ۵۴۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: **افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔**

٦ - بَابُ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ — پانچ نمازیں کفارہ ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازیں انسان کی خطاؤں کا کفارہ ہیں۔

۵۲۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهٖ ؟ قَالُوْا لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئًا، قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم اور الدراوردی نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے' تم کیا کہتے ہو' یہ غسل اس کے جسم پر میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا' آپ نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے' اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۶۶۷' الرقم المسلسل: ۱۴۹۴' سنن ترمذی: ۲۸۶۸' سنن نسائی: ۴۶۲' صحیح ابن حبان: ۱۷۲۶' سنن بیہقی ج ۳ ص ۶۳ - ۶۲' شرح السنۃ: ۳۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۹۲۴۔ ج ۱۴ ص ۴۹۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۱۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ (۲) عبد العزیز بن ابی حازم (۳) عبد العزیز بن محمد الدراوردی' یہ خراسان کی بستی دراورد کی طرف نسبت ہے (۴) یزید بن عبد اللہ بن اسامہ بن الہاد اللیثی الاعرج' یہ ۱۳۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) محمد بن ابراہیم التیمی' یہ ۱۲۰ھ میں

Marfat.com

فوت ہو گئے تھے (۶) ابوسلمہ بن عبد الرحمان بن عوف (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲)

حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ بلقینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ اجتناب کبائر سے صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے' پھر پانچ نمازوں سے کون سا کفارہ ہوا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں' جب تک انسان کبائر سے اجتناب کرے' لہٰذا اس باب کی حدیث بھی اس مقید حدیث پر محمول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس مقید حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ. (النساء:۳۱) اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے۔

لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق صغیرہ گناہ تو کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے معاف ہو گئے تو پانچ نمازوں سے کون سے گناہ معاف ہوئے۔

ہمارے استاذ علامہ بلقینی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ انسان تمام عمر گناہوں سے مجتنب رہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور حدیث کا منشاء یہ ہے کہ ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے اس روز کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے' لہٰذا قرآن مجید سے صغائر کی معافی اور حدیث سے صغائر کی معافی دونوں کے محمل الگ الگ ہیں۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۴۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بلقینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے استاذ علامہ بلقینی کا یہ جواب درست نہیں ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت کو بلاوجہ اور بغیر کسی دلیل کے مقید کیا ہے کہ جو شخص ساری عمر کبائر سے مجتنب رہے گا' تب اس کے صغائر کی معافی ہو گی بلکہ اس آیت کا ظاہر معنی یہ ہے کہ انسان جس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی کبیرہ گناہ کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

ہمارے اس جواب کی تائید اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ اس آیت میں ''کبائر'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور ''سیئات'' بھی جمع کا صیغہ ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو احاد کی تقسیم احاد کی طرف ہوتی ہے' جیسے کہا جاتا ہے: ''لبس القوم ثیابھم'' سب لوگوں نے کپڑے پہن لیے یعنی ہر شخص نے اپنے کپڑے پہن لیے' اس اسلوب پر اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تمام کبائر کے اجتناب سے تمام صغائر کی معافی ہو گی یعنی ہر کبیرہ کے اجتناب سے اس کے مقابلہ میں صغائر معاف کر دیئے جائیں گے' نیز ہمارے جواب کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَلِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۝ (الرحمٰن:۴۶) اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں۝

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی ایک کبیرہ گناہ کو بھی ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا' تو جس کو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ دو جنتیں عطا فرمائے گا' اس کے صغائر کو تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرمائے گا' لہٰذا علامہ بلقینی کا یہ قید لگانا صحیح نہیں ہے کہ جو تمام عمر کبائر سے اجتناب کرے' اس کے صغائر کا کفارہ ہوگا' اور علامہ عسقلانی نے جو اپنے استاذ کا جواب بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا' وہ بھی بے سود ہے۔

اشکال مذکور کا جواب علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدرالدین عینی نے اصل اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ کبائر سے اجتناب اس وقت مکمل ہوگا' جب انسان پانچ نمازیں پڑھے گا' سو جس شخص نے پانچ نمازیں نہیں پڑھیں' وہ کبائر سے مجتنب نہیں ہوا کیونکہ ان نمازوں کو ترک کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے' لہٰذا کبائر کا کفارہ پانچ نمازوں کے پڑھنے پر موقوف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴۔ ۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ اور پھر مصنف کا جواب

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کے جواب سے اصل اشکال نہیں دور ہوا' کیونکہ اصل اشکال یہ ہے کہ جو شخص کبائر سے بھی مجتنب رہا اور اس نے دن کی پانچ نمازیں بھی پڑھیں تو اس کے صغائر کا کفارہ تو اجتناب کبائر سے ہو گیا تو اب دن کی پانچ نمازیں پڑھنے سے کس چیز کا کفارہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص کے صغائر کا کفارہ اجتناب کبائر سے ہو گیا یا جس شخص کے صغائر تھے ہی نہیں تو پانچ نمازیں پڑھنے سے اس کے درجات میں ترقی ہو جائے گی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے کبائر اور صغائر زیادہ ہوں اور اس نے اس روز بعض کبائر سے اجتناب کیا ہو' جس کی وجہ سے اس کے صغائر معاف ہو گئے ہوں اور اس کے کبائر ابھی باقی ہوں اور اس روز پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے باقی ماندہ کبائر میں تخفیف ہو جائے گی' بہر حال اجتناب کبائر کی وجہ سے صغائر کی معافی کا الگ فائدہ ہے اور پانچ نمازیں پڑھنے کی وجہ سے درجات میں بلندی یا تخفیف کبائر کا الگ فائدہ ہے اور قرآن مجید اور اس حدیث میں سے کوئی بھی عبث اور بے فائدہ نہیں ہے' یہ وہ جواب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن میں القاء کیا ہے' اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان ہے' ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بَری ہیں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۲۱۔ ج ۲ ص ۳۰۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں سے صرف صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں یا شفاعت سے۔

۷- بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا — نماز کو اس کے وقت سے ضائع کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازوں کو ان کے اصل اوقات یا مستحب اوقات سے مؤخر کر کے پڑھنا' ان نمازوں کو ضائع کرنا ہے۔

۵۲۹- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ، عَنْ غَيْلَانَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ الصَّلٰوةُ؟ قَالَ أَلَيْسَ ضَيَّعْتُمْ مَا ضَيَّعْتُمْ فِيهَا؟

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۷۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی از غیلان از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: میں ان چیزوں میں سے اب کوئی چیز نہیں پہچانتا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھیں' ان سے کہا گیا: نماز؟ حضرت انس نے کہا: کیا نماز کو بھی تم لوگوں نے ضائع نہیں کر دیا' جو تم نے ضائع کر دیا ہے۔

Marfat.com

ظالم حکمرانوں کا نماز کو تاخیر سے پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا' جب انہیں یہ علم ہوا کہ حجاج اور ولید بن عبد الملک وغیرہما نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں اور اس سلسلہ میں آثار بہت مشہور ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام عبد الرزاق نے عطا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن ولید نے جمعہ کو مؤخر کر دیا' حتیٰ کہ شام ہو گئی' پس میں آیا اور میں نے بیٹھنے سے پہلے ظہر پڑھ لی' پھر میں نے عصر پڑھ لی' میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ خطبہ پڑھ رہا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق:۳۸۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عطا نے اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا۔

ابونعیم شیخ بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں ابوبکر بن عتبہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوجحیفہ کے پہلو میں نماز پڑھی' پھر حجاج نماز پڑھانے کے لیے چل پڑا تو حضرت ابوجحیفہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ حجاج کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' جب اس نے نماز میں تاخیر کی تو انہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

عامر بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ شقیق ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کی نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیا کریں کیونکہ حجاج نماز کو مؤخر کرتا تھا۔ (مصنف عبد الرزاق:۳۸۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۵۳۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ ' اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِىْ رَوَّادٍ' اَخِىْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ' قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِىَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ، وَهُوَ يَبْكِىْ ' فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ ؟ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ' وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ . وَقَالَ بَكْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ الْبُرْسَانِىُّ قَالَ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ رَوَّادٍ' نَحْوَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن واصل' ابوعبیدہ الحداد نے خبر دی از عثمان بن ابی رواد برادر عبد العزیز' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں گیا' وہ اس وقت رو رہے تھے' میں نے عرض کیا: آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ انہوں نے کہا: میں ایسی کسی چیز کو نہیں پہچانتا جس کو میں نے پایا تھا سوا اس نماز کے اور یہ بھی ضائع کر دی گئی ہے' اور بکر نے کہا: ہمیں محمد بن بکر البرسانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن ابی رواد نے اس کی مثل خبر دی۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمر بن زرارہ (۲) عبد الواحد السدوسی البصری' یہ ۱۰۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عثمان بن ابی رواد ان کا نام میمون ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۵)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے گزشتہ حدیث: ۵۲۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

۸ - بَابُ الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

اس باب کی ابواب سابقہ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ ابواب سابقہ کا تعلق نماز کے اوقات کے ساتھ ہے اور اس باب میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کا وقت بیان کیا گیا ہے' احادیث سابقہ میں ان لوگوں کی تحسین تھی' جو نماز کو اس کے وقت میں پڑھتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت تھی' جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں' امام بخاری نے اس باب کی احادیث کو اس لیے بیان کیا ہے کہ نمازی اس فضیلت کے حصول کی طرف راغب ہو۔

۵۳۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ، فَلَا يَتْفِلَنَّ عَنْ يَمِينِهِ، وَلٰكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَقَالَ سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. وَقَالَ حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے تو اپنی دائیں طرف نہ تھوکے لیکن اپنے بائیں قدم کے نیچے' اور سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے' کوئی شخص اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے' لیکن اپنی بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے' اور شعبہ نے کہا: کوئی شخص اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے' اور حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ کوئی شخص قبلہ میں نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف لیکن بائیں طرف یا قدم کے نیچے۔

ان تمام تعلیقات کو امام بخاری' صحیح البخاری: ۴۱۴-۴۱۳-۴۱۲ میں سند متصل سے روایت کر چکے ہیں۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۳ میں مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: بائیں جانب تھوکے یا بائیں قدم کے نیچے' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۳۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ، وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اعتدال سے سجدہ کرو اور (کوئی شخص) اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح نہ بچھائے اور جب کوئی شخص تھوکے تو اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنی دائیں طرف کیونکہ وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۱۳ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس کا عنوان تھا: بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنا چاہیے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی مناسبت ہے۔

اعتدال سے سجدہ کرنے کی کیفیت

اس حدیث میں اعتدال سے سجدہ کرنے کا حکم ہے اور اعتدال سے سجدہ کی کیفیت یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اور اپنے پہلوؤں سے بلند رکھے اور پیٹ کو رانوں سے بلند رکھے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ ہیئت تواضع کے بہت مشابہ ہے اور اس طرح پیشانی کو زمین پر رکھنے میں بہت سہولت ہے اور سستی سے حفاظت ہے' اور جو زمین پر بچھ کر سجدہ کرتا ہے' وہ کتے کے مشابہ ہوتا ہے۔

۹ - بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِیْ شِدَّةِ الْحَرِّ — سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی فضیلت ہے۔

۵۳۴،۵۳۳ - حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ ، عَنْ سُلَیْمَانَ ، قَالَ صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ حَدَّثَنَا الْاَعْرَجُ ، عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَیْرُهٗ ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ، وَنَافِعٌ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ، فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ. [طرف الحدیث:۵۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از سلیمان' صالح بن کیسان نے کہا: ہمیں الاعرج' عبد الرحمان وغیرہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام' ان دونوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی' آپ نے فرمایا: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔

(السنن الکبریٰ: ۱۴۸۷' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۵۰۶۔ ج ۱۶ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ایوب بن سلیمان بن بلال المدنی' یہ ۲۲۴ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) ابوبکر عبد الحمید بن ابی اویس الاصبحی' یہ ۲۰۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) سلیمان بن بلال' یہ ایوب بن سلیمان کے والد ہیں (۴) صالح بن کیسان (۵) الاعرج' یہ عبد الرحمان بن ہرمز ہیں (۶) نافع' یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو' اس سے مراد ظہر کی نماز ہے کیونکہ اس وقت بہت سخت گرمی ہوتی ہے' اسی لیے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے اور وہ حدیث اس باب کے آخر میں آئے گی' اسی کے اعتبار سے امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے: گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا۔

نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حکمت اور "فیح" کا معنی

اس حدیث میں فرمایا ہے: جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ اس حکم کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

Marfat.com

(۱) اس حکم سے مقصود مشقت کو کم کرنا ہے کیونکہ گرمی کی شدت سے انسان تنگ ہوگا اور نماز میں گرمی کی تمازت کی طرف خیال رہے گا، جس کی وجہ سے نماز کی طرف توجہ نہیں ہوگی اور خشوع میں کمی ہوگی۔

(۲) حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز کے اوقات بتاتے ہوئے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب سورج سر پر ہو تو نماز سے رک جاؤ، کیونکہ یہ وہ وقت ہے جب دوزخ میں ایندھن کو گرم کیا جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۳۲، الرقم المسلسل: ۱۸۹۸)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز رحمت کا سبب ہے اور نماز قائم کرنے سے عذاب کو دور کرنے کی امید ہوتی ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وقت نماز ترک کرنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے ظہور کا وقت ہے، اس وقت میں اسی کی طلب مفید ہوگی جس کو طلب کی اجازت دی گئی ہو، یہی وجہ ہے کہ میدانِ حشر میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا سب شفاعت کرنے سے عذر پیش کریں گے، اسی وجہ سے ہمیں بھی ظہر کی نماز اس وقت پڑھنی چاہیے، جب شارع علیہ السلام کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔

اس حدیث میں ''فیح'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ہیجان اور اس کا جوش میں آنا، عرب کہتے ہیں: ''فاحت القدر'' دیگچی میں جوش آ گیا۔

ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا مستحب ہونا اور ٹھنڈے وقت کی تحدید

اس حدیث میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے، لہٰذا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہونا چاہیے، لیکن فقہاء اس کو مستحب کہتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر امر استحباب کے لیے ہے اور فقہاء مذاہب کا یہی مختار ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ نمازیوں کو مشقت نہ ہو اور حرج کم کرنے کے لیے، سو یہ حکم شفقت کے قبیل سے ہے اور شفقت کی بناء پر جو حکم ہوتا ہے، وہ استحباب کے لیے ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ٹھنڈے وقت کی کوئی تعیین ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایا اس چیز کی مثل ہو جائے تو یہ ٹھنڈا وقت ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۱-۳۰)

۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ، فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ. أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ. وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلٰوةِ. حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ. [اطراف الحدیث: ۵۳۹-۶۲۹-۳۲۵۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از المہاجر ابی الحسن، انہوں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں، ٹھنڈے وقت میں، یا فرمایا: انتظار کرو، انتظار کرو اور فرمایا: گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے، پس جب شدید گرمی ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو، حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا۔

(صحیح مسلم: ۶۱۶، الرقم المسلسل: ۱۴۰۷، سنن ابوداؤد: ۴۰۱، سنن ترمذی: ۱۵۸، موطا امام مالک: ۲۸، دار المعرفۃ بیروت، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۴، صحیح ابن خزیمہ: ۳۹۴، صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۸، شرح السنۃ: ۳۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۵ طبع

Marfat.com

قدیم' مسند احمد: ۷۴ ۲۱۳- ج ۵ ۳ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مؤذن کا مصداق اور ''فییٔ التلول'' کا معنی اور اس پر دلیل کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: مؤذن نے اذان دی تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں۔ بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مؤذن کے اذان شروع کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' لیکن صحیح البخاری: ۵۳۹ میں یہ عبارت ہے کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ٹیلوں کے ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی اور اس میں یہ دلیل ہے کہ دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

اس حدیث میں ''فییٔ التلول'' کا لفظ ہے' ''فییٔ'' کا معنی ہے: سایا اور ''التلول''، ''تل'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: ٹیلہ۔

۵۳۶- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ، فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے اس کو زہری سے یاد رکھا ہے از سعید بن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۸۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۳۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۳۷- وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا، فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا، فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ، وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ، وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

[طرف الحدیث: ۳۲۶۰]

اور دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی: اے میرے رب! میرے بعض اجزاء نے بعض کو کھا لیا' تو اللہ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی' ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں' سو یہ وہ ہے جو تم شدید گرمی پاتے ہو اور یہ وہ ہے جو تم شدید سردی پاتے ہو۔

(صحیح مسلم: ۶۱۷' الرقم المسلسل: ۱۳۷۵' مسند الحمیدی: ۹۴۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۸۸' المنتقی: ۱۵۶' مسند ابو یعلیٰ: ۵۸۷۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۳۷' صحیح ابن حبان: ۷۴۶۶' شرح السنۃ: ۳۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۵۸' سنن دارمی: ۲۸۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۴۷- ج ۱۲ ص ۱۸۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۷۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

جہنم کے سرد اور گرم طبقوں میں منافات کا نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ شدید سردی جہنم کے زمہریر سے ہے' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جہنم میں تو آگ ہے' وہاں سخت ٹھنڈا طبقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی منافات نہیں ہے' جہنم کے ایک حصہ میں آگ ہے اور دوسرے حصہ میں زمہریر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آگ اور زمہریر کا جمع نہ ہونا دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کا جمع ہونا ممکن ہے اور اُمورِ آخرت کو اُمورِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ دوزخ کے بعض اجزاء نے بعض دوسرے اجزاء کو کھا لیا' اس میں بھی کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ

Marfat.com

دوزخ کی آگ دوزخیوں کے گوشت اور ان کی ہڈیوں کو کھا لے گی اور حدیث میں ہے: جو شخص شراب پینے پر اصرار کرتا ہوا مر گیا تو دوزخیوں کا خون اور پیپ اس شخص کا مشروب ہو گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۔ ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی مؤخر الذکر دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۰۔ ج ۲ ص ۲۳۶ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) ظہر کے آخری وقت میں مذاہب فقہاء (۲) ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات (۳) دو مثل سائے تک وقت ظہر کا ثبوت (۴) بعض شارحین کا تسامح۔ یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱۔ ۲۳۷ میں مذکور ہے۔

۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ، فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. تَابَعَهٗ سُفْيَانُ، وَيَحْيٰى، وَاَبُوْ عَوَانَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ.

[طرف الحدیث: ۳۲۵۹]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۲۱۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے۔ سفیان اور یحییٰ اور ابوعوانہ نے الاعمش سے روایت کرنے میں حفص بن غیاث کی متابعت کی ہے۔

حضرت خباب کی حدیث ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے خلاف ہے' اس کی توجیہات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گرمی کی شدت کی شکایت کی تو آپ نے ہماری شکایت کو زائل نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: ۶۱۹' الرقم المسلسل: ۱۲۹۱)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ ظہر کو گرمیوں کی شدت میں بھی پہلے وقت میں پڑھا جائے اور اگر ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھا تو اس کی بھی رخصت ہے' اور ہمارے بعض اصحاب اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' یہی قول مختار ہے' اور رہی حضرت خباب کی حدیث تو وہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے وقت میں زیادہ تاخیر کو طلب کیا تھا حتیٰ کہ دیواروں کا اتنا زیادہ سایا ہو جائے' جس میں وہ آرام سے نماز پڑھنے مسجد میں جا سکیں' یہی جمہور فقہاء کا قول ہے' جمہور صحابہ کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت احادیث وارد ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل بھی ہے اور آپ نے اس کا حکم بھی دیا ہے۔

(شرح صحیح مسلم بشرح نووی ج ۳ ص ۱۹۷۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۱۰ - بَابُ الْاِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ — سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حالت سفر میں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔

۵۳۹ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ، اَبُو الْحَسَنِ، مَوْلٰى لِبَنِیْ تَيْمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی'

Marfat.com

اللّٰهِ، قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ. ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ، فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ. حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلٰوةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿تَتَفَيَّأُ﴾ تَتَمَيَّلُ.

انہوں نے کہا: ہمیں مہاجر ابوالحسن نے حدیث بیان کی' جو بنوتیم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن وہب سے سنا از حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے' پس مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں' اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈے وقت میں حتیٰ کہ ہم نے ٹیلوں کا سایا دیکھا تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے' سو جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ''تتفیا'' کا معنی ہے: مائل ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا' اور یہاں اس عنوان میں سفر کا ذکر ہے۔

۱۱ - بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ ظہر کا وقت زوال سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب سورج آسمان کے وسط سے مغرب کی طرف زائل ہوتا ہے یعنی مائل ہوتا ہے۔

وقال جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ اس پوری حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

۵۴۰ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَذَكَرَ السَّاعَةَ، فَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عِظَامًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ، فَلَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا. فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ، وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي. فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي؟ قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ. ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي. فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جب سورج (آسمان کے وسط سے) زائل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر پڑھی' پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا' پھر آپ نے اس میں بڑے بڑے واقعات کا ذکر فرمایا' پھر آپ نے فرمایا: جو کسی چیز کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہو وہ سوال کرے' تم مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا' جب تک کہ میں اس مقام میں ہوں' پھر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور آپ نے بہت زیادہ فرمایا: مجھ سے سوال کرو' پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ

Marfat.com

نَبِيًّا، فَسَكَتَ. ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا، فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ، فَلَمْ اَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ.

نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، پھر آپ بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے سوال کرو، پھر حضرت عمر رضی اللہ دوزانو بیٹھ گئے، پھر کہا: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبی مان کر راضی ہیں، تب آپ خاموش ہو گئے، پھر فرمایا: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی، پس میں نے خیر اور شر کی مثل (اس سے پہلے) نہیں دیکھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۳ میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جو شخص امام یا محدث کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نصف آسمان سے سورج کے زوال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی، سو ہم ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ (احادیث میں زوال سے مراد ہے: جب سورج استواء سے زائل ہو جائے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ زوال کے وقت نماز جائز نہیں ہے، اس سے ان کی مراد ہوتی ہے جب سورج سر پر ہو۔)

ظہر کی نماز کے وقت میں مذاہب اربعہ، زوال کے وقت میں ظہر کی نماز کی فرضیت پر دلائل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ ظہر کا اول وقت زوالِ آفتاب سے ہوتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم زوال کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے، اور ابراہیم نخعی نے الاسود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ جلدی کسی کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: جب سورج کا زوال ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھا کرو اور ابراہیم نخعی نے کہا: ہم کبھی کبھی علقمہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ایک مثل سائے کو پاتے، ہم اس سائے میں بیٹھ جاتے اور کبھی ہم سایا نہیں پاتے تھے، یہ تمام احادیث اور آثار امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا: ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کو اول وقت میں پڑھنا چاہیے، انہوں نے ان آثار سے استدلال کیا ہے اور دوسرے فقہاء نے ان کی مخالفت کی ہے، انہوں نے کہا: سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا چاہیے لیکن گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کر کے ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے، یہ فقہاء احناف، امام احمد اور اسحاق کا قول ہے اور ابوالفرج نے اس کو امام مالک سے بھی روایت کیا ہے۔

ان فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ معلوم ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا صرف ظہر میں مطلوب ہوتا ہے اور انہوں نے ان آثار کی مخالفت کی، جن میں گرمیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا ذکر ہے، پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ان میں سے ایک چیز دوسری چیز پر راجح ہے، یہ کہا گیا ہے کہ پہلے ظہر کی نماز جلدی پڑھی جاتی تھی پھر یہ عمل منسوخ ہو گیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا: گرمی کی

Marfat.com

شدت جہنم کے جوش سے ہے نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

سو اس حدیث میں حضرت مغیرہ نے یہ خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کو اپنے وقت میں پڑھنے کے بعد اس کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا' لہٰذا شدید گرمی میں ظہر کو جلدی پڑھنے کا عمل منسوخ ہو گیا اور شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا واجب ہو گیا' اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کو مؤخر کرتے تھے' یہ ان متعدد سندوں سے ثابت ہے جن کو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت جابر' حضرت انس اور حضرت ابی برزہ کی حدیث' حضرت المغیرہ کی حدیث کی تفسیر ہے۔

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو مطلقاً جلدی پڑھنا چاہیے' وہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے' وہ ظہر کو جلدی پڑھنے کی ناسخ نہیں ہے اور ظہر کا حکم یہ ہے کہ اس کو تمام زمانوں میں جلدی پڑھا جائے' یہ حکم اس کے لیے ہے جو افضل پر عمل کرنا چاہتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات میں ظہر کو جلدی پڑھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان کو شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا تھا' یہ ان پر شفقت کی وجہ سے رخصت تھی' میمون بن مہران نے کہا ہے کہ نصف النہار (دوپہر) کے وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے' وہ نصف النہار کے وقت نماز کو اس لیے مکروہ کہتے تھے کہ وہ مکہ میں نماز پڑھتے تھے اور وہاں بہت سخت گرمی ہوتی تھی اور وہاں سایا نہیں تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھی' جب سورج زائل ہو گیا تھا' پس انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! یہی نماز کا وقت ہے' یہ اس پر محمول ہے کہ تمام زمانوں میں یہی ظہر کی نماز کا وقت ہے اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سورج کے زوال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعض اوقات شدید گرمی میں آپ اس کو مؤخر کر کے پڑھتے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام گرمیوں میں آپ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بعض اوقات کا لفظ تقلیل پر دلالت کرتا ہے' آپ اکثر اوقات ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں نہیں پڑھتے تھے اور اس میں امت کو اختیار ہے' وہ جس وقت میں چاہے ظہر کی نماز پڑھے۔

سو جو شخص افضل پر عمل کرنا چاہے وہ جلدی ظہر پڑھے اور جو شخص رخصت پر عمل کرنا چاہے' وہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھے' یہی معنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا' لہٰذا انہوں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب سورج (استواء سے) زائل ہو جائے تو ظہر پڑھو' پس ان کے نزدیک افضل یہی تھا کہ ظہر کو اوّل وقت میں پڑھا جائے اور انہوں نے اپنے عمال کو یہی حکم دیا کہ جب ایک ہاتھ سایا ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھو اور اس میں گرمیوں اور سردیوں کا کوئی استثناء نہیں کیا۔

فقہاء کا ظہر کے مختار وقت میں اختلاف ہے' امام مالک سے مدونہ میں منقول ہے کہ ظہر' عصر اور عشاء کو اپنے وقت پر پڑھنا مستحب ہے اور یہ اس کے خلاف ہے جو ابو الفرج نے امام مالک سے روایت کی ہے' امام ابو حنیفہ سے بھی اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں' ابن القصاء نے از کرخی از امام ابو حنیفہ یہ روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ظہر کا وقت اس کے آخری وقت پر معلق ہے اور اوّل وقت میں نماز پڑھنا نفل ہے' پس اگر کسی شخص نے زوال کے وقت میں نماز پڑھی' پھر وہ ظہر کے آخری وقت تک صحیح وسلامت رہا تو وہ ظہر کی نماز کا مکلف ہو گیا اور اس نے جو اوّل وقت میں ظہر کی نماز پڑھی تھی' وہ نفل ہو گی اور تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے اس قول کے خلاف ہیں' اور کرخی نے امام ابو حنیفہ کی موافقت میں یہ دلیل دی ہے کہ اگر زوالِ آفتاب سے ظہر کی نماز واجب ہو جائے اور پھر کوئی

Marfat.com

شخص اس کو تاخیر سے پڑھے تو اس کو گناہ گار ہونا چاہیے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا' ابن القصاء نے کہا: یہ اعتراض ہم پر لازم نہیں آتا' اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ نماز کے وجوب میں توسیع ہے اور مکلّف کو اختیار دیا ہے کہ وہ زوال کے بعد جس وقت چاہے' ظہر کی نماز ادا کر لے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کے فاسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس باب کی احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھی ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھائی اور آپ نے فرمایا: مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے' پس یہ محال ہے کہ ظہر کا فرض آخر وقت کے ساتھ متعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کو اوّل وقت میں پڑھیں اور کسی شخص کے لیے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ گمان نہیں کرنا چاہیے جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا یہ قول سنت ثابتہ کے مخالف ہے اور دلیل سنت میں ہے نہ کہ سنت کی مخالفت میں۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: ظہر کا آخری وقت یہ ہے کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' اس قول میں انہوں نے احادیث کی اور لوگوں کے اقوال کی مخالفت کی ہے اور اپنے اصحاب کی بھی مخالفت کی ہے اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کا ایک ایسا قول نقل کیا ہے جو جماعت کے قول کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جائے' مگر اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' پھر انہوں نے ظہر اور عصر کے درمیان ایسا وقت چھوڑا جو ظہر اور عصر میں سے کسی نماز کی صلاحیت نہیں رکھتا' اور یہ ان کا ایسا قول ہے جس میں کسی نے ان کی متابعت نہیں کی۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ ظہر کا آخری وقت وہ ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے اور وہی بلافصل عصر کا اوّل وقت ہے اور یہی امام ابو یوسف' امام محمد' امام احمد بن حنبل اور دوسرے فقہاء کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ ظہر کے آخری وقت میں اور عصر کے اوّل وقت میں ایسا فاصلہ ہے' جس میں ظہر کا وقت مختار ہے نہ عصر کا وقت مختار ہے اور یہ وہ وقت ہے جب سایا ایک مثل سے تھوڑا سا زیادہ ہو جائے اور انہوں نے اس پر حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک عصر کا وقت نہیں آتا' اس حدیث سے ان کا قول ثابت نہیں ہوتا اور امام شافعی کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۴-۲۲۱ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے از کرخی از امام ابوحنیفہ یہ نقل کیا ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں' میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور امام ابوحنیفہ سے یہ منقول نہیں ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز نفل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز واجب ہے اور اس وجوب میں توسیع ہے' یعنی ظہر کے آخر وقت تک جب بھی نماز ظہر پڑھی جائے گی' اس سے فرض نماز ادا ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے۔۔۔۔۔ علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا

میں کہتا ہوں کہ اس ضعیف قول کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے

Marfat.com

بھی علامہ ابن بطال مالکی پر رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: ظہر کے وقت کی ابتداء زوال کے وقت ہوتی ہے یعنی جب سورج استواء سے زائل ہو کر مغرب کی سمت کی طرف مائل ہوتا ہے اس عنوان سے امام بخاری نے ان کوفیوں کے زعم کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ظہر کے اوّل وقت میں نماز واجب نہیں ہوتی' اور علامہ ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ تمام فقہاء اس نقل کے خلاف ہیں جو کرخی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ ظہر کی نماز اوّل وقت میں نفل ہوتی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک معروف یہ ہے کہ یہ قول ضعیف ہے اور بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ظہر کا اوّل وقت اس وقت ہوتا ہے جب زوال کا سایا ایک تسمہ کی مقدار ہو جائے۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۵۵ 'دار المعرفۃ' بیروت'۱۴۲۶ھ)

ہمارے برصغیر کے اُردو بولنے والوں میں معروف ہے کہ زوال کے وقت سجدہ جائز نہیں ہے' دراصل اُردو بولنے والے زوال سے مجازاً مراد استواء لیتے ہیں یعنی جب سورج سر پر ہوتا ہے اور اس وقت سجدہ جائز نہیں ہے اور احادیث میں زوال کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی جب استواء سے سورج زائل ہو کر مغرب کی طرف مائل ہو اور اس وقت میں ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

علامہ عینی کا علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا

علامہ بدرالدین عینی نے علامہ ابن بطال پر رد کرنے کے لیے علامہ سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

شمس الائمہ نے المبسوط میں کہا: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوالِ آفتاب سے داخل ہوتا ہے۔

(المبسوط ج ۱ ص ۲۸۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ) (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا علامہ سرخسی کی عبارت سے علامہ ابن بطال پر رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور علامہ ابن بطال' علامہ سرخسی سے پہلے فوت ہو چکے تھے' سو وہ المبسوط میں امام ابوحنیفہ کا مذہب کیسے پڑھ سکتے تھے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ ان فقہاء احناف کی عبارات سے استدلال کرتے جو علامہ ابن بطال پر مقدم تھے تاکہ یہ کہا جا سکتا کہ علامہ ابن بطال کو چاہیے تھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے پہلے فقہاء احناف کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مذہب پڑھ لیتے۔

مصنف کا مقدم ائمہ احناف کی عبارات سے علامہ ابن بطال پر ردّ کرنا

علامہ محمد بن الحسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: ظہر کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: زوالِ آفتاب سے لے کر یہاں تک (کہ سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے' یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے) اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے اور جب سایا دو قامتوں کے برابر ہو جائے گا تو عصر کا وقت داخل ہو جائے گا۔ (المبسوط (کتاب الاصل) ج ۱ ص ۱۴۴ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز کا وقت دریافت کر رہا تھا' آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازوں میں حاضر رہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اوّل وقت میں نمازوں کا حکم دیا' پھر دوسرے دن آپ نے تمام نمازوں کے آخر کا حکم دیا' پھر آپ نے پوچھا: نماز کا وقت دریافت کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: ان دونوں وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے' امام محمد نے کہا: ہم اسی حدیث پر عمل کرتے

Marfat.com

ہیں البتہ غروبِ آفتاب کے بعد مغرب میں تاخیر کو مکروہ کہتے ہیں' اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۵۔ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

• امام محمد روایت کرتے ہیں: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی از حماد از ابراہیم از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے فرمایا: ظہر کی نماز کو جہنم کے جوش سے ٹھنڈے وقت میں پڑھو' امام محمد نے کہا: گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور سردیوں میں زوال آفتاب کے وقت ظہر کی نماز کو پڑھو اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد: ۶۶۔ص ۱۳' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے شرح معانی الآثار میں حدیث: ۱۰۶۶ سے لے کر ۱۰۸۰ تک ۱۴' احادیث روایت کی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے' پھر امام طحاوی نے ۱۰۸۱ سے لے کر ۱۰۹۱ تک ۱۰' احادیث روایت کی ہیں کہ گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور آخر میں اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (شرح معانی الآثار: ۱۰۹۷' صحیح البخاری: ۹۰۶' سنن النسائی: ۴۹۵)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک ظہر کی نماز میں یہی سنت ہے جیسا کہ حضرت ابومسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز مروی ہے۔

علامہ ابن بطال نے فقہاء احناف کے ساتھ تعصب کی وجہ سے ایک یہ تحریف کی ہے کہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مکہ میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس بات کا رد کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس قائل سے کہا جائے گا کہ یہ محال ہے' اگر ایسا ہوتا جیسا کہ اس قائل نے کہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں نماز کو مؤخر نہ کرتے' جس جگہ دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی گھر تھا نہ سایا تھا' جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور چاہیے تھا کہ پھر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول وقت میں نماز پڑھتے حالانکہ آپ وہاں بھی ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹)

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۴' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

لیکن علامہ ابن بطال نے امام طحاوی کی اس عبارت کو تو نقل کر دیا' جو بہ طور اعتراض تھی اور امام طحاوی کے اس جواب کو ذکر نہیں کیا۔ علامہ ابن بطال سے ہمیں ایسی امید تو نہ تھی!

علامہ محمد بن محمد ابوالفضل المروزی البلخی المشہور بالحاکم الشہید المتوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر اس وقت تک ہوتا ہے جب تک ہر چیز کا سایا اس کی مثل ہو جائے۔

(الکافی مع المبسوط ج ۱ ص ۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی نے لکھا ہے: یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے' اور امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت ختم ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جاتا ہے' (علامہ ابن بطال نے اس قول کو نقل نہیں کیا حالانکہ فقہاء احناف کے اسی قول پر عمل ہے) اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جب سایا ایک قامت کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت نکل جاتا ہے اور عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ سایا دو قامتوں کے برابر نہ ہو جائے اور ان

Marfat.com

دونوں کے درمیان مہمل وقت ہے' جس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں کے درمیان وقت ہے' جیسا کہ فجر اور ظہر کے درمیان مہمل وقت ہے۔ (المبسوط ج ا ص ۲۹۰۔۲۸۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حسن بن زیاد کی اس روایت کو امام ابوحنیفہ کا قول قرار دے کر علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر بہت لے دے کی ہے اور اس کا بہت رد کیا ہے' حالانکہ امام ابوحنیفہ کا یہ مختار قول نہیں ہے اور نہ ہی اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے' امام ابوحنیفہ کا مختار قول وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت زوالِ آفتاب سے دو مثل سائے تک ہے' اسی قول کے مطابق فقہاء احناف کا عمل ہے مگر افسوس علامہ ابن بطال نے اس قول کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

ہم نے بتایا ہے کہ علامہ ابن بطال نے امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے یہ لکھا ہے کہ زوالِ آفتاب کے بعد اگر ظہر کی نماز پڑھی جائے تو وہ نفل ہوں گے' فرض نہیں ہوں گے حالانکہ یہ بات فقہاء احناف کی کسی کتاب میں نہیں ہے یہ خالص افتراء اور بہتان ہے' علامہ ابن بطال کے زمانہ میں امام محمد متوفی ۱۸۹ھ اور امام طحاوی متوفی ۳۲۱ھ (جن کی عبارت میں تحریف کر کے انہوں نے اس کو اپنی شرح میں درج کیا ہے) اور حاکم شہید متوفی ۳۳۹ھ کی تصانیف موجود تھیں' ان کے علاوہ امام ابومنصور ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ کی بھی تصانیف موجود تھیں' علامہ ابن بطال کو چاہیے تھے کہ وہ امام ابوحنیفہ پر افتراء باندھنے سے پہلے ظہر کی نماز کے اوّل وقت کے متعلق ان کتابوں میں امام ابوحنیفہ کا مسلک پڑھ لیتے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ۳۳۳ھ' بنی اسرائیل: ۷۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''دلوك الشمس الى غسق الليل'' سے مراد دن کی نمازیں ہیں اور ''دلوك شمس'' سے مراد زوالِ آفتاب ہے اور ''غسق الليل'' سے مراد رات کے اندھیرے کی ابتداء ہے' پس اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں۔

(تاویلات اہل السنہ ج ۷ ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ظہر کا اوّل وقت زوالِ آفتاب سے ہے اور اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔

(احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۸' سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن بطال کی وفات ۴۴۹ھ میں ہوئی ہے اور ہم نے ۱۸۹ھ سے لے کر ۳۷۰ھ تک کے وفات یافتہ ائمہ احناف کی تصریحات بیان کر دی ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کے فرض کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے' کاش! علامہ ابن بطال اپنی شرح میں امام ابوحنیفہ پر بہتان باندھنے سے پہلے ان تصریحات کو دیکھ لیتے اور امام ابوحنیفہ کے قول کو فاسد کہنے سے احتراز کرتے۔

امام ابوحنیفہ پر علامہ ابن بطال کے اعتراضات کا اجمالی جائزہ اور ان اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن بطال نے اپنی طویل شرح میں امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف جو لکھا ہے' اس کا خلاصہ اس طرح ہے:

(۱) امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ سردیوں میں ظہر کی نماز کو جلدی پڑھا جائے اور شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا جائے' اس کے خلاف علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ ہر زمانہ میں ظہر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا جائے۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

علامہ ابن بطال کا یہ قول اس لیے فاسد ہے کہ صحیح بخاری: ۵۳۹۔۵۳۸۔۵۳۶۔۵۳۵۔۵۳۴۔۵۳۳ میں اور دیگر بہ کثرت کتب حدیث کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شدید گرمی میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اور امام

طحاوی نے اس کے ثبوت میں ۱۷ احادیث ذکر کی ہیں اور آخری حدیث حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۹۰۶ سنن نسائی: ۴۹۵) اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے پس امام ابوحنیفہ کے مذہب پر جو علامہ ابن بطال نے طعن کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بھی راجع ہوگا۔

(۲) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز آخری وقت میں واجب ہوتی ہے اور تمام فقہاء اس کے خلاف ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

اور ہم بہ کثرت فقہاء احناف کے حوالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا اوّل وقت زوالِ آفتاب ہے۔

(۳) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو شخص ظہر کے اوّل وقت میں نماز پڑھے گا وہ نماز ہر حال میں نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۳)

یہ امام ابوحنیفہ پر خالص افتراء اور محض بہتان ہے فقہاء احناف کی کسی کتاب میں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف فرضیت ظہر کی تصریح ہے جیسا کہ ہم متعدد حوالہ جات سے نقل کر چکے ہیں۔

(۴) امام طحاوی کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ ظہر کی نماز کو شدید گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم اہل مکہ کے لیے تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۲)

حالانکہ امام طحاوی نے اس کا رد کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنے کا حکم عام ہے کیونکہ آپ نے سفر میں بھی ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھی ہے (صحیح البخاری: ۵۳۹) سو یہ امام طحاوی کی عبارت میں خالص تحریف ہے۔

(۵) علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہے اور اس وقت عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا عصر کا وقت دو مثل سائے کے بعد داخل ہوتا ہے اور ایک مثل سے دو مثل سائے تک مہمل وقت ہے اس میں کسی نماز کا وقت نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال: ۵۲۴)

یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے اور یہ امام اعظم کا مذہب نہیں ہے اور نہ اس پر فقہاء احناف کا عمل ہے امام اعظم کا مذہب وہ ہے جس کو امام ابو یوسف نے نقل کیا ہے کہ زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ہے۔

سو یہاں بھی علامہ ابن بطال نے مغالطہ آفرینی کر کے امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کے خلاف زہر آفرینی کی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی بہت عظیم محقق ہیں امام اعظم کے بہت محب اور معتقد ہیں لیکن انہوں نے علامہ ابن بطال کے اٹھائے ہوئے ان تمام اعتراضات کا جواب نہیں دیا صرف اس کا جواب لکھا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک زوالِ آفتاب کے وقت ظہر کی نماز فرض نہیں ہے اور وہ بھی مدلل جواب نہیں دیا اور باقی اعتراضات کا ذکر ہی نہیں کیا شاید قسام ازل نے یہ سعادت صرف اس ناکارہ اور گناہ گار کے حصہ میں لکھ دی تھی۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: ابھی اس دیوار کے وسط میں میرے سامنے جنت اور دوزخ پیش کی گئی پس میں نے اس سے پہلے خیر اور شر کی مثل نہیں دیکھی۔ حدیث کے اس قطعہ کی مفصل شرح ہم نے صحیح البخاری: ۴۰۹ میں کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٥٤١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی المنہال

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الصُّبْحَ ، وَاَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيْسَهٗ ، وَيَقْرَاُ فِيْهَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ ، وَكَانَ يُصَلِّى الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ، وَالْعَصْرَ وَاَحَدُنَا يَذْهَبُ اِلٰى اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِى الْمَغْرِبِ ، وَلَا يُبَالِىْ بِتَاْخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ قَالَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ . وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ لَقِيْتُهٗ مَرَّةً فَقَالَ اَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

[اطراف الحدیث: ۵۴۷-۵۶۸-۵۹۹-۷۷۱]

از حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کی نماز پڑھتے اور ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ اس نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے اور آپ ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج زائل ہو جاتا تھا اور آپ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آ تا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' ابوالمنہال نے کہا: میں بھول گیا کہ حضرت ابو برزہ نے مغرب کے متعلق کیا فرمایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے کی' پھر آدھی رات تک مؤخر کرنے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے اور مُعاذ نے کہا اور شعبہ نے کہا: پھر میری حضرت ابو برزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: یا تہائی رات تک۔

(صحیح مسلم: ۶۱۱: ۴۶۱' الرقم المسلسل: ۱۰۱۳' سنن نسائی: ۱۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۸۱۸-۷۰۱' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۶' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸' سنن دارمی: ۱۳۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۷۴۲۵' شرح السنۃ: ۳۵۰' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۷۶۷- ج ۳۳ ص ۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابو برزہ اسلمی کا تذکرہ

اس حدیث کے چار رجال ہیں' جن میں سے تین کا تعارف پہلے ہو چکا ہے' حضرت ابو برزہ اسلمی کا نام نضلہ بن عبید ہے' یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں' فتح مکہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ مسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی' پھر یہ مدینہ سے بصرہ منتقل ہو گئے' پھر انہوں نے خراسان میں جہاد کیا اور مرو میں یا بصرہ میں یا سجستان کے جنگل میں ۶۴ھ میں وفات پائی' امام بخاری نے ان کی چار احادیث روایت کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۴۰)

فجر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی تائید اور عصر کے وقت میں امام اعظم کے مذہب کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھاتے تھے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھنا مستحب ہے اور آپ اس میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے' امام طحاوی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اوّل وقت میں صبح کی نماز کو شروع کرتے تھے اور سفیدی پھیلنے کے بعد نماز کو ختم کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ زوال آفتاب سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

اس حدیث میں عصر کے وقت کا ذکر ہے کہ عصر پڑھ کر نمازی مدینہ کے آخر میں جا کر واپس آ جاتا تھا' اور یہ چار میل کی مسافت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ دو یا تین میل کی مسافت تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ نمازی عصر پڑھ کر دو یا تین میل جا کر واپس آ جاتا تھا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھیں' اور اس

Marfat.com

حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور کی یہ دلیل ہے کہ عصر کا وقت تب داخل ہوتا تھا' جب سایا ایک مثل ہو جاتا تھا اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے' جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۴' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ نمازی مدینہ کے آخر تک پیدل جا کر واپس آ جاتا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تیز رفتار گھوڑے یا تیز رفتار اونٹ پر بیٹھ کر جاتا ہو اور تیز رفتار سواری سے جا کر واپس آئے اور ابھی سورج چمک رہا ہو' یہ اس صورت میں بھی ممکن ہے جب عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہو' ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث میں ہے: جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا' پھر آپ نے ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور اس حدیث سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے اور اس باب کی حدیث سے زیادہ سے زیادہ اس کے خلاف شک ہو گا جیسا کہ علامہ نووی کو شک ہوا ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا' سو یہ حدیث امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۶۱۔ ج ۲ ص ۱۷۱ پر مذکور ہے' اس شرح کا عنوان ہے: فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔

۵۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ' يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ ' قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ ' عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيِّ ' عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ ' فَسَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد یعنی ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد الرحمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھ سے غالب القطان نے حدیث بیان کی از بکر بن عبد اللہ المزنی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اکثر ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لیے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا' اور یہاں اس کا عنوان ہے: زوالِ آفتاب سے ظہر کا وقت ہے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز پڑھی گئی' یہ بیان جواز کے لیے ہے اور گرمی کی شدت میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کے منافی نہیں ہے' کیونکہ گرمی کی شدت میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے' نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے' نیز اس حدیث میں ''ظهائر'' کا لفظ ہے' یہ ''ظهر'' کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: کئی ایام کی ظہر۔

۱۲ - بَابُ تَأْخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ
ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کرنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ظہر کی نماز کو اول وقت سے لے کر عصر کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ دو نمازوں کو ملا کر ایک وقت میں پڑھا جائے۔

۵۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ' هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ' عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ' عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن

Marfat.com

ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ، وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ. فَقَالَ أَيُّوبُ لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَطِيرَةٍ؟ قَالَ عَسٰى. [اطراف الحدیث: ۵۶۲-۱۱۷۴]

زید ہے' از عمرو بن دینار از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی۔ ایوب نے کہا: شاید یہ بارش کی رات تھی؟ انہوں نے کہا: یہ (بارش) متوقع تھی۔

(صحیح مسلم: ۷۰۵' الرقم المسلسل: ۱۵۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۲۱۴' سنن نسائی: ۵۸۸' مسند الحمیدی: ۴۷۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۶' ج ۱۴ ص ۱۶۵' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۶۸-۱۶۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۱۳' مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۶' صحیح ابن حبان: ۱۵۹۷' المعجم الکبیر: ۱۲۸۰۸-۱۲۸۰۷-۱۲۸۰۶-۱۲۸۰۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۸-ج ۳ ص ۳۹۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۹۱۵' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کی کیفیت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات نماز پڑھی' ظہر اور عصر کی اور مغرب اور عشاء کی' یعنی آپ نے ظہر اور عصر کی آٹھ رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کیا اور عصر کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' پھر مغرب کی نماز کو عشاء کے وقت تک مؤخر کیا اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا' اور اس طرح آپ نے صورۃً دو نمازوں کو جمع کیا' اور حقیقۃً جمع نہیں کیا کیونکہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر دو مثل سائے اور ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ قرار دینے کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ ان نمازوں کو جمع کرنا بارش کے موقع پر تھا' جیسا کہ ایوب نے اس حدیث کی تاویل کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز کے اوقات مشترک ہیں' اور اس حدیث میں امام شافعی کے اس قول کا رد ہے کہ ظہر کے آخر وقت اور عصر کے اوّل وقت کے درمیان فاصلہ ہے' جس میں ظہر کی کوئی نماز جائز ہے نہ عصر کی اور اس حدیث میں اس شخص کا بھی رد ہے' جو کہتا ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک داخل نہیں ہوتا جب تک کہ ہر چیز کا سایا دو مثل نہ ہو جائے اور وہ امام ابوحنیفہ ہیں' اور رد کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ کو نہیں بیان فرمایا' اگر ان کے درمیان فاصلہ ہوتا تو اس فاصلہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۶)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام ابوحنیفہ پر دو اعتراض کیے ہیں' ایک اعتراض اس پر کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت اس وقت داخل ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایا دو مثل ہو جائے' سو اس پر اعتراض کرنا باطل ہے کیونکہ امام اعظم کا قول صحیح حدیث سے ثابت ہے' یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی اذان دینے کا حکم اس وقت دیا' جب ٹیلوں کا سایا ایک مثل ہو گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۳۹) اور جب ایک مثل سائے کے بعد ظہر کی اذان دی گئی تو متعین ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل نہیں ہوتا' جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے بلکہ دو مثل سائے کے بعد عصر کا وقت داخل ہوتا ہے' جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا

Marfat.com

مذہب ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام اعظم قدس سرہٗ پر دوسرا اعتراض بھی باطل ہے کیونکہ امام اعظم ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان فاصلہ اور مہمل وقت کے قائل نہیں ہیں، ہم صحیح البخاری: ۵۴۰ کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۲۹۰-۲۸۹) بلکہ خود علامہ ابن بطال نے بھی تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے، پس جب امام اعظم کے نزدیک ظہر کا وقت زوالِ آفتاب سے لے کر دو مثل سائے تک رہتا ہے تو پھر اس وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ کہاں سے آ گیا۔

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کی کیفیت میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

بارش کے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے کہا: بارش کی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو بارش میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو ظہر اور عصر، اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز ہے اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جائے گا اور امام مالک نے کہا: اندھیرے اور کیچڑ میں بھی مغرب اور عشاء کو جمع کیا جائے گا خواہ بارش نہ ہو رہی ہو۔ امام مالک کے نزدیک جمع کا طریقہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز کو مؤخر کیا جائے، پھر اس کی اذان دی جائے، اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے، پھر مسجد میں عشاء کی اذان دی جائے، اقامت کہی جائے اور نماز پڑھی جائے اور لوگ شفق کے غائب ہونے سے پہلے چلے جائیں۔

(شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

دو نمازوں کو حقیقۃً جمع نہ کرنے اور صورۃً جمع کرنے کی وجہ سے علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ کوئی شخص دو نمازوں کو جمع نہ کرے خواہ بارش کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق کہا ہے: اس میں جمع کا طریقہ ذکر نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ آپ نے ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کیا ہو اور آخری وقت میں اس کو پڑھا ہو، پھر عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھا ہو اور مغرب اور عشاء کی نمازوں میں بھی اسی طرح کیا ہو اور انہوں نے اس کا نام جمع (صوری) رکھا ہے، لیث سے بھی اسی کی مثل مروی ہے، عمرو بن دینار اور ابو الشعثاء نے بھی امام ابوحنیفہ کی مثل تاویل کی ہے۔

عمرو بن دینار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں آٹھ رکعت جمع کر کے پڑھیں اور سات رکعت جمع کر کے پڑھیں، عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے جابر بن زید سے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر کیا اور عصر کو جلدی پڑھا اور مغرب کو مؤخر کیا اور عشاء کو جلدی پڑھا، جابر بن زید نے کہا: میرا بھی یہی گمان ہے، یہ ان فقہاء کی تاویل ہے جو جمع حقیقی کو جائز نہیں سمجھتے، امام بخاری نے بھی اس حدیث کے عنوان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابن المواز نے بھی ابن الماجشون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور کہا ہے کہ ظہر کو آخری وقت تک مؤخر کر کے پڑھنے میں اور عصر کو جلدی پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ جمع صوری ہے، حالانکہ یہ تاویل کچھ بھی نہیں ہے۔

Marfat.com

اگر دو نمازوں کو اس طرح جمع کیا جاتا' جس طرح امام ابوحنیفہ' ابوالشعثاء اور عمرو بن دینار کا زعم ہے تو اس طرح عصر اور مغرب میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور عشاء اور صبح میں بھی جمع کرنا جائز ہوتا اور جب کہ اس پر اجماع ہے کہ سنت صرف ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے میں ہے' تو اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا وقت مشترک ہے اور جو انہوں نے تاویل کی ہے' وہ حقیقت میں جمع نہیں ہے' لہٰذا ان کا قول ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۲۸۔ ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ائمہ ثلاثہ بارش اور سفر ایسے عوارض میں دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنے کے قائل ہیں' بایں طور کہ ظہر کے وقت میں عصر پڑھ لی جائے اور مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے' اگر ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز کو پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہوگی' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا O بے شک مؤمنین پر مقررہ اوقات میں نماز فرض ہے O

(النساء: ۱۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نماز اپنے وقت کے بغیر پڑھی ہو' سوا دو نمازوں کے' آپ نے (مزدلفہ میں) مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور فجر کی نماز کو اپنے (معروف) وقت سے پہلے پڑھا۔

(صحیح البخاری: ۱۶۸۲' صحیح مسلم: ۱۲۸۹)

نیز حضرت ابن مسعود نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے۔

(سنن نسائی: ۳۰۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد سفر کیے ہیں' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کے وقت میں عشاء پڑھتے یا ظہر کے وقت میں عصر پڑھتے تو یہ بات صحابہ میں بہت مشہور ہوتی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ آپ کو بیک وقت میں دو نمازیں جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا' اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا ذکر ہے' اس سے مراد جمع صوری ہے' جمع حقیقی نہیں ہے' رہا علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض کہ پھر آپ نے عصر اور مغرب کو جمع کیوں نہیں کیا اور عشاء اور صبح کو جمع کیوں نہیں کیا' یہ عجیب وغریب اعتراض ہے' ہم ان نمازوں میں جمع صوری کی تاویل کر رہے ہیں جن کو آپ نے جمع کر کے پڑھا ہے اور جن نمازوں کو آپ نے جمع نہیں کیا ہے' ہم ان میں کاہے کو تاویل کریں گے!

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۵۲۵۔ ج ۲ ص ۴۰۹ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب (۲) ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات (۳) احناف کے دلائل۔

یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۶۔ ۴۱۱ پر ہے۔

۱۳ - بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ — عصر کا وقت

اس باب میں عصر کے وقت کا بیان ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

اور ابواسامہ نے کہا: از ہشام' حضرت عائشہ کے حجرہ کے اندر سے (دھوپ نہیں نکلی تھی)۔

Marfat.com

۵۴۴ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عَيَاضٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۵۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا، لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا. وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور دھوپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی اور سایا ان کے حجرہ سے نہیں نکلا تھا۔ ابو اسامہ نے از ہشام روایت کیا: ان کے حجرہ کے اندر سے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ثابت کرنے کے لیے علامہ عینی کا ایک حدیث سے استدلال اور اس پر مصنف کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عصر کے وقت میں سب نے امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے حتیٰ کہ ان کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ دو مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایک مثل سائے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب امام ابوحنیفہ کا استدلال حدیث سے ہے تو لوگوں کی مخالفت ان کو مضر نہیں ہے' امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' جس وقت ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا تھا' جتنی دیر میں کوئی اونٹ سوار ذوالحلیفہ کی طرف جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۶)

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ ایک طویل حدیث ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو دن پانچ نمازیں پڑھیں' پہلے دن ہر نماز اوّل وقت میں پڑھی اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت میں پڑھی' سو پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل سائے کے وقت پڑھی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے وقت عصر پڑھی۔ علامہ عینی نے صرف دوسرے دن عصر کی نماز پڑھنے کا وقت لکھا اور پوری حدیث ذکر نہیں کی اور اس سے یہ تاثر دیا ہے کہ دو مثل سایا عصر کا اوّل وقت ہے حالانکہ حدیث میں اس کو آخر وقت فرمایا ہے۔ امام اعظم کا مذہب دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے' لہٰذا علامہ عینی کو حدیث کے اس نامکمل ٹکڑے سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

۵۴۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از الزہری از عروہ

Marfat.com

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ، وَالشَّمْسُ طَالِعَۃٌ فِیْ حُجْرَتِیْ، لَمْ یَظْهَرِ الْفَیْءُ بَعْدُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَقَالَ مَالِكٌ، وَیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، وَشُعَیْبٌ، وَابْنُ اَبِیْ حَفْصَةَ، وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ.

از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک سایا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا اور امام مالک اور یحییٰ بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نے کہا: سورج اس وقت تک حجرہ سے باہر نہ ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

عصر کے اوّل وقت کے متعلق دو مثل سائے کی احادیث پر کلام

عبداللہ بن رافع، حضرت ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو بتاتا ہوں، ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب تمہارا سایا ایک مثل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو، جب تمہارا سایا دو مثل ہو جائے اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو، جب سورج غروب ہو جائے اور عشاء اس وقت پڑھو جب رات کا تہائی حصہ رہ جائے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھو۔

(موطأ امام مالک: ۹۔ ص ۳۶، دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۲۰ھ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے وقت کے متعلق سوال کیا، پس جب سورج ڈھل گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر انہوں نے عصر کی اذان دی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آدمی کا سایا اس سے لمبا ہو چکا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی اقامت کا حکم دیا، پھر آپ نے نماز پڑھائی، پھر غروب آفتاب کے بعد مغرب کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھائی، پھر جب دن کی سفیدی غائب ہوگئی جو کہ شفق ہے تو عشاء کی اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلال نے اذان دی، پھر آپ نے اقامت کا حکم دیا، پھر نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے کے بعد حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو گیا، پھر حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال نے عصر کی اذان دی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز کو مؤخر کیا حتیٰ کہ ہر چیز کا سایا دو مثل ہو گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقامت کا حکم دیا، پس حضرت بلال نے اقامت کہی، پس آپ نے نماز پڑھا دی (الیٰ قولہ) پھر آپ نے فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (المعجم الاوسط: ۶۷۸۳، مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۱۵ھ)

مؤخر الذکر حدیث میں پہلے دن ایک مثل سائے کے بعد آپ نے نماز عصر پڑھائی اور دوسرے دن دو مثل سائے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور آخر میں فرمایا: ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

اور اوّل الذکر حدیث جو موطأ امام مالک کی روایت ہے، اس کو بھی علامہ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے دوسرے دن کی نمازوں پر محمول کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث میں نماز کے آخری اوقات مستحبہ بتائے ہیں نہ کہ اوائل اوقات۔ (التمہید ج ۹ ص ۳۷۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ عصر کے اوّل وقت میں دو مثل سائے کی حدیث ہم کو صراحۃً نہیں مل سکی، شیخ ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن ج ۲ ص ۴۹۷۔۴۹۱۔۴۹۰ میں ان دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ہے، مگر ان حدیثوں کی اس پر

Marfat.com

دلالت نہیں ہے' تاہم دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ عصر کا اوّل وقت دو مثل سایا ہے' جن کا ذکر اس سے پہلے ہماری شرح میں آ چکا ہے۔

٥٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ، عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ، فَقَالَ لَهُ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ؟ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ، الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى، حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ، وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ، وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ، وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے خبر دی از سیار بن سلامہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' پس میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض کس طرح پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کو نماز پڑھتے تھے' جس نماز کو تم پیشین (پہلی نماز) کہتے ہو' جس وقت سورج زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر جاتا اور اس وقت سورج چمک رہا ہوتا تھا اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب میں کیا بتایا تھا اور آپ عشاء کی نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا پسند کرتے تھے جس کو تم عتمہ (اندھیرے والی) کہتے ہو اور آپ عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے اور صبح کی نماز سے آپ اس وقت لوٹتے تھے جب کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیات پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٥٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَنَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

[اطراف الحدیث: ۵۵۰-۵۵۱-۷۳۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے' پھر کوئی انسان بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو ان لوگوں کو وہاں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

(صحیح مسلم: ۶۲۱' سنن نسائی: ۵۰۲' مصنف عبد الرزاق: ۲۰۶۹' مسند ابو یعلیٰ: ۳۶۰۴' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۰' صحیح ابن حبان: ۱۵۲۰' سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۵۳' شرح السنۃ: ۳۶۶' موطأ امام مالک: ۱۱- ج ۱ ص ۳۶' دار المعرفۃ ۱۴۲۰ھ' مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۶۴۴- ج ۲۰ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی (۲) امام مالک بن انس (۳) اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے بھتیجے ہیں' ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ ۱۳۴ھ میں فوت ہو گئے تھے' الواقدی نے کہا: امام مالک ان کو حدیث

Marfat.com

میں سب پر مقدم رکھتے تھے (۴) حضرت انس رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کا عصر کو مؤخر کر کے پڑھنا

اس حدیث میں مذکور ہے: کوئی انسان عصر پڑھ کر بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا تو وہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ عصر کو اوّل وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے تھے کیونکہ وہ لوگ کاشت کاری کرتے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۱۔ ج ۲ ص ۲۴۴ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) عصر میں تاخیر کا استحباب (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات۔

۵۴۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ، ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَقُلْتُ يَا عَمِّ، مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ؟ قَالَ الْعَصْرُ، وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَهٗ.

(صحیح مسلم: ۶۲۲، سنن ابوداؤد: ۴۰۴، سنن نسائی: ۵۰۳، سنن ابن ماجہ: ۶۸۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۶۱ طبع قدیم)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر ہم باہر نکلے حتیٰ کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے، وہ اس وقت عصر کی نماز پڑھ رہے تھے، میں نے کہا: اے میرے چچا! آپ نے یہ کون سی نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: عصر کی، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابن مقاتل، ان کا نام محمد بن مقاتل ابوالحسن المروزی ہے، یہ مکہ کے مجاور تھے (۲) عبد اللہ، یہ عبد اللہ بن المبارک ہیں (۳) ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف، یہ الانصاری الاوسی ہیں، انہوں نے اپنے چچا ابوامامہ سے سماع کیا ہے (۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ، ان کا نام اسعد بن سہل ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے، صحیح قول کے مطابق یہ صحابی ہیں، ۱۰۰ھ میں یہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۲)

عمر بن عبد العزیز کے تاخیر سے عصر کی نماز پڑھنے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ کے پاس گئے۔ ان کا گھر مسجد کے پڑوس میں تھا، حضرت ابوامامہ نے ان کو تعظیم سے کہا: اے میرے چچا! ورنہ وہ آپ کے چچا نہ تھے، انہوں نے کہا: آپ اس وقت میں کیسی نماز پڑھ رہے ہیں؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم: ۶۲۱ اور ۶۲۲، اس باب میں صریح ہیں کہ عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا چاہیے اور اس کا وقت ایک مثل سائے پر داخل ہوتا ہے، اسی وجہ سے دوسرے فقہاء اس وقت تک ظہر کو مؤخر کرتے ہیں، عمر بن عبد العزیز نے نماز کو اس لیے مؤخر کیا تھا کہ ان سے پہلے حکام کی یہی عادت تھی، اس وقت تک ان کو یہ سنت نہیں پہنچی تھی کہ عصر کی نماز کو مقدم کرنا چاہیے اور جب ان کو یہ سنت پہنچ گئی تو وہ عصر کی نماز کو جلدی پڑھتے تھے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی عذر یا مشغولیت کی وجہ سے نماز کو مؤخر کیا ہو، پہلی تاویل راجح ہے کیونکہ اس وقت عمر بن عبد العزیز مدینہ کے حاکم تھے خلیفہ نہ تھے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ، عمر بن عبد العزیز کی خلافت سے نو سال

Marfat.com

پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۳ ص ۱۹۸۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۵۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ، فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ، فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ، وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ، اَوْ نَحْوِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عصر کی نماز پڑھتے تھے جب سورج بلند اور چمکتا ہوا ہوتا تھا، پس جانے والا اعوالی کی طرف جاتا، پھر ان کے پاس جاتا اور سورج بلند ہوتا تھا، اور بعض عوالی مدینہ سے چار میل یا اس جتنے فاصلہ پر تھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

عوالی کا معنی

''العوالی''، ''عالیة'' کی جمع ہے، نجد کی سمت پر مدینہ کے گرد بستیوں کو عوالی کہتے ہیں اور جو بستیاں تہامہ کی سمت ہوں، ان کو ''سافله'' کہتے ہیں۔

۵۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا اِلٰى قُبَاءٍ، فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے تھے، پھر ہم میں سے کوئی جانے والا قباء کی طرف جاتا، پس وہ ان کے پاس پہنچ جاتا اور ابھی سورج بلند ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۴۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۴ - بَابُ اِثْمِ مَنْ فَاتَهُ الْعَصْرُ — اس کا گناہ جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی

نماز فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز کے وقت جواز سے بلا عذر مؤخر کر کے اس کو پڑھا جائے، جس کو ہمارے عرف میں نماز کو قضاء کرنا کہتے ہیں، کیونکہ اس کے اوپر گناہ مترتب ہوتا ہے۔

۵۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ، كَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے، گویا اس کے اہل اور مال کو ہلاک کر دیا گیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ، وَتَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا قَتَلْتَ لَهٗ قَتِيْلًا، اَوْ اَخَذْتَ لَهٗ مَالًا.

امام ابوعبداللہ نے کہا: تمہارے اعمال ہلاک ہو گئے اور میں نے مرد کو ہلاک کر دیا، اس کا معنی ہے: میں نے اس کو قتل کر دیا یا اس کا مال لے لیا۔

Marfat.com

(صحیح مسلم: ۶۲۶'الرقم المسلسل: ۱۳۹۱'سنن ابوداؤد: ۴۱۴'السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۳۴۵'سنن ترمذی: ۱۷۵'موطأ امام مالک: ۲۱ـ ج ۱ ص ۳۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۲' مسند ابویعلیٰ: ۵۵۰۶' شرح السنۃ: ۳۷۱' تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۴۴' مسند احمد ج ۲ ص ۱۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۶۲۱ـ ج ۸ ص ۲۳۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۳۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے چار رجال ہیں' ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

''وتر'' کا معنیٰ' نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی اہمیت اور عصر کی نماز کی تعظیم کی خصوصیت

علامہ حمد بن محمد خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا اہل اور مال وتر ہو گیا۔

''وتر'' کا معنیٰ ہے: نقصان ہونا یا چھن جانا' پس جس کے اہل اور مال چھن گئے یا اس کا نقصان ہو گیا' گویا وہ تنہا اور اکیلا رہ گیا' لہٰذا نماز کے فوت ہونے سے انسان کو اس طرح ڈرنا چاہیے' جس طرح وہ اپنے اہل اور مال کے چھن جانے اور ان کے نقصان سے ڈرتا ہے۔ (معالم السنن مع مختصر المنذری ج ۱ ص ۲۴۲' دارالمعرفۃ' بیروت)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی الاندلسی المتوفی ۴۶۳ھ' التمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کی تعظیم اور اہمیت ہے' حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یاد رکھو! تمہارے اعمال میں سب سے افضل نماز ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۸۲' المستدرک ج ۱ ص ۱۳۰)

اس حدیث میں دنیا کی تحقیر کا ثبوت ہے اور یہ کہ نیک عمل خواہ قلیل ہو وہ دنیا کی کثیر دولت سے افضل ہے' پس جو شخص عاقل اور عالم ہو وہ اس حدیث کی وجہ سے عصر کی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے غم زدہ ہوگا' اگر اس نے آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے یا آفتاب کے زرد ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی نہیں پڑھی۔

اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا ہے' قرآن مجید میں ہے:

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی. (البقرہ: ۲۳۸) تمام نمازوں کی حفاظت کرو خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام نمازوں کو ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ صلوٰۃ وسطیٰ کا ذکر فرمایا تاکہ اس کی تعظیم ظاہر ہو' جس طرح اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں تمام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب: ۷) اور جب ہم نے تمام نبیوں سے پکا عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم سے۔

اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا عمومی ذکر کرنے کے بعد آپ کا اور دیگر اولوالعزم رسولوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام نمازوں میں سے صرف نماز عصر کی اہمیت اور تعظیم بیان فرمائی کہ عصر کی نماز کا فوت ہونا تمام اہل اور مال کی ہلاکت اور نقصان کی مثل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ بھی نماز عصر ہی ہے۔

Marfat.com

سو جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے' اس کو اس مصیبت پر اتنا رنج اور افسوس کرنا چاہیے جتنا رنج اور افسوس وہ اپنے اہل اور مال کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ عصر کی نماز کی اہمیت کی دیگر احادیث درج ذیل ہیں:

ابو الملیح بیان کرتے ہیں کہ ایک ابر آلود دن میں ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: نماز کو اول وقت میں پڑھ لو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(صحیح البخاری: ۵۵۳' سنن نسائی: ۴۷۳' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰)

عمل ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نماز کو بعد میں پڑھنے سے وہ اجر نہیں ملے گا' جو اس نماز کو وقت پر پڑھنے سے اجر ملتا ہے' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ساری نمازوں اور سارے نیک اعمال کا اجر ضائع ہو جائے گا کیونکہ سارے نیک اعمال کفر سے ضائع ہوتے ہیں' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. (المائدہ:۵) اور جو شخص ایمان کے بعد کفر کرے' اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

یعنی جو کفر نہ کرے' اس کے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبد البر علی موطأ الامام مالک ج ۱ ص ۱۷۲۔۱۷۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

عصر کی نماز کی یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ عصر کی نماز میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں' دن کو جانے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں اور رات میں آنے والے فرشتے بھی اس عمل کو لکھ لیتے ہیں' نیز یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی اغراض کو پورا کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں اپنے دنیاوی معاملات کو چھوڑ کر اللہ کا حکم بجالانے کے لیے فرض عصر پڑھنے کے لیے مسجد میں جانا بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کی بات ہے اور جس شخص نے اپنے دنیاوی معاملات کو مقدم رکھا اور نماز میں اتنی تاخیر کر دی کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا تو یہ اس کا اخروی اتنا نقصان ہے جس پر اس کو اتنا رنج کرنا چاہیے جتنا رنج وہ جان اور مال کے ضیاع یا ان کی ہلاکت پر کرتا ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۵۹۱' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۱۷۔ ج ۲ ص ۲۴۷ پر مذکور ہے' وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

۱۵ - بَابُ اِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ — عصر کی نماز ترک کرنے والے کا گناہ

باب سابق میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ باب سابق کا مطلب یہ تھا کہ جس نے عصر کی نماز کو اس کے وقت میں نہیں پڑھا حتیٰ کہ سورج زرد ہو گیا یا غروب ہو گیا اور اس باب کا مطلب یہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو عمداً ترک کر دیا۔

۵۵۳ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ، فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ، فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ. [طرف الحدیث: ۵۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از ابی الملیح' انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابر آلود دن میں ایک غزوہ میں تھے' انہوں نے کہا: اول وقت میں عصر کی نماز پڑھو' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر

Marfat.com

کی نماز کو ترک کر دیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

(سنن نسائی: ۴۷۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۸۱۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۴۱۔ ج ۲ ص ۲۳۷' صحیح ابن خزیمہ: ۳۳۶' سنن بیہقی ج ا ص ۴۴۴' شرح السنۃ: ۳۶۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۹۵۷۔ ج ۳۸ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۴۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسلم بن ابراہیم الازدی الفراھیدی البصری القصاب' ان کی کنیت ابوعمرو ہے (۲) ہشام بن عبداللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوقلابہ عبداللہ بن زید الحرمی (۵) ابوالملیح عامر بن اسامہ الھذلی' یہ ۹۸ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۶) حضرت بُریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۱۴۶ احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے امام بخاری نے ۳ احادیث روایت کی ہیں' یہ جہاد کرتے ہوئے مرو میں فوت ہو گئے تھے' یہ صحابی ہیں' آپ ۶۲ھ میں خراسان میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۸)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ جس نے عصر کی نماز کو ترک کیا' اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

عمداً عصر کی نماز ترک کرنے والے کی مغفرت کیسے ہوگی؟

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی الاندلسی المالکی المتوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے اعمال ضائع نہیں ہوتے' جو علماء یہ کہتے ہیں کہ جو شخص وقت نکلنے کے بعد بھی نماز نہ پڑھے' وہ کافر ہے ان کے لیے تو اس حدیث میں کوئی مشکل نہیں' اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ نیک اعمال صرف شرک سے ضائع ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کی اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے فوری مغفرت نہ ہوئی تو پھر وہ دوزخ میں اپنے گناہ کی سزا بھگت کر جنت میں چلا جائے گا۔

(القبس فی شرح موطأ ابن انس ج ا ص ۷۱۔۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

١٦ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ — نماز عصر کی فضیلت

اس سے پہلے باب میں عصر نہ پڑھنے کا گناہ بیان کیا گیا تھا اور اس باب میں عصر پڑھنے کا ثواب بیان کیا گیا ہے اور یہ ان دونوں بابوں کے درمیان واضح مناسبت ہے۔

٥٥٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَسَبِّحْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' آپ نے ایک رات چاند کی طرف دیکھا یعنی ماہ تمام کی شب میں' پھر آپ نے فرمایا: بے شک تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو تمہیں اس کو دیکھنے میں کوئی

Marfat.com

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ (ق:۳۹). قَالَ إِسْمَاعِيْلُ اِفْعَلُوْا، لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۷۳-۴۸۵۱-۷۴۳۴-۷۴۳۵-۷۴۳۶]

مشقت نہیں ہوگی' اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو یہ (ضرور) کرو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: آپ طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے۔ (ق:۳۹) اسماعیل نے کہا: یہ کرو' یہ تم سے فوت نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۶۳۳' الرقم المسلسل: ۱۴۰۷' سنن ابوداؤد: ۴۷۲۹' سنن ترمذی: ۲۵۵۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۶۰' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷' المعجم الکبیر: ۲۲۲۵' تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۴۶۸' مسند الحمیدی: ۷۹۹' مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۹۰۔ ج ۳۱ ص ۵۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۲۳۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' ان کا نام عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبد اللہ بن الزبیر بن عبد اللہ بن حُمید ہے' یہ اپنے دادا حمید القرشی المکی کی طرف منسوب ہیں' یہ ۲۱۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مروان بن معاویہ بن الحارث الفزاری' یہ دمشق میں ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی وفات ۸ ذوالحج سے پہلے اچانک ہو گئی تھی (۳) اسماعیل بن خالد (۴) قیس بن ابی حازم (۵) حضرت جریر بن عبد اللہ بن جابر البجلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۶۰)

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کی تحقیق

قرآن مجید کی آیات' حدیث مذکور اس قسم کی دیگر احادیث' صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے اجماع سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

معتزلہ' خوارج اور بعض مرجئہ نے کہا ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھیں گے' ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

معتزلہ وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھنے پر قرآن مجید سے استدلال اور ان کے جوابات

(۱) لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ. (الانعام: ۱۰۳) آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

معتزلہ کہتے ہیں: جب آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں تو اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جن آنکھوں کے دیکھنے کی نفی ہے' اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں یا اس سے مراد ہے: دنیا میں کسی کی آنکھیں بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور آخرت میں کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گی' یا مراد یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکے گی اور بعد میں جب اللہ تعالیٰ مہربان ہوگا اور شفاعت کا اذن دے گا' اس وقت تمام مؤمنین اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ''رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ'' اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا' میں تیری طرف دیکھوں گا' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لَنْ تَرٰىنِیْ'' (الاعراف: ۱۴۳) آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔

عربی میں ''لَنْ'' مستقبل میں دائمی نفی کے لیے آتا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ

Marfat.com

سکیں گے اور جب حضرت موسیٰ ایسے نبی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو عام مؤمنین تو بہ طریق اولیٰ نہیں دیکھ سکتے!

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بہ طور احاطہ دیکھنے کی نفی ہے' یعنی حضرت موسیٰ اور دوسرے مؤمنین بھی اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتے کہ اس کی ذات کا احاطہ کرلیں۔

(۳) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا. (الشوریٰ:۵۱)

اور کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیجے۔

وہ کہتے ہیں: یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اللہ سے کلام کرے گا' وہ اس کو نہیں دیکھے گا اور جب کلام کے وقت اللہ کو نہیں دیکھے گا تو کلام کے بغیر بھی اللہ کو نہیں دیکھے گا کیونکہ کوئی بھی فصل کا قائل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ دنیا پر محمول ہے یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے وقت کوئی اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا اور ہم اس کے قائل ہیں کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

(۴) جن لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے دیدار کو طلب کیا' اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝ (البقرہ:۵۵)

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم آپ کے لیے ہرگز ایمان نہیں لائیں جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں' پھر تم کو ایک کڑک کے عذاب نے پکڑ لیا اور تم اس کا مشاہدہ کر رہے تھے۝

اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر عذاب اس لیے آیا تھا کہ انہوں نے سرکشی اور عناد سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(۱) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۝ (القیامۃ:۲۳-۲۲)

اس دن بعض چہرے تروتازہ ہوں گے۝ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۝

(۲) كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۝ (المطففین:۱۵)

ہرگز نہیں! یہ کفار اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۝

یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین اپنے رب سے حجاب میں نہیں ہوں گے بلکہ اس کو دیکھ رہے ہوں گے' ورنہ یہ آیت کفار کے لیے باعث حسرت اور افسوس نہ ہوتی' وہ کہتے: ہماری کیا خصوصیت ہے' مؤمنین بھی اپنے رب سے حجاب میں ہیں۔

معتزلہ کی عقلی دلیل کا جواب

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کے لیے یہ قاعدہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کی مقابل جانب میں ہو' اگر اللہ تعالیٰ دکھائی دے گا تو ضروری ہے کہ وہ مؤمنین کی مقابل جانب میں ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی جہت اور جانب میں ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے تم بھی قائل ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور مخلوق اس کو دکھائی دیتی ہے' لہٰذا تمہارے اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی جانب مقابل میں ہو اور اب اس اعتراض سے صرف اسی طرح چھٹکارہ مل سکتا ہے کہ یہ قاعدہ کہ دکھائی دینے والا دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو مخلوق کے لیے ہے' اور اللہ تعالیٰ دیکھنے اور دکھائی دینے دونوں میں اس قاعدہ کا پابند نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے' فجر کی نماز کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس وقت

Marfat.com

انسان نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور یہ نفس پر دشوار ہوتا ہے اور عصر میں اس لیے کہ وہ وقت کاروبار میں مشغولیت کا ہوتا ہے اور کاروبار کو چھوڑ کر نماز کے لیے جانا بھی نفس پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے فجر اور عصر کی نمازوں میں فضیلت ہے اور اس لیے بھی کہ ان دونوں نمازوں کے وقتوں میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور وہ دونوں اس کے نماز میں مشغول ہونے کو لکھ لیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی امید اسی شخص کو رکھنی چاہیے' جو ان دونوں نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۵۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ.

[اطراف الحدیث: ۳۲۲۳-۷۴۲۹-۷۴۸۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں' اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس آئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۳۲' الرقم المسلسل: ۱۴۰۵' سنن نسائی: ۴۸۱' موطأ امام مالک: ۴۲۰- ج ۱ ص ۱۶۷' دار المعرفۃ' بیروت' صحیح ابن حبان: ۱۷۳۷' شرح السنۃ: ۳۸۰' مسند ابویعلیٰ: ۶۳۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۶۵' تاریخ بغداد ج ۸ ص ۳۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۴۸۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۰۳۰۹- ج ۱۶ ص ۲۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۹۸۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کی سند میں پانچ رجال ہیں اور ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔

فرشتوں کے باری باری آنے کی کیفیت اور قرآن مجید میں صرف فجر کے وقت کے ذکر کی توجیہ

حافظ یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہوتے ہیں' اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بغیر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز میں بھی حاضر ہوتے ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے: وہ باری باری حاضر ہوتے ہیں یعنی فرشتوں کی ایک جماعت حاضر ہوتی ہے' اس کے بعد دوسری جماعت حاضر ہوتی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دن کے فرشتے صبح کی نماز میں نازل ہوتے ہیں' پھر بنی آدم کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور جن فرشتوں نے بنو آدم کے پاس رات گزاری تھی' وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور جب عصر کا وقت ہوتا ہے تو رات کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انسانوں کے اعمال کا شمار کرتے ہیں اور دن کے فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں' پھر اسی طرح باری باری فرشتے آتے جاتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا○ (بنی اسرائیل:۷۸)

اور فجر میں قرآن پڑھنا' بے شک فجر میں قرآن پڑھنے کے دوران فرشتے حاضر ہوتے ہیں○

فجر کا اس لیے خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرآن پڑھا جاتا ہے' اس کے برخلاف عصر کی نماز میں قرآن آہستہ پڑھا جاتا ہے' اگرچہ فرشتے فجر اور عصر دونوں نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں۔

(تمہید ج ۷ ص ۴۶۳۔ ۴۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

فرشتوں کا بنو آدم کی عبادت کا اعتراف کرنا

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں: جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے' اللہ تعالیٰ فرشتوں کے اس جواب سے فرشتوں پر حجت فرماتا ہے کہ تم نے آدم کی پیدائش کے وقت کہا تھا کہ اس کی اولاد زمین میں فتنہ اور فساد کرے گی' خون ریزی کرے گی اور اب فرشتوں کی زبان سے یہ اعتراف کراتا ہے کہ ہم بنو آدم کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس سے آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۱۔ ج ۲ ص ۲۵۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں دیدار الٰہی کی تحقیق' اور عصر اور فجر میں فرشتوں کے اجتماع کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔

۱۷ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

جس نے غروب (آفتاب) سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت کو پالیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی رکعت کا وقت پالیا' اس کی نماز کا کیا حکم ہے' آیا وہ اپنی نماز پوری کرے یا نہیں؟

۵۵۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ، قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ، وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ. [اطراف الحدیث: ۵۷۹۔ ۵۸۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح مسلم: ۶۰۸' الرقم المسلسل: ۱۳۴۹' سنن ترمذی: ۱۸۶' سنن نسائی: ۵۱۷' سنن ابن ماجہ: ۶۹۹' موطأ امام مالک: ۵۔ ج ۱ ص ۳۵۔ ۳۴' دار المعرفۃ' بیروت' سنن دارمی: ۱۲۲۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۸۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۸۳۔ ۱۵۵۷' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۶۸۔ ۳۶۷' شرح السنۃ: ۳۹۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۹۵۴۔ ج ۱۶ ص ۳۰۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۸۳۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں' ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے

Marfat.com

پہلے عصر کی نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

جن کو عصر یا فجر کی ایک رکعت کا وقت ملا' ان کی نماز پوری کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ادراک سے مراد ادراکِ وقت ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس نے اس وقت میں نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو وہ ایک رکعت اس کے لیے اس وقت کی نماز سے کافی ہو گی۔

اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ نمازی پر فرض ہے کہ وہ صبح کی پوری نماز پڑھے اور عصر کی پوری نماز پڑھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے: اس نے اس نماز کو پالیا' اس سے مراد ہے کہ اس نے اس نماز کے وقت کو پالیا' ہاں! دوسرے دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نماز کا وقت مختار' اس وقت کا غیر ہے۔

ان دلائل میں سے یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا آخری وقت وہ ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰) یعنی آخری وقت مختار تا کہ احادیث متعارض نہ ہوں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے' ان میں سے کوئی شخص بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر وہ بہت کم کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲' سنن ترمذی: ۱۶۰)

یہ تغلیظ اس شخص پر ہے جس نے اس وقت میں نماز پڑھنے کو ترک کیا' جس وقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز میں اپنی امت کے لیے اختیار فرمایا تھا اور اس نے بغیر کسی عذر صحیح کے اس وقت سے اعراض کیا۔

عصر کی نماز کو جلدی پڑھنے کے متعلق بہت آثار مروی ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عُمّال کی طرف خط لکھا کہ عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج سفید چمک دار ہو' اس سے پہلے کہ وہ زرد ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۰' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۳۶۵)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے' جب مشرق کے افق سے ہر طرف سفیدی پھیل جاتی ہے اور اس کے بعد اندھیرا نہیں ہوتا اور فجر کے آخر وقت میں اختلاف ہے' ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہے اور ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ فجر کا اوّل وقت وہ ہے' جب اندھیرا ہو اور ستاروں کا جال بنا ہوا ہو اور آخری وقت وہ ہے' جب سفیدی پھیل جائے۔

ابو عمر ابن عبد البر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ وقت مختار پر محمول ہے کیونکہ امام مالک کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھ لی تو اس سے نماز ساقط ہو جائے گی' جیسے کوئی حائض اس وقت میں حیض سے پاک ہو جائے' جب فجر کا اتنا وقت رہتا ہو' جس میں ایک رکعت نماز پڑھی جا سکے تو ایک رکعت کی مقدار وقت پانے کی وجہ سے اس پر فجر کی نماز واجب ہو جائے گی' خواہ وہ دوسری رکعت طلوع فجر کے ساتھ پڑھے یا اس کے بعد پڑھے۔

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے: فجر کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے تک ہے' اسی طرح امام شافعی نے کہا ہے کہ فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب تک ہے مگر ان کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس شخص کی نماز فوت نہیں ہو گی' جو طلوع آفتاب

Marfat.com

سے پہلے دوسجدوں کے ساتھ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو اور جس نے دوسجدوں کے ساتھ ایک رکعت طلوع آفتاب سے پہلے مکمل نہیں کی' اس کی نماز فجر فوت ہوگئی۔ امام احمد بن حنبل کا قول بھی امام شافعی کی مثل ہے کہ جس نے کسی عذر صحیح کی وجہ سے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ طلوعِ آفتاب کے بعد اپنی نماز پوری کرے' اور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ کسی ضرورت یا عذر صحیح کی وجہ سے ایسا کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو' جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھی' پھر آفتاب طلوع ہوگیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی کیونکہ طلوعِ آفتاب کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمادیا ہے۔

(فتح المالک بتبویب التمہید لابن عبدالبر علی موطأ الامام مالک ج اص ۱۳۷ ـ ۱۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

فجر اور عصر کی نماز پوری کرنے کے متعلق امام اعظم کے مذہب کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ صریح دلیل ہے کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی' پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے عصر کا وقت نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی بلکہ وہ اپنی نماز پوری کرے گا اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں' اور صبح کی نماز کی جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور پھر اس کے سلام پھیرنے سے پہلے سورج نکل آیا تو امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک وہ بھی اسی طرح ہے اور وہ سورج نکلنے کے بعد اپنی نماز پوری کرے گا کیونکہ باب مذکور کی حدیث میں فجر اور عصر دونوں نمازوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اسی وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے فقہاء نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پوری کرنے میں احادیث کی مخالفت ہے

ہم کہتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے' جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ فجر کی باقی ماندہ ایک رکعت نمازی سورج نکلنے کے بعد پڑھے' طلوع آفتاب کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۱' صحیح مسلم: ۸۲۶' سنن ترمذی: ۱۸۳' سنن نسائی: ۵۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰' مسند احمد ج اص ۲۱ ـ ۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نہ طلوعِ شمس کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲' صحیح مسلم: ۸۲۸' سنن نسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو' حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳' صحیح مسلم: ۸۲۹ ـ ۸۲۸' سنن نسائی: ۵۶۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی بیع' دو قسم کے لباس اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرمایا' آپ نے فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج

Marfat.com

غروب ہو جائے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۵۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت قصد کر کے نماز نہ پڑھے اور نہ غروبِ شمس کے وقت۔ (صحیح البخاری: ۵۸۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبح کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۶، صحیح مسلم: ۸۲۷، سنن نسائی: ۵۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں سے منع فرمایا: فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۸)

طلوعِ آفتاب کے بعد نماز پوری نہ کرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد نماز پوری کرنے کے فرق کی وضاحت

باقی رہا یہ اعتراض کہ باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کا وقت پالیا' وہ عصر کی نماز کو پورا کرے' امام ابوحنیفہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں' کیونکہ عصر کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے' جب سورج کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت سورج شیطان کے دو سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس وقت کی نماز کے متعلق فرمایا: یہ منافقین کی نماز ہے۔ (صحیح مسلم: ۶۲۲، سنن ترمذی: ۱۶۰) سو غروبِ آفتاب سے پہلے ناقص وقت ہوتا ہے' تو جس نے غروب سے پہلے ایک رکعت نماز کا وقت پایا' وہ غروب کے بعد نماز پوری کرلے کیونکہ اس نے شروع بھی ناقص وقت میں کی تھی تو اس کو ختم بھی ناقص وقت میں کرے' اس کے برخلاف فجر کا پورا وقت کامل ہے' اگر طلوعِ شمس سے پہلے اس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور طلوع شمس کے بعد بقیہ ایک رکعت پڑھے گا تو یہ نماز شروع تو کامل وقت میں ہوئی تھی اور وہ اس کو ختم ناقص وقت میں کر رہا ہے' اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی' اس دقت اور باریکی کی وجہ سے امام اعظم نے ان دونوں نمازوں میں فرق کیا ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے نمازی نے ایک رکعت نماز کا وقت پایا تو وہ بعد میں نماز پوری کرے تو نماز ہو جائے گی اور طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور آفتاب طلوع ہو گیا تو یہ نماز نہیں ہوگی۔

باب مذکور کی حدیث کا محمل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں تو فجر اور عصر دونوں نمازوں کے متعلق فرمایا ہے کہ نمازی اپنی نماز پوری کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب آفتاب کے طلوع میں فجر کی ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکا اس وقت بالغ ہوا' یا لڑکی اس وقت بالغ ہوئی یا کسی لڑکی کا حیض یا نفاس اس وقت ختم ہوا' جب سورج کے طلوع میں ایک رکعت نماز کا وقت تھا تو ان سب پر فجر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے' اسی طرح کوئی کافر اس وقت مسلمان ہوا' جب عصر کی نماز کی ایک رکعت کا وقت رہتا تھا یا کوئی لڑکی یا لڑکا اس وقت بالغ ہوا یا کسی عورت کا اس وقت حیض یا نفاس ختم ہوا' جب سورج غروب ہونے سے پہلے صرف ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت تھا تو ان کے ذمہ عصر کی نماز فرض ہو جائے گی اور وہ اس نماز کو پورا کریں گے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۲۷۵۔ ج ۲ ص ۲۱۹ پر مذکور ہے' اس حدیث کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:
(۱) دورانِ نماز طلوع یا غروبِ آفتاب سے نماز کا حکم (۲) ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب۔

۵۵۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ

Marfat.com

حَدَّثَنِی اِبْرَاهِیْمُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِیْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ، كَمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ، اُوْتِیَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ، فَعَمِلُوْا حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا، فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ، فَعَمِلُوْا اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا، فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، ثُمَّ اُوْتِیْنَا الْقُرْاٰنَ، فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَاُعْطِیْنَا قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ، فَقَالَ اَهْلُ الْكِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا اَعْطَیْتَ هٰؤُلَاءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ، وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا، وَنَحْنُ كُنَّا اَكْثَرَ عَمَلًا؟ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ اَجْرِكُمْ مِنْ شَیْءٍ؟ قَالُوْا لَا، قَالَ فَهُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَآءُ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ از والد خود ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک اہل تورات کو تورات دی گئی پس انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب دوپہر ہوگئی تو وہ تھک گئے پھر ان کو قیراط قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی پس انہوں نے عصر کی نماز تک عمل کیا پھر وہ تھک گئے پس ان کو قیراط قیراط دیا گیا پھر ہم کو قرآن دیا گیا تو ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا پس ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے پھر دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے رب! آپ نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے زیادہ عمل کیا تھا؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے اجر سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں اللہ نے فرمایا: پھر یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں عطا کروں۔

[اطراف الحدیث: ۲۲۶۸۔۲۲۶۹۔۳۴۵۹۔۵۰۲۱۔۷۴۶۷۔۷۵۳۳] (سنن ترمذی: ۲۸۷۱ صحیح ابن حبان: ۶۶۳۹ مصنف عبد الرزاق: ۲۰۵۶۵۔۲۰۹۱۱ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۱۸ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۸۲۰ مسند ابویعلیٰ: ۵۸۳۸ المعجم الاوسط: ۱۶۴۲ شرح السنۃ: ۴۰۱۷ المعجم الصغیر: ۵۳ المعجم الکبیر: ۱۳۲۸۵ مسند احمد ج ۲ ص ۶ طبع قدیم مسند احمد: ۴۵۰۸۔ ج ۸ ص ۱۰۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۱۶ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں ان سب کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کا عنوان ہے: جس شخص نے غروب سے پہلے ایک رکعت کو پالیا اور اس حدیث کی اس عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور ہمیں دو دو قیراط اجر دیا گیا اور مطابقت عصر سے مغرب تک کے الفاظ میں ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء کس طرح متصور ہو سکتی ہے؟

اس حدیث میں ذکر ہے: تم سے پہلی امتوں میں تمہاری بقاء اس طرح ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک۔

بہ ظاہر اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ میں اس امت کی بقاء اس طرح ہوگی حالانکہ یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زمانہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ اتنا ہے جتنا نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا زمانہ ہے۔

اس حدیث میں "قیراط" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: درہم کا بارھواں حصہ لیکن یہاں اس سے مراد ہے: اجر کا ایک حصہ۔

Marfat.com

اس اعتراض کا جواب کہ اہل انجیل اور اہل تورات کو قیراط' قیراط اجر دینا کس طرح صحیح ہوگا۔۔۔۔۔۔ جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر لی تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل کو قیراط' قیراط اجر دیا گیا' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ اہل تورات اور اہل انجیل نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور اپنے دین کو بدل لیا تھا اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی پرستش شروع کر دی تھی تو ان کو اجر عطا فرمانے کا ذکر کس طرح صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجر ان کو دیا گیا تھا جو صحیح دین پر تھے اور آسمانی کتابوں میں تحریف اور تغیر سے پہلے جو لوگ مؤمن تھے اور تورات اور انجیل کے احکام پر عامل تھے اور بعد کے وہ لوگ مراد نہیں ہیں' جنہوں نے کتابوں میں تحریف اور دین میں تغیر کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل انجیل نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی فضیلت اور عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہونے کی دلیل

اس حدیث میں ہماری امت کی فضیلت ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے کیونکہ نصاریٰ نے کہا: ہم نے زیادہ عمل کیا ہے اور ہم کو اجر ایک قیراط ملا ہے اور اہل قرآن نے کم عمل کیا ہے اور ان کو دو قیراط اجر ملا ہے' نصاریٰ نے ظہر سے عصر تک عمل کیا اور اہل قرآن نے عصر سے مغرب تک عمل کیا' اگر عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہو تو زوال سے لے کر ایک مثل سائے تک اور ایک مثل سائے سے مغرب تک برابر وقت ہوگا اور حدیث میں نصاریٰ کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے ان سے زیادہ عمل کیا ہے' وہ صحیح نہیں رہے گا' یہ قول اسی وقت صحیح ہوگا' جب یہ فرض کیا جائے کہ عصر کا وقت دو مثل سائے سے شروع ہوتا ہے' پھر ظہر سے عصر تک کا وقت دگنا ہوگا اور عصر سے مغرب تک کا وقت اس کا آدھا ہوگا اور تب حدیث میں مذکور نصاریٰ کا یہ اعتراض درست ہوگا کہ ہم نے عمل ان سے زیادہ کیا ہے اور اجر ہم کو کم ملا ہے۔

۵۵۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى، كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَاْجَرَ قَوْمًا، يَعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا اِلَى اللَّيْلِ، فَعَمِلُوْا اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰى اَجْرِكَ، فَاسْتَاْجَرَ اٰخَرِيْنَ، فَقَالَ اَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِيْ شَرَطْتُ، فَعَمِلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانَ حِيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ، قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا، فَاسْتَاْجَرَ قَوْمًا، فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاسْتَكْمَلُوْا اَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

[طرف الحدیث: ۲۲۷۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہود اور نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جس نے کچھ لوگوں کو بلایا کہ وہ اس کے لیے رات تک عمل کریں' پس انہوں نے دوپہر تک عمل کیا' پھر کہا: ہمیں تمہاری اجرت کی ضرورت نہیں ہے' اس نے اور لوگوں کو اجرت پر بلا لیا اور ان سے کہا: تم بقیہ دن میں کام کرو اور تم کو شرط کے موافق اجر ملے گا' پھر انہوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: بس تمہارے لیے اتنا ہی عمل ہے جو ہم نے کیا ہے' پھر اس شخص نے اور لوگوں کو بلایا' جنہوں نے بقیہ دن کام کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کا مکمل اجر لے لیا۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے' جو گزشتہ حدیث: ۵۵۷ میں بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

۱۸ - بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ مغرب کا وقت

اس سے پہلے ابواب میں عصر کے وقت کے متعلق احادیث کا ذکر تھا اور اس باب سے مغرب کے وقت کے متعلق احادیث شروع ہو رہی ہیں اور ان میں مناسبت ظاہر ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ. اور عطاء نے کہا: مریض مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھے۔

اس تعلیق کے قریب یہ حدیث ہے:

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج نے عطاء سے پوچھا: یہ بتائیں کہ اگر کوئی شخص دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھے؟ عطاء نے کہا: اس میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۲۲۔ ج ۲ ص ۳۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہمارے نزدیک مسافر اور مریض دونوں صورۃً دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھ سکتے ہیں اور ان کو حقیقۃً ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھا ہو سوا اس کے کہ آپ نے ظہر اور عصر کو میدانِ عرفات میں جمع کر کے پڑھا اور مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کر کے پڑھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۲۔ ج ۲ ص ۳۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا: یاد رکھو! بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۴۴۳۴)

۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ، مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَهُوَ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مہران نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو النجاشی نے حدیث بیان کی جو حضرت رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ عطا بن صہیب ہیں انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم میں سے کوئی واپس ہوتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۷ الرقم المسلسل: ۱۴۱۴ سنن ابن ماجہ: ۶۸۷ صحیح ابن حبان: ۱۵۱۵ سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۲ المعجم الکبیر: ۴۴۲۱ المستدرک ج ۱ ص ۱۹۲ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۲ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۲۷۵۔ ج ۲۸ ص ۵۱۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۶۵۲ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابراہیم الجمال الحافظ الرازی ابوجعفر یہ ۲۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) الولید بن مسلم ابو العباس الاموی یہ اہل شام کے عالم تھے یہ ۱۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبد الرحمان بن عمرو الاوزاعی (۴) ابو النجاشی ان کا نام عطاء بن صہیب ہے یہ

Marfat.com

حضرت رافع بن خدیج کے غلام ہیں (۵) حضرت رافع بن خدیج الانصاری الاوسی المدنی۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۱-۸۰)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے۔

مغرب کی نماز کے وقت میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے اور مغرب کی نماز جلدی پڑھتے تھے حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد روشنی باقی ہوتی تھی اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

طاؤس' عطاء اور وہب بن منبہ کا یہ مذہب ہے کہ مغرب کا اوّل وقت وہ ہے جب ستارے طلوع ہو جائیں اور انہوں نے اس پر حضرت ابو بصرہ غفاری کی حدیث سے استدلال کیا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے المُخمَّص میں ہم کو عصر کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں پر یہ نماز پیش کی گئی تھی' انہوں نے اس کو ضائع کر دیا' سو جس نے اس نماز کی حفاظت کی' اس کو اس نماز کا دگنا اجر ملے گا' اس کے بعد اور کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ ستارہ طلوع ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۰' الرقم المسلسل: ۱۸۹۶' سنن النسائی: ۵۲۱)

امام طحاوی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ آخری جملہ راوی نے اپنی رائے سے کہا ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد نہیں ہے۔ علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متواتر روایت یہ ہے کہ جیسے ہی سورج غروب ہوتا' آپ مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابو بصرہ کا نام حمیل ہے اور ایک قول ہے کہ ان کا نام جمیل ہے' المُخمَّص وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ ایک کھٹی گھاس چرتے ہیں۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابو یوسف' امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک جب شفق کی سرخی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق' حضرت عائشہ' حضرت ابو ہریرہ' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم کے نزدیک جب شفق کی سفیدی غائب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۸۲-۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۴۰-ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ۔

۵۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ، فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا، إِذَا رَآهُمُ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ، وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَوْا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ. كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ. [طرف الحدیث: ۵۶۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از محمد بن عمرو بن الحسن بن علی' انہوں نے بیان کیا کہ حجاج آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے (نماز کے اوقات کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج چمک رہا ہوتا تھا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا' اور عشاء کی نماز مختلف اوقات میں پڑھتے تھے' جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو آپ جلدی عشاء پڑھتے اور جب آپ دیکھتے

Marfat.com

کہ لوگوں نے تاخیر کی ہے تو آپ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز آپ آخر شب کے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۶، الرقم المسلسل: ۱۴۳۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۷، سنن نسائی: ۵۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۸، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۷۲۲، سنن دارمی: ۱۱۸۴، مسند ابویعلیٰ: ۲۰۲۹، صحیح ابن حبان: ۱۵۲۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۴۹، شرح السنۃ: ۳۵۱، مسند احمد ج ۳ ص ۳۶۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۴۹۶۹۔ ج ۲۳ ص ۲۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کے چھ رجال ہیں، ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

حجاج کا تذکرہ اور اس کے آنے پر نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا سبب اور ''غلس'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: حجاج آیا، اس سے مراد حجاج بن یوسف ثقفی ہے، جو عراق کا گورنر تھا، حجاج کے آنے سے مراد یہ ہے کہ حجاج، عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کا گورنر بن کر آیا، یہ ۷۴ھ کا واقعہ ہے، حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے شہید ہونے کے بعد عبدالملک بن مروان نے اس کو حرمین کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا۔ مسند ابوعوانہ میں مذکور ہے کہ ہم نے حضرت جابر سے نماز کے اوقات کے متعلق سوال کیا، کیونکہ حجاج تاخیر سے نماز پڑھتا تھا، اور اس حدیث میں ''غلس'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: آخر شب کا اندھیرا۔

نمازوں کے مستحب اوقات

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کو اس کا وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا چاہیے، سوا ان نمازوں کے جن میں احادیث صحیحہ سے تاخیر ثابت ہے، سو ان میں تاخیر مستحب ہے جیسا کہ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے یعنی ایک مثل سایا ہو جانے کے بعد، اور صبح کو سفیدی پھیل جانے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے، اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور عصر اور مغرب کی نماز کو وقت شروع ہونے کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حکام خلاف شرع کام کریں تو عالم دین سے رہ نمائی حاصل کرنی چاہیے جیسا کہ جب حجاج نے دیر سے نمازیں پڑھائیں تو لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنت کے مطابق نماز کے اوقات معلوم کیے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۹ ـ ج ۲ ص ۲۷۱ ـ ۲۷۰ پر مذکور ہے، اس کی شرح کے عنوان ہیں:
(۱) فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ (۲) عشاء کے بعد باتیں کرنا۔

۵۶۱ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب سورج حجاب میں چھپ جاتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۶۳۶، سنن ابوداؤد: ۴۱۷، سنن ترمذی: ۱۶۴، سنن ابن ماجہ: ۶۸۸، المعجم الکبیر: ۶۲۸۹، مسند احمد: ۱۶۵۳۲۔ ج ۴ ص ۵۱، جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۳۵۶، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کا عنوان ہے: مغرب کا وقت اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں

Marfat.com

سورج کے غروب ہونے کا ذکر ہے اور اس میں مغرب کے وقت پر دلیل ہے۔

اس حدیث کے تین رجال ہیں اور یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے، جس میں امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج کے غروب ہونے کے فوراً بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۹۔ ج ۲ ص ۲۵۸ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا ذکر حدیث: ۱۳۴۰ میں کیا جا چکا ہے۔

۵۶۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا، وَثَمَانِيًا جَمِيْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں اور آٹھ رکعت نماز جمع کر کے پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۵۴۳' میں گزر چکی ہے، وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر کر کے پڑھنا' یعنی آپ نے ظہر کی نماز کو آخری وقت میں اور عصر کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا، اسی طرح مغرب کی نماز کو آخری وقت میں اور عشاء کی نماز کو ابتدائی وقت میں پڑھا، اور یہ جمع صوری ہے۔

۱۹ - بَابُ مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

جس کے نزدیک مغرب کو عشاء کہنا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مغرب کے وقت کو عشاء کہنا مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ مغرب کے وقت کو مغرب ہی کہا جائے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اگر مغرب کے وقت کو عشاء کہا جائے گا تو عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کے وقت سے ملتبس ہو جائے گا۔

۵۶۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ، هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ. قَالَ وَتَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ. (سنن بیہقی ج ا ص ۳۷۲، صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۱، مسند احمد ج ۵ ص ۵۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۰۵۵۳۔ ج ۳۴ ص ۱۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی، وہ عبد اللہ بن عمرو ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از الحسین، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ المزنی نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیہاتی تمہاری مغرب کی نماز کے نام کے بارے میں تم پر غالب نہ ہو جائیں، دیہاتی مغرب کو عشاء کہتے ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب کو عشاء کہنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۰ - بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ، وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا

العشاء اور العتمہ کا ذکر کرنا اور جس کے نزدیک ان دونوں کے ذکر کی گنجائش ہے

Marfat.com

اس باب میں بتایا ہے کہ عشاء کی نماز کو عشاء اور ''عتمۃ'' کہنے کی گنجائش ہے' دیہاتی عشاء کی نماز کو ''العتمۃ'' کہتے تھے کیونکہ ''العتمۃ'' کا معنی ہے: شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد رات کا پہلا اندھیرا اور دیہاتی دودھ دوہنے کو پہلے اندھیرے تک مؤخر کر دیتے تھے اور اس وقت کو ''العتمۃ'' کہتے تھے' اسی طرح وہ عشاء کے وقت کو بھی ''العتمۃ'' کہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تو ثابت نہیں ہے کہ مغرب کو عشاء کہا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشاء کو ''العتمۃ'' کہنا ثابت ہے' اس لیے عشاء کے وقت کو ''العشاء'' اور ''العتمہ'' دونوں کہنے کی گنجائش ہے۔

قال اَبُوْ هُرَيْرَةَ ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ. وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ.

حضرت ابوہریرہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: منافقین پر سب سے بھاری نماز عشاء اور فجر ہے اور فرمایا: کاش! وہ جان لیتے ''العتمۃ'' اور ''الفجر'' میں کتنا اجر ہے۔

اس تعلیق کے دو قطعے ہیں' پہلے قطعہ کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۶۵۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور دوسرے قطعہ کو انہوں نے صحیح البخاری: ۶۱۵،۶۵۴ اور ۲۱۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اور ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کو ''العتمۃ'' کہنا بھی جائز ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ اَنْ يَقُوْلَ الْعِشَاءُ ' لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ﴾ (النور: ۵۸) وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ ' فَاَعْتَمَ بِهَا.

اور امام ابوعبداللہ (بخاری) نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ ''العشاء'' کہا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور عشاء کی نماز کے بعد'' (النور: ۵۸) اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عشاء کی نماز کے وقت باری باری آتے تھے' پس آپ نے اندھیرا ہونے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۶۷ میں بہت تفصیل سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ بِالْعِشَاءِ.

حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۵۷۱ اور حدیث: ۵۶۹ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ ' عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ.

اور بعض نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندھیرے میں ''العتمۃ'' پڑھی۔

اور اس تعلیق کو امام بخاری نے حدیث: ۸۶۲ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ سنن نسائی: ۵۳۱ میں بھی ہے۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الْعِشَاءَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

اس سے پہلے امام بخاری نے پانچ تعلیقات ذکر کیں' جن میں عشاء کی نماز کو ''العتمۃ'' فرمایا ہے اور اب ایسی چار تعلیقات ذکر کر رہے ہیں' جن میں عشاء کی نماز کو ''العشاء'' ہی فرمایا ہے۔

حضرت جابر کی اس تعلیق مذکور کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۶۰ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کو مؤخر

Marfat.com

وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ. فرماتے تھے۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۴۷ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ. اور حضرت انس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء الاخرہ کو مؤخر فرمایا۔

اس تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۵۷۲ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَاَبُوْ اَيُّوْبَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ. اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوایوب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۶۷۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور حضرت ابوایوب کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۱۶۷۴ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس کی تعلیق کو صحیح البخاری: ۵۴۳ میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٥٦٤ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَاءِ، وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا، لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری، انہوں نے کہا: سالم نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ وہ نماز ہے جس کو لوگ ''العتمۃ'' کہتے ہیں، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زمین کے اوپر باقی نہیں رہے گا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۱۱۶ کا مطالعہ فرمائیں، وہاں اس کا عنوان تھا: رات کو علم کی بات کرنا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے حضرت خضر علیہ السلام کی موت پر استدلال کیا ہے، اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے ہم نے شرح صحیح مسلم: ۶۰۴۰۔ ج ۶ ص ۸۵۹۔ ۸۵۳ میں اور تبیان القرآن، سورۃ الکہف: ۶۰، ج ۷ ص ۱۷۱۔ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

۲۱ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ، اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ اَوْ تَاَخَّرُوْا

عشاء کا وقت جب لوگ جمع ہوں یا تاخیر سے آئیں

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عشاء کا وقت اس وقت ہے، جب لوگ عشاء پڑھنے کے لیے جمع ہوں، خواہ جلد اکٹھے ہوں یا دیر سے۔ حضرت عمرو بن العاص کی حدیث میں ہے کہ اس میں متوسط رات کے نصف تک تاخیر کی جا سکتی ہے، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس میں آدھی رات تک تاخیر کی جا سکتی ہے، داؤد ظاہری کے نزدیک اس میں طلوع فجر تک تاخیر کی جا سکتی ہے، امام مالک کے نزدیک یہ ضرورت کا وقت ہے۔

Marfat.com

علامہ عینی نے کہا: امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ گرمیوں کی راتوں میں اس میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے' اور آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح اور اس کے بعد بلاعذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۲)

٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو، وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ، وَالْعِشَاءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از محمد بن عمرو اور وہ ابن الحسن بن علی ہیں' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج چمکتا ہوا ہوتا تھا اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے' جب سورج غروب ہو جاتا اور جب لوگ زیادہ ہوتے تو عشاء کی نماز جلدی پڑھتے اور جب لوگ کم ہوتے تو عشاء کی نماز مؤخر کر دیتے اور صبح کی نماز اخیر شب کے اندھیرے میں پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٦٠ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: مغرب کا وقت' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کا وقت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٢٢ - بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ — عشاء کی فضیلت

یہ باب عشاء کی نماز کی فضیلت کے بیان میں ہے اور ان ابواب کی مناسبت ظاہر ہے۔

٥٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَفْشُوَ الْاِسْلَامُ، فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. [اطراف الحدیث: ٥٦٩-٨٦٢-٨٦٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں بہت تاخیر کر دی اور یہ اس وقت کی بات ہے' جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے' آپ گھر سے باہر نہیں آئے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے' پھر آپ گھر سے نکلے اور مسجد والوں سے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا۔

(صحیح مسلم: ٦٣٨' الرقم المسلسل: ١٤١٦' سنن النسائی: ٤٨٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٣٨٩' سنن دارمی: ١٢١٣' صحیح ابن حبان: ١٥٣٥' مسند الشامیین: ٣٠٩٥-٧' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۷۳' شرح السنۃ: ۳۷۵' مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم' مسند احمد ج ٤٠ ص ٦٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۷۲۱۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

Marfat.com

''اعتم'' کا معنیٰ' احکامِ اسلام کا ظہور کہاں نہیں ہوا تھا؟ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز۔۔۔ اور دیگر فوائد حدیث

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اعتم'' اس کا معنیٰ ہے: اندھیرے میں داخل ہوئے' اور اس سے مراد ہے: آپ نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب اسلام کے احکام پھیلے نہیں تھے۔ اس سے مراد ہے: مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور نہیں ہوا تھا کیونکہ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں اسلام کے احکام کا ظہور فتح مکہ کے بعد ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روئے زمین پر تمہارے سوا اس نماز کا کوئی اور انتظار نہیں کر رہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جا رہی تھی اور دوسرے ادیان اور مذاہب میں اس وقت نماز نہیں تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام طور پر عشاء کی نماز میں اتنی تاخیر نہیں کرتے تھے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو' وہ عشاء کی نماز سے پہلے سو سکتا ہے' حضرت عمر نے کہا: عورتیں اور بچے سو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھانے کے لیے امام کو گھر سے بلانا جائز ہے' نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لطف وکرم اور آپ کی تواضع کا بیان ہے کیونکہ جب حضرت عمر نے بلند آواز سے کہا: بچے اور عورتیں سو گئے تو آپ نے اس پر حضرت عمر کو کچھ نہیں کہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۴۔ ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۵۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُو اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِي بُرْدَةَ، عَنْ اَبِي مُوسٰى قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ، فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِيْ، وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ، فَاَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ، فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ، اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ. اَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ. لَا نَدْرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ، قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا، فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے وہ اصحاب جو میرے ساتھ کشتی میں آئے' بطحان کے کھلے میدان میں اترے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تھے' پس ہر رات ان میں سے ایک جماعت باری باری عشاء کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوتی تھی' پس ایک دن ہمیں اتفاق ہوا' میں اور میرے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ گھر میں کسی کام میں مشغول تھے' آپ نے نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' پس آپ نے ان کو نماز پڑھائی' پس جب آپ نے نماز پڑھا دی تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: ٹھہرو! خوش خبری سنو! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تم پر ایک نعمت یہ ہے کہ اس وقت میں تمہارے سوا اور کوئی شخص نماز نہیں پڑھ رہا' یا فرمایا: اس وقت تمہارے سوا اور کسی نے نماز نہیں پڑھی' ہمیں یاد نہیں کہ آپ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. سن کر خوشی خوشی واپس گئے۔

(صحیح مسلم: ۶۴۱' الرقم المسلسل: ۱۴۲۴' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۱۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

نصف شب تک نماز کو مؤخر کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب لوگوں میں اتنی طاقت ہو کہ وہ عشاء کی نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں تو پھر عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کرنا مباح ہے تاکہ انہیں نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت حاصل ہو' کیونکہ جو شخص نماز کا منتظر ہوتا ہے اس کا نماز میں ہی شمار ہوتا ہے' لیکن اتنی تاخیر کرنا آج کل ہمارے اماموں کے لیے مناسب نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اماموں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ تخفیف کے ساتھ نماز پڑھائیں اور آپ نے فرمایا: نمازوں میں کم زور' بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں (صحیح البخاری: ۷۰۲) اور اماموں کا لمبی نمازیں پڑھانے کو ترک کرنا افضل ہے' اسی طرح نمازیوں کے انتظار کرانے کو بھی ترک کرنا افضل ہے۔

مُجالد نے از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' یہ روایت کی ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ کافی رات گزر گئی اور بعض لوگ مسجد میں سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' پس آپ نے فرمایا: اگر کم زوروں کی کم زوری اور بچوں کا رونا نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں رات کے اندھیرے تک تاخیر کر دیتا۔

اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آدھی رات تک عشاء پڑھانے کے لیے آنے میں تاخیر کر دی تھی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو گھر میں کوئی کام تھا' ورنہ اتنی رات تک تاخیر کرنا' آپ کی عادت اور آپ کا معمول نہ تھا۔

از الاعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر تیار کر رہے تھے حتیٰ کہ آدھی رات یا تہائی رات گزر گئی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف نکلے' پس فرمایا: لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم نماز کا انتظار کر رہے ہو اور تمہارا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۰- ج ۲ ص ۲۶۲ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۲۳ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ — عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے۔

۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ اَبِي بَرْزَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ، وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب الثقفی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی المنہال از ابی برزہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو۔

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۸۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کی کراہت کی توجیہ

اس حدیث میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی کراہت کو بیان کیا گیا ہے' اس سے مراد وہ باتیں ہیں جن میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو اور جن باتوں میں کوئی دینی یا دنیاوی مصلحت ہو' ان باتوں میں کوئی کراہت نہیں ہے' اور اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ

Marfat.com

احادیث میں وارد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد کلام فرماتے تھے اور عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا اس لیے مکروہ ہے کہ اس وجہ سے عشاء کی نماز اپنے وقت پر نہیں پڑھی جائے گی اور اس سے لوگوں میں سستی آ جائے گی اور وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے پہلے سو جائیں گے اور عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ دیر تک باتیں کرتے رہیں گے پھر دیر سے سوئیں گے تو ان کی صبح کی نماز فوت ہو جائے گی اور رات میں بیداری سے دن میں انسان کے اعصاب تھکے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم ٹوٹا ہوا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان تازگی اور خوش دلی سے اپنے معمول کے کام انجام نہیں دے سکتا۔

٢٤ - بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لیے عشاء سے پہلے سونے کا کیا حکم ہے۔

٥٦٩ - **حَدَّثَنَا** اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ اَلصَّلٰوةَ، نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ، فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ. قَالَ وَلَا تُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ، وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعِشَاءَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ایوب بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بکر نے حدیث بیان کی از سلیمان' انہوں نے کہا کہ صالح بن کیسان نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ (ایک رات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: نماز (کے لیے تشریف لائیے)' عورتیں اور بچے سو گئے' پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا: تمہارے سوا تمام روئے زمین پر اس نماز کا کوئی انتظار نہیں کر رہا تھا اور ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور وہ شفق (کی سفیدی) غائب ہونے کے بعد تہائی رات کے اول حصہ تک نماز کو مؤخر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٦٦ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کی نماز کی فضیلت۔

٥٧٠ - **حَدَّثَنَا** مَحْمُوْدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً، فَاَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِيْ اَقَدَّمَهَا اَمْ اَخَّرَهَا، اِذَا كَانَ لَا يَخْشٰى اَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا، وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا' حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے' پھر ہم بیدار ہوئے' پھر ہم سو گئے' پھر ہم بیدار ہوئے حتیٰ کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر آ گئے' پھر آپ نے فرمایا: تمام روئے زمین پر اس نماز کا تمہارے سوا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس

Marfat.com

کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز مقدم کریں یا مؤخر کریں جب کہ انہیں یہ خطرہ نہ ہو کہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے عشاء کا وقت نکل جائے گا اور وہ عشاء پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے۔

۵۷۱ - قال ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ، حَتّٰى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا، وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا، فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلٰوةَ، قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ، يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً، وَاضِعًا يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ، فَقَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْهَا هٰكَذَا. فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى رَاْسِهِ؟ كَمَا اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَبَدَّدَ لِيْ عَطَاءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ، ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهِ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ، ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا عَلَى الرَّاْسِ، حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهُ طَرَفَ الْاُذُنِ، مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ، لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ اِلَّا كَذٰلِكَ، وَقَالَ لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا هٰكَذَا. [طرف الحدیث: ۷۲۳۹]

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے عطاء سے کہا' انہوں نے بیان کیا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے اور سو گئے اور بیدار ہوئے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' گویا کہ میں اب بھی آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں' آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے' آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا' پس آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کے اوپر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ اس وقت عشاء کی نماز پڑھیں۔ ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنا ہاتھ اپنے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا' جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو بیان کیا تھا' عطاء نے اپنی انگلیوں کو تھوڑا سا پھیلایا' پھر ان انگلیوں کے سروں کو اپنے سر کی ایک جانب رکھا' پھر انگلیوں کو ملا کر اپنے سر پر پھیرا حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کی لو کو مَس کیا' جس طرف سے کان چہرے کے قریب کنپٹی پر اور ڈاڑھی کی طرف تھا' عطاء اپنے ہاتھ کو کھینچتے تھے نہ موڑتے تھے مگر اسی طرح اور آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو انہیں اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(صحیح مسلم: ۶۴۲-۶۳۹' الرقم المسلسل: ۱۴۲۵-۱۴۱۹' سنن ابوداؤد: ۴۲۰' سنن نسائی: ۵۳۶' مسند الحمیدی: ۴۹۲' مسند ابویعلیٰ: ۲۳۹۸' صحیح ابن خزیمہ: ۳۴۲' سنن دارمی: ۱۲۱۵' صحیح ابن حبان: ۱۵۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۱' المعجم الکبیر: ۱۱۳۹۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۲۶- ج ۳ ص ۴۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمود بن غیلان الحافظ المروزی (۲) عبد الرزاق الیمانی (۳) عبد الملک بن جریج (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۹۹)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس جملہ میں ہے: حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے' اور اس جملہ میں ہے: لوگ سو

Marfat.com

گئے' اور اس جملہ میں ہے: حضرت ابن عمر عشاء سے پہلے سو جاتے تھے۔

جس پر نیند کا غلبہ ہو' اس کے لیے عشاء پڑھنے سے پہلے سونے کا جواز' تہائی رات تک

نماز مؤخر کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو یا جس شخص کو کسی ضرورت کی وجہ سے جلد سونا ہو یا کسی تھکاوٹ یا کسی بیماری کی وجہ سے وہ عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سو سکتا ہے' بہ شرطیکہ اس کو یہ اعتماد ہو کہ وہ وقت کے اندر اٹھ کر نماز پڑھ لے گا۔

(۲) اس حدیث میں عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت پر دلیل ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۳) اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ احکامِ شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اپنی امت کو اسی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام کو نماز پڑھانے کی طرف متوجہ کرنا اور نماز کو یاد دلانا جائز ہے' جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہ آواز بلند کہا: نماز (کے لیے آیئے)۔

(۵) اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ بچوں اور عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا جائز ہے' البتہ بہت چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہیں لانا چاہیے' جن سے یہ خطرہ ہو کہ وہ مسجد میں پیشاب کر دیں گے یا قے کر دیں گے یا جماعت میں نمازیوں کے آگے پھرتے رہیں گے یا ابا ابا کہہ کر مسجد میں شور کرتے پھریں گے۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر بیٹھے بیٹھے نیند آ جائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا بہ شرطیکہ مقعد زمین پر جمی رہے کیونکہ اس حدیث میں نمازیوں کے سونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ اٹھ کر وضوء کرنے کے لیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۱' مع زیادۃ ایضاح' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۵۱۔ ج ۲ ص ۲۶۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:
① عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ ② آپ کی امت پر شفقت اور رعایت ③ منصب رسالت اور تشریع احکام۔

۲۵ - بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ — عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے

یہ عنوان اس پر دلالت کرتا ہے کہ عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات تک ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَاْخِيْرَهَا.

اور حضرت ابو برزہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں تاخیر کو مستحب قرار دیتے تھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۵۴۷ کا ایک قطعہ ہے۔

۵۷۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، ثُمَّ صَلّٰى، ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا، اَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحیم المحاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کر دی' پھر نماز پڑھی' پھر فرمایا:

Marfat.com

إِنَّكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا. وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۰-۶۶۱-۸۴۷-۵۸۶۹]

لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے اور ابن ابی مریم نے یہ اضافہ کیا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا: گویا اس رات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا تھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۶۹۲' سنن نسائی: ۵۳۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۸۰۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۳۳' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۸۸۰- ج ۲۰ ص ۲۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۷۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد الرحیم بن عبد الرحمان بن محمد المحاربی الکوفی' ان کی کنیت ابوزیاد ہے اور یہ امام بخاری کے قدیم شیوخ سے ہیں' یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے' صحیح بخاری میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ المحاربی میں محارب بن عمرو بن ودیعہ کی طرف نسبت ہے (۲) زائدہ بن قدامہ (۳) حمید الطویل (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۲)

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ آدھی رات تک نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد نماز پڑھنا مباح ہے' اس کی مزید تشریح حدیث: ۵۴۷ میں کی جا چکی ہے۔

۲۶ - بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فجر کی نماز کی فضیلت

خصوصیت کے ساتھ فجر کی نماز کی فضیلت اس لیے بیان کی ہے کہ فجر کی نماز کے لیے انسان نیند ترک کر کے نماز کے لیے جاتا ہے اور نیند کو ترک کر کے نماز کے لیے جانا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ نیند موت کی بہن ہے گویا کہ انسان جب بیدار ہوتا ہے تو اس کو موت کے بعد دوبارہ زندگی ملتی ہے' اسی لیے حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سونے کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے:

اللهم باسمك اموت واحيا.

اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے زندہ ہوتا ہے۔

اور جب آپ نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعا کرتے:

الحمد لله الذى احيا نفسى بعد ان اماتها واليه النشور. (سنن الترمذی: ۳۴۱۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے نفس کی موت کے بعد اس کو زندہ کیا اور قیامت کے دن اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

اور جب بیدار ہونے کے بعد انسان کو دوبارہ زندگی ملتی ہے تو اس زندگی کا شکر ادا کرنے کے لیے' اس کو اس وقت کی نماز پڑھنی چاہیے اور فجر کی نماز کی فضیلت میں ہی اس باب کی حدیث ہے:

۵۷۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِي جَرِيْرُ ابْنُ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل'

Marfat.com

اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا، لَا تُضَامُّونَ. أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا. ثُمَّ قَالَ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا﴾ (طٰہٰ: ۱۳۰).

انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' وہ چودھویں رات کے چاند کی شب تھی' آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: سنو! عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو' تم کو' کوئی مشقت نہیں ہوگی نہ تم کو' کوئی شبہ ہوگا' پس اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہ ہو تو (ضرور) کرو' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ''پس آپ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے (نماز میں) اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیے'' (طٰہٰ: ۱۳۰)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۴ میں کی جا چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: نمازِ عصر کی فضیلت اور یہاں اس کا عنوان ہے: نماز فجر کی فضیلت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۷۴ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسٰى، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھد بہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابی بکر بن ابی موسیٰ از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ٹھنڈے وقت کی دو نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا.

اور ابن رجاء نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ کہ ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس نے بھی اس حدیث کی خبر دی۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، عَنْ حَبَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی از حبان' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو جمرہ نے حدیث بیان کی از ابو بکر بن عبد اللہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اس حدیث کی مثل۔

(صحیح مسلم: ۶۳۵' الرقم المسلسل: ۱۴۱۱' سنن دارمی: ۱۴۳۲' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۹۳۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

فجر اور عصر کی پابندی کرنے والا اگر دیگر گناہوں میں ملوث رہا تو وہ جنت میں کیسے داخل ہوگا؟

اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ٹھنڈے وقت کی دو نمازوں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں' اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس نے ان دو نمازوں کو پڑھا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس نے صرف ان دو نمازوں کو پڑھا اور باقی اسلام کے احکام پر عمل نہیں کیا اور ممنوعہ برے کاموں کا ارتکاب کیا' کیا وہ بھی جنت میں داخل ہو جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غالب یہ ہے کہ جو ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا وہ باقی نمازوں کو بھی پڑھے گا اور اسلام کے تمام احکام پر عمل کرے گا اور بے حیائی

Marfat.com

اور بُرے کاموں سے بچے گا کیونکہ ''نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے'' (العنکبوت:۴۵) اور اگر وہ کسی کبیرہ گناہ میں ملوث ہوگیا تو مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے دے گا' اور اس کی شفاعت بھی متوقع ہے' اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے بھی گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے' ورنہ وہ اپنی سزا بھگت کر آخر میں جنت میں داخل ہو جائے گا۔

❋ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۳۷ ـ ج ۲ ص ۲۵۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) دیدار الٰہی کی تحقیق (۲) عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت۔

۲۷ - بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ — فجر کا وقت

اس باب میں نمازِ فجر کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

۵۷۵ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ. قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ، يَعْنِي آيَةً. [طرف الحدیث:۱۹۲۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ سحری کی' پھر وہ نماز کی طرف کھڑے ہوگئے' میں نے پوچھا: ان کی سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷' الرقم المسلسل: ۲۵۱۱' سنن الترمذی: ۷۰۴ ـ ۷۰۳' سنن نسائی: ۲۱۵۵' سنن دارمی: ۱۶۹۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۱' المعجم الکبیر: ۴۷۹۲' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸' شرح السنۃ: ۳۵۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۵۸۵ ـ ج ۳۵ ص ۴۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۷۵۱' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن عاصم الحافظ البصری' یہ ۲۲۳ھ میں فوت ہوگئے تھے (۲) ہمام بن یحییٰ (۳) قتادہ بن دعامہ (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۶)

باب کے عنوان کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سحری کے بعد پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت کی مقدار وقت گزرنے کے بعد فجر کی نماز کھڑی ہو جاتی تھی اور یہ فجر کی نماز کا اوّل وقت تھا۔ اس حدیث سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کا اوّل وقت وہ ہے' جب فجر طلوع ہوتی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے اور فجر کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے۔

❋ باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸ ـ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں سحری کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۵۷۶ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ سَمِعَ رَوْحًا قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا، قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے روح سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کی' جب وہ

Marfat.com

وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى. قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِى الصَّلٰوةِ؟ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَاُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً. [طرف الحدیث: ۱۱۳۴]

دونوں سحری سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی۔ روح نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ کے سحری کرنے اور نماز پڑھنے کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے کہا: جتنی دیر میں کوئی شخص پچاس آیات تلاوت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹۷، سنن ترمذی۔ ۷۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۶۹۴، سنن نسائی: ۲۱۵۱، سنن دارمی: ۱۶۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۱، المعجم الکبیر: ۴۷۹۲، سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۳۸، شرح السنۃ: ۳۵۵، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۵۸۵۔ ج ۳۵ ص ۴۶۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حسن بن صباح البزار (۲) روح بن عبادہ (۳) سعید بن ابی عروبہ (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز فجر کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے کیونکہ اسی وقت میں روزہ دار کے اوپر کھانا اور پینا حرام ہو جاتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوعِ آفتاب ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۲۴۴۸۔ ج ۳ ص ۸۲ پر مذکور ہے، اس کی شرح میں بھی سحری کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۵۷۷ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ، عَنْ اَخِيْهِ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ كُنْتُ اَتَسَحَّرُ فِىْ اَهْلِىْ، ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِىْ اَنْ اُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۱۹۲۰] (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از ابی حازم، انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے اہل کے ساتھ سحری کرتا، پھر مجھے جلدی ہوتی تاکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر پالوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسماعیل بن اویس، ابواویس کا نام عبد اللہ الاصبحی المدنی ہے، یہ امام مالک بن انس کے بھانجے ہیں (۲) ان کے بھائی عبدالحمید بن ابی اویس ہیں، ان کی کنیت ابوبکر ہے (۳) سلیمان بن بلال، ابوایوب ہیں (۴) ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج، یہ اہل مدینہ میں عبادت گزاروں میں سے تھے (۵) حضرت سہل بن سعد بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۸)

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوّل وقت میں فجر کی نماز پڑھتے تھے۔

۵۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ، قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ، يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ، مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ اِلٰى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلٰوةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر کے لیے حاضر ہوتی تھیں، وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں، پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں، اندھیرے کی وجہ سے ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

Marfat.com

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: فجر کی نماز کا وقت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

فجر کی نماز کا افضل وقت سفیدی پھیلنے کے بعد ہے

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اخیر شب کے اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھتے تھے' مگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فعل ہے اور آپ کا قول یہ ہے کہ جب سفیدی پھیل جائے' اس وقت نمازِ فجر پڑھی جائے اور آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: فجر کی نماز سفیدی پھیلنے کے بعد پڑھو' اس میں زیادہ اجر ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۵۴' سنن ابوداؤد: ۴۲۴' سنن نسائی: ۵۴۷' سنن ابن ماجہ: ۶۷۲' شرح معانی الآثار: ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۴' صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۵۷' شرح السنۃ: ۳۵۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۹۵۹' الاحاد والمثانی: ۲۰۹۱' سنن دارمی: ۱۲۲۰۔ ۱۲۱۹' المعجم الکبیر: ۴۲۹۰۔ ۴۲۸۷۔ ۴۲۸۶۔ ۴۲۸۴' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۴' مصنف عبد الرزاق: ۲۱۵۹' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۳۱' تاریخ کبیر ج ۱ ص ۳۰۱' مسند البزار: ۳۸۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۸۱۹۔ ج ۲۵ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۲۸ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْفَجْرِ
جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے نمازِ فجر کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۷۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ' عَنْ مَالِكٍ ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ' وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ ' وَعَنِ الْاَعْرَجِ ' يُحَدِّثُونَهُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ ' وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ ' قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ' فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از عطاء بن یسار اور از بسر بن سعید اور از الاعرج' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے طلوع شمس سے پہلے صبح کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے صبح کو پالیا اور جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا' اس نے عصر کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی' اور یہاں اس کا عنوان ہے: جس نے فجر کی ایک رکعت پالی' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۲۹ - بَابُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً
جس نے نماز کی ایک رکعت پالی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے: جس نے نماز کی ایک رکعت پالی' اس کی نماز کا کیا حکم ہے۔

۵۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ' عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبد الرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے

Marfat.com

اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ. نماز کو پالیا۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث: ۵۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

فجر کے بعد نماز حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت نماز پڑھی جائے' جب سورج بلند ہو جائے۔

۵۸۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ، وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میرے پاس پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی تھی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا' حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَاسٌ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: ۸۲۶' الرقم المسلسل: ۱۸۹۰' سنن ابوداؤد: ۱۲۷۶' سنن ترمذی: ۱۸۳' سنن نسائی: ۵۶۲۔۵۶۱' سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰' مسند البزار: ۱۸۵' مسند ابویعلیٰ: ۱۴۷' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۷۲۔۱۲۷۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۔ ج ۱ ص ۲۶۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۵۷۰۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے۔

عصر کے بعد نوافل کی ممانعت پر ایک حدیث سے معارضہ کا جواب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' ابراہیم النخعی نے کہا ہے کہ فقہاء اس نماز کو مکروہ کہتے تھے اور یہ صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کو ترک نہیں کرتے تھے۔

ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعت نماز کو کبھی ترک نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱' صحیح مسلم: ۸۳۵)

Marfat.com

اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایسی دو حدیثوں میں تعارض ہو' جو ایک فعل کی مبیح ہو اور دوسری اس فعل سے مانع ہو تو جو حدیث مانع ہو' اس کو مؤخر قرار دے کر اس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی' ہمارے لیے عصر کے بعد نماز پڑھنا ممنوع ہے' سوا اس کے کہ کوئی قضاء نماز پڑھی جائے' یعنی عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نمازوں میں طلوعِ شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔

[اطراف الحدیث: ۵۸۵۔ ۵۸۹۔ ۱۱۹۲۔ ۱۶۲۹۔ ۳۲۷۳] (صحیح مسلم: ۸۲۸' الرقم المسلسل: ۱۸۹۳' سنن النسائی: ۵۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۸۵۔ ج ۸ ص ۴۹۱' مؤسسة الرسالة' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۴۶۹' مکتبة الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت کی توجیہ

بعض لوگ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً سورج کی تعظیم کے لیے نماز پڑھتے تھے تو آپ نے اس وقت قصداً نماز پڑھنے سے منع فرمایا تا کہ غیر اللہ کی عبادت کی مشابہت نہ ہو۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلوعِ شمس یا غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھنا ممنوع ہے' اگر اتفاقاً طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھ لی جائے تو یہ ممنوع نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت احادیث میں ان اوقات میں مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۸۳ - وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

[طرف الحدیث: ۳۲۷۳]

اور مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔ اس حدیث کی عبدہ نے متابعت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۸۲۸' الرقم المسلسل: ۱۸۹۳' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۵۱' موطأ امام مالک: ۵۲۴' دار المعرفة' صحیح ابن حبان: ۱۵۴۸' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۳' شرح السنة: ۷۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۸۸۵۔ ج ۸ ص ۴۹۱' مؤسسة الرسالة' بیروت)

عبدہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعد القطان کی متابعت کی ہے۔

طلوعِ شمس سے قبل اور غروبِ شمس سے قبل نماز پڑھنے میں مذاہب فقہاء اور علامہ ابن بطال کے فقہاء احناف پر اعتراضات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کی علت کیا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے مراد نفل پڑھنے کی ممانعت ہے' فرض پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے اور جو فوت شدہ فرائض ہیں' وہ کسی وقت بھی پڑھے جا سکتے ہیں

Marfat.com

کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے طلوعِ شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی یا غروبِ شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' اس نے نماز کو پالیا۔ (صحیح البخاری: ۵۵۶' صحیح مسلم: ۶۰۸) اور یہ بات معلوم ہے کہ جس نے ان اوقات میں ایک رکعت نماز پڑھ لی تو وہ دوسری رکعت اسی وقت میں پڑھے گا' جس وقت میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ ہمارے قول پر دلالت کرتا ہے' اور یہی امام احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے: اس ممانعت سے ابتداءً نوافل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے لیکن مفروضہ اور مسنونہ نمازیں یا جن نوافل کو وہ دائماً پڑھتا ہو' ان کی ممانعت نہیں ہے' اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی۔ (صحیح البخاری: ۵۹۱' صحیح مسلم: ۸۳۵)

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس ممانعت سے نفل پڑھنے کی ممانعت مراد ہے' اور ان وقتوں میں فرائض کی قضاء پڑھ سکتا ہے' لیکن جب سورج بلند ہونے سے پہلے ظاہر ہو' اور غروب ہونے سے پہلے غروب کی طرف مائل ہو' اس وقت کوئی فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل' اور نہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے' صرف اس دن کی عصر کی نماز پڑھنا جائز ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔ (صحیح البخاری: ۵۵۶' صحیح مسلم: ۶۰۸) اس باب کے شروع میں ہم فقہاء احناف کا رد کر چکے ہیں۔

جن فقہاء نے ان دو وقتوں میں فرض نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم اپنی نمازوں میں طلوعِ شمس کا قصد کرو نہ غروبِ شمس کا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲) اس حدیث میں اس شخص کے لیے نماز پڑھنے کی ممانعت ہے جو طلوعِ شمس یا غروبِ شمس کا قصد کر کے نماز پڑھتا ہے' لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا یا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا تھا اور اس کو اس وقت نماز پڑھنا یاد آیا تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن نسائی: ۶۱۳' سنن ابن ماجہ: ۶۹۵' مسند احمد: ۱۲۹۰۸' دار الفکر)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا' پس وہ اس نماز کو اس وقت پڑھ لے جب اس کو یاد آئے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (طٰہٰ: ۱۴) اور آپ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کریں ○

(صحیح البخاری: ۵۹۷' صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن ابوداؤد: ۴۴۲' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۱۲' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰)

یہ احادیث طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت سے معارض ہیں اور ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص خصوصیت سے ان اوقات میں نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے' اس کے لیے ان اوقات میں فرائض اور نوافل پڑھنا جائز ہیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ ان دو وقتوں میں نماز پڑھنے کی کراہت کا معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت قصداً نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کی عبادت کا قصد کرتے تھے' لہٰذا نبی ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۲ ص ۲۷۴۔۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

Marfat.com

فقہاءِ احناف پر اعتراضات کے مصنف کی طرف سے جوابات

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے: جس نے طلوعِ شمس سے پہلے یا غروبِ شمس سے پہلے ایک رکعت پڑھ لی' وہ اس نماز کو پورا کرے اور یہی امام مالک اور امام احمد کا مسلک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ بہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ حدیث طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کے لیے مُحرِّم ہے اور جس حدیث سے علامہ ابن بطال نے استدلال کیا ہے' وہ مبیح ہے اور جب مبیح اور مُحرِّم میں تعارض ہو تو مُحرِّم کو ترجیح ہوتی ہے۔

علامہ ابن بطال نے امام شافعی کا مذہب نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا جائز ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی عصر کے بعد نوافل کی اباحت پر دلالت کرتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے' وہ عصر کے بعد نوافل پڑھنے کی تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور تحریم کی احادیث کو اباحت کی احادیث پر ترجیح ہوتی ہے' ثانیاً یہ کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور ہمیں آپ نے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے' جو قصداً ان اوقات میں نماز پڑھے لیکن جو شخص اس وقت نیند سے بیدار ہوا ہو یا جس کو اسی وقت نماز یاد آئی ہو' وہ طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھ سکتا ہے' جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے' یہ احادیث عام مخصوص عنہ البعض ہیں' ان احادیث سے مراد طلوعِ شمس کے علاوہ دیگر اوقات ہیں یعنی طلوعِ شمس کے علاوہ جس وقت کوئی شخص نیند سے بیدار ہو یا اس کو اس وقت نماز یاد آئے تو وہ اس وقت نماز پڑھ لے اور جن اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے' ان اوقات میں آپ کی ممانعت کی خلاف ورزی کی جرأت نہ کرے۔

٥٨٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ، وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبید اللہ از خبیب بن عبد الرحمٰن از حفص بن عاصم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کی خرید وفروخت اور دو قسم کے پہناوے سے اور دو قسم کی نمازوں سے منع فرما دیا ہے' فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے' اور اشتمال الصماء سے یعنی کسی ایک جانب سے تہبند کو اوپر اٹھا دینا' اور ایک کپڑے میں احتباء سے یعنی اس کی شرم گاہ آسمان کی طرف کھلی ہو' اور منابذہ اور ملامسہ سے' یعنی جس چیز پر وہ کنکر پھینک دے یا جس چیز کو وہ چھو لے اس کو فروخت کرنا واجب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۷۔ ۳۶۸ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: جس چیز سے شرم گاہ کو

Marfat.com

چھپائے' وہاں اس میں دو قسم کی نمازوں کا ذکر نہیں تھا یعنی طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز کی ممانعت کا' اور اس کی مفصل شرح حدیث:۵۵۶ اور حدیث: ۵۸۳ میں ابھی بیان کی جا چکی ہے۔

۳۱ - بَابٌ لَا يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

غروبِ شمس سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے

۵۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ، فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوعِ شمس کے وقت اور غروبِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: فجر کی نماز پڑھنے کا حکم حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. [اطراف الحدیث: ۱۱۸۸ـ ۱۱۹۷ـ ۱۸۶۴ـ ۱۹۹۲ـ ۱۹۹۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید الجندعی نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد کوئی نماز نہیں ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

(صحیح مسلم: ۸۲۷' الرقم المسلسل: ۱۸۹۲' سنن النسائی: ۵۶۳' مسند الحمیدی: ۷۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۴۹' مسند ابویعلیٰ: ۱۱۲۱ـ ۹۷۷' مصنف عبد الرزاق: ۳۹۶۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۳۳ـ ج ۱۷ ص ۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو القرشی المدنی (۲) ابراہیم بن سعد بن عبد الرحمان بن عوف الزہری القرشی المدنی (۳) صالح بن کیسان الغفاری' مودب ولد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عطاء بن یزید' ابو یزید اللیثی الجندعی المدنی (۶) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۸)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۳ کا مطالعہ فرمائیں۔

اس حدیث میں نفی بہ معنی نہی ہے' اور ان دو وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے' ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد قضاء نماز پڑھنا' سجدۂ تلاوت کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

۵۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخای روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابان نے حدیث

Marfat.com

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً، لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا، وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا. يَعْنِی الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. [طرف الحدیث:۳۷۶۶]

(جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۳۹۲، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح، انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا، وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: تم یہ نماز پڑھ رہے ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن ابان البلخی، ابوبکر مستملی وکیع، یہ حمدویہ کے نام سے معروف ہیں، یہ ۲۴۴ھ میں فوت ہو گئے تھے، بعض نے کہا: یہ محمد بن ابان الواسطی ہیں نہ کہ وہ جن کا ذکر کیا گیا ہے، علامہ عینی نے کہا: ہر دو قول کے لیے مرجح ہے (۲) غندر، ان کا نام محمد بن جعفر ہے (۳) شعبہ بن الحجاج (۴) ابو التیاح، ان کا نام یزید بن حمید الضبعی البصری ہے (۵) حُمران بن ابان (۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۹)

حضرت معاویہ کا عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمانا اور اس پر ایک حدیث سے تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم یہ نماز پڑھتے ہو یعنی عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل، پھر کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے یہ دو رکعت نماز کبھی ترک نہیں کیں۔ (صحیح البخاری:۵۹۱) اور حضرت معاویہ کی حدیث اس کے معارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ یہ دو رکعت نماز ہمیشہ گھر میں پڑھتے تھے، گھر سے باہر نہیں پڑھتے تھے، اس لیے حضرت معاویہ نے آپ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اس نماز کو پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تھی اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۵۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ خُبَيْبٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از خبیب از حفص بن عاصم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازیں پڑھنے سے منع فرمایا، فجر کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۸۴ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۲ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَكْرَهِ الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

جس کے نزدیک صرف عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے

Marfat.com

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک صرف عصر کی نماز اور فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

رواہ عُمَرُ، وَابْنُ عُمَرَ، وَاَبُوْ سَعِیْدٍ، وَاَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اس عدم کراہت کو حضرت عمر اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے۔

ان صحابہ کرام کی احادیث ابواب سابقہ میں گزر چکی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث: ۵۸۱ ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث: ۵۸۲ ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث: ۵۸۶ ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث: ۵۸۴ ہے۔

۵۸۹ - **حَدَّثَنَا** اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّیْ کَمَا رَاَیْتُ اَصْحَابِیْ یُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰی اَحَدًا یُصَلِّیْ بِلَیْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَا شَآءَ، غَیْرَ اَنْ لَا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے کہا: میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے اصحاب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، جو شخص دن اور رات کے کسی وقت میں بھی نماز پڑھے، میں اس کو منع نہیں کرتا سوا اس کے کہ وہ سورج کے طلوع کے وقت نماز کا قصد نہ کرے اور نہ سورج کے غروب کے وقت نماز کا قصد کرے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۵۸۲ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۳ - بَابُ مَا یُصَلّٰی بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَغَیْرِهَا

عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عصر کے بعد قضاء نمازوں کو پڑھنا جائز ہے۔

وقال کُرَیْبٌ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ رَکْعَتَیْنِ، وَقَالَ شَغَلَنِیْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَیْسِ، عَنِ الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

اور کریب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی ہے اور فرمایا: مجھے عبدالقیس کے وفد نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے مشغول کر دیا تھا۔

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی اور یہ پیغام دیا: آپ سے ام سلمہ عرض کرتی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ عصر کے بعد ان دو رکعت نماز کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں اور میں نے آپ کو یہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر جواب دیا: اے بنت ابی امیہ! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے لوگ آئے تھے، میں ان کے ساتھ مشغول رہا اور ظہر کے بعد دو رکعت نہیں پڑھ سکا، سو یہ وہ دو رکعت ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۲۳۳، صحیح مسلم: ۸۳۴، سنن ابوداود: ۱۲۷۳)

فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز کے بعد سنت کو قضاء کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اس سنت کو قضاء کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، ورنہ قضاء صرف فرض اور واجب کی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

۵۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِي ذَهَبَ بِهِ، مَا تَرَكَهُمَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ، وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى حَتّٰى ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ، وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيْرًا مِّنْ صَلٰوتِهِ قَاعِدًا، تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا، وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ، مَخَافَةَ أَنْ يُثَقِّلَ عَلٰى أُمَّتِهِ، وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۱۶۳۱] (جامع المسانید لابن الجوزی:۱۹۸۷، مکتبۃ الرشد ریاض، ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے گیا! آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کو بالکل ترک نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ سے ملاقات کر لی، اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقات کی جب نماز پڑھنے سے آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور آپ اکثر نمازیں بیٹھ کر پڑھتے تھے، حضرت عائشہ کی مراد عصر کی نماز کے بعد دو رکعت تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پڑھتے تھے اور ان کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے، اس خوف سے کہ یہ آپ کی امت پر دشوار ہوں گی اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) عبد الواحد بن ایمن (۳) ان کے والد ایمن الحبشی، ابن ابی عمرو المخزومی القرشی المکی کے آزاد شدہ غلام (۴) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے، اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ نے امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عصر کے بعد مطلقاً نفل پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت احادیث مروی ہیں، جن میں آپ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ أُخْتِي، مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعت پڑھنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

۵۹۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الواحد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا:

Marfat.com

لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا، سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً، رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ہمیں عبد الرحمٰن بن الاسود نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ دو رکعت ایسی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے، پوشیدہ نہ ظاہر، دو رکعت نماز صبح کی فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت عصر کے فرض کے بعد۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

امام نسائی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دو نمازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے گھر میں کبھی ترک نہیں کیا، پوشیدہ نہ ظاہر، دو رکعت نماز فجر سے پہلے اور دو رکعت نماز فجر کے بعد۔ (سنن نسائی: ۵۷۳)

۵۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ رَاَيْتُ الْاَسْوَدَ وَمَسْرُوْقًا، شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْنِيْ فِيْ يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق، انہوں نے بیان کیا: میں نے الاسود اور مسروق کو دیکھا، وہ دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس دن بھی میرے پاس نماز عصر کے بعد آتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی حدیث: ۵۹۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

عصر کے بعد آپ کا ہمیشہ دو رکعت نماز پڑھنا اور اس سے منع فرمانے میں تعارض ہے، اس کا جواب

اس سے پہلے بہ کثرت احادیث میں نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے سے ممانعت گزر چکی ہے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممانعت کی احادیث راجح ہیں کیونکہ وہ قولی احادیث ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے، وہ آپ کا فعل ہے اور یہ بات اصول میں مقرر ہے کہ آپ کا قول آپ کے فعل پر راجح ہوتا ہے، اس لیے ممانعت کی احادیث راجح ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث عصر کے بعد نماز پڑھنے کی محرم ہیں اور جن احادیث میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کا ذکر ہے، وہ مبیح ہیں اور محرم احادیث، مبیح احادیث پر راجح ہوتی ہیں لہٰذا ممانعت کی احادیث راجح ہیں، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے گھر سے باہر آپ نے منع فرمایا اور عصر کے بعد دو رکعت نماز آپ نے ہمیشہ گھر میں پڑھی ہیں۔

شرح صحیح مسلم میں احادیث مذکورہ کی شرح

ان ابواب میں طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت میں احادیث ہیں اور فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد نوافل کی ممانعت میں احادیث ہیں اور عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق احادیث ہیں اور یہ تمام احادیث، شرح صحیح مسلم: ۱۸۱۷۔ ج ۲ ص ۶۱۰ ۔ ۶۰۳ پر مذکور ہیں اور ان کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل (۲) قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔

قرن شیطان پر اعتراض اور اس کے جواب کو ہم نے یہاں نعمۃ الباری میں ذکر نہیں کیا کیونکہ شرح صحیح مسلم میں اس پر بہت مفصل بحث کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

٣٤ - بَابُ التَّبْكِيْرِ بِالصَّلٰوةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ — ابر آلود دن میں جلدی نماز پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابر آلود دن میں معمول سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے تا کہ ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ابر آلود دن کی وجہ سے وقت گزرنے کا پتا نہ چل سکے' لیکن یہ احتیاط اس وقت تھی جب گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب جب کہ گھڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں تو خواہ بادل ہوں یا بارش ہو' نماز معمول کے مطابق اوقات معینہ پر پڑھنی چاہیے۔

٥٩٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، هُوَ ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهٗ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ، فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابو قلابہ کہ ابو الملیح نے ان کو حدیث بیان کی کہ ہم ابر آلود دن میں حضرت بریدہ رضی اللہ کے ساتھ تھے' انہوں نے کہا: نماز جلدی پڑھنا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۳ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: جس نے عصر کی نماز ترک کی' اس کا گناہ' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

٣٥ - بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ — وقت گزرنے کے بعد اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وقت نکلنے کے بعد اذان دینے کا کیا حکم ہے۔

٥٩٥ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ. قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ، فَاضْطَجَعُوْا، وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهٗ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ، فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَالَ يَا بِلَالُ، اَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِّثْلُهَا قَطُّ، قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَاءَ، وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ، يَا بِلَالُ، قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ. فَتَوَضَّاَ، فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ، قَامَ فَصَلّٰى. [طرف الحدیث: ۷۴۷۱]

(سنن ابوداؤد: ۴۴۰-۴۳۹' سنن نسائی: ۸۴۵' موطأ امام مالک: ۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۶۷-۶۶' السنن الکبریٰ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن ابی قتادہ از والد خود' انہوں نے کہا: ہم ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! کاش آپ ہم کو رات کے آخری حصہ میں ٹھہرا لیں' آپ نے فرمایا: مجھے خطرہ ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے' حضرت بلال نے کہا: میں تم سب کو بیدار کروں گا' پھر وہ سب لیٹ گئے اور حضرت بلال نے اپنی سواری کی طرف ٹیک لگالی' پھر ان کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی' پس وہ سو گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا' آپ نے فرمایا: اے بلال! تمہارا وہ قول کہاں گیا؟ انہوں نے کہا: مجھے ایسی گہری نیند آئی کہ اس سے پہلے ایسی گہری نیند نہیں آئی تھی' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو لوٹا دیتا ہے' اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو' پھر

Marfat.com

آپ نے وضوء کیا' پھر جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

للنسائی: ۸۴۸ ۱۱۴۴ 'سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۱۶' کتاب الاسماء والصفات ص ۱۴۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۰۴' صحیح ابن حبان: ۱۵۷۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۲۶۱۱ ـ ج ۳۷ ص ۲۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) محمد بن فضیل (۳) حصین بن عبد الرحمن السلمی الکوفی' یہ ۱۳۶ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) عبد اللہ بن ابی قتادہ (۵) ان کے والد حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام الحارث بن ربعی بن بلدیہ الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۷)

روح کی تعریف اور اس کے افعال اور آثار

اس حدیث میں مذکور ہے: بے شک اللہ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا۔

''الارواح''، ''الروح'' کی جمع ہے' یہ مذکر اور مؤنث ہے' روح کی تعریف یہ ہے: یہ ایک جوہر لطیف روحانی ہے' جس کا بدن کے ہر ہر جز میں اس طرح حلول ہوتا ہے جس طرح نمی کا پتے میں یا خوشبو کا پھول میں یا آگ کا انگارے میں حلول ہوتا ہے' غذاء اور دنیا کی ردی چیزیں اور فحش اور فجور اور برے افعال اور دیگر غیر شرعی اقوال اور افعال روح کو مکدر اور مضمحل کر دیتے ہیں' عبادات' اذکار اور نیک کام روح کو مطمئن اور مسرور رکھتے ہیں' روح جزئیات اور کلیات کا ادراک کرتی ہے اور بدن میں تصرف کرتی ہے' یہ کھانے پینے اور فربہ اور دبلے ہونے سے مستغنی ہوتی ہے' اسی وجہ سے یہ بدن کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے کیونکہ اس کو اپنی بقاء میں بدن کی احتیاج نہیں ہوتی' اس کا تعلق عالم عناصر سے نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت سے ہے' بدن کے نقصان سے اس کو کوئی ضرر نہیں ہوتا' ذکر اذکار سے اس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور گناہوں سے اس کو تکلیف ہوتی ہے' ان آثار کی اصل قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۚ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۶۹)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' ان کو رزق دیا جاتا ہے○

نیز قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ (الزمر: ۴۲)

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض فرماتا ہے اور جن کی موت نہیں آئی' ان کو ان کی نیند کے وقت قبض فرما لیتا ہے' پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے ان کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر میعاد تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

نیند میں جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ صغریٰ کہا جاتا ہے اور موت کے وقت جو روح کو قبض کیا جاتا ہے اس کو وفاتِ کبریٰ کہا جاتا ہے' اور جب تک انسان کی زندگی کی معین میعاد نہیں آتی' اس وقت تک نیند میں اس کی روح قبض ہوتی رہتی ہے اور پھر اس کی واپسی ہوتی رہتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نیند سے وضوء نہ ٹوٹنا

علامہ یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر المالکی القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحاح کی کتب میں متعدد اسانید سے آئی ہے' جس میں یہ مذکور ہے کہ ایک سفر میں صبح کی نماز کے وقت نیند آ گئی تھی' یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور یہ اس وقت پیش آیا تھا' جب آپ خیبر سے واپس آ رہے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور یہ ایک ہی سال کا واقعہ ہے اور اسی سال آپ خیبر تشریف لے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خیبر فتح کر دیا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں سو گئے تھے اور آپ اس وقت بیدار ہوئے' جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو چکا تھا اور یہ چیز آپ کی طبیعت اور آپ کے معمول سے خارج ہے' اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے طبائع اور معمولات سے یہ چیز خارج ہے اور میرا گمان ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل نہیں سوتا' اور اس موقع پر جو آپ کو نیند آ گئی تو وہ اس لیے تھا تاکہ یہ چیز سنت ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص نماز کے وقت سو جائے یا نماز کو بھول جائے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے' اس کا کیا حکم ہے اور وہ نماز کس طرح ادا کرے گا' اور یہ واقعہ اس باب سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ کوئی کام سنت ہو جائے۔ (موطأ امام مالک: ۲۲۸' دار المعرفة' بیروت)

اور جو چیز آپ کی فطرت اور عادت کے مطابق ہے' وہ یہ ہے کہ نیند آپ کے دل کو نہیں ڈھانپتی اور آپ کے نفس سے مخلوط نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

(صحیح البخاری: ۱۱۴۷' صحیح مسلم: ۷۳۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۴۱' سنن ترمذی: ۴۳۹' سنن نسائی: ۱۶۹۶' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۴۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱ ص ۳۷۲' شرح السنۃ ج ۴ ص ۵' مسند احمد ج ۶ ص ۱۰۴ طبع قدیم)

نیند کی حالت میں نماز کا فوت ہو جانا گناہ نہیں ہے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے بے حد خوف زدہ تھے کیونکہ اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ جو شخص سویا ہوا ہو اور اس سے نیند کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے' اس سے گناہ ساقط ہوتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کی طرف مبعوث کیے گئے تو ان کو کسی چیز کا علم نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بتایا کہ سونے والے سے اور بھولنے والے سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان سے نماز ساقط نہیں ہوتی اور ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھیں' باقی سونے والے سے گناہ ساقط ہونے کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں سے قلم تکلیف کو اٹھا لیا گیا ہے: (۱) سویا ہوا شخص حتیٰ کہ بیدار ہو جائے (۲) بیماری میں مبتلا شخص حتیٰ کہ تندرست ہو جائے (ایک روایت میں ہے: دیوانہ حتیٰ کہ تندرست ہو جائے) (۳) بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۹۹_۴۳۹۸' سنن نسائی: ۳۴۳۲' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا: نیند میں نماز کو ترک کرنے میں کوئی تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے کہ انسان نماز کو ترک کر دے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

جس وادی میں نماز قضاء ہوئی تھی' اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجوہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وادی میں نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے اس وادی سے نکل گئے' اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمائی کہ اس وادی میں شیطان ہے' کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان بلال کے پاس آیا اور ان کو مسلسل تھپکتا رہا' جیسے بچہ کو تھپکا جاتا

Marfat.com

ہے۔ (موطأ امام مالک: ۲۶) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد سواریوں پر سوار ہو کر وہاں سے نکلیں کیونکہ اس وادی میں شیطان ہے' دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اس وادی سے نکلو جس میں تم پر غفلت طاری ہوئی تھی' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے وہاں اس لیے نماز نہ پڑھی ہو' جس طرح آپ نے بابل کی سرزمین میں نماز نہیں پڑھی تھی' حدیث میں ہے:

ابو صالح غفاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے بابل کے علاقے سے گزرے' ان کے پاس عصر کی اذان دینے کے لیے مؤذن آیا' جب وہ اس جگہ سے نکل گئے تو انہوں نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے فرمایا: مجھے میرے حبیب نے منع فرمایا ہے کہ میں قبرستان میں نماز پڑھوں اور مجھے آپ نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس جگہ پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۰' سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱)

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وادیٔ ثمود پر آئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا: یہاں سے جلدی گزر جائیں کیونکہ اس وادی پر لعنت کی گئی ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر عذاب کیا گیا تھا' سو تم ان پر بغیر روتے ہوئے نہ گزرو اور اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان لوگوں پر داخل نہ ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر آیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۴۳۳' صحیح مسلم: ۲۹۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۲۶۴' مسند احمد ج ۲ ص ۹۶)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وادی سے نکل کر دوسری جگہ نماز پڑھنے کی وجہ اور اس پر حافظ ابن عبدالبر کا اعتراض

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو اس وادی سے نکل گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور اس وقت فرض پڑھنا جائز ہے نہ نفل پڑھنا جائز ہے اور یہ ایسا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے' سو عید کے دن فرض روزہ رکھنا جائز ہے نہ نفل روزہ رکھنا جائز ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا ایک کنارہ طلوع ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج کا ایک کنارہ غروب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کر دو حتیٰ کہ سورج (مکمل) غروب ہو جائے۔

(صحیح البخاری: ۵۸۳' صحیح مسلم: ۸۲۸' کنز العمال: ۱۹۵۸۷)

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا' جس نے نماز سے غفلت کی یا نماز کے وقت سو گیا؟ آپ نے فرمایا: اس کو جس وقت نماز یاد آئے' اس وقت نماز پڑھ لے۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' سنن نسائی: ۶۱۳' سنن ابن ماجہ: ۶۹۵)

اس حدیث کا فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص سو گیا یا نماز کو بھول گیا' اس سے نماز ساقط نہیں ہو گی اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سورج کے طلوع یا غروب کے وقت نماز پڑھے' اور فقہاء احناف کے خلاف حجت یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص غروبِ آفتاب سے پہلے نمازِ عصر

Marfat.com

کا ایک سجدہ پالے تو اپنی نماز پوری کرے اور جب وہ طلوعِ آفتاب سے پہلے نماز کا ایک سجدہ پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے۔

(صحیح البخاری: ۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۰۸)

حافظ ابن عبد البر کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف کوئی دلیل نہیں ہے، ہم نعمۃ الباری میں حدیث: ۵۵۶ کی شرح میں اس کی مکمل وضاحت کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے طلوعِ آفتاب کے بعد باقی ماندہ ایک رکعت پڑھی، اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، البتہ عصر کی نماز کا آخری وقت ناقص ہوتا ہے، لہٰذا جس نے غروبِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھی وہ غروبِ آفتاب کے بعد باقی ماندہ نماز پڑھ لے، اس کی نماز ناقص شروع ہوئی تھی اور ناقص ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف صبح کا پورا وقت کامل ہوتا ہے، لہٰذا جب طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اور طلوعِ آفتاب کے بعد دوسری رکعت پڑھی تو یہ نماز شروع کامل وقت میں کی تھی اور ختم ناقص وقت میں کی، اس لیے یہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھنے کا وقت پالیا یا غروبِ آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھنے کا زمانہ پالیا، مثلاً وہ اسی وقت مسلمان ہوا تھا یا وہ اسی وقت بالغ ہوا تھا یا عورت کا حیض اسی وقت منقطع ہوا تھا تو ان سب پر اس دن کی فجر یا عصر فرض ہو جائے گی، جس کو وہ بعد میں ادا کریں گے۔

اس وادی میں جوازِ نماز کی تحقیق

حافظ ابن عبد البر نے کہا: ہمارے نزدیک اس باب میں مختار قول یہ ہے کہ اس وادی میں اور کسی بھی زمین کے ٹکڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب تک کہ وہاں پر کسی نجاست کا یقین نہ ہو اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ مقبرہ میں یا سرزمین بابل میں یا جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا اونٹوں کے باڑے میں یا جو جگہ ملعون ہو، وہاں نماز نہ پڑھی جائے، وہ تمام احادیث اس حدیث سے منسوخ ہیں، جس میں تصریح ہے کہ میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ہر نبی کو ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے وہ کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور میرے لیے تمام روئے زمین کو پاک اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے اور مسجد بنا دیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے اور چھ ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲، سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۳۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۷۲)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے اپنے فضائل اور خصائص کی خبر دی ہے اور اہل علم کے نزدیک آپ کے فضائل نہ منسوخ ہو سکتے ہیں اور نہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی بہت طویل شرح کی ہے اور ہم نے باب مذکور کی حدیث سے متعلق حصہ کو نقل کر دیا ہے اور باقی تفصیلات کو ترک کر دیا ہے۔ (التمہید ج ۲ ص ۵۷۰-۵۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

رات کے آخری حصہ میں قیام کرنا، نماز فجر کی حفاظت کا انتظام کرنا اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

Marfat.com

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کے لیے کسی جگہ قیام کیا جائے' اس سے معلوم ہوا کہ جن کاموں میں دنیاوی خیر ہو' ان کا امیر اور قوم کے سربراہ سے مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲) چونکہ اس وادی کے اندر اخیر شب سونے میں یہ خطرہ تھا کہ کہیں فجر کی نماز فوت نہ ہو جائے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نماز کے وقت سب کو جگا ئیں' اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سربراہ کو نماز کی حفاظت کے لیے کسی کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ اپنے کسی خادم کو نماز کی حفاظت کے لیے معین کرنا چاہیے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خصوصاً اس لیے مقرر فرمایا کہ اذان دینے کے لیے وہی مامور تھے۔ (آج کل صبح کی نماز میں اٹھنے کے لیے جو الارم لگایا جاتا ہے' وہ بھی اس کے قائم مقام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قضاء نماز کے لیے اذان دینا اور اقامت کہنا اور سنت فجر کی قضاء کرنا

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر لوگوں کے لیے اذان دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان دینا مستحب ہے' اس حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کو پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' لیکن حضرت عمران بن حصین کی حدیث میں اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے پڑھنے کا بھی ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر میں تھے' پس لوگ سو گئے اور نماز فجر کا وقت نکل گیا اور سورج کی گرمی سے سب بیدار ہوئے' پس وہ تھوڑی دیر چلے حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا' پھر آپ نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا تو اس نے اذان دی' پھر آپ نے نماز فجر سے پہلے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی' پھر آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا' پھر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۳)

قضاء نماز کو فوراً پڑھنا واجب نہیں' طلوعِ شمس کے وقت نماز پڑھنے کا عدم جواز اور قضاء نماز کی جماعت کا جواز

(۴) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو نماز کسی عذر کی وجہ سے قضاء ہوئی ہے' اس کو فوراً ادا کرنا واجب نہیں ہے' یہی صحیح مذہب ہے' لیکن اگر کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کو فوراً ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں شرعی مانع یہ تھا کہ جب وہ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور طلوعِ آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے' اس لیے آپ نے کچھ اور آگے سفر کیا اور جب سورج بلند ہو گیا تو پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

(۵) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن اوقات میں آپ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے' ان اوقات میں قضاء نماز بھی پڑھنا جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے آپ نے فوراً نماز نہیں پڑھائی۔ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک نیزہ یا دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جائے' اس وقت نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۶) چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی' اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھانا جائز ہے۔

سنت فجر کو قضاء کرنے میں مذاہب

(۷) سنن ابوداؤد میں قضاء نماز سے پہلے سنت فجر پڑھنے کا ذکر ہے' اس لیے فقہاء احناف اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک فجر کی سنت کی بھی قضاء کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص چاہے تو طلوع آفتاب کے بعد سنت فجر کی قضاء کر لے اور امام محمد

Marfat.com

بن الحسن نے یہ فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کی سنت فجر فوت ہو جائیں تو وہ زوال سے پہلے پہلے ان کو ادا کر لے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کی صرف سنت فجر فوت ہوئی ہے تو وہ بعد میں اس کو ادا نہ کرے اور اگر سنت فجر' فرض کے ساتھ فوت ہوئی تو پھر اتفاقاً فرض سے پہلے سنت فجر کو بھی پڑھے جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔

(۸) اس حدیث میں اس پر بہت قوی دلیل ہے کہ طلوع شمس کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے' ادا نہ قضاء' فرض نہ نفل۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۰۔۱۲۹ 'ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦ - بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جس نے نماز کا وقت گزرنے کے بعد جماعت سے نماز پڑھائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی نماز کا وقت نکلنے کے بعد اس قضاء نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

٥٩٦ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا كِدْتُّ اُصَلِّى الْعَصْرَ، حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا. فَقُمْنَا اِلٰى بُطْحَانَ، فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [اطراف الحدیث: ۵۹۸-۶۴۱-۹۴۵-۴۱۱۲]

(صحیح مسلم: ۶۳۱' الرقم المسلسل: ۱۴۰۳' سنن ترمذی: ۱۸۰' سنن نسائی: ۱۳۶۲' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۵' جامع المسانید لابن الجوزی: ۱۰۳۲' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' غزوۂ خندق کے دن غروب آفتاب کے بعد آئے اور کفارِ قریش کی مذمت کرنے لگے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا' حتیٰ کہ عنقریب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' آپ نے نماز کا وضوء کیا اور ہم نے بھی نماز کا وضوء کیا' پھر سورج کے غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) معاذ بن فضالہ الزہرانی' القریشی البصری (۲) ہشام بن ابی عبد اللہ الدستوائی (۳) یحییٰ بن ابی کثیر (۴) ابوسلمہ بن عبد الرحمان (۵) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما (۶) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھائی۔

خندق کا معنی اور اس کی تفصیل

اس حدیث میں غزوہ خندق کے دن کا ذکر ہے۔ اس سے مراد ہے: خندق کھودنے کا دن' "خندق" کا لفظ "جعفر" کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: شہر پناہ یا شہر کی دیواروں کے گرد جو گہری کھائی کھودی ہوئی ہو۔ یہ اصل میں فارسی لفظ ہے' جس کو عربی میں داخل کر لیا گیا ہے۔ (القاموس المحیط ص ۸۸۱' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ) یہ غزوہ ۴ھ میں برپا ہوا تھا' اس کا نام غزوۃ الاحزاب بھی

Marfat.com

ہے' کیونکہ اس غزوہ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔

اس حدیث میں ''بطحان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مدینہ کی وادی۔

غزوہ خندق کے دن قضاء ہونے والی نمازوں کی تعداد

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی' دوسری احادیث میں چار نمازوں کا ذکر ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار نمازوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' حتیٰ کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ گزر گیا' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا' سو انہوں نے اذان دی' پھر اقامت کہی' پس آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی' پھر اقامت کہی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ (سنن ترمذی: ۱۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۵)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث میں عشاء کی نماز کو بھی قضاء نمازوں میں شمار کیا گیا ہے' حالانکہ عشاء کی نماز تو رات میں پڑھی گئی تھی' اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عشاء کی نماز اس کے معروف وقت میں نہیں پڑھی گئی تھی' اس لیے اس کو (ظاہرا) قضاء نمازوں میں شمار کر لیا گیا۔

غزوہ خندق کے دن جو نمازیں قضاء کی گئیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' صلوٰۃ خوف میں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت دشمن کے سامنے مسلح کھڑی رہے اور دوسری جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھے' پھر ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھے اور بعد میں مسبوق کی طرح اپنی نماز پوری کرے' پھر وہ دشمن کے سامنے چلی جائے اور پھر پہلی جماعت لاحق کی طرح اپنی نماز پوری کرے اور چونکہ غزوہ خندق تک صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس وجہ سے بعض نمازیں قضاء کی گئیں ورنہ نماز کو ترک کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر قضاء ہونے والی نمازوں کے متعلق مختلف احادیث میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے دن مسلمانوں کی جو نماز رہ گئی تھی' وہ صرف ایک نماز تھی اور وہ نماز عصر تھی' اس کی تائید اس حدیث میں ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۃ الاحزاب کے دن فرمایا: (کفار نے) ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ کے پڑھنے سے مشغول کر دیا' حتیٰ کہ سورج غروب کی طرف لوٹ گیا' اللہ ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' یا فرمایا: ان کے گھروں کو یا ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔

(صحیح مسلم: ۶۲۷' الرقم المسلسل: ۱۳۹۶' صحیح البخاری: ۲۹۳۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۹' سنن ترمذی: ۲۹۸۴' سنن نسائی: ۴۷۳۔ ۴۷۲' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹)

بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ غزوہ خندق کئی روز تک ہوتا رہا تھا' اس لیے ہوسکتا ہے کہ کسی دن آپ کی صرف نماز عصر قضاء ہوئی ہو' جیسے حضرت علی اور حضرت عمر کی روایت ہے' اور ہوسکتا ہے کہ کسی دن آپ کی چار نمازیں قضاء ہوئی ہوں' جیسے حضرت ابن مسعود کی روایت ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نمازیں آپ سے نسیاناً قضاء ہوئی تھیں یا عمداً قضاء ہوئی تھیں' اور زیادہ راجح یہ ہے کہ خندق

Marfat.com

کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے آپ نے یہ نمازیں عمداً ترک کی تھیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ دشمن کے خلاف جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے کیا اب بھی نماز کو ترک کر کے نماز جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے یعنی اب نماز کو قضاء کرنے کے بجائے صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر ادا کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳۔ ۱۳۲)

قضاء نمازوں کی ترتیب کا وجوب اور ان کی شرائط

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ وقتی نماز اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب ہے' پہلے وقتی نماز پڑھی جائے گی پھر قضاء نماز پڑھی جائے گی' امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے' اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ وقتی اور قضاء نماز کے درمیان ترتیب واجب نہیں ہے' یہی امام شافعی' بعض مالکیہ اور ظاہر یہ کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کی کوئی نماز قضاء ہو جائے' وہ اس کو ادا کرے اور وقتی نماز پر اس کو مقدم کرے' اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قضاء نمازوں اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے' اور امام شافعی کے نزدیک یہ ترتیب مستحب ہے کیونکہ ہر فرض اپنی جگہ مستقل ہے' لہٰذا وہ دوسرے فرض کی ادائیگی کے لیے شرط نہیں بنے گا' ہماری دلیل یہ حدیث ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کو بھول جائے اور اس کو وہ نماز اس وقت یاد آئے' جب وہ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لے اور جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر وہ اس نماز کو پڑھے' جس کو پڑھنا بھول گیا تھا' پھر اس نماز کو دہرائے' جس کو امام کے ساتھ پڑھا تھا۔ یہ حدیث مرفوع بھی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا قول ہے۔ (سنن دار قطنی: ۱۵۴۲۔ ج ۲ ص ۹۹' سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۲۱' نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۶۲)

اور اگر اس کو وقتی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے وقتی نماز پڑھ لے' پھر فوت شدہ نماز کی قضاء پڑھے' کیونکہ وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح بھولنے کی وجہ سے اور قضاء نمازوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اگر اس نے فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھا تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھنے کی ممانعت کسی اور وجہ سے ہے' اس کے برخلاف جب وقت میں وسعت اور گنجائش ہو اور وہ وقتی نماز کو پہلے پڑھ لے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے وقتی نماز کو اس کے اس وقت سے پہلے پڑھا ہے جو حدیث سے ثابت ہے' اور اگر اس کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو ان قضاء نمازوں کو اس ترتیب سے پڑھے' جس طرح ان کی اصل میں ترتیب ہے کیونکہ غزوہ خندق کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں تو آپ نے ان کو ترتیب وار ادا کیا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(صحیح البخاری: ۶۳۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۸۵' سنن دارمی: ۱۲۳۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶)

سوا اس صورت کے کہ چھ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں کیونکہ فوت شدہ نمازیں جب زیادہ ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے' اور کثرت کی حد یہ ہے کہ قضاء نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے اور چھٹی نماز کا وقت نکل جائے' اسی طرح الجامع الصغیر میں مذکور ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۱۵۵۔ ۱۵۴' مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان' الجامع الصغیر ص ۱۰۶' ادارۃ القرآن' کراچی)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۳۲۹۔ ج ۲ ص ۲۵۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: کفار کو سب وشتم۔

Marfat.com

۳۷ - بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ

جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا تو جب وہ اس نماز کو یاد کرے' اس کو پڑھ لے اور اس وقت صرف اسی نماز کو پڑھے گا

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جو شخص کسی نماز کو پڑھنا بھول گیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے اور اس وقت وہ صرف اسی نماز کو ادا کرے گا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً ، لَمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم النخعی نے کہا: جس شخص نے ایک نماز بیس سال تک نہیں پڑھی تو وہ صرف اسی ایک نماز کی قضاء کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے رد کا ارادہ کیا ہے جو کہتے ہیں کہ وہ اس نماز کو دو مرتبہ پڑھے گا۔

۵۹۷ - **حَدَّثَنَا** أَبُوْ نُعَيْمٍ ، وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ:١٤). قَالَ مُوْسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ ﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (طٰہٰ:١٤). وَقَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جو شخص کسی نماز کو بھول گیا تو اس کو جب وہ نماز یاد آئے' اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ:۱۴) موسیٰ نے بیان کیا: ہمام نے کہا: میں نے قتادہ کو بعد میں یہ پڑھتے ہوئے سنا: اور مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ:۱۴) اور حبان نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۶۸۴' الرقم المسلسل: ۱۵۳۸' سنن ابوداؤد: ۴۴۲' سنن ترمذی: ۱۷۸' سنن نسائی: ۶۱۲' سنن ابن ماجہ: ۶۹۶' صحیح ابن خزیمہ: ۹۹۳' صحیح ابن حبان: ۱۵۵۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۰۰۷۔ ج ۲۱ ص ۳۱۳ ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۶۴۴' مکتبۃ الرشد' ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابونعیم الفضل بن دکین (۲) موسیٰ بن اسماعیل المقری التبوذکی (۳) ہمام بن یحییٰ (۴) قتادہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۳۵)

قضاء نماز کو فوراً ادا کرنے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس وقت اس کو نماز یاد آئے فوراً اس کو قضاء کرلے حالانکہ قضاء نماز پڑھنا فوراً واجب نہیں بلکہ اس کو قضاء کرنے میں وسعت دی گئی ہے اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس کو یاد

Marfat.com

آئے کہ اس نے فلاں نماز قضاء پڑھنی ہے اور ایک مدت تک اس کو یاد رہے اور اسی اثناء میں وہ اس نماز کو پڑھ لے تو اس پر یہ صادق آئے گا کہ اس کو جب وہ نماز یاد آئی تو اس نے اس نماز کو پڑھ لیا اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس مدت میں اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس مدت کی پہلی ساعت میں اس نماز کو پڑھ لے۔

اس کی توجیہ کہ فوت شدہ نماز کا کفارہ صرف اس کی قضاء کرنا ہے

نیز اس حدیث میں فرمایا ہے: اس قضاء نماز کا صرف یہی کفارہ ہے۔

کفارہ کا معنی ہے: وہ فعل جو کسی گناہ کو مٹا دے یا اس گناہ کو چھپا دے' اس کا حاصل یہ ہے کہ فوت شدہ نماز کا صرف یہی کفارہ ہے یا اس کا صرف یہی تدارک اور تلافی ہے کہ اس کو پڑھ لیا جائے اور جو شخص اس نماز کو پڑھنا بھول گیا تھا' اس پر اس کی تلافی میں کسی چیز کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے یا اس کے تاوان میں اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہے۔

جو نماز کے وقت نشہ میں تھا یا سو گیا تھا یا نماز کو بھول گیا تھا' اس کا کفارہ صرف اس نماز کو ادا کرنا ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول گیا خواہ وہ ایک نماز ہو یا متعدد نمازیں ہوں' اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور اسی طرح اگر وہ نماز کے وقت میں سوتا رہا' خواہ اس میں ایک وقت کی نماز کا وقت گزرا یا متعدد نمازوں کا وقت گزرا تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور قضاء نماز پڑھنے کے بعد اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اہل ظواہر اور غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص نشہ میں مدہوش ہو اور اس وجہ سے اس کی نماز فوت ہو جائے تو نشہ اترنے کے بعد اس پر اس نماز کی قضاء لازم ہے اور وہ ساری عمر اس نماز کو قضاء کر سکتا ہے۔

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں:

جو شخص نشہ میں تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ سویا ہوا تھا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا یا وہ نماز کو بھول گیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' خصوصیت سے صرف ان لوگوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ ان نمازوں کی قضاء کر سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (النساء: ۴۳) نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے نشہ میں مدہوش شخص کے لیے نماز پڑھنا مباح نہیں کیا' حتیٰ کہ وہ جان لے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیند میں تقصیر نہیں ہے' تقصیر بیداری میں ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص نماز کو بھول جائے یا نماز کے وقت سویا ہوا ہو تو اس کو جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۴۱' سنن ترمذی: ۱۷۷' سنن نسائی: ۶۱۱)

ان تمام امور پر یقینی اجماع ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰۔ ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

غیر مقلدین کے نزدیک جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' وہ اس نماز کی قضاء نہیں کرے گا' اس پر شیخ ابن حزم کے دلائل اور مصنف کے جوابات

داؤد ظاہری' غیر مقلدین اور شیخ ابن حزم کا مذہب یہ ہے کہ نشہ میں مدہوش' سوئے ہوئے اور جس نے بھولے سے نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو صرف ان ہی لوگوں پر نماز کی قضاء لازم ہے اور جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کر دیا' اس کے لیے نماز کو قضاء کرنا جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

شیخ ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے عمداً نماز کو ترک کیا حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل گیا' یہ شخص کبھی بھی نماز کو قضا نہیں کر سکتا' اب اس کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک کام کرے اور بہ کثرت نوافل پڑھے تا کہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کا پلہ ہلکا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے۔

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس نے عمداً نماز کو ترک کر دیا' وہ وقت نکلنے کے بعد اس نماز کی قضاء کرے۔

شیخ ابن حزم نے کہا: ہمارے قول کی صحت پر یہ آیات دلیل ہیں:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ (الماعون:۵) ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے○ جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں○

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا○ (مریم:۵۹) پھر ان کے بعد ان کے بُرے جانشین پیدا ہوئے' جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی' وہ عنقریب (جہنم کی وادی) غی میں داخل ہوں گے○

اگر عمداً نماز کو ترک کرنے والے کا کفارہ یا نماز کو ترک کرنے کی تلافی وقت گزرنے کے بعد اس کی قضاء پڑھنے سے ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ نماز ترک کرنے والے کو عذاب ہوگا یا اس کو دوزخ کی وادی میں ڈال دیا جائے گا۔

(المحلی بالآثار ج ۲ ص ۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان آیات سے شیخ ابن حزم کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آیاتِ وعید میں قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ جس فعل پر قرآن مجید نے وعید سنائی ہے' جب بندہ اس فعل پر توبہ کر لے اور اس فعل کا تدارک اور اس کی اصلاح کر لے تو پھر وہ وعید ساقط ہو جاتی ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (المائدہ:۳۹) پس جس شخص نے اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اصلاح کا معنی یہی ہے کہ اس نے اس گناہ کا تدراک کر لیا' مثلاً کسی کا مال چھینا تھا تو اس کا مال واپس کر دیا' کسی کی امانت میں خیانت کی تھی تو اس کی امانت واپس کر دی' کوئی روزہ بغیر شرعی عذر کے ترک کیا تھا تو اس روزے کی قضاء کر لی' کسی سال کی زکوٰۃ نہیں دی تھی تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کر دی' بغیر عذر کے کسی وقت کی نماز نہیں پڑھی تھی اور اس نماز کا وقت گزر چکا تھا تو بعد میں اس وقت کی نماز پڑھ لی' قرآن مجید میں اسی معنی میں حسب ذیل آیات ہیں:

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (الانعام:۵۴) (یہ اللہ کی رحمت ہے) کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی گناہ کر گزرے' پھر اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اس گناہ کی اصلاح کر لے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے○

Marfat.com

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○ (مریم: ٦٠)

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا ○

اللہ تعالیٰ نے علم اور ہدایت کے چھپانے پر لعنت فرمائی ہے (البقرہ: ١٥٩) اور مرتد ہونے پر عذاب کی وعید فرمائی ہے (آل عمران: ٨٨) پھر فرمایا: جو لوگ علم چھپانے کے بعد توبہ کر لیں اور علم کو بیان کر دیں اور اصلاح کر لیں، اسی طرح مرتد ہونے کے بعد توبہ کر لیں اور دوبارہ اسلام لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ: ١٦٠)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (علم کو چھپانے سے) توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور (علم کو) بیان کر دیا، سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول فرماؤں گا اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہوں ○

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران: ٨٩)

سوا ان لوگوں کے جنہوں نے (مرتد ہونے کے بعد) توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے ○

النمل: ١١٩، النور: ٥ اور الفرقان: ١٧ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور اصلاح کرنے کا معنی یہی ہے کہ وہ اس گناہ کا کفارہ ادا کرے اور اس کا تدارک کرے۔

عمداً نماز ترک کرنے پر نماز قضاء کرنے کی دلیل

نیز جمہور علماء نے عمداً نماز کے ترک کرنے کو نماز کے وقت سونے یا نماز کے بھولنے پر قیاس کیا ہے اور جب حدیث میں نماز کے وقت سونے والے یا نماز کو بھولنے والے پر لازم کیا ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھے تو اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ جب کسی نے عمداً نماز کو ترک کیا تو جب اس کو یاد آئے کہ اس نے فلاں وقت کی عمداً نماز نہیں پڑھی تھی تو وہ اس نماز کی قضاء کرے اور یہ قیاس دلالۃ النص کے طور پر ہے، جیسے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا.

اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا، اگر تمہارے پاس وہ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو ڈانٹنا۔

(بنی اسرائیل: ٢٣)

جب ماں باپ کو اُف کہنا اور ڈانٹنا بھی ممنوع ہے تو ان کو مارنا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ جب بھولے سے نماز کو ترک کرنے کی قضاء لازم ہے تو عمداً نماز کو ترک کرنے کی قضاء تو بہ طریق اولیٰ لازم ہوگی، باقی رہا یہ سوال کہ نبی ﷺ نے بھولے سے نماز کو ترک کرنے پر تو نماز کو قضاء کرنے کا حکم بیان فرمایا تو آپ نے عمداً نماز ترک کرنے کا حکم کیوں نہیں بیان فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے عہد میں کوئی شخص بھی عمداً نماز کو ترک نہیں کرتا تھا اور آپ کے عہد میں وقت پر نماز نہ پڑھنے کا سبب غالب یہی تھا کہ لوگ نماز کے وقت سوئے ہوئے ہوں یا نماز پڑھنا بھول جائیں اور نماز کا وقت نکل جائے، سو آپ نے اس کا حکم بیان فرمایا، اور عمداً نماز ترک کرنے والے کا حکم اس پر قیاس کرنے کے لیے چھوڑ دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِO (الحشر: ۲) پس اے آنکھوں والو! قیاس کروO

اس آیت کی تفسیر میں ہم نے قیاس کے حجت ہونے پر تبیان القرآن کی بارھویں جلد میں بہ کثرت دلائل بیان کیے ہیں۔

بہر حال ہم نے عمداً نماز ترک کرنے والے پر نماز کی قضاء کے وجوب اور لزوم پر دلائل بیان کر دیئے اور غیر مقلدین کے اعتراضات کے جواب ذکر کر دیئے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک

عمداً نماز ترک کرنے والے کو غیر مقلدین کا' کافر اور واجب القتل قرار دینا

بغیر عذر کے عمداً نماز ترک کرنے والے کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وہ شخص کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں' حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان (حد) نماز کو ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۸۲' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۸' سنن ترمذی: ۲۶۲۰' سنن نسائی: ۴۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز ترک کرنا موجب کفر ہے' اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کرے وہ کافر ہے' اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا معتقد ہو اور سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کر دے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے' اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا' ورنہ ہم اس کو بہ طور حد قتل کر دیں گے' امام احمد بن حنبل کی بھی ایک روایت یہی ہے' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کوفہ اور مزنی شافعی کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر ہے نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نمازی بن جائے اور حدیث مذکور کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اگر وہ جائز اور حلال سمجھ کر نماز کو ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس کا مسلسل یہ فعل اس کو کفر تک پہنچا دے گا یا اس نے کافروں کا سا فعل کیا۔

امام ابوحنیفہ نے تارکِ نماز کو قتل نہ کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس کا خون بہانا صرف تین صورتوں میں جائز ہے: وہ شادی شدہ زانی ہو' اس کو کسی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے' وہ شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے نکل جائے (اس کے سوا اس کو اور کسی صورت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے)۔ (صحیح البخاری: ۶۸۷۸' صحیح مسلم: ۱۶۷۶' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۲' سنن ترمذی: ۱۴۰۲' سنن نسائی: ۴۰۱۶_۴۰۷۲' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۴' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲_۴۲۸_۴۴۴)

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ تارکِ نماز کافر ہے اور اس کو قتل کیا جائے گا' اس کے کفر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے عمداً نماز کو ترک کیا' اس نے کھلم کھلا کفر کیا۔

(المعجم الاوسط: ۳۳۴۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۰)

(ہمارے نزدیک اس حدیث کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جس نے جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا' وہ کافر ہے یا اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور اس کو قتل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا

Marfat.com

رہوں حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے' مگر جس جان یا مال پر اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۵' صحیح مسلم: ۲۲' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۳) (نیل الاوطار ج ا ص ۴۱۲-۴۱۱ 'ملخصاً' دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

مصنف کے نزدیک اس حدیث سے شیخ شوکانی کا تارک نماز کو قتل کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اوّل تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے' ثانی یہ کہ اس حدیث میں نماز قائم نہ کرنے والے سے قتال اور جہاد کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے' ثالث یہ کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی جماعت نماز پڑھنے کا انکار کردے تو ان سے قتال کیا جائے جیسے کچھ لوگوں کی جماعت نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان سے جہاد کیا' جب کہ شیخ شوکانی اس شخص کے قتل کرنے پر اس حدیث سے استدلال کررہے ہیں' جو نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور سستی کی وجہ سے عمداً نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ نماز کا وقت نکل جائے اور ظاہر ہے کہ اس موقف پر اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور خود غیر مقلدین کا بھی اس موقف پر عمل نہیں ہے' کم از کم ۵۰ سال سے ہمارے مشاہدہ میں یہ نہیں آیا کہ انہوں نے کسی عمداً نماز کے ترک کرنے والے کو قتل کردیا ہو حالانکہ غیر مقلدین میں بھی ایسے بہت لوگ ہیں' جو سستی اور کاہلی یا بے پرواہی کی وجہ سے عمداً نماز نہیں پڑھتے' جب کہ بعض ممالک میں ان کو اقتدار بھی حاصل ہے۔

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی عمداً نماز ترک کرنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دیا ہے اور انہوں نے بھی یہی دلائل پیش کیے ہیں' جو نیل الاوطار ص ۴۱۲-۴۱۱ میں مذکور ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۷ ص ۴۰۷-۴۰۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

تارکِ نماز کو کافر قرار دینے کے متعلق متاخرین غیر مقلدین علماء کی تصریحات

مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبد اللہ روپڑی متوفی ۱۳۸۴ھ لکھتے ہیں:

اُم سلمہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر امیر ہوں گے جن کی کئی باتیں اچھی ہوں گی کئی بُری' جو شخص ان کی بُرائی کو دل سے بُرا سمجھے وہ بَری ہے اور جو کراہت کرے وہ سلامتی والا ہے' جو راضی ہو جائے اور بُرائی میں ان کی موافقت کرے (وہ ہلاک ہو گیا) صحابہ نے کہا: کیا ایسے امیروں سے ہم لڑائی نہ کریں؟ فرمایا: نہ جب تک نماز پڑھیں' نہ جب تک نماز پڑھیں۔ ان تین حدیثوں سے پہلی میں فرمایا ہے: امیر خواہ نیک ہوں یا بُرے ہر حال میں ان کی تابع داری کرو۔ ہاں! اگر صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس قطعی دلیل ہو تو پھر ان سے بیعت توڑ دو اور ان کا مقابلہ کرو' اور دوسری حدیثوں میں فرمایا: ایسے امیروں کی تابع داری ہر حال میں ضروری ہے مگر نماز نہ پڑھیں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور ان سے لڑو۔

نتیجہ صاف ہے کہ نماز نہ پڑھنا صریح کفر ہے' جس پر خدا کی طرف سے دلیل قطعی آچکی ہے' جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں' ان کے علاوہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں' جن میں سے ایک دو اُوپر کے مضمون میں بھی ذکر ہیں' اور بعض مولوی عبد القادر گنگوہی حصاری کے مضمون میں ذکر ہیں' جو پرچہ تنظیم کی جلد اوّل کے ص ۱۷-۱۹ میں درج ہو چکا ہے اور بعض ہمارے مندرجہ جلد ۵-۲ میں مذکور ہیں' اور بعض کا محل متفرقات ہیں' یہ سب بے نماز کے کفر پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ اہل حدیث ج ا ص ۳۸۳-۳۸۲' ادارہ احیاء السنۃ النبویہ' سرگودھا' ۱۴۰۴ھ)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

Marfat.com

سوال: بے نماز کس کو کہتے ہیں' کیا بے نماز ہمیشہ تارک الصلوٰۃ کو کہا جاتا ہے یا چند یوم نماز پڑھے' پھر چھوڑ دے یا جو صرف جمعہ اور نماز پڑھے باقی نمازیں نہ پڑھے۔ ایسے لوگوں پر نماز جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی امام یا عالم نماز جنازہ نہ پڑھے تو اس کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اگر بے نماز پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی صورت میں شرارتی افراد مسجد کے نام سے کوئی عمارت الگ بنالیں تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے' کیا وہ مسجد ضرار تو نہیں؟

جواب: جن دنوں میں کوئی نماز پڑھے' ان دنوں میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے ورنہ نہیں' کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور جو بے نماز کا جنازہ نہ پڑھے وہ عین حق پر ہے اور اس وجہ سے جو مسجد بنائی جائے' وہ مسجد ضرار ہے کیونکہ اس کی بنیاد حق پر نہیں بلکہ تفریق اور ضرر کے لیے ہے۔ (عبداللہ امرتسری' ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ/ ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء) (فتاویٰ اہل حدیث ج۱ ص ۳۸۶' سرگودھا)

سوال: بے نماز کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور بے نماز کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں "**ھم من ابائھم**" کے تحت کر دیا جائے؟

جواب: بے نماز کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیے' جس کی دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ بے نماز کافر ہے اور کافر کی نماز جنازہ نہیں ہوتی۔

دوم: بے نمازیوں کو تنبیہ ہو جائے گی' جیسے خودکشی کرنے والے پر اور مقروض پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ خودکشی اور قرض سے ترکِ نماز بڑا گناہ ہے۔ بس اس کی وجہ سے بہ طریق اولیٰ نماز جنازہ ترک ہونی چاہیے۔ رہا بے نماز کی اولاد کا مسئلہ تو اس کے متعلق ظاہراً یہ حکم حدیث "**ھم من ابائھم**" وہ اپنے باپوں سے ہیں۔ اصل تو یہی ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھے کیونکہ کافروں کی اولاد ظاہری احکام میں ماں باپ ہی کے تابع ہوتی ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج۱ ص ۳۸۶' سرگودھا)

نیز اسی فتاویٰ میں مذکور ہے:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا: مشرکین اور ہمارے درمیان جو کچھ عہد ہے وہ نماز ہے' جو نماز ترک کردے وہ کافر ہے۔

اس قسم کی بعض اور احادیث بھی ہیں۔ ان سے مطلع صاف ہو گیا کیونکہ جب ترکِ نماز شرک یا کفر ہوا تو یہ اس دفتر سے ہوا جو خدا معاف نہیں کرے گا۔ (فتاویٰ اہل حدیث ج۱ ص ۳۹۵۔ ۳۹۴' سرگودھا)

حافظ عبداللہ روپڑی نے جن احادیث سے بے نمازی کے کفر پر استدلال کیا ہے' ہمارے نزدیک وہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے یا نماز کو معمولی اور حقیر جان کر ترک کرے تو وہ کافر ہے یا اس شخص نے کافروں کا سا کام کیا یا اس شخص کا مسلسل نماز کو ترک کرنا اس کو کفر تک پہنچا دے گا۔

نیز اس فتاویٰ میں مذکور ہے:

سوال: جنازہ کے ساتھ بے نماز کو شامل ہونا کیوں منع ہے؟ (سائل: فتح دین)

جواب: بے نماز کو جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت نہیں بلکہ بے نماز کے جنازہ میں شامل ہونے سے ممانعت ہے۔ ہاں! بے نماز چونکہ کافر ہے' اس لیے اُس کا جنازہ میں شریک ہونا کچھ مفید نہیں۔ (عبداللہ امرتسری روپڑ' ۷ محرم ۱۳۵۷' بمطابق ۹ مارچ ۱۹۳۸ء)

(فتاویٰ اہل حدیث ج۱ ص ۳۹۶' ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ' سرگودھا)

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

سوال: بے نمازی مسلمان ہے یا کافر اور جنازہ پڑھنا اور اس کی لاش مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: تارک الصلوٰۃ کے حق میں علماء کا اختلاف ہے، بہت سے علماء جن میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ اور حافظ ابن قیم وغیرہ بھی ہیں، تارک الصلوٰۃ کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دیتے ہیں، یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا بھی جائز نہیں۔ ان کے سوا اور بہت سے علماء ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم خیال علماء ہیں، تارک الصلوٰۃ کو فاسق، فاجر، سخت مجرم قرار دیتے ہیں لیکن کافر مرتد نہیں کہتے ہیں۔ حدیث شریف جو تارک الصلوٰۃ کے حق میں آئی ہے ''فقد کفر'' (یعنی وہ کافر ہے) پہلے گروہ کی دلیل ہے، دوسرے گروہ کی دلیلیں اور ہیں، خاکسار کی تحقیق پچھلے گروہ سے متفق ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۶۵، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

اس فتویٰ کی تشریح میں شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علمائے کرام مختلف ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں: ''ولا خلاف بین المسلمین فی کفر من ترك الصلوة منكرا لوجوبها الخ ''یعنی جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہو کر نماز کو ترک کرے، وہ بالاتفاق کافر ہے، اس کے کفر میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہیں مگر ہاں جو شخص نو مسلم ہو یا مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو اس کو جب تک نماز کے وجوب کی خبر نہ پہنچے تب تک وہ کافر نہیں ہو سکتا اور جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھ کر بہ سبب کاہلی اور غفلت کے نماز کو ترک کرے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا حال ہے تو ایسے تارک الصلوٰۃ کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں لوگوں کا اختلاف ہے، پس عترت اور امام مالک اور امام شافعی اور جماہیر سلف وخلف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا شخص کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے، وہ اگر توبہ کرے فبہا ورنہ اس کو قتل کرنا چاہیے اور اس کی یہی حد ہے جیسا کہ زانی محصن کی حد قتل ہے مگر ایسے تارک الصلوٰۃ کو تلوار سے قتل کرنا چاہیے اور سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ وہ کافر ہے اور یہی مذہب مروی ہے حضرت علی سے اور امام احمد سے ایک روایت میں یہی منقول ہے اور عبد اللہ بن مبارک اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور ایک جماعت اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ وہ قتل کیا جاوے گا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور جب تک وہ نماز نہیں پڑھے گا تب تک وہ قید میں رکھا جاوے گا، اس کے بعد علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایسا تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور وہ قتل کیا جاوے گا، اس کا کافر ہونا تو اس وجہ سے حق ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شارع نے ایسے تارک الصلوٰۃ کو کافر لکھا ہے اور جو لوگ اس کے کافر ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ جس قدر معارضات وارد کرتے ہیں، ان میں سے ایک بھی ہم کو لازم نہیں آتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ کفر کی بعض قسمیں ایسی ہوں، جو مغفرت واستحقاق شفاعت سے مانع نہ ہوں جیسا کہ اہل قبلہ کا کفر بہ وجہ بعض ایسے گناہوں کے جن کو شارع نے کفر کہا ہے، پس اس بناء پر ان تاویلات کی کچھ حاجت نہیں ہے، جن میں لوگ پڑتے ہیں۔ انتہیٰ (کلام شوکانی) میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ علامہ ممدوح کی یہ تحقیق احق بالقبول ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۴۶۷۔۴۶۶، مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

خلاصہ یہ ہے کہ مقدم اور موخر علماء غیر مقلدین کے نزدیک بے نماز شخص کافر ہے اور واجب القتل ہے اور چونکہ اس زمانہ میں علماء غیر مقلدین کا اپنے اس موقف پر عمل نہیں ہے، اس لیے ان کو عوام بے نماز غیر مقلدین کو کافر نہ قرار دینے اور قتل نہ کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی ورنہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہم مسلک عوام بے نمازیوں کو چن چن کر حکومت سے قتل کروائیں۔

Marfat.com

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق غیر مقلدین کا مسلک

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم نواب محمد صدیق خان بن حسن القنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ، صحیح مسلم: ۲۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہمارے شیخ اور ہماری برکت امام شوکانی سے ان دیہاتیوں کے متعلق سوال کیا گیا، جو کسی شرعی حکم پر عمل نہیں کرتے صرف کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، آیا وہ کافر ہیں یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے ''ارشاد السائل الی ادلۃ المسائل'' میں اس کا جواب لکھا، جس کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں کہ جو شخص ارکانِ اسلام اور جمیع فرائض کا تارک ہو اور تمام اقوال اور افعال واجبہ کو چھوڑنے والا ہو اور سوائے کلمہ شہادت پڑھنے کے اور کچھ نہ کرتا ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر بہت شدید ہے، اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے، احادیث صحیحہ متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ جان اور مال کی سلامتی تب ثابت ہوتی ہے، جب ارکانِ اسلام پر عمل کیا جائے اور مسلمانوں سے جو شخص اس طرح کے کافر کے پڑوس میں رہتا ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو اسلام کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دے، اس کو ثواب کی طرف راغب کرے اور اس کو عذاب سے ڈرائے اور اگر یہ کافر اپنے کفر پر اصرار کرے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے قتال کریں اور اس سے تمام احکام اسلام پر عمل کرائیں اور اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو اس کو قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہے اور اس کا حکم اہل جاہلیت کا ہے۔ (السراج الوہاج ج ۱ ص ۴۹-۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

بے عمل کلمہ گو کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

نواب صدیق حسن اور ان کی برکت دونوں کے ردّ کے لیے یہ حدیث کافی ہے:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہوگئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تو میں اس جگہ کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب میں سے جن کو اللہ نے چاہا وہ میرے گھر آئے، آپ نماز پڑھ رہے تھے اور کچھ اصحاب آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ان کو یہ بہت ناگوار ہوا کہ مالک بن دخشم اس وقت نہیں آئے تھے، انہوں نے یہ چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خلاف دعا کریں اور وہ ہلاک ہو جائے اور انہوں نے یہ چاہا کہ اس پر کوئی مصیبت آئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو آپ نے فرمایا: کیا وہ (مالک بن دخشم) یہ شہادت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ یہ شہادت دیتا ہے اور یہ شہادت اس کے دل میں نہیں ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، یا فرمایا: اس کو دوزخ نہیں کھائے گی۔ (صحیح مسلم: ۳۳، صحیح البخاری: ۴۲۵، السراج الوہاج ج ۱ ص ۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

جن صحابہ نے حضرت مالک بن دخشم کو منافق کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ردّ کیا اور فرمایا: کیا وہ کلمہ شہادت نہیں پڑھتا، نیز فرمایا: جو شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہو، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا اور نواب صدیق حسن خاں اور ان کے امام اور ان کی برکت (شوکانی) بے عمل کلمہ شہادت پڑھنے والے کو کافر اور واجب القتل قرار دے رہے ہیں!

بے عمل اور تارکِ نماز کے متعلق اہل سنت اور اہل حق کا مسلک

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

یاد رکھو! اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مر گیا' وہ قطعی طور پر جنت میں داخل ہوگا' اگر اس نے گناہ نہیں کیے تھے یا گناہ کرنے کے بعد توبہ صحیحہ کر لی تھی تو وہ ابتداءً جنت میں داخل ہوگا اور دوزخ میں داخل نہیں ہوگا' اور اگر اس نے گناہ کبیرہ کیے تھے اور وہ بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے' اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو معاف کر کے اس کو ابتداء جنت میں داخل کر دے گا' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو دوزخ میں جتنا عرصہ چاہے گا' داخل کر کے پھر جنت میں داخل کر دے گا' بہر حال جو شخص توحید پر مر گیا' وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا' خواہ اس نے گناہ کیے ہوں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

بے نمازی کے متعلق شیخ عبد العزیز بن باز کا مفصل فتویٰ

شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز لکھتے ہیں:

جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے تو وہ علماء کے صحیح قول کے مطابق کفر اکبر کا مرتکب ہے' جب کہ وہ وجوب نماز کا اقرار کرتا ہو اور اگر نماز کے وجوب ہی کا منکر ہو تو پھر تمام اہل علم کے ہاں وہ کافر ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اصل معاملہ تو اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترکِ نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے کہ وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے' وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے' لہٰذا اس بات پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ اس کا کفر اس شخص کے کفر کی نسبت اکبر و اعظم ہے جو محض سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں' اگر توبہ کرے تو بہت بہتر ورنہ اس سلسلہ میں وارد دلائل کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے۔ تارک نماز کا بائیکاٹ' اس کے ساتھ قطع تعلقات اور اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسے نصیحت کی جائے' حق کی دعوت دی جائے' اور ان سزاؤں سے ڈرایا جائے' جو ترکِ نماز کی وجہ سے دنیا و آخرت میں مرتب ہوتی ہیں' شاید اسی طرح وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرما دے۔

میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے

سوال: میرا ایک بہت عزیز دوست' جس سے مجھے بہت زیادہ محبت ہے' فرض نماز پڑھتا ہے نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے' میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا میں اس سے دوستی رکھوں یا نہ رکھوں؟

جواب: اس جیسے آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض اور دشمنی رکھنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے' اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' ترک نماز ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے' وہ نماز ہے' لہٰذا جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے' نیز اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے ترک کرنا بھی بہت بڑے جرائم میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ جو شخص مرض یا سفر وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ ترک کرتا ہے تو وہ کافر ہے' لہٰذا واجب ہے کہ آپ اس شخص سے بغض رکھیں

Marfat.com

اور اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ. (التوبہ:۵)

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کی راہ نہ چھوڑی جائے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے' تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے' اس کے قتل سے آپ کو منع نہیں کیا گیا۔ الغرض آیات واحادیث کے ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے تو مسلمان حکمران پر یہ واجب ہے کہ اسے قتل کرا دے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دوست کو توبہ اور راہ راست کی توفیق بخشے۔

تارکِ نماز کے ساتھ سکونت

سوال: کچھ عرصہ قبل مجھے ایک ہسپتال میں داخل ہونے کا اتفاق ہوا' میں جس کمرہ میں رہ رہا تھا' اس میں دو آدمی اور بھی تھے اور کمرہ میں ہم تین دن تک رہے' میں تو اس مدت میں نماز پڑھتا رہا لیکن وہ دونوں آدمی نماز نہیں پڑھتے تھے حالانکہ وہ بھی مسلمان اور میرے ہی شہر کے باشندے تھے' میں نے اس سلسلہ میں ان سے کوئی بات بھی نہ کی تو کیا مجھے اس کا گناہ ہوگا کہ میں نے انہیں نماز کا حکم کیوں نہ دیا' اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: آپ پر یہ واجب تھا کہ ان دونوں کو نصیحت کرتے اور اس منکر عظیم یعنی ترک نماز کے ارتکاب کی مذمت کرتے' تاکہ حسب ذیل ارشادِ باری تعالیٰ پر عمل ہو جاتا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○ (آل عمران:۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں○

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو جاتا کہ تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (سمجھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (بُرا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔ (صحیح مسلم)

جب آپ نے فرض کو ادا نہیں کیا تو اب واجب یہ ہے کہ اس معصیت کی وجہ سے خالص توبہ کریں۔ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو کوتاہی ہوئی' اس پر ندامت کا اظہار کریں' اب اس سے رُک جائیں اور یہ پختہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص' تعظیم' اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے کریں۔ جو صدقِ دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى○ (طٰہٰ:۸۲)

اور تحقیق جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے' پھر سیدھے راستے پر چلے' اس کو میں بخشنے والا ہوں○

نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت

سوال: نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اس کی اور کسی بھی دوسرے کافر کی صحبت جائز نہیں ہے۔ ترک نماز بھی چونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کفر ہے کہ

Marfat.com

آدمی اور کفر وشرک کے درمیان فرق نماز کی وجہ سے ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' باسناد صحیح) ان اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحبت جائز نہیں۔ (مقالات وفتاویٰ مترجم اردو ج۱ ص ۲۵۳۔۲۵۱' دار السلام' لاہور' ۱۴۱۹ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۴۶۴۔ ج ۲ ص ۱۴۱۳ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۳۸ - بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ' الْاُوْلٰى فَالْاُوْلٰى

نمازوں کو ترتیب وار قضاء کرنا پہلے پہلی نماز' پھر دوسری نماز

اس باب میں قضاء نمازوں کو ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے یعنی قضاء نمازوں میں جو پہلی نماز ہے' اس کو پہلے ادا کیا جائے اور جو دوسری نماز ہے' اس کو بعد میں ادا کیا جائے۔ علیٰ ھذا القیاس!

۵۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' هُوَ ابْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ' عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ' وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كِدْتُّ اُصَلِّى الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتْ' قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ' فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ' ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی کثیر ہیں از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دن کفار کو برا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر ہم مدینہ کی ایک وادی میں گئے' پھر آپ نے سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھائی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۹۶ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۹ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کا مکروہ ہونا

اس عنوان میں ''سمر'' کا لفظ ہے' اس کا معنیٰ ہے: رات کو باتیں کرنا' اور اس سے مراد ہے: رات کو وہ باتیں کرنا جو مباح ہوں اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنا' اس لیے مکروہ ہے کہ ان میں مشغولیت کی وجہ سے جو شخص سحری کے وقت تہجد کے لیے اور ذکر اور استغفار کے لیے اٹھتا ہے' وہ اس سے محروم نہ ہو جائے یا نمازِ فجر اور اس کی جماعت سے محروم نہ ہو جائے' مباح باتیں کرنا اس وقت مکروہ ہے لیکن علم دین اور وعظ ونصیحت کی باتیں کرنا' اس وقت بھی مستحب ہیں اور گناہ کی باتیں کرنا ہر وقت حرام ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

اَلسَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِىْ مَوْضِعِ الْجَمْعِ.

''السّامر'' ''سَمَر'' سے ماخوذ ہے اور جمع ''السمار'' ہے اور ''السامر'' یہاں پر جمع کی جگہ میں ہے۔

۵۹۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِىْ اِلٰى اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِىِّ' فَقَالَ لَهٗ اَبِىْ حَدِّثْنَا' كَيْفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمنہال نے

Marfat.com

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ؟ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ، وَهِيَ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى، حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ، ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى اَهْلِهٖ فِي اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ، وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ، قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَاءَ، قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ، حِيْنَ يَعْرِفُ اَحَدُنَا جَلِيْسَهٗ، وَيَقْرَاُ مِنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' پس ان سے میرے والد نے کہا: ہمیں حدیث بیان کریں کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ دوپہر کے وقت نماز پڑھتے تھے' یہ وہ نماز ہے جس کو تم پیشین کہتے ہو' وہ یہ نماز اس وقت پڑھتے جب سورج (سر کی سیدھ سے) زائل ہو جاتا تھا اور عصر کی نماز پڑھتے' پھر ہم میں سے کوئی شخص مدینہ کے آخری حصہ میں اپنے گھر لوٹ جاتا اور سورج چمک رہا ہوتا تھا' اور میں بھول گیا کہ انہوں نے مغرب کے متعلق کیا کہا تھا اور آپ اس کو پسند کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو مؤخر کیا جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو (بھی) ناپسند کرتے تھے اور فجر کی نماز کے بعد آپ واپس ہوتے تو اس وقت ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لیتا تھا اور آپ ساٹھ سے لے کر سو آیتیں پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۴۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: ظہر کا وقت زوال سے ہوتا ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد باتوں کی کراہت' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

٤٠ - بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد فقہی مباحث اور نیکی کی باتیں کرنا پسندیدہ ہیں اور باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ عشاء کے بعد مباح باتیں کرنا ناپسندیدہ ہیں۔

٦٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَلِيِّ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ، وَرَاثَ عَلَيْنَا، حَتّٰى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهٖ، فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيْرَانُنَا هٰؤُلَاءِ، ثُمَّ قَالَ قَالَ اَنَسٌ نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، حَتّٰى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهٗ، فَجَاءَ فَصَلّٰى لَنَا، ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ اَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا، وَاِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ. وَاِنَّ الْقَوْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعلی الحنفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم الحسن (البصری) کا انتظار کر رہے تھے' انہوں نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کا وقت آ گیا' تب وہ آئے اور (دیر سے آنے کا عذر بیان کیا) کہ ہمارے ان پڑوسیوں نے ہمیں بلا لیا تھا' پھر کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی'

Marfat.com

لَا یَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَیْرَ. قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ہمیں نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا' پس فرمایا: سنو! لوگوں نے نماز پڑھ لی' پھر سو گئے اور تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے' (الحسن البصری نے کہا:) لوگوں کا اس وقت تک خیر میں شمار ہوتا ہے' جب تک وہ خیر کا انتظار کرتے رہتے ہیں' قرہ نے کہا: یہ حضرت انس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۷۲ میں گزر چکی ہے' وہاں اس کا عنوان تھا: عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے' اور یہاں اس کا عنوان ہے: عشاء کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی گنجائش ہے۔

۶۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ حَثْمَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِیْ اٰخِرِ حَیَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ، قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةٍ، لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ. فَوَهِلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، اِلٰی مَا یَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ، عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ، وَاِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ الْیَوْمَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ. یُرِیْدُ بِذٰلِكَ اَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابوبکر بن ابی حثمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخر میں عشاء کی نماز پڑھی' جب سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا: مجھے بتاؤ یہ تمہاری کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے سو سال بعد روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا' جو آج (زندہ) ہیں' حضرت ابن عمر نے کہا: لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سمجھنے میں غلطی کی حتیٰ کہ وہ سو سال کی تاویل میں مختلف باتیں کرنے لگے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ اب زمین پر زندہ ہیں' سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا' آپ کی مراد یہ تھی کہ سو سال بعد یہ قرن (صدی) گزر جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۶ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: رات کو علم کی باتیں کرنا' اور یہاں اس حدیث کا عنوان ہے: عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا' اور اس حدیث میں دونوں عنوانوں کی صلاحیت ہے۔

سو سال کی غلط تاویلیں اور سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی

حضرت ابن عمر نے فرمایا: لوگوں نے اس حدیث کو سمجھنے میں غلطی کی اور سو سال کی مختلف تاویلیں کیں:

بعض نے کہا: اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ سو سال بعد یہ تمام جہان ختم ہو جائے گا' بعض نے کہا: سو سال بعد قیامت آ جائے گی' بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہے گا اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ آخری صحابی ہیں وہ ۱۱۰ تک زندہ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش گوئی کے ٹھیک سو سال بعد فوت ہوئے تھے' اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کی امت کی عمریں اس قدر طویل نہیں ہوں گی' جس طرح سابقہ امتوں کی

Marfat.com

طویل عمریں تھیں، سو ان کو نیک اعمال میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ابن سیرین اور القاسم اور ان کے اصحاب عشاء کی نماز کے بعد نیکی کی باتیں کیا کرتے تھے' مجاہد نے کہا: علمی مباحث میں باتیں کرنا اور نمازی اور مسافر کے علاوہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١ - بَابُ السَّمَرِ مَعَ الضَّيْفِ وَالْاَهْلِ

گھر والوں اور مہمان کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا

گھر والوں سے مراد ہے: انسان کی بیوی اور بچے' اس سے پہلے باب میں عشاء کے بعد نیکی اور فقہ کی باتیں کرنے کا ذکر تھا' اور اس باب میں گھر والوں کے ساتھ اور مہمان کے ساتھ باتیں کرنے کا ذکر ہے' جو پہلے باب سے عام ہے خواہ علم کی باتیں ہوں یا دنیاوی اُمور اور مباح کاموں سے متعلق باتیں ہوں۔

٦٠٢ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ، وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْ سَادِسٌ. وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، فَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِیْ وَاُمِّیْ، فَلَا اَدْرِیْ قَالَ وَامْرَاَتِیْ وَخَادِمٌ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِیْ بَكْرٍ، وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشَّى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ، قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ؟ اَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ اَوَ مَا عَشَّيْتِيْهِمْ؟ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِیْءَ، قَدْ عُرِضُوْا فَاَبَوْا، قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ، فَقَالَ يَا غُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا، وَايْمُ اللّٰهِ، مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا، قَالَ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ، فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هِیَ كَمَا هِیَ اَوْ اَكْثَرُ مِنْهَا، فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ، مَا هٰذَا؟ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو' وہ تیسرے آدمی کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے' حضرت عبد الرحمٰن نے کہا: میں تھا' میرے والد تھے اور میری والدہ تھیں' راوی نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کہا تھا: اور میری بیوی تھی اور خادم تھا' یہ لوگ ہمارے اور حضرت ابوبکر کے درمیان مشترک تھے' ایک دن حضرت ابوبکر نے رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھایا اور آ کر گھہرے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی' پھر لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور وہاں ٹھہرے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کا کھانا کھا لیا' پھر جب کافی رات گزر گئی تو گھر آئے' حضرت ابوبکر سے ان کی اہلیہ نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں یا مہمان کے پاس آنے سے کس نے روک لیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے بتایا: مہمانوں نے انکار کر دیا حتیٰ کہ آپ آ جائیں' ان کو کھانا پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عبد الرحمان نے کہا: میں جا کر ایک جگہ چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت زدہ'

Marfat.com

عَیْنِیْ، لَهِیَ الْاٰنَ اَکْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ، فَاَکَلَ مِنْهَا اَبُوْ بَکْرٍ وَقَالَ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّیْطَانِ، یَعْنِیْ یَمِیْنَهٗ، ثُمَّ اَکَلَ مِنْهَا لُقْمَةً، ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ، وَکَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ، فَمَضَی الْاَجَلُ، فَفَرَّقَنَا اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ کُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ اُنَاسٌ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ کَمْ مَعَ کُلِّ رَجُلٍ، فَاَکَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ، اَوْ کَمَا قَالَ. [اطراف الحدیث: ۳۵۸۱ـ ۶۱۴۰ـ ۶۱۴۱]

(صحیح مسلم: ۲۰۵۷، الرقم المسلسل: ۵۲۶۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۷۰ـ ۳۲۷۱، صحیح ابن حبان: ۵۰۴۳، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۳۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۷۰۲ـ ج ۳ ص ۲۲۹، مؤسسة الرسالة بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۴۲۹۵، مکتبة الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حقیر! اللہ تمہاری ناک کاٹ دے اور ان کو بہت بُرا کہا، پھر مہمانوں سے کہا: کھاؤ! تم کو یہ کھانا مبارک نہ ہو، پھر کہا: اللہ کی قسم! میں یہ کھانا کبھی بھی نہیں کھاؤں گا، حضرت عبد الرحمان نے کہا: اور اللہ کی قسم! ہم اس کھانے سے ایک لقمہ بھی نہیں لیتے تھے کہ وہ کھانا نیچے سے بہت زیادہ ہو جاتا تھا، انہوں نے کہا: حتیٰ کہ مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھالیا اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اس کھانے کی طرف دیکھا تو وہ کھانا اتنا ہی تھا یا اس سے بہت زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے بنوفراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ کھانا تو پہلے سے بہت زیادہ ہے، پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، پھر حضرت ابوبکر نے اس طعام سے کھایا اور کہا: میں نے جو اس طعام سے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطانی فعل تھا، پھر اس طعام سے ایک لقمہ کھایا، پھر اس طعام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پھر وہ طعام صبح تک آپ کے پاس رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک معاہدہ تھا، پس وہ مدت گزر چکی تھی، پس ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھا دیا اور ہر آدمی کے ساتھ اور بھی کچھ افراد تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے افراد تھے، ان سب لوگوں نے وہ کھانا کھالیا، یا جس طرح حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر نے بیان کیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) معتمر بن سلیمان السدوسی (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) ابوعثمان عبد الرحمان ابن مل بن عمرو النہدی، انہوں نے زمانۂ جاہلیت بھی پایا تھا، یہ ۱۳۰ سال کی عمر میں ۹۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۵) حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۴۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مہمانوں سے عشاء کی نماز کے بعد کہا گیا کہ کھانا کھاؤ اور یہ دنیاوی معاملہ میں بات ہے، سو یہ کلام مباح ہے بلکہ یہ کلام مستحب بھی ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلانا سنت ہے خصوصاً اس لیے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے مہمان تھے۔

''اصحاب الصفة، غنثر'' اور ''جدّع'' کے معانی اور حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹنے کی توجیہ

اس حدیث میں ''اصحاب الصفة'' کا ذکر ہے، ''الصفة'' کا معنی ہے: چبوترہ۔ ''اصحاب الصفة'' سے مراد وہ فقراء صحابہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے چبوترہ پر رہتے تھے، یہ جگہ مسجد سے منقطع تھی اور اس پر سائبان تھا، یہ مسافر لوگ تھے اور دن رات یہیں

Marfat.com

رہتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث سنتے تھے اور احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتے تھے' ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی' ایک وقت میں ان کی تعداد ستر تک ہوگئی تھی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اس حدیث میں ''غنثر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ شخص جس کو ملامت کی گئی ہو' اس کا معنی حقیر اور جاہل بھی ہے' یہ وہ کلمہ ہے جس کو ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے۔

اس حدیث میں ''جدّع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تمہاری ناک کاٹ دے' یا ہونٹ کاٹ دے یا کان کاٹ دے' یہ بددعا کا کلمہ ہے اور اس کو بھی ڈانٹ ڈپٹ کے موقع پر بولا جاتا ہے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمان کو اس لیے ڈانٹا تھا کہ ان کا گمان تھا کہ انہوں نے مہمانوں کو کھانا کھلانے میں تقصیر کی تھی۔

امیروں پر لازم کرنا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلائیں' زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حقوق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کا قول سے بڑھ کر ہونا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ یہ دیکھے کہ عام لوگ بھوکے ہیں تو وہ خوش حال لوگوں پر یہ لازم کرے کہ وہ اپنے ساتھ چند بھوکے لوگوں کو اپنے گھر لے جائیں اور ان کو کھانا کھلائیں اور امیر لوگوں کی سہولت کے لیے آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے ساتھ ایک یا دو آدمیوں کو لے جائیں اور جن کے پاس زیادہ کھانا ہو' وہ زیادہ آدمیوں کو لے جائیں۔

اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب زیادہ مہمان ہوں تو ان کو محلہ والوں پر تقسیم کر دیا جائے اور سب مسلمان اپنے گھر والوں کے اوپر بھوکے مہمانوں کو ترجیح دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ غم گساری کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ: ۱۱۱) بے شک اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یعنی جب مسلمان دیکھیں کہ لوگ بھوکے اور ضرورت مند ہیں تو ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ان پر اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں' اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ انسان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو' وہ پانچ یا چھ آدمیوں کو کھانا کھلائے اور آپ خود اپنے ساتھ دس بھوکے آدمی لے کر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ جتنا فرماتے تھے' اس سے زیادہ عمل کر کے دکھاتے تھے۔

سربراہ قوم کے پاس کھانا کھانا' مہمانوں کی خدمت کسی کے سپرد کر دینا' برکت والا کھانا استاذ اور شیخ کے پاس پیش کرنا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانا کھاتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خواہ انسان کے گھر میں مہمان ہوں' اس کا سربراہ قوم کے ساتھ کھانا' کھانا جائز ہے' جب کہ گھر میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کی غیر موجودگی میں مہمان کی خدمت کر سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمانوں کو چاہیے کہ وہ گھر والے کا انتظار کریں اور اس کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔

اس کھانے میں جو برکت ظاہر ہوئی' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھی' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ ہر برکت والے کھانے اور عمدہ چیز کو اپنے شیخ اور استاذ کی خدمت میں لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں' میں حضرت مفتی سید شجاعت علی رحمہ اللہ کے ساتھ صاحب زادہ حبیب الرحمان محبوبی کے پاس بریڈفورڈ'

Marfat.com

انگلینڈ گیا' دستر خوان چنا ہوا تھا' صاحب زادہ صاحب کوئی لذیذ ڈش کھا رہے تھے' میں نے کہا: مجھے بھی اس میں سے دیں' انہوں نے کہا: آپ کوئی حدیث سنائیں کہ شاگرد اپنا بچا ہوا کھانا اپنے استاذ کو پیش کر سکتا ہے تو میں نے ان کو فی الفور یہ حدیث سنا دی اور برجستہ یہ حدیث سنانے پر سب نے مجھے داد اور تحسین دی۔

اس کھانے میں برکت کا ظاہر ہونا حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت بھی تھی اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

اولاد کا والد کے ڈر سے چھپنا' والد کا اولاد کو ڈانٹنا اور بددعا دینا اور دیگر فوائد

حضرت عبد الرحمٰن' حضرت ابوبکر کے ڈر سے چھپ گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا اپنے باپ کے ڈر سے چھپنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت عبد الرحمان کو ڈانٹا اور جاہل وغیرہ کہا' اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی تقصیر پر ماں باپ کا ان کو ڈانٹنا جائز ہے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ تمہاری ناک کاٹ ڈالے' اس سے معلوم ہوا کہ ڈانٹتے وقت اولاد کو بددعا کے کلمات کہنا بھی جائز ہے' حضرت ابوبکر نے قسم کھائی تھی کہ میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا مگر جب اس کھانے میں برکت کے آثار دیکھے تو اپنی قسم توڑ دی' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھالے' پھر اس کو معلوم ہو کہ اس کام کو کرنا بہتر ہے تو اس کو اپنی قسم توڑ دینی چاہیے' حضرت ابوبکر نے اس کھانے کو صبح تک کے لیے رکھ دیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کل کے لیے کھانے کو بچا کر رکھنا جائز ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۴۸۔ ج ۶ ص ۳۱۶ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا یہ عنوان ہے:
علم دین کے طلباء کا اعزاز اور اکرام اور آداب ضیافت۔

''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' کا اختتام

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ شوال ۱۴۲۷ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۶ء بہ روز اتوار بعد از نماز مغرب صحیح البخاری کی ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل ہو گئی' اس کے بعد ان شاء اللہ ''کتاب الاذان'' شروع ہو گی۔ ''کتاب المواقیت'' میں کل ۱۱۷' احادیث آئیں' جن میں سے ۳۶ تعلیقات تھیں اور باقی احادیث موصولہ تھیں' جن کی تعداد: ۸۴ ہے۔

الٰہ العلمین! جس طرح آپ نے ''کتاب مواقیت الصلوٰۃ'' مکمل کرادی ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب بھی مکمل فرمادیں اور میری' میرے والدین کی' میرے اساتذہ' تلامذہ' احباب اور اس کتاب کے ناشر' کمپوزر' مصحح' جملہ معاونین اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں!

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم

۱۰ - کِتَابُ الْاَذَانِ

اذان کا بیان

لغت میں ''اذان'' کا معنی ہے: ''اعلام'' یعنی خبر دینا' قرآن مجید میں ہے:

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (التوبہ:۳) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے۔

''اذان'' کا شرعی معنی ہے: اوقاتِ مخصوصہ میں الفاظِ مخصوصہ کے ساتھ مخصوص اطلاع یا خبر دینا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس نماز کا جو وقت معین کیا ہے' اس وقت کی خبر دینا۔

۱ - بَابُ بَدْءِ الْاَذَانِ — اذان کی ابتداء

اس باب میں اذان کی ابتداء کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المائدہ:۵۸)' وَقَوْلِهٖ ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (الجمعہ:۹).

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب تم نماز کے لیے اعلان کرتے ہو تو یہ اس اعلان کو ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں (المائدہ:۵۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جب جمعہ کے دن نماز کا اعلان کیا جائے۔ (الجمعہ:۹)

امام بخاری نے یہ دونوں آیتیں یہ بتانے کے لیے ذکر کی ہیں کہ یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں اور اذان کی ابتداء مدینہ میں ہوئی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اذان کا ثبوت قرآن مجید کی صریح آیت سے ہے' صرف خواب سے نہیں ہے۔

۶۰۳ - **حَدَّثَنَا** عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ' عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ' فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى' فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ' وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. [اطراف الحدیث:۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۳۴۵۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے آگ جلانے اور ناقوس بجانے کا ذکر کیا' پس انہوں نے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا کہ وہ دو دو مرتبہ اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

(صحیح مسلم:۳۷۸' الرقم المسلسل:۸۱۵' سنن ابوداؤد:۵۰۸-۵۰۹' سنن ترمذی:۱۹۳' سنن نسائی:۶۲۷' سنن ابن ماجہ:۷۲۹-۷۳۰' صحیح ابن خزیمہ:

Marfat.com

۳۶۶، سنن دارقطنی ج اص ۲۴۰، المستدرک ج اص ۱۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۲۰۵، سنن دارمی: ۱۱۹۵، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۵، سنن بیہقی ج اص ۴۱۲، شرح السنۃ: ۴۰۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۲۰۰۱۔ ج ۱۹ ص ۶۰، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۱، مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبدالوارث بن سعید التنوری (۳) خالد الحذاء (۴) ابوقلابہ بن زید الجرمی (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ کو اذان دینے کا حکم دیا کیونکہ اس سے پہلے مسلمان نماز کے اوقات میں راستوں میں کھڑے ہو کر ندا کرتے تھے: ''الصلوٰۃ' الصلوٰۃ''۔

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جب نماز کا وقت آ جاتا تو ایک آدمی راستے میں یہ پکارتا ہوا دوڑتا: نماز' نماز۔ لوگوں پر یہ طریقہ بہت شاق گزرا' لوگوں نے کہا: کاش! ہم ناقوس بنالیں! یعنی ایک بڑی لکڑی پر چھوٹی لکڑی مارتے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے' پھر انہوں نے کہا: ہم بگل (بھونپو) بنالیں' آپ نے فرمایا: یہ یہود کا طریقہ ہے' لوگوں نے کہا: پھر ہم کسی بلند جگہ پر آگ جلادیں! آپ نے فرمایا: یہ مجوس کا طریقہ ہے' پھر آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو امام ابن حبان اور امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۰)

اذان کی ابتداء اور اذان کے کلمات کے ثبوت میں احادیث

حضرت علی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ایک سواری لے کر آئے' جس کو براق کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے کچھ سرکشی کی' حضرت جبریل نے اس سے کہا: تم پرسکون ہو جاؤ' اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ معزز شخص تم پر سوار نہیں ہوا' پھر آپ اس پر سوار ہو گئے حتیٰ کہ اس حجاب کے پاس پہنچے جو رحمان تبارک وتعالیٰ کے قریب ہے' پھر اس حجاب سے ایک فرشتہ باہر نکلا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون ہے' حضرت جبریل نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں جب سے پیدا ہوا ہوں' میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا' اس فرشتہ نے کہا: ''اللّٰہ اکبر! اللّٰہ اکبر'' تو اس حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں' پھر فرشتہ نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' پھر فرشتہ نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندہ نے سچ کہا' میں نے محمد کو رسول بنایا ہے' پھر فرشتہ نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلوٰۃ'' پھر کہا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' تو حجاب کے پیچھے سے کہا گیا: میرے بندے نے سچ کہا' میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' پھر فرشتہ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر آگے کر دیا' پھر آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی' ان میں حضرت آدم بھی تھے اور حضرت نوح بھی تھے۔

امام بزار نے کہا: یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور کسی سند سے ہمارے علم میں نہیں ہے اور اس حدیث کا راوی زیاد بن المنذر رشیعی ہے' اس سے مروان بن معاویہ وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

Marfat.com

(کشف الاستار عن زوائد البزار: ۳۵۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' البحر الزخار ج ۲ ص ۱۴۷-۱۴۶)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ زیاد بن المنذر کے ضعف پر اجماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹)

علامہ سہیلی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۰-۱۹' طبع ملتان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ نماز کے لیے کس طرح اطلاع دی جائے' پس بعض لوگوں نے بگل بجانے کا ذکر کیا' آپ نے اس کو یہود کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر لوگوں نے ناقوس کا ذکر کیا' آپ نے اس کو نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے ناپسند کیا' پھر انصار کے ایک شخص کو خواب میں اذان کے کلمات دکھائے گئے' ان کا نام حضرت عبداللہ بن زید تھا اور حضرت عمر بن الخطاب کو بھی' پھر وہ انصاری رات کو ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا مگر حضرت عبداللہ بن زید مجھ پر سبقت کر گئے۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۰۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جو خواب دکھایا گیا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

محمد بن عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناقوس لانے کا حکم دیا تاکہ لوگوں میں اعلان کے لیے چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارا جائے کہ لوگ نماز کے لیے جمع ہو جائیں تو میں یہی سوچتا ہوا سو گیا' میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس تھا' میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم اس ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: میں اس سے نماز کے لیے لوگوں کو بلاؤں گا' اس نے کہا: کیا میں تم کو اس سے زیادہ بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں' اس نے کہا: تم کہو: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر وہ شخص مجھ سے تھوڑی دور چلا گیا' پھر اس نے کہا: جب تم نماز کی اقامت کہو تو یوں کہنا: ''اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' پھر جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو بتایا کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا تھا' آپ نے فرمایا: ان شاء اللہ! یہ برحق خواب ہے' تم کھڑے ہو کر خواب میں سنے ہوئے اذان کے کلمات بلال کو بتاؤ اور بلال اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے' پس میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہوا اور ان کو اذان کے کلمات بتاتا رہا اور وہ اذان دیتے رہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں تھے' انہوں نے اذان سنی تو وہ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے نکلے اور انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! یارسول اللہ! میں نے بھی ایسا خواب دیکھا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وللّٰہ الحمد''۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۹' سنن ابن ماجہ: ۷۰۶' سنن ترمذی: ۱۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۴۲' مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۸)

اس اعتراض کا جواب کہ اذان کا ثبوت صحابہ کے خوابوں سے ہوا' حالانکہ وہ اسلام کا شعار ہے

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوئے' حالانکہ اذان مہتم بالشان امر ہے اور اسلام کا شعار ہے' اس لیے چاہیے تھے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے اذان کے کلمات کا ثبوت ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے کلمات کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا ہے

Marfat.com

جیسا کہ ہم نے مسند البزار کے حوالے سے شروع میں حدیث ذکر کی ہے' ہر چند کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف السند احادیث معتبر ہوتی ہیں۔ ثانیاً جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زید سے خواب سن کر اس کی توثیق اور تقریر فرمادی تو گویا اذان کا ثبوت آپ سے ہوا' ثالثاً اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اذان کے معمول کو ثابت اور برقرار رکھا ہے تو گویا اذان کے یہ کلمات وحی الٰہی سے ثابت ہیں' اور اس سلسلہ میں یہ آیت بہت صریح ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (الجمعہ:۹)

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر (سننے) کی طرف دوڑو' اور خرید وفروخت کو ترک کردو' اگر تم کو علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے O

اقامت کے کلمات کی تعداد میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان کے کلمات دو' دو بار کہے جائیں اور اقامت کے کلمات ایک' ایک بار کہے جائیں اور یہی امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے' نیز امام شافعی کے نزدیک شہادتین کے کلمات کو دہرایا جاتا ہے' لہٰذا ان کے نزدیک اذان کے انیس کلمات ہیں اور اقامت کے گیارہ کلمات ہیں' اور امام مالک اذان کے شروع میں چار بار اللہ اکبر نہیں کہتے' صرف دو بار کہتے ہیں اور اقامت کے ان کے نزدیک دس کلمات ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حرمین' حجاز' شام' یمن' مصر' مغرب اور انتہائی دور کے اسلامی ممالک میں یہ معمول ہے کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے جاتے ہیں اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ ''قد قامت الصلٰوۃ'' کو دو بار کہا جاتا ہے' سوائے امام مالک کے' ان کے نزدیک اس کو دو بار نہیں کہا جاتا اور انہوں نے کہا کہ اذان اور اقامت کے کلمات کی تعداد میں فرق کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اذان سے مقصود نماز کے وقت کی خبر دینا ہے' اور اقامت نماز کو قائم کرنے کی علامت ہے' اگر ان دونوں کے کلمات کہنے کی تعداد برابر ہوتی تو اذان اور اقامت میں اشتباہ ہو جاتا اور اس وجہ سے بہت لوگوں سے نماز کی جماعت رہ جاتی کیونکہ جب وہ اقامت پڑھنے کی آواز سنتے تو یہ گمان کرتے کہ یہ اذان ہو رہی ہے۔

علامہ خطابی کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں: حیرت ہے کہ علامہ خطابی نے ایسی بات کہی ہے جس کو کان قبول نہیں کرتے' اذان اور اقامت میں یہ فرق کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اذان سے ان لوگوں کو نماز کے وقت کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد سے غائب ہیں۔ اسی وجہ سے بلند جگہ مثلاً مینار وغیرہ پر چڑھ کر اذان دی جاتی ہے اور اقامت سے ان لوگوں کو جماعت کھڑی ہونے کی خبر دی جاتی ہے جو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں' لہٰذا اذان اور اقامت میں کس طرح اشتباہ ہو سکتا ہے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اقامت کے کلمات دو' دو مرتبہ کہے جائیں اور اس باب کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف کیسے حجت ہوگی' جب کہ ان کا مذہب ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اقامت کے کلمات دو دو بار کہے جائیں' جن کو ہم عنقریب ذکر کریں گے' نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ احادیث امام شافعی کے خلاف بھی حجت ہیں کیونکہ وہ بھی اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھنے کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۳۔ ۱۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

Marfat.com

اقامت کے کلمات دُو دو بار پڑھنے کے متعلق احادیث اور آثار

الھجنع بن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ فرماتے تھے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دُو دو بار پڑھے جائیں' وہ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھ رہا تھا' حضرت علی نے اس سے فرمایا: تیری ماں نہ رہے تو نے اقامت کے کلمات دُو دو بار کیوں نہیں پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۷' ج ۱ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت سلمہ کے آزاد کردہ غلام عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ دُو دو بار اقامت کے کلمات کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن تھے' اذان اور اقامت کے کلمات دُو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۹' سنن ترمذی: ۱۹۴)

شعیب بیان کرتے ہیں کہ ابوالعالیہ نے کہا: جب تم اقامت کہو تو دُو دو مرتبہ کہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۰)

حکم بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا: دو دو مرتبہ اقامت کہنے کو مت چھوڑو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۱)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ کے اصحاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کے اصحاب اذان اور اقامت کے کلمات دُو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۲)

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دُو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۳)

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات کی تعلیم دی اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی' پھر انہوں نے اقامت کے کلمات بیان کیے: ''اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۲' سنن ابن ماجہ: ۵۰۹)

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں' وہ ایک دیوار کے اوپر کھڑا ہوا اور اس نے دو دو بار کلمات پڑھ کر اذان دی اور دو دو بار کلمات پڑھ کر اقامت کہی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸)

اسودٗ حضرت بلال رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ کی اذان اور اقامت کے کلمات دو دو بار تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۵' سنن دارقطنی: ۹۳۰)

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ' اذان اور اقامت کے کلمات دُو دو بار کہتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۴' سنن دارقطنی: ۹۲۹)

مسلم البطین کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی' جس نے حضرت علی رضی اللہ کے مؤذن کو سنا ہے کہ وہ اقامت کے کلمات دُو دو بار کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مجاہد سے روایت ہے کہ ان کے سامنے ایک ایک بار اقامت کہنے کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس طریقہ کو امراء نے گھڑ لیا

Marfat.com

ہے' اقامت کے کلمات دو' دو بار ہیں۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۷)

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ' جنہوں نے اذان اور اقامت کے متعلق خواب دیکھا تھا' اور حضرت بلال اور حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہما جو عہد رسالت میں مؤذن تھے' ان سب سے منقول ہے کہ اقامت میں دو' دو بار کلمات کہے جائیں اور صحیح بخاری کے باب مذکور کی اس حدیث میں جو اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنے کا ذکر ہے تو وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۴۳۔ ج ۱ ص ۱۰۷۹ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح کے یہ عنوان ہیں:

(۱) کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ (۲) کلماتِ اقامت کی تعداد میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل۔

٦٠٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ ' يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ ' لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا ' فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِىْ ذٰلِكَ ' فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى ' وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ ' فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا مِنْكُمْ يُنَادِىْ بِالصَّلٰوةِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ ' قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان مدینہ میں آئے تو وہ نماز کے وقت جمع ہوتے تھے اور ان کے لیے نماز کا اعلان نہیں کیا جاتا تھا تو ایک دن انہوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا' ان میں سے بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح کوئی ناقوس بنالو اور بعض نے کہا کہ یہود کے بگل کی طرح کوئی بگل بنالو پس حضرت عمر نے کہا: تم کسی شخص کو نماز کا اعلان کرنے کے لیے کیوں نہیں بھیجتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو۔

(صحیح مسلم: ۳۷۷' الرقم المسلسل: ۸۱۴' سنن ترمذی: ۱۹۰' سنن نسائی: ۶۲۵' السنن الکبریٰ: ۱۵۹۰' صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۲' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۵۷۔ ج ۱۰ ص ۴۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۳۵۲۳' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۳۹۳۶)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اذان کی ابتداء' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد صحابہ کرام نماز کے وقت پر مطلع کرنے کے لیے کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے بیٹھے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اٹھو' نماز کا اعلان کرو۔ بعض علماء نے کہا: اس سے مراد اذان کے معروف کلمات سے اعلان کرنا ہے اور بعض علماء نے کہا: اس سے مراد یہ شرعی اذان نہیں ہے بلکہ اس سے مراد لغوی اعلان ہے یعنی یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت ہونے والی ہے یا یہ اعلان کر دو کہ اب جماعت تیار ہے۔

کھڑے ہو کر اذان دینے کا سنت ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! کھڑے ہو کر نماز کا اعلان کرو' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مشہور

Marfat.com

مذہب یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اذان دینا سنت ہے' اگر اس نے بغیر عذر کے بیٹھ کر اذان دی تو اس کی اذان درست ہے لیکن اس کو فضیلت حاصل نہیں ہوگی تاہم کھڑے ہو کر اذان دینے کی شرط ثابت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اذان کے دیگر مباحث' اور ان میں ترجیع کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

اذان میں ترجیع نہیں ہے' ترجیع یہ ہے کہ پہلی بار پست آواز سے دوبار ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمد رسول اللّٰہ'' کہے' پھر بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے ان کلمات کو کہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع ہے کیونکہ اس کا حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثبوت ہے۔ (ھدایہ اولین ص ۷۰' اسلامی کتب خانہ' کراچی' ۳۸)

علامہ مرغینانی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خود اذان کی تعلیم دی' اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور اقامت: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ (صحیح مسلم: ۳۷۹' سنن ابوداؤد: ۵۰۲' سنن ترمذی: ۱۹۱' سنن نسائی: ۶۳۸' سنن ابن ماجہ: ۷۰۸' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۹)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معارض حضرت ابومحذورہ کی وہ حدیث ہے' جس میں ترجیع کا ذکر نہیں ہے یعنی دو مرتبہ شہادت کے کلمات کو پڑھ کر پھر دوبارہ دو دو مرتبہ شہادت کے کلمات کے پڑھنے کا ذکر نہیں ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حرفاً حرفاً اذان کی تعلیم دی' فرمایا: ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ''۔ (المعجم الاوسط: ۱۱۱۰' ج ۲ ص ۶۵' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۶ھ)

حضرت ابومحذورہ کی اس حدیث میں ترجیع نہیں ہے اور یہ اوّل الذکر حدیث کے معارض ہے' لہٰذا اوّل الذکر حدیث مضطرب المتن قرار پائی اور حدیث مضطرب سنداً ضعیف ہوتی ہے اور ضعیف السند حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت ابومحذورہ کو اذان کی تعلیم دیتے وقت ان سے شہادتین کو دہروانے کی توجیہ

حضرت ابومحذورہ زمانۂ کفر میں نوعمر تھے اور بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتارا کرتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر ان کو اذان سکھائی' جب ان سے ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' دو مرتبہ پڑھنے کے لیے فرمایا تو انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے اس کو آہستہ آہستہ پڑھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہادت کو ان کے دل میں جاگزین کرنے کے لیے فرمایا: اس کو دوبارہ پڑھو' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جو شہادتین کو دہرانے کے لیے فرمایا تھا' وہ تعلیم کے لیے فرمایا تھا' اس کی تفصیل اس حدیث میں ہے:

Marfat.com

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس لڑکوں کے ساتھ نکلا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین کی طرف جا رہے تھے اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ ناپسند تھے' ہم کھڑے ہو کر بہ طور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ' پھر آپ نے فرمایا: تم قریب آؤ اور اذان دو' پس سب نے اذان دی اور میں سب سے آخر میں آیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اسی کی آواز سنی تھی' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اہل مکہ کے لیے اذان دو' اور عتاب بن اسید سے کہو: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اہل مکہ کے لیے اذان دوں' اور میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا' اور فرمایا: کہو" اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ" دو مرتبہ' پھر فرمایا: پھر دوبارہ پڑھو" اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" دو مرتبہ" اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" دو مرتبہ" حی علی الصلٰوۃ" دو مرتبہ" حی علی الفلاح" دو مرتبہ" اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ" اور جب تم صبح کی اذان دو تو" الصلٰوۃ خیر من النوم" دوبار کہو اور جب تم اقامت کہو تو دوبار کہو:" قد قامت الصلٰوۃ' قد قامت الصلٰوۃ" کیا تم نے سن لیا! حضرت ابومحذورہ اپنی پیشانی کے بالوں کو کاٹتے تھے نہ ان کو متفرق کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بالوں پر ہاتھ پھیرا تھا۔

(سنن دار قطنی: ٨٩٢۔ ج١ ص ٥١٧' دار المعرفۃ' بیروت' مصنف عبد الرزاق: ١٧٨٣' صحیح ابن خزیمہ: ٣٨٥' سنن بیہقی ج١ ص ٣٩٣' مسند احمد ج٣ ص ٤٠٨' سنن ابوداؤد: ٥٠١)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ اس خاص وجہ سے حضرت ابومحذورہ سے دوبار شہادتوں کو پڑھوایا تھا' یہ اذان کا عام معمول نہ تھا۔

ترجیع کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ' صحیح مسلم: ٣٧٩ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور علماء کی یہ دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ثابت اور مشروع ہے' یعنی پہلے دو مرتبہ آہستہ آہستہ" اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" اور" اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" کہنا اور پھر دوبارہ زور سے ان کلمات کو کہنا' اور امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں' اور جمہور کی حجت حضرت ابومحذورہ کی یہ حدیث صحیح ہے' کیونکہ حضرت ابومحذورہ کی حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث سے مؤخر ہے کیونکہ وہ غزوۂ حنین کے بعد آٹھ ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج٢ ص ١٥٠٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب اور امام ابوحنیفہ کے مسلک پر ٹھوس دلائل

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابومحذورہ کی حدیث صحیح کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی معارض حدیث موجود ہے اور جب کہ ان سے اذان کو اس لیے دہروایا گیا تھا کہ وہ پہلے اذان کا مذاق اڑا رہے تھے' اور چونکہ وہ پہلے اسلام کے مخالف تھے' اس لیے انہوں نے" اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ" کو آہستہ پڑھا تھا' تب ان سے دوبارہ بلند آواز سے پڑھوایا گیا تھا' اس لیے ان کی اس حدیث کو حجت نہیں بنایا جا سکتا' اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے خواب میں فرشتے سے اذان سنی تھی اور ان ہی کے خواب پر اذان کی بنیاد رکھی گئی' ان کے علاوہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن ہیں' ان کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے' نیز امام ابوحنیفہ کی مؤید دیگر احادیث ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اذان کے کلمات صرف دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار تھے۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٠)

Marfat.com

چونکہ حضرت ابومحذورہ نے پہلی بار شہادت کے کلمات کو لمبا کر کے نہیں پڑھا تھا' اس لیے آپ نے انہیں دہرانے کے لیے فرمایا:
حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خود اذان سکھائی اور فرمایا: کہو" اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اللہ اکبر' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" آپ نے فرمایا: دوبارہ اپنی آواز کو لمبا کر کے پڑھو:" اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الصلٰوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر' لا الٰہ الا اللّٰہ"۔ (سنن ابوداؤد: ۵۰۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید و رسالت کی شہادت کو ان کے دل میں جمانے کے لیے دوبارہ ان سے بلند آواز سے توحید و رسالت کی شہادت کو پڑھوایا تھا اور جب ان کے دل میں یہ شہادت جاگزین ہوگئی تو پھر اذان میں دوبارہ اس شہادت کو پڑھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ حضرت ابومحذورہ بھی اذان میں اس شہادت کو نہیں دہراتے تھے جیسا کہ ہم المعجم الاوسط: ۱۱۱۰ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کی اذان کا بھی یہی طریقہ تھا اور یہی حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ سے بھی ثابت ہے' پس ان ٹھوس دلائل سے ثابت ہوگیا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور ائمہ ثلاثہ جو اذان میں ترجیع کرتے ہیں' ان کی بنیاد بہت کم زور ہے۔ وللہ الحمد

اذان کے دیگر مباحث میں" اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" سن کر انگوٹھے چومنا

علامہ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:
جب پہلی بار اذان میں" اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" سنے تو یہ کہنا مستحب ہے:" صلی اللّٰہ علیك یا رسول اللّٰہ" اور جب دوسری بار سنے تو یہ کہنا مستحب ہے:" قرت عینی بك یا رسول اللّٰہ" پھر اپنے انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: اے اللہ! میری سماعت اور بصارت سے مجھ کو فائدہ پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی جنت کی طرف رہ نمائی فرمائیں گے' اسی طرح "کنز العباد" میں مذکور ہے۔ یہ عبارت علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ کی ہے۔ (دیکھئے: جامع الرموز ج ا ص ۱۲۵' ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی' کراچی)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں: اسی کی مثل الفتاویٰ الصوفیہ میں مذکور ہے' اور کتاب الفردوس میں یہ حدیث ہے: جس شخص نے اذان میں" اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" سننے کے بعد اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسا دیا' میں اس کی قیادت کروں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا' اس کی مکمل بحث علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حواشی میں لکھی ہے اور علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی نے المقاصد الحسنۃ ص ۳۸۳ میں لکھی ہے۔ (علامہ سخاوی نے جو کچھ لکھا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث مرفوعہ میں ہے: جس نے یہ عمل کیا' اس کی آنکھیں کبھی نہیں دُکھیں گی' مگر ان احادیث مرفوعہ کی سند صحیح نہیں ہے' اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اس باب میں احادیث موقوفہ کی سند صحیح ہے اور احادیث مرفوعہ کی سند ضعیف ہے' واضح رہے کہ فضائل اعمال میں وہ احادیث بھی معتبر ہوتی ہیں' جن کی سند ضعیف ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: ان احادیث کا علامہ جراحی نے ذکر کیا ہے اور طویل بحث کی ہے' پھر کہا ہے: ان میں سے کسی حدیث مرفوع کی سند صحیح نہیں ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا ہے: یہ عمل اذان کے ساتھ مخصوص ہے اور بسیار تتبع اور تلاش کے باوجود اقامت میں اس کے متعلق نقل نہیں مل سکی۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳ - ۶۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

Marfat.com

علامہ احمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ نے پہلے علامہ قہستانی کی عبارت نقل کی ہے' پھر لکھا ہے:

الدیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ جس نے مؤذن سے ''اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ'' سن کر اپنی شہادت کی انگلیوں کے باطن کو بوسا دینے کے بعد اپنی آنکھوں پر رکھا اور یہ کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوں اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوں تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ اسی طرح حضرت الخضر علیہ السلام سے بھی منقول ہے اور اس طرح کی احادیث سے فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ج ا ص ۲۸۷' بیروت)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق احادیث مرفوعہ کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں' ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں:) جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

(موضوعات کبیر ص ۶۴' مطبوعہ مجتبائی' دہلی)

* اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن' ج ۱۰ ص ۴۸۷' حٰم السجدۃ: ۳۳ کی تفسیر میں کی ہے۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے حسن المحاضرۃ میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ' پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع ہوا' پھر میں نے علامہ عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان ۷۹۱ھ میں قاہرہ اور مصر کے مؤذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں: ''الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللّٰہ'' اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے' خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے۔ (صحیح مسلم: ۳۸۴) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا۔ (القول البدیع ص ۲۸۰' ملخصاً' مکتبۃ المؤید الطائف) اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(النہر الفائق ج ا ص ۱۷۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت) ہے۔ (رد المحتار ج ۲ ص ۵۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

جس چیز کا اکثر سوال کیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی خود بھی اذان دی ہے یا نہیں؟

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی ہے اور اپنے اصحاب کو سواریوں پر نماز پڑھائی ہے' اس وقت آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان سواریوں کے نیچے کیچڑ تھی' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے' اسی طرح علامہ نووی نے بھی جزم کے ساتھ کہا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے اور اس کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کو قوی قرار دیا

Marfat.com

ہے' امام ترمذی کی روایت درج ذیل ہے:

یعلیٰ بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ ایک تنگ جگہ پر پہنچے' پھر نماز کا وقت آ گیا' پس ان کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر اذان دی اور اقامت فرمائی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری کے ساتھ آگے بڑھ گئے اور ان کو نماز پڑھائی' آپ اشارے سے نماز پڑھا رہے تھے اور سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۴۱۱' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴ طبع قدیم)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لیکن ہم نے مسند احمد میں اس حدیث کو دیکھا' اس میں یہ عبارت ہے:

پس آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی' اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور ترمذی میں جو مذکور ہے: آپ نے اذان دی' اس کا معنی ہے: آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کا حکم دیا' جیسے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے فلاں عالم کو ہزار روپے دیئے' حالانکہ خلیفہ خود نہیں دیتا' اس کا کوئی کارندہ دیتا ہے' لیکن چونکہ وہ خلیفہ کے حکم سے دیتا ہے' اس لیے کہا جاتا ہے کہ خلیفہ نے ہزار روپے دیئے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسند احمد کی جس مفصل روایت کا ذکر کیا ہے' اس کا متن حسب ذیل ہے:

عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک تنگ جگہ پہنچے' آپ سواری پر تھے' لوگوں کے اوپر آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور ان کے نیچے کیچڑ تھی' پس نماز کا وقت آ گیا تو آپ نے مؤذن کو اذان اور اقامت کا حکم دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے' پھر آپ نے ان کو اشارے سے نماز پڑھائی اور آپ نے سجدہ کو رکوع سے زیادہ پست رکھا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۴' مسند احمد: ۱۷۵۷۳' ج ۲۹ ص ۱۱۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ اس سفر کے موقع پر ہو سکتا ہے کہ آپ نے خود اذان نہ دی ہو لیکن دیگر مواقع پر آپ کا اذان دینا ثابت ہے:

خاتم الحفاظ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

سنن سعید بن منصور میں ابن ابی ملیکہ سے یہ حدیث مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان دی اور فرمایا: ''حی علی الفلاح'' اور یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی۔ (التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۱ ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ عبد القادر رافعی لکھتے ہیں:

سراج میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' جب سورج زائل ہو گیا تو آپ نے خود اذان دی اور اقامت فرمائی اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ (تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

۲- بَابُ الْاَذَانُ مَثْنٰی مَثْنٰی — اذان کے کلمات دو دو ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان کے کلمات دو دو بار پڑھنے ہیں۔

۶۰۵- حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِیَّةَ، عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از سماک بن عطیہ از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات

Marfat.com

دو دو بار کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں' سوائے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٦٠٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ، قَالَ ذَكَرُوْا اَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَّعْرِفُوْنَهٗ، فَذَكَرُوْا اَنْ يُّوْرُوْا نَارًا، اَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا، فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ، وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' اور وہ ابن سلام ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از ابوقلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا: جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو انہوں نے ذکر کیا کہ نماز کے وقت کی کوئی علامت مقرر کریں جس سے وہ وقت کو پہچان لیں' پس انہوں نے ذکر کیا کہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں' پھر حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے دو' دو کلمات کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' وہاں مطالعہ فرمائیں۔

٣ - بَابُ الْاِقَامَةُ وَاحِدَةٌ اِلَّا قَوْلَهٗ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

اقامت کے کلمات ایک ایک بار ہیں' سوائے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے

٦٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ، وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ. قَالَ اِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُهٗ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو' دو دفعہ کہیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ۔ اسماعیل نے کہا: میں نے اس کا ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سوائے ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٣ میں گزر چکی ہے' اس کی شرح وہاں دیکھ لیں۔

٤ - بَابُ فَضْلِ التَّاْذِيْنِ

اذان دینے کی فضیلت

٦٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ. قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ، اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا قَضَى النِّدَاءَ اَقْبَلَ، حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ، حَتّٰى اِذَا قَضَى التَّثْوِيْبَ اَقْبَلَ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جائے تو شیطان پیٹھ موڑ کر گوز چھوڑتا ہوا بھاگ جاتا ہے تا کہ اذان کو نہ سنے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو

Marfat.com

حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ، یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا، اُذْکُرْ کَذَا، لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ، حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی.

پھر پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے' پھر انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں چیز کو یاد کر' فلاں چیز کو یاد کر' جس چیز کو وہ پہلے یاد نہیں کر رہا تھا حتیٰ کہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

[اطراف الحدیث: ١٢٢٢-١٢٣١-١٢٣٢-٣٢٨٥]

(صحیح مسلم: ٣٨٩' الرقم المسلسل: ٨٣٢' سنن ابوداؤد: ٥١٦' سنن نسائی: ٦٦٩' موطأ امام مالک: ١٥٦' دار المعرفہ' صحیح ابن حبان: ١٧٥٤' شرح السنۃ: ٤١٢' مسند احمد ج ٢ ص ٤٦٠' مسند احمد: ٩٩٣١- ج ١٦ ص ٢٤' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ٤٣٨٣' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٦ھ)

اس حدیث کے پانچ رجال ہیں اور ان کا پہلے تعارف ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ شیطان اذان سن کر بھاگ جاتا ہے' اگر اذان کی بہت زیادہ فضیلت نہ ہوتی تو شیطان کو اذان سے اذیت نہ ہوتی اور جب اس کو اذان سے اذیت ہوتی ہے تو وہ اذان سن کر بھاگتا ہے۔

''ضراط'' کا معنی اور شیطان کے گوز مارنے کی توجیہات

اس حدیث میں ''ضراط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گوز مارنا' یعنی آواز کے ساتھ ہوا خارج کرنا' اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرنا ممکن ہے' کیونکہ شیطان کا جسم ہے اور وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور قے بھی کرتا ہے' حدیث میں ہے:

جابر بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ مجھے المثنی بن عبد الرحمٰن الخزاعی نے حدیث بیان کی' وہ کھانے کے شروع میں اور لقمہ کے آخر میں بسم اللہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: ''بسم اللہ فی اولہ واخرہ'' میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کھانے کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے ہیں تو پھر کھانے کے آخر میں ''بسم اللہ اولہ واخرہ'' پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ میرے دادا حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے تھے' اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ جب اس کے کھانے کا آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم اللہ اولہ واخرہ'' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھا رہا تھا حتیٰ کہ جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو اس کے پیٹ میں جو کچھ بھی گیا تھا' اس نے اس کی قے کر دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ٦٧٥٨' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ٢٨٢' الطبقات الکبریٰ ج ٧ ص ١٣-١٢' المعجم الکبیر: ٨٥٤' عمل الیوم واللیل لابن السنی: ٤٦١' المستدرک ج ٤ ص ١٠٩-١٠٨' سنن ابوداؤد: ٣٧٦٨' الاحاد والمثانی: ٢٣٠١' مسند احمد ج ٤ ص ٣٣٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٩٦٣' ج ٤ ص ٢٩٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور شیطان پیشاب بھی کرتا ہے' ایک حدیث میں ہے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ مسلسل سوتا رہتا ہے' حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے' نماز کے لیے نہیں اٹھتا' آپ نے فرمایا: شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری: ١١٤٤' صحیح مسلم: ٧٧٤' سنن نسائی: ١٦٠٤' سنن ابن ماجہ: ١٣٣٠)

شیطان کا جسم ہے' خواہ ناری ہے اور اس کے لیے جسمانی عوارض احادیث سے ثابت ہیں' وہ کھاتا پیتا ہے' قے کرتا ہے' پیشاب کرتا ہے تو اس کا گوز مارنا بھی مستبعد نہیں ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان میں اللہ اکبر سن کر اس پر ایسی ہیبت اور دہشت طاری ہو کہ مارے خوف کے اس کا گوز نکل جاتا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لعین اذان کا مذاق اڑانے کے لیے از خود گوز مارتا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا

Marfat.com

ہے کہ وہ اس لیے گوز مارتا ہو کہ گوز کی آواز کی وجہ سے وہ اذان کے کلمات کی آواز نہ سن سکے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اذان سے افضل قرآن مجید کی تلاوت اور نماز ہے، شیطان قرآن مجید کی تلاوت سے تو نہیں بھاگتا اور نہ نماز سے بھاگتا ہے، پھر وہ اذان سن کو کیوں بھاگتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیز بھی اذان سنتی ہے، وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی تو شیطان اس لیے بھاگتا ہے کہ اس کو قیامت کے دن گواہی نہ دینی پڑے اور رہا اذان سن کر اذان سننے والے کے حق میں گواہی دینا، سو اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: بلند آواز سے اذان دو، مؤذن کی آواز کو جو بھی جن، انس یا جو چیز بھی سنتی ہے، وہ قیامت کے دن اس کے اذان دینے کی گواہی دے گی، انہوں نے کہا: یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(صحیح البخاری:۶۰۹، سنن نسائی:۶۴۳، سنن ابن ماجہ:۷۲۳)

اذان کی فضیلت میں دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سات سال ثواب کی نیت سے اذان دی، اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دی جائے گی۔ (سنن ترمذی:۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے، اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ (سنن ترمذی:۲۰۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

(سنن ابوداؤد:۵۲۱، سنن ترمذی:۳۵۹۴۔۲۱۲، مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر طلوع ہوتے ہی بستیوں پر حملہ کرتے تھے اور آپ غور سے اذان سنتے تھے، اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو آپ حملہ کرنے سے رک جاتے، ورنہ آپ حملہ کرتے، جب آپ نے کسی شخص سے سنا: اللہ اکبر اللہ اکبر! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) فطرت پر ہو اور جب اس نے ''اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ'' کہا تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے نکل گئے، لوگوں نے دیکھا تو وہ شخص بکریوں کا چرواہا تھا۔

(صحیح مسلم:۳۸۲، الرقم المسلسل:۸۴۴، سنن ابوداؤد:۲۶۳۴، سنن ترمذی:۱۶۱۸)

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ (صحیح مسلم:۳۸۷، الرقم المسلسل:۸۲۹، سنن ابن ماجہ:۷۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا اجر ہے، پھر وہ بغیر قرعہ اندازی کے ان کو نہ پا سکیں تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے، اور اگر لوگوں کو علم ہو جائے کہ ظہر کی نماز میں کتنا اجر ہے تو وہ اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر انہیں علم ہو جائے کہ عشاء اور صبح کی نمازوں میں کتنا اجر ہے تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے، خواہ گھسٹتے ہوئے آئیں۔

(صحیح البخاری:۶۱۵، صحیح مسلم:۴۳۷، الرقم المسلسل:۹۵۶، سنن ترمذی:۲۲۵، سنن نسائی:۵۳۶)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اذان کو جو بھی جن اور انس اور شجر اور حجر سنتا ہے، وہ اس کی گواہی دے گا۔ (صحیح البخاری:۶۰۹، سنن نسائی:۶۴۳، سنن ابن ماجہ:۷۲۳)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے' وہاں تک اس کی مغفرت کردی جائے گی اور ہر خشک اور تر چیز مؤذن کے لیے مغفرت طلب کرتی ہے اور نماز پر حاضر ہونے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۵۱۵' سنن نسائی: ۶۴۴' سنن ابن ماجہ: ۷۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے نیک لوگوں کو اذان دینی چاہیے اور تم میں سے عمدہ قرآن پڑھنے والوں کو نماز پڑھانی چاہیے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۹۰' سنن ابن ماجہ: ۷۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ثواب کی نیت سے سات سال اذان دی' اللہ اس کے لیے دوزخ سے براءت لکھ دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶' سنن ابن ماجہ: ۷۲۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بارہ سال اذان دی' اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور اس کے اذان دینے کی وجہ سے اس کے لیے ساٹھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور ہر اقامت کہنے کی وجہ سے اس کی تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۷۲۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤذن کے سر پر رحمٰن کا ہاتھ ہے اور جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے' وہاں تک اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۲۰۰۸' مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین آدمیوں کو محشر کی گھبراہٹ ہول میں مبتلا نہیں کرے گی' اور وہ اس وقت خوف زدہ نہیں ہوں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے' ایک وہ شخص جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور اللہ کی رضاء کے لیے رات کو قیام کیا' دوسرا وہ شخص جس نے ہر روز دن میں پانچ مرتبہ اذان دی اور تیسرا وہ شخص جو غلام ہو اور اس کو غلامی کے تقاضے اپنے رب کی عبادت سے مانع نہ ہوں۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۵۸۴)

سعد بیان کرتے ہیں کہ اگر مجھے اذان پر قوت ہو تو وہ مجھے حج' عمرہ اور جہاد سے زیادہ پسند ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۶)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۶۰ - ج ۱ ص ۱۰۹۶ پر ذکر کی گئی ہے' وہاں اس حدیث کی شرح نہیں کی گئی ہے۔

۵ - بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ — بلند آواز سے اذان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جتنی دور تک مؤذن کی آواز جائے گی' اس کو اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

وقال عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا ' وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: عمدہ طرح اذان دو ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔

یہ مکمل تعلیق اس طرح ہے:

عمر بن سعد بن ابی حسین مکی بیان کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان دی اور اپنی اذان میں طرز لگائی تو اس سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا: عمدہ طریقہ سے اذان دو (یعنی بغیر طرز کے) ورنہ اذان کا منصب چھوڑ دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۷۵)

۶۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ ، ثُمَّ الْمَازِنِيِّ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ الانصاری ثم

Marfat.com

عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ، فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِيَتِكَ، فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ، فَاِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ، اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث:٣٢٩٦-٧٥٤٨]

المازنی از والد خود کہ ان سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو، پس جب تم اپنی بکریوں میں یا اپنے جنگل میں ہو، پھر تم اپنی نماز کی اذان دو تو اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو، انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو، وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

(سنن نسائی: ٦٤٣، سنن ابن ماجہ: ٧٢٣، موطأ امام مالک: ١٥٥، دارالمعرفۃ، مصنف عبد الرزاق: ١٨٦٥، مسند الحمیدی: ٧٣٢، مسند ابویعلیٰ: ٩٨٢، صحیح ابن خزیمہ: ٣٨٩، مسند احمد ج ٣ ص ٦ طبع قدیم، مسند احمد: ١١٠٣١۔ ج ١٧ ص ٨٧، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، جامع المسانید لابن الجوزی: ٢١٧٢، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٢٦ھ، مسند الطحاوی: ٢١٤٠)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اپنی آواز بلند کر کے اذان دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبد اللہ بن یوسف التنیسی (٢) امام مالک بن انس (٣) عبد الرحمان بن عبد اللہ بن ابی صعصعہ الانصاری المازنی، یہ ابوجعفر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے (٤) ان کے والد عبد اللہ بن عبد الرحمان (٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ١٦٧)

قیامت کے دن اذان دینے والے کی تعظیم اور تکریم

اس حدیث میں مذکور ہے: جو بھی اذان سنے گا خواہ جن ہو، انسان ہو یا کوئی چیز بھی ہو، وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاں پر مؤذن کی آواز ختم ہوگی، وہاں تک سننے والے اس کی اذان کی گواہی دیں گے، یہ ظاہر یہ کلام حیوانات اور جمادات کو بھی شامل ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ کلام ان کے ساتھ مخصوص ہے، جو شہادت دے سکیں جیسے انسان، جن اور فرشتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کلام سب کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ حیوانات اور جمادات میں عقل پیدا کر دے گا اور وہ مؤذن کی اذان سننے کی گواہی دیں گے، اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ مؤذن کے بلند درجے ہیں اور قیامت کے دن اس کی فضیلت کی شہرت کر دی جائے گی، جس طرح اللہ تعالیٰ بعض کی شہادت سے بعض لوگوں کو ذلیل اور رسوا کرے گا، اسی طرح بعض کی شہادت سے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو سرخ رو اور معزز اور مکرم کرے گا۔

لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے کا استحباب اور ایام فتنہ میں شہروں سے نکل کر جنگلوں میں رہنے کا جواز

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے اور بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور دور تک اذان کی آواز جائے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ بنو نجار کی ایک عورت کے گھر پر کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے کیونکہ مسجد کے گرد گھروں میں اس کا گھر سب سے اونچا تھا، اسی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینا مستحب ہے۔

اس حدیث میں جنگلوں اور بکریوں میں اذان دینے کا ذکر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے اجتناب کر کے جنگلوں میں رہنا بھی جائز ہے، خصوصاً جب فتنہ اور فساد کا زمانہ ہو اور شہروں میں لوگوں کے ساتھ رہنے سے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنا مشکل ہو اور یہ کہ جنگل میں جب انسان اکیلا ہو، پھر بھی نماز کے وقت اذان دے اور اس کا اذان دینا مستحب ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم

Marfat.com

ہوا کہ جنات بنو آدم کا کلام سنتے ہیں' اور ان کے حق میں گواہی دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ — اذان کے سبب سے جانوں کا محفوظ رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بستی میں اذان دی جائے' وہ اس بستی کے لوگوں کے اسلام کی دلیل ہے اور وہاں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد نہیں کیا جاتا۔

۶۱۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا، لَمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَ يَنْظُرَ، فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ. قَالَ فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ، فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ، وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فَخَرَجُوْا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ، فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ، قَالَ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ. (مسند الطحاوی: ۵۹۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی' از حمید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ کسی قوم کے خلاف جہاد کرتے تو اس وقت تک ان کے خلاف جہاد نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے' پس اگر آپ اذان سنتے تو آپ ان کے خلاف جہاد سے رُک جاتے اور اگر آپ اذان نہ سنتے تو پھر ان پر حملہ کرتے۔ حضرت انس نے کہا: پھر ہم خیبر کی طرف گئے' ہم رات کے وقت ان کی طرف پہنچے تھے' پس جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہیں سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں بھی حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہوا اور میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا' پس خیبر کے لوگ ہماری طرف اپنی تغاریوں اور کدالوں یا پھاوڑوں کے ساتھ نکلے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہا: محمد (آ گئے) اور اللہ کی قسم! محمد لشکر سمیت آ گئے۔ حضرت انس نے کہا: جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: اللہ اکبر' اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی مفصل اور محقق شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' وہاں اس حدیث کا عنوان تھا: ران کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے' وہاں اس حدیث میں ذکر تھا: میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کو چھو رہا تھا اور یہاں اس حدیث میں ذکر ہے: میرا قدم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کو چھو رہا تھا۔

اس حدیث کے دیگر اہم مسائل اور فوائد کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد اور اذان کی وجہ سے جان اور مال کا محفوظ رہنا

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے' اور اذان کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی علاقے کے لوگ اس پر اتفاق کر لیں کہ وہ اذان نہیں دیں گے تو مسلمانوں کے سربراہ پر واجب ہے کہ وہ ان سے قتال کرے' اور جس علاقے کے لوگ اذان دیں تو یہ اس پر دلیل ہے کہ اس علاقے کے لوگ مسلمان ہیں کیونکہ اذان میں توحید اور رسالت کا اعلان ہے

Marfat.com

اور ان کے خلاف جہاد نہیں کیا جائے گا اور ان کی جان اور مال کی حفاظت کی جائے گی۔

۷- بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ

مؤذن سے اذان سننے والا کیا کہے

۶۱۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ، فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عطاء بن یزید اللیثی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۳۸۳' الرقم المسلسل: ۸۲۵' سنن ابوداؤد: ۵۲۲' سنن ترمذی: ۲۰۸' سنن نسائی: ۶۷۳' سنن ابن ماجہ: ۷۲۳' موطأ امام مالک: ۱۲۲' دار المعرفۃ' مسند ابویعلی: ۱۱۸۹' سنن بیہقی ج ۱ ص ۴۰۸' مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۲۷' حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۳۷۸' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۳۵' شرح السنۃ: ۴۱۹' مسند احمد ج ۳ ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۲۰- ج ۱۷ ص ۶۵- ۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' جامع المسانید لابن الجوزی: ۲۰۴۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۶ھ' مسند الطحاوی: ۲۱۴۱)

حدیث مذکور کے پانچ رجال ہیں' ان کا تعارف پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ارشاد ہے: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو' جو مؤذن کہتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک واجب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ اس حدیث کی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اذان سننے والے پر مؤذن کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر (حکم) ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے' اصحاب مالک میں سے ابن وہب کا اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے' اذان کے وقت قرآن مجید پڑھنے کو بھی قطع کرنا واجب ہے' اور سلام اور کلام کو بھی ترک کرنا واجب ہے اور کلماتِ اذان کے جواب کے سوا ہر عمل کو قطع کرنا واجب ہے۔

امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں امر استحباب کے لیے ہے' وجوب کے لیے نہیں ہے۔ امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے' علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا زبانی جواب دینا مستحب ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب انسان کسی ایسی جگہ ہو یا ایسے حال میں ہو کہ اس جگہ اور اس حال میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ادب کے خلاف ہو تو اذان کا جواب نہ دے' مثلاً وہ بیت الخلاء میں ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ جماع میں مشغول ہو' اسی طرح اگر وہ کسی افضل کام میں مشغول ہو' مثلاً فرض یا نفل نماز پڑھ رہا ہو تو اذان کا جواب نہ دے اور اگر وہ اذان کے وقت قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو یا تسبیح پڑھ رہا ہو تو اس کو منقطع کر کے مؤذن کی اذان کا جواب دے' اقامت میں بھی اذان کی طرح جواب دے' مگر جب وہ کہے: ''قد قامت الصلوٰۃ'' تو کہے: ''اقامہا اللہ وادامہا'' اور جب مؤذن کہے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

Marfat.com

اذان کے کلمات کے جواب دینے کی کیفیت

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ سننے والے پر واجب ہے کہ وہ مؤذن کے کہے ہوئے کلمات کی مثل کہے مگر جب مؤذن ''حی علی الصلوٰۃ'' کہے تو سننے والا اس کے جواب میں ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' کہے اور جب مؤذن ''حی علی الفلاح'' کہے تو سننے والا کہے: ''ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن'' اسی طرح جب مؤذن کہے: ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' تو سننے والا کہے: ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ''۔

اذان سننے کے دوران سننے والا قرآن شریف کی تلاوت کرے' نہ کسی کو سلام کرے' نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو اس کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ نے کہا: اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور مسجد میں چل کر نہیں گیا تو اس نے اذان کا جواب نہیں دیا اور اگر وہ مسجد میں ہو اور اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور جس پر نماز واجب نہیں ہے' اس پر اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب نہیں ہے' مستحب اور مندوب ہے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امر مطلق جو قرائن سے مجرد ہو' وجوب پر دلالت کرتا ہے' خصوصاً جب دیگر احادیث اور آثار سے بھی وجوب کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳۔ ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اذان کے کلمات کے جواب دینے کے متعلق دیگر احادیث اور آثار

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے تو اسی طرح فرماتے جس طرح مؤذن کہتا تھا' اور جب وہ کہتا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللہ'' تو آپ فرماتے: ''انا'' (میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں)۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عبد اللہ بن الحارث بن نوفل بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے' اور مؤذن کہتا: ''اللہ اکبر'' تو آپ فرماتے: ''اللہ اکبر'' جب وہ کہتا: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' تو آپ فرماتے: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' اور جب وہ کہتا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللہ'' تو آپ بھی اس کی مثل کہتے اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو آپ فرماتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۰)

عیسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت مؤذن نے نماز کی اذان دی اور کہا: ''اللہ اکبر' اللہ اکبر'' تو حضرت معاویہ نے بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' اس نے کہا: ''اشھد ان محمدًا رسول اللہ'' تو انہوں نے بھی اس کی مثل کہا' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۴۷' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵۶)

یحییٰ بن ابی کثیر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن نے کہا: ''حی علی الصلوٰۃ' حی علی الفلاح'' تو انہوں نے کہا: ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' پھر انہوں نے کہا: میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۱)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو مجاہد کہتے: ''المستعان اللہ'' اور جب وہ کہتا: ''حی

Marfat.com

علی الفلاح ''تو وہ کہتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۳)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان اذان سنتے تو شہادت اور تکبیر میں وہی کہتے جو مؤذن کہتا اور جب وہ کہتا: ''حی علی الصلوٰۃ'' تو وہ کہتے: ''ماشاء اللہ ولا قوۃ اللہ الا باللہ''۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۶)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ متقدمین لوگ اذان کے لیے اس طرح خاموش ہو جاتے تھے' جس طرح قرآن سننے کے لیے خاموش ہو جاتے تھے' اور مؤذن جو بھی کلمہ کہتا وہ اس کی مثل کہتے' جب وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کہتا تو وہ کہتے: ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' اور جب وہ ''حی علی الفلاح'' کہتا تو وہ کہتے: ''ماشاء اللہ''۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۸۵۳)

جریری بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان میں ''لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر'' سنے' پھر اس کا جواب نہ دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۷)

المسیب بن رافع نے بیان کیا کہ عبد اللہ نے کہا: جفاء سے یہ ہے کہ کوئی شخص اذان سنے' پھر اس کے کلمات کی مثل نہ کہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸)

علامہ عینی نے فرمایا: ترک واجب کو جفاء کہا جاتا ہے اور ترک مستحب کو جفاء نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۷۳)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کے وجوب کے متعلق دیگر فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

خلاصۃ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ جس نے اذان سنی' اس پر واجب ہے کہ اس کا جواب دے خواہ وہ جنبی ہو' کیونکہ اذان کا جواب اذان نہیں ہے' اور فتاویٰ قاضی خاں میں مذکور ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور اگر اس نے جواب نہیں دیا تو وہ گناہ گار نہیں ہو گا اور رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جس نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اس کی نماز نہیں ہو گی' تو اس سے مراد ہے: قدموں سے اور چل کر اذان کا جواب دینا نہ کہ فقط زبان سے جواب دینا' اور المحیط میں مذکور ہے کہ اذان سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہے اور وہ ''حی علی الصلوٰۃ'' کی جگہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کہے اور ''حی علی الفلاح'' کی جگہ ''ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن'' کہے کیونکہ جواب میں ان ہی الفاظ کو دہرا دینا مذاق کے مشابہ ہے' اور ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کی جگہ ''صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ'' کہے' اذان سننے کے دوران قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے' نہ کسی کو سلام کرے نہ سلام کا جواب دے اور اذان کا جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو اور اگر اذان سننے والا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو منقطع کر دے اور اذان کے کلمات کا جواب دے۔

شمس الائمہ الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ نے کہا ہے کہ جواب دینے سے مراد قدموں کے ساتھ جواب دینا ہے نہ کہ زبان کے ساتھ' حتیٰ کہ اگر اس نے زبان سے جواب دیا اور قدموں سے چل کر مسجد نہیں گیا تو وہ جواب دینے والا نہیں ہوگا' اور جس وقت اس نے اذان سنی' اگر اس وقت وہ مسجد میں ہو تو اس پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ ظہیریہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس نے اذان کو سنا ہو تو وہ تلاوت کو ترک نہ کرے کیونکہ مسجد میں حاضر ہونے سے اس کا جواب ہو گیا ہے' اور اگر وہ اپنے گھر میں تلاوت کر رہا ہو تو تلاوت کو ترک کر کے اذان کا جواب

Marfat.com

دے، یہ فتویٰ شمس الائمہ الحلوانی کے قول پر متفرع ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ زبان کے ساتھ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے اور آپ کے اس امر کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے، لہٰذا یہ امر وجوب کے لیے ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۹، المکتبۃ الماجدیہ، کوئٹہ)

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

مؤذن کا زبان کے ساتھ جواب دینا واجب ہے۔ ''المحیط'' میں اسی پر جزم ہے اور یہی ''الخلاصۃ'' کی عبارت سے ظاہر ہے اور اسی طرح ''التحفۃ'' میں مذکور ہے۔ ''البحر الرائق'' میں مذکور ہے کہ اگر اذان ختم ہوگئی اور اس نے جواب نہیں دیا تو اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہے تو وہ اب اذان کا جواب دے دے۔ (النہر الفائق ج ۱ ص ۱۷۶۔۱۷۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جمہور فقہاء احناف کے مؤقف پر امام طحاوی کا معارضہ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ نے کہا ہے کہ اذان کے کلمات کا جواب دینا واجب نہیں ہے، مستحب ہے اور اس پر انہوں نے حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم کسی سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے سنا مؤذن کہہ رہا تھا: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''علی الفطرۃ'' (یہ دین فطرت پر ہے) پھر اس نے کہا: ''اشھد ان لا الٰہ الا اللہ'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ دوزخ سے نکل گیا، پس ہم نے اس کو جلدی سے دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا، اس نے نماز کا وقت پایا تو اذان دی۔ (صحیح مسلم: ۳۸۲، سنن ترمذی: ۱۶۱۸، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷۔ ج ۳ ص ۱۳۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۶، المعجم الکبیر ج ۱۰ ص ۱۱۵، شرح معانی الآثار: ۸۶۵)

امام طحاوی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤذن کے کلمات کی مثل کلمات نہیں فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کلمات کہو۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱، صحیح مسلم: ۳۸۳) وہ وجوب پر محمول نہیں بلکہ مؤذن کی مثل کلمات کہنا افضل اور مستحب ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازوں کے بعد دعا کا حکم دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۹، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ نے بھی امام طحاوی کی پیروی میں لکھا ہے:

یہ حدیث اس حدیث کے خلاف قرینہ صارفہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۱) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر کے موقع پر خود مؤذن کی مثل کلمات نہیں فرمائے اور اس سے اس کی تائید ہوتی ہے جس کی ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور قدموں سے چل کر جواب دینا واجب ہے اور یہ شمس الائمہ عبد العزیز الحلوانی المتوفی ۴۵۶ھ کے قول کی ترجیح میں ظاہر ہے اور الخانیہ اور الفیض میں بھی اسی طرح ہے، اور اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب تم اللہ کی طرف بلانے والے کو سنو تو اس کو جواب دو۔ (الجامع الصغیر: ۶۹۲، علامہ سیوطی نے رمز کی ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔) (رد المحتار ج ۲ ص ۶۴۔ ۶۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب علامہ عینی سے

علامہ محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، امام طحاوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

جب امر مطلق قرائن سے خالی ہو تو وہ وجوب پر دلالت کرتا ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حکم دیا ہے کہ جب تم اذان سنو تو اس کی مثل

Marfat.com

کہو جو مؤذن کہتا ہے' یہ امر وجوب کے لیے ہے' پس اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے: جو شخص اذان کو سنے' پھر وہ مؤذن کی مثل نہ کہے تو یہ جفاء ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٣٦٨۔٢٣٦٧) اور جفاء ترک واجب کو کہتے ہیں' ترک مستحب کو جفاء نہیں کہتے' اور رہی حضرت ابن مسعود کی حدیث تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو' ہو سکتا ہے کہ آپ نے مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور راوی نے اس کا ذکر ترک کر دیا ہو اور ہو سکتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے آپ نے جو فرمایا (یعنی "علی الفطرۃ") اور بعد میں مؤذن کی مثل جواب دیا ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ سفر کا واقعہ پہلے کا ہو اور اس کے بعد آپ نے یہ حکم دیا ہو کہ جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔

(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ج ٢ ص ١٠٠' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام طحاوی کے معارضہ کا جواب مُصنف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت عمدہ جواب دیئے ہیں لیکن میرے نزدیک اس کا نہایت قوی جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے: جب تم اذان سنو تو مؤذن کی مثل کہو۔ (صحیح البخاری: ٦١١' صحیح مسلم: ٣٨٣) یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور امام طحاوی نے جو حضرت ابن مسعود کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ نے مؤذن سے "اللّٰہ اکبر' اللہ اکبر" سن کر فرمایا: "علی الفطرۃ" (صحیح مسلم: ٣٨٢) یہ آپ کا فعل ہے' اور اصول میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو آپ کے قول کو آپ کے فعل پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ فعل ہو سکتا ہے کہ آپ کی خصوصیت ہو' لہٰذا اس راجح حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اذان کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جیسا کہ جمہور فقہاء احناف کا مؤقف ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث سے جمہور فقہاء احناف نے اذان کے زبانی جواب پر استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن کی متفق علیہ حدیث ہے اور امام طحاوی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ صحیح بخاری میں نہیں ہے صرف صحیح مسلم اور سنن میں ہے' لہٰذا سند کے اعتبار سے فقہاء احناف کی حدیث زیادہ قوی ہے' سو ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں حدیثیں قوت سند میں برابر ہوتیں' پس ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء احناف نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جس حدیث سے اذان کے زبان کے ساتھ جواب کے وجوب پر استدلال کیا ہے' امام طحاوی کی حدیث دو وجہ سے اس کے معارض نہیں ہے۔ وللہ الحمد۔

علامہ شامی کی تحقیق کا جواب

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ خانیہ اور الفیض نے شمس الائمہ الحلوانی کے قول کی تائید کی ہے' میں کہتا ہوں کہ ان دو کے علاوہ اکثر فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ مؤذن کا زبان سے جواب دینا واجب ہے' جن کی عبارات کو ہم مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

علامہ علاء الدین السمرقندی الحنفی متوفی ٥٣٩ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اذان کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں اور ان میں سے یہ ہے کہ جس نے اذان اور اقامت کو سنا اور جواب نہیں دیا اور جواب یہ ہے کہ اذان سننے والا مؤذن کی مثل کہے۔

(تحفۃ الفقہاء ج ٢ ص ١١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ٥٨٧ھ لکھتے ہیں:

اذان سننے والوں پر اس کا جواب دینا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار چیزیں جفاء سے ہیں: (١) کوئی شخص کھڑے ہو کر

Marfat.com